تفسیر الکتاب

فلپّیوں — فلیمون

وِلیم میکڈونلڈ

جِلد پنجم

تفسیر الکتاب

کلام الٰہی کی عام فہم اور آیت بہ آیت تشریح

جلد پنجم

(فلپیوں ـــــ فلیمون)

ـــــ از ـــــ

ولیم میکڈونلڈ

ـــــ مترجم ـــــ

جیکب سموئیل ایم۔ اے، بی۔ ایڈ

ـــــ ناشرین ـــــ
مسیحی اشاعت خانہ
۳۶۔ فیروز پور روڈ، لاہور

بار ______ دوم

تعداد ______ ایک ہزار

قیمت ______ ۷۵ روپے

سنہ ۲۰۰۱ء

اُردو ایڈیشن کے جملہ حقوق بحق مسیحی اشاعت خانہ ، لاہور محفوظ ہیں۔

Copyright © 1990 by William MacDonald
Urdu edition published by permission of author

مینیجر مسیحی اشاعت خانہ ۳۶ فیروز پور روڈ، لاہور نے مکتبۂ جدید پریس، لاہور سے چھپوا کر شائع کیا۔

پیش لفظ

مسیحی عُلمائے کرام نے بائبل مُقدّس کی مُتعدد تفسیریں رقم فرمائی ہیں تاکہ بائبل کے طالب عِلم اور بالخصُوص ایسے طُلبا جو بائبل کی اَصل زُبانوں یعنی عبرانی اور یُونانی سے ناآشنا ہیں اُسے بخُوبی سمجھ سکیں ۔ زیرِ نظر کتاب اُسی سِلسلے کی ایک کڑی ہے ۔ لیکن جو بات اِس تفسیر کو دیگر تفاسیر سے ممتاز بناتی ہے یہ ہے کہ اِسے آسان اور سادہ اور غیر فنی زُبان میں لِکھا گیا ہے ۔ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مُصنّف نے مُشکل بیانات کو نظر اَنداز کر دِیا ہے ۔ اِس کے برعکس اُس نے نہ صِرف اُن پر سَیر حاصِل تبصرہ کیا ہے بلکہ دِیگر عُلما کی اِختلافی تشریح کو بھی شامِل کیا ہے ۔

مُصنّف نے ہر کتاب کی تشریح سے پیشتر اُس کا پس منظر بھی بیان کیا ہے اور پھر کُل کتاب کو موضُوعات کے لحاظ سے تقسیم کر کے سطر بہ سطر اِس کی تفسیر کی ہے جِس سے ایک قاری کو متن سمجھنے میں بڑی مدد مِلتی ہے ۔

بے شک بائبل کے ہر ایک مُفسّر کا اپنا مخصُوص زاویۂ نگاہ اور اَندازِ بیان ہوتا ہے ۔ لہٰذا حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ بعض اوقات جب بائبل کا طالب عِلم کِسی آیت کی تشریح کو اپنے زاویۂ نگاہ سے مُختلِف پاتا ہے تو شش و پنج میں پڑ جاتا ہے ۔ ایسے موقع پر قاری کو خُود فیصلہ کرنا چاہیے کہ اُس کے اپنے مخصُوص حالات میں پاک متن کا کیا مطلب ہے ۔

ہمیں یقین ہے کہ اِس تفسیر کی اِشاعت سے اُردو خواں مسیحیوں کو بڑی مدد مِلے گی اور وُہ کتابِ مُقدّس کو اور بھی بہتر طور پر سمجھنے کے قابِل بن جائیں گے ۔

— ناشرِین —

مُصنّف کا دیباچہ

"تفسیرُ الکتاب" پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک عام مسیحی خُدا کے کلام کا سنجیدہ طالبِ علم بن جائے۔ لیکن کوئی تفسیر بھی بائبل مُقدّس کا بدل نہیں ہو سکتی۔ زیادہ سے زیادہ یہ توقع رکھی جا سکتی ہے کہ تفسیر عام فہم انداز میں پاک متن کی سادہ تشریح پیش کر دے اور پھر مزید گہرے مُطالعہ کے لئے قاری کو پاک صحائف کی طرف واپس بھیج دے۔

یہ تفسیر سادہ اور غیر تکنیکی زبان میں لکھی گئی ہے۔ یہ دعویٰ نہیں کہ یہ ایک عالمانہ کاوش ہے جس میں علمِ الٰہیات کے دقیق نکات پر بحث کی گئی ہے۔ بہت سے ایماندار پُرانے اور نئے عہدنامہ کی اصل زبانوں سے واقفیّت نہیں رکھتے۔ لیکن اِس وجہ سے اُنہیں خُدا کے کلام کے عملی فوائد سے محروم رہنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ صحائف کے باقاعدہ اور ترتیب وار مُطالعہ سے ہر مسیحی ایک ایسا شخص بن سکتا ہے "جس کو شرمندہ ہونا نہ پڑے اور جو حق کے کلام کو دُرستی سے کام میں لاتا ہو" (۲۔ تیمتھیس ۲: ۱۵)۔

تبصرہ مُختصر اور مُجمل ہے مگر ضروری اور اہم نکات کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ کسی بھی حصّے کو سمجھنے کے لئے قاری کو طویل عبارتوں سے گزرنا نہیں پڑتا۔ آج کے تیز رفتار زمانے کا تقاضا ہے کہ سچّائی کو اختصار کے ساتھ پیش کیا جائے۔ تو بھی مُشکل حصّوں سے پہلو تہی نہیں کی گئی۔ مُتبادل تشریحات بھی درج کی گئی ہیں اور یہ فیصلہ قاری پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ کون سی تشریح سیاق و سباق کے ساتھ زیادہ مُوافقت رکھتی ہے۔

بائبل مُقدّس کا صرف علم حاصل کر لینا ہی کافی نہیں۔ ضرور ہے کہ پاک کلام کا زندگی پر عملی اطلاق کیا جائے۔ چنانچہ اِس تفسیر میں یہ مشورے بھی دیئے گئے ہیں کہ خُدا کے لوگوں کی زندگیوں میں پاک صحائف کیسے کارآمد ہو سکتے ہیں۔

اگر اِس تفسیر کے مُطالعہ ہی کو مقصد بنا لیا گیا تو یہ کتاب مُعاون ثابت ہونے کی بجائے ایک پھندا یا جال ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر اِس کتاب کے باعث پاک صحائف کے شخصی مُطالعہ کی تحریک مل جائے اور خُداوند کے آئین و احکام کی تعمیل کے لئے آمادگی پیدا ہو جائے تو اس کا مقصد پُورا ہو جائے گا۔

میری دُعا ہے کہ رُوح القُدس جِس نے بائبل مُقدّس کا اِلہام عطا کیا قاری کے دِل و دِماغ کو روشن کرے، تاکہ وُہ کلامِ پاک کے وسِیلے سے خُدا کا عِرفان حاصِل کرے۔ آمِین۔

فلپیّوں کے نام خط

تعارف

"شفقت کا کتابچہ، فضل میں مجلّد" جے۔ ایچ۔ جوویٹ

۱۔ کُتبِ مُصدّقہ میں لاثانی مقام

کسی قصبے یا شہر میں کسی فِرقے کی پہلی کلیسیا کو اُس کے پیروؤں کی نظروں میں خاص عزّت اور وقار حاصِل ہوتا ہے۔ تو تصوّر کریں کہ جب ابھی فِرقے وجُود میں نہیں آئے تھے، اُس زمانے کی پہلی معلُومہ کلیسیا کو کیسی توقیر اور عِزّت حاصِل ہو گی جبکہ صِرف ایک قصبے میں نہیں بلکہ پُورے یورپ میں "پہلی کلیسیا" تھی۔ یہ ذِکر ہے قدیم مَکِدُنیہ (شمالی یونان) میں فِلپّی کی کلیسیا کا۔ پَولُس رسُول رُومی سلطنت میں بشارت دیتے ہُوئے "مکِدُنی آدمی" (اعمال ۱۶: ۹) کی بُلاہٹ پر مشرق کو نہیں بلکہ مغرب کی طرف مُتوجّہ ہُوا۔ اور مغرب کے مسیحیوں کو اِس بات پر بے حد خوش ہونا چاہئے (بلکہ غیر مسیحیوں کو بھی کہ وہ بھی مسیحیت کی ضمنی پیداوار کی برکت سے مُستفید ہو رہے ہیں)۔ اگر خوشخبری یورپ میں قدم نہ جما لیتی تو شاید آج ایشیا کا برِاعظم مسیحی مشنری یورپ اور شمالی امریکہ میں بھیج رہا ہوتا۔

فِلپّی کی کلیسیا بہُت سخی تھی۔ وہ اکثر پَولُس کو امداد بھیجتی رہتی تھی۔ اِسی وجہ سے پَولُس نے "شکریہ کا خط" لِکھا۔

مگر فلپیّوں کے نام خط کی صِرف یہی خصُوصیّت نہیں۔ دراَصل یہ 'خُوشی' کا خط ہے۔ اِس خط کے چار ابواب میں 'خُوشی' یا 'خُوش ہونے' کا ذِکر گیارہ دفعہ آتا ہے۔ پَولُس اچھّے یا بُرے وقت میں خُوش رہنے کا فن جانتا تھا (۴: ۱۱)۔ مزید برآں اِس خط میں صِرف تھوڑی ہی تنبیہ پائی جاتی ہے۔

مسیحیوں کے لئے خُوشی منانے کی کلیدی وجہ یہ ہے کہ خُدا کا بیٹا اِنسان —— بلکہ خادِم بن کر اِس دُنیا میں آنے پر راضی ہُوا۔ اُس نے صِرف شفا ہی نہیں دی، صِرف تعلیم

ہی دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ موت ــــــ یہاں تک کہ صلیبی موت گوارا کی۔ فلپیوں ۲: ۵-۱۱ میں اِس سچائی کو نہایت خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے لوگ یقین سے کہتے ہیں کہ یہ ابتدائی دَور کا ایک مسیحی نغمہ ہے، جس کو پولس نے اقتباس کیا یا خود لکھا ہے۔ اِس حصے میں بھی حلیمی کے وسیلے سے اتحاد اور یگانگت کا سبق دیا گیا ہے۔ نئے عہدنامے میں عقیدے اور فرض کو کبھی ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا گیا جیسا کہ جدید دَور کے مسیحیوں میں ہوتا ہے اور جس کے بہت افسوسناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

۲۔ تصنیف

بیشتر علما مانتے ہیں کہ فلپیوں کا خط پولس کی تصنیف ہے۔ چنانچہ ہم صرف بات مکمل کرنے کی خاطر شواہد پیش کرتے ہیں۔ بعض علما کا خیال ہے کہ فلپیوں میں دو خط اکٹھے کر دئے گئے ہیں۔ یا کم سے کم خادم کے بیان والا حصہ (۲:۵-۱۱) بعد میں داخل کیا گیا ہے۔ لیکن اِن نظریات کے لئے کسی مسودہ سے کوئی شہادت دستیاب نہیں۔

خارجی شہادت بے حد مضبوط ہے۔ جن افراد نے اِس خط میں سے بہت پہلے اقتباس کئے اور جو خصوصی طور پر اِس کو پولس کی تصنیف مانتے ہیں اُن میں اغناطیئوس، روم کا کلیمینس، پالکارپ، ایرینیئس، سکندریہ کا کلیمینس اور طرطلیان شامل ہیں۔ مرقیون اور مرتوروی دونوں فہرستِ مستند کتب میں تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ کتاب پولس کی تصنیف ہے۔

۱:۱ میں تو واضح طور سے بیان ہوا ہے کہ یہ خط پولس نے لکھا ہے۔ مگر پورا اسلوبِ بیان اور الفاظ و بندش سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ پولس کی تصنیف ہونے کے خلاف جو دلیلیں پیش کی جاتی ہیں وہ بہت معمولی اور ناقابلِ قبول ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ ۱:۱ میں "نگہبانوں اور خادموں" یعنی بشپوں اور ڈیکنوں کا ذکر ہے۔ اور یہ بات متقاضی ہے کہ خط کو پولس کے زمانے کے بعد کی تصنیف سمجھا جائے۔ یہ دلیل اُسی صورت میں درست ہو سکتی ہے اگر ہم "بشپ" کے بعد کے زمانے کے تصور کو پہلی صدی میں لے جائیں۔ لیکن پولس نے یہاں اور اپنے پاسبانی خطوط میں اور اعمال ۲۰:۲۸ میں بھی یونانی زبان کا لفظ episkopoi استعمال کیا ہے جو نگران یا مہتمم کے ہم معنی ہے۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ایک کلیسیا کو مخاطب کیا گیا ہے جس میں بشپوں کی 'کثرت' تھی۔

ایچ۔ اے۔ اے۔ کینیڈی داخلی شہادت کے بارے میں بڑے اختصار سے خوبصورت بات کہتا ہے:

> "شاید پولس کا کوئی خط بھی حتمی طور پر تصدیق کی ایسی مہر نہیں رکھتا۔ اس میں ایک بے ساختہ پن اور احساس کی نزاکت ہے۔ اور دل کو کھول کر یوں انڈیل دیا گیا ہے کہ جس کی نقل کرنا ممکن ہی نہیں۔"

۳۔ سنِ تصنیف

افسیوں، کلسیوں اور فلیمون کے خطوط کی طرح فلپیوں کا خط بھی قید خانے سے لکھا گیا۔ اسی لئے ان خطوط کو قید خانے (یا اسیری) کے خطوط کا نام دیا جاتا ہے۔ دوسرے خطوط کے بارے میں تو یقینی طور سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ تقریباً ایک ہی زمانے میں لکھے اور بھیجے گئے تھے (تقریباً سنہ ۶۰ء)۔ لیکن صاف نظر آتا ہے کہ فلپیوں کا خط کچھ دیر کے بعد لکھا گیا۔ مرقیون خاص طور سے کہتا ہے کہ یہ خط روم سے لکھا گیا۔ یہ بات ۱: ۱۳ اور ۴: ۲۲ کے ساتھ بھی مطابقت رکھتی ہے کیونکہ ان آیات سے واضح اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خط روم ہی سے لکھا گیا۔ پولس نے روم میں دو سال کا عرصہ زیرِ حراست گزارا۔ فلپیوں کے خط میں ایسے اشارے ملتے ہیں کہ یہ خط اس عرصے کے اواخر میں تحریر ہوا۔ مثال کے طور پر ۱: ۱۲۔ ۱۸ سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ روم آنے کے بعد کچھ عرصے سے بشارت کی خدمت ہوئی تھی۔ ۱: ۱۲، ۱۳، ۱۹، ۲۳۔ ۲۶ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پولس کے مقدمے کا فیصلہ (غالباً مثبت صورت یعنی رہائی کا) ہونے کو تھا۔

ان واقعات کے ساتھ اگر ہم خط لکھنے، ملاقاتوں اور مالی ہدیوں کو بھی جن کا اس خط میں ذکر ہے، خیال میں رکھیں اور ان سب پر صرف ہونے والے وقت کا بھی اندازہ کریں تو سنِ تصنیف سنہ ۶۱ء کے اواخر میں ہوگا۔

۴۔ پس منظر اور موضوع

مسیحی مشنوں کی تاریخ میں وہ دن نہایت اہم تھا جب پولس رسول اپنے دوسرے بشارتی دورے کے دوران تروآس میں آیا۔ تروآس یونان کے بالمقابل بحیرۂ اخضر کے

پار ایشیائے کوچک کے شمال مغربی ساحل پر واقع تھا۔ ایک رات رویا میں ایک مکدنی آدمی رسُول پر ظاہر ہُوا، اور کہنے لگا "پار اُتر کر مکدنیہ میں آ اور ہماری مدد کر" (اعمال ٩:١٦)۔ پولُس نے فوراً انتظام کیا کہ تیمتھیس، لُوقا اور سیلاس کو لے کر جہاز پر سوار ہو اور مکدُنیہ (مقدونیہ) جائے۔ سب سے پہلے اُنہوں نے نیاپُلِس کے مقام پر یورپ کی سرزمین پر قدم رکھے۔ پھر اندرُونِ مُلک فلپّی کو روانہ ہُوئے۔ فلپّی اُس زمانے میں رُوم کی نوآبادی تھا۔ شہر کے حاکم رومی ہوتے تھے اور یہاں کے باشِندوں کو رُومی شہریت کے حقوق و اِستحقاق دیتے تھے۔

سبت کے دِن یہ مبشر شہر سے باہر ندی کے کنارے گئے جہاں چند عورتیں دُعا کے لئے جمع ہُوا کرتی تھیں (اعمال ١٣:١٦)۔ اِن عورتوں میں ایک لُدیہ تھی جس کا تعلق تھواتیرہ شہر سے تھا اور جو قرمز بیچا کرتی تھی۔ اُس نے انجیل کے پیغام کو قبول کیا اور ایمان لائی۔ وُہ برِاعظم یورپ کی پہلی معلُومہ ایمان دار ہے۔

لیکن فلپّی میں پولُس کا قیام پُراَمن اور پرسکُون ثابت نہ ہُوا۔ وہاں ایک نوجوان لڑکی تھی جِس میں غیب دان رُوح تھی (وُہ آئندہ کے واقعات کی خبر دیتی تھی)۔ اُس کی خُدا کے خادموں سے مُلاقات ہوگئی۔ وُہ بہت دِنوں تک اُن کے پیچھے آ کر چلّاتی رہی کہ "یہ آدمی خدا تعالیٰ کے بندے ہیں جو تمہیں نجات کی راہ بتاتے ہیں" (اعمال ١٧:١٦)۔ پولُس رسُول اِس بات پر راضی نہ تھا کہ کوئی بدرُوح گرفتہ ہمارے حق میں گواہی دے۔ اِس لئے اُس نے بدرُوح کو حکم دیا کہ اِس لونڈی میں سے نِکل جائے۔ لونڈی کے مالکوں کو اُس کی پیش گوئیوں سے بہُت آمدن ہوتی تھی۔ جب اُنہوں نے دیکھا کہ ہماری کمائی کی اُمید جاتی رہی تو وُہ پولُس پر بے حد غضبناک ہُوئے۔ وُہ اُسے اور سیلاس کو کھینچ کر شہر کے رومی حاکموں کے پاس چوک میں لے گئے۔ اُن حاکموں نے حُکم دیا کہ اُن کو بینت لگا کر قید میں ڈال دیا جائے۔

فلپّی کے قید خانے میں جو واقعات رُونما ہُوئے وُہ بہُت مشہور ہیں۔ آدھی رات کے وقت پولُس اور سیلاس خُدا کی حمد کے گیت گا رہے اور دُعا مانگ رہے تھے کہ اچانک ایک زبردست بھونچال آیا۔ قید خانے کے تمام دروازے کھُل گئے اور قیدیوں کی زنجیریں اور بیڑیاں بھی کھُل گئیں۔ جیل کے داروغہ نے سمجھا کہ قیدی بھاگ گئے اِس لئے خودکشی کرنے لگا۔ مگر پولُس نے پکار کر اُسے یقین دلایا کہ سارے قیدی موجُود ہیں۔ اِس پر داروغہ

پکار اُٹھا ''اے صاحبو! مَیں کیا کرُوں کہ نجات پاؤں؟'' اُس کو جو جواب مِلا وُہ نہایت یادگار ہے کہ ''خُداوند یسُوع پر ایمان لا، تو تُو اور تیرا گھرانا نجات پائے گا'' (اعمال ۱۶: ۳۱) ۔ خُدا کے فضل نے فلپّی میں ایک اَور فتح حاصل کر لی تھی ۔ صُبح ہُوئی تو شہر کے حاکم پَولُس اور اُس کے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ جلد سے جلد شہر سے نکل جاؤ ۔ مگر پَولُس نے اِنکار کرتے ہُوئے اُن کو یاد دِلایا کہ تم نے ہم کو پٹوایا اور بغیر مناسب مُقدمّہ چلائے قید خانے میں ڈال دیا تھا، حالانکہ مَیں رومی شہری ہُوں ۔ حاکموں نے بار بار اُس سے اپیل کی تو وُہ مان گیا ۔ پہلے وُہ اپنے ساتھیوں سمیت لُدیہ کے ہاں گیا، پھر شہر سے روانہ ہو گئے (اعمال ۱۶: ۴۰) ۔

تقریباً دس سال بعد پَولُس نے فلپیّوں کو خط لکھا ۔ اِس وقت وُہ پھر قید میں تھا ۔ فلپیّوں نے سُنا کہ وُہ قید میں ہے ۔ چنانچہ اُنہوں نے کچھ مالی ہدیہ اُس کو بھیجا ۔ اِپفرُدتُس کو مقرر کیا گیا کہ یہ ہدیہ پولُس کو پہنچائے ۔ ہدیہ پہنچانے کے بعد اِپفرُدتُس نے فیصلہ کیا کہ مَیں کچھ دیر اَور یہیں قیام کروں گا اور مشکل وقت رسُول کی خِدمت کروں گا ۔ یہ فرائض ادا کرتے ہُوئے اِپفرُدتُس خُود بیمار پڑ گیا، یہاں تک کہ مرنے کے قریب ہو گیا ۔ مگر خُدا نے اُس پر رحم کیا اور اُس کی صحت کو دوبارہ بحال کیا ۔ اب وہ فلپّی میں اپنی جماعت کے پاس واپس جانے کو تیار ہے ۔ پَولُس شکریہ کا یہ خط اُسی کے ہاتھ روانہ کرتا ہے ۔

فلپیّوں کا خط پولُس کا نہایت شخصی اور شفقت سے بھرا ہُوا خط ہے ۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ اپنی اِس جماعت سے خاص محبّت رکھتا تھا ۔ اِسے پڑھتے ہُوئے واضح احساس ہوتا ہے کہ رسُول اور اُس کی قائم کردہ کلیسیا کے درمیان محبّت کا کیسا پیار بھرا رِشتہ موجُود تھا ۔

خاکہ

۱۔ پولسؔ کی طرف سے سلام، خدا کی حمد اور دُعا ۱:۱-۱۱
۲۔ پولسؔ کی قید، توقعات اور ثابت قدمی کے لئے درخواست ۱:۱۲-۳۰
۳۔ مسیحؔ کے حلم اور قربانی کی بنیاد پر یک دِلی کی نصیحت ۲:۱-۱۶
۴۔ مسیحؔ کی مانند بننے میں پولسؔ، تیمتھیسؔ اور اپفردتسؔ کا نمونہ ۲:۱۷-۳۰
۵۔ جھوٹے اُستادوں کے بارے میں اِنتباہ ۳:۱-۳
۶۔ پولسؔ مسیحؔ کی خاطر اپنی میراث اور ذاتی کامیابیوں سے دستبردار ہوتا ہے
۳:۴-۱۴
۷۔ آسمانی چال چلنے کی نصیحت جس کا نمونہ رسُول نے پیش کیا ہے
۳:۱۵-۲۱
۸۔ ہم آہنگی، باہمی مدد، خوشی، تحمل، دُعائیہ زندگی اور سوچ و فکر پر ضبط
کی تلقین ۴:۱-۹
۹۔ مقدسین سے مالی اِمداد کے لئے پولسؔ کی شکرگزاری ۴:۱۰-۲۰
۱۰۔ اِختتامی سلام ۴:۲۱-۲۳

تفسیر

۱- پولس کی طرف سے سلام، خدا کی حمد اور دعا

(۱:۱-۱۱)

۱:۱- اِس خط کے شروع میں ہمیں پولسؔ اور تیمتھیسؔ اِکٹھے نظر آتے ہیں۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ تیمتھیسؔ نے خط لکھنے میں مدد کی۔ جب پولسؔ پہلی دفعہ فلپیؔ آیا تو تیمتھیسؔ اُس کے ساتھ تھا اِس لئے وہاں کے مقدسین اُسے جانتے تھے۔ اور اب جبکہ "پولسؔ" رسول یہ خط لکھنے لگتا ہے تو "تیمتھیسؔ" اُس کے ساتھ ہے۔

پولسؔ اب بزرگ ہو چکا تھا (فلیمون ۹)، جبکہ تیمتھیسؔ نوجوان شخص تھا۔ اِس طرح جوانی اور بزرگی بہترین مالک کی خدمت کے لئے ایک ہی جوئے میں جُتی ہوئی تھیں۔ یہ بہار اور خزاں کا اِتحاد تھا، جوش اور تجربہ اکٹھے ہو گئے تھے۔ ولولہ اور حکمت کا مِلاپ تھا، نرم و نازک اُمید اور خاموش مگر گراں بہا یقین شانہ بشانہ چل رہے تھے۔

دونوں کو "یسوؔع مسیح کے بندوں" کا نام دیا گیا ہے۔ دونوں اپنے مالک سے محبّت رکھتے تھے۔ کلوری کے بندھنوں نے دونوں کو اپنے منجیؔ کی خدمت میں ہمیشہ کے لئے باندھ دیا تھا۔

اِس خط میں "فلپیؔ کے سب مقدسوں" کو "جو مسیح یسوؔع میں ہیں نگہبانوں اور خادموں سمیت" مخاطب کیا گیا ہے۔ لفظ "سب" اِس خط میں متعدد بار آیا ہے۔ پولسؔ کی شفقت اور محبّت خداوند کے "سب" لوگوں تک پہنچتی تھی۔

"فلپیؔ کے سب مُقدسوں ... جو مسیح یسوؔع میں ہیں"۔ اِن الفاظ سے وہاں کے ایمانداروں کی دُہری حیثیت کا بیان ہوتا ہے۔ رُوحانی حیثیت کے لحاظ سے خُدا نے اُن کو "مسیح یسوؔع میں" الگ اور مخصوص کیا ہے اور جغرافیائی لحاظ سے وُہ "فلپیؔ" میں

بستے ہیں یعنی بیک وقت دو مقامات پر ہیں!

یہاں رسول "نگہبانوں اور خادموں" (یا آج کل کی زبان میں ایلڈر اور ڈیکنز) کا ذکر کرتا ہے۔ "نگہبان" (ایلڈر) جماعت میں نگران ہوتے تھے۔ وہ خدا کے گلّے کی گلہ بانی کرتے اور اپنے خدا پرست نمونے سے اُس کی راہنمائی کرتے تھے، جبکہ "خادم" (ڈیکن) غالباً زیادہ تر کلیسیا کے مادی معاملات مثلاً مالی امور وغیرہ سرانجام دیتے تھے۔

کلیسیا میں صرف یہی تین گروہ ہوتے تھے یعنی "مقدسین، نگہبان (ایلڈر) اور "خادم" (ڈیکن)"۔ اگر کوئی پادری کے درجے کا شخص بھی ہوتا تو پولس اُس کا ذکر بھی کرتا۔ لیکن وہ "نگہبانوں" (صیغہ جمع) اور "خادموں" (صیغہ جمع) کا نام لیتا ہے۔

یہاں ہم کو ابتدائی دور کی کلیسیا کی زندگی کی سادگی کی تصویر نظر آتی ہے۔ "مقدسوں" کا ذکر پہلے آتا ہے۔ اِس کے بعد اُن کے "روحانی پیشواؤں" کا اور آخر میں اُن کے "دنیاوی خادموں" کا، اور بس!

۱:۲- پولس اپنے مخصوص انداز میں مقدسوں کو "فضل اور اطمینان" کی خواہش کے ساتھ سلام کہتا ہے۔ یہاں جس "فضل" کا اظہار کیا گیا ہے وہ فضل نہیں جو گنہگاروں کو ایمان لاتے وقت مِلتا ہے بلکہ وہ "فضل" ہے جو اُس کو فضل کے تخت سے روزمرہ ضرورت کیلئے مسلسل مِلتا رہتا ہے (عبرانیوں ۴:۱۶)۔ اِسی طرح جس "اطمینان" کی تمنا پولس رسول فلپی کے مقدسین کے لئے کر رہا ہے وہ خدا کے ساتھ صُلح نہیں، کیونکہ وہ تو اُنہیں پہلے ہی حاصل ہے بلکہ وہ "اطمینان" ہے جو دُعا اور شکر گزاری کے وسیلہ سے (۴:۶، ۷) حاصل ہوتا ہے۔

یہ دونوں برکات "ہمارے باپ خدا اور خداوند یسوع مسیح کی طرف سے" مِلتی ہیں۔ رسول بیٹے کو بھی وہی عزت دیتا ہے جو باپ کو دیتا ہے (یوحنا ۵:۲۳)۔ اِس بات میں کِسی قسم کا شبہ نہیں کہ پولس کے نزدیک یسوع مسیح الٰہی ذات ہے۔

۱:۳- اب پولس کے دِل سے شکرگزاری کا نغمہ پھوٹ نِکلتا ہے۔ یہ اِس رسول کے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ جب وہ پہلی دفعہ فلپی میں تھا تو اُس کے اور سیلاس کے گیتوں سے فلپی کے قیدخانے کی دیواریں گونج اُٹھی تھیں۔ یہ سطور لکھتے ہوئے غالباً وہ روم کے کِسی قیدخانے میں ہے۔ لیکن وہ اب بھی گویا رات کے وقت خدا کی حمد کے گیت گاتا ہے۔ پولس ناقابلِ تسخیر ہے! فلپیوں کی ایک ایک "یاد" اُس کے دِل کو شکرگزاری سے بھر دیتی ہے۔ نہ صرف

وُہ ایمان کی رُو سے اُس کے فرزند تھے، بلکہ کئی طرح سے وُہ خود ایک نمونے کی کلیسیا ثابت ہُوئے تھے۔

۱:۴ ۔ "اور ہر ایک دُعا میں" وُہ "ہمیشہ خوشی کے ساتھ" اُن "سب کے لئے درخواست" کیا کرتا تھا۔ اُن کے لئے دُعا مانگنا اُسے مشقت نہیں معلوم ہوتا تھا، بلکہ دِلی "خوشی" کا باعث ہوتا تھا۔ کلام کے اِس حِصّے اور متعدد دُوسرے حِصّوں سے پتہ چلتا ہے کہ پَولُس ایک مَردِ دُعا تھا۔ اِس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خُدا اُس کو کیوں بھرپُور طریقے سے اِستعمال کرتا تھا۔ جب ہم یاد کرتے ہیں کہ وُہ کتنے سفر کرتا تھا اور کِتنے بے شُمار مسیحیوں کو جانتا تھا تو ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ وُہ کِس طرح اُن سب کے ساتھ شخصی اور قریبی تعلق اور دِلچسپی قائم رکھتا تھا۔

۱:۵ ۔ اِس شُکر گُزاری کا خاص سبب یہ تھا کہ فلِپّی کے ایمان دار "اوّل روز سے لے کر آج تک خوشخبری کے پھیلانے میں شریک رہے" تھے۔ اِس شراکت میں مالی اِمداد کے عِلاوہ اُن کی دُعائیں اور خوشخبری کے پھیلانے میں اُن کی پُورے دِل سے جاں نثاری بھی شامِل تھی۔ جب پَولُس "اوّل روز" کا ذِکر کرتا ہے تو بے ساختہ خیال آتا ہے کہ جب یہ خط ساری جماعت کے سامنے پڑھا گیا تو کیا اُس وقت قید خانہ کا وُہ داروغہ بھی وہاں موجُود تھا جو کِسی وقت پولس اور سیلاس کی نگرانی پر مامُور تھا! اگر تھا تو اُس کے دِل کے تار ضرور بج اُٹھے ہوں گے کہ فلِپّی کے ایمان داروں کا پَولُس سے تعارف کیسے ہُوا تھا۔ (یاد رکھئے وُہ فلِپّی کے اوّلین ایمان داروں میں سے تھا۔ مُترجم)

۱:۶ ۔ ایمان داروں نے مسیحی زِندگی کا آغاز بہت عُمدہ کیا تھا۔ جب رسُول اِس کے بارے میں سوچتا ہے تو اُسے پُختہ یقین ہے کہ جو "نیک کام" مسیح نے "شروع کیا ہے" خُدا اُسے "پُورا کر دے گا"۔

"نیک کام" سے مُراد اُن کی نجات بھی ہے اور خوشخبری کے پھیلانے میں اُن کی سرگرم مالی شراکت بھی ہو سکتی ہے۔ "یسوع مسیح کے دِن" کا مطلب وُہ دِن یا وقت ہے جب وُہ اپنے لوگوں کو آسمانی وطن میں لے جانے کے لئے دوبارہ آئے گا۔ غالباً اِس میں مسیح کا تختِ عدالت بھی شامِل ہے، جب اُس کے لئے کی گئی خِدمت کا جائزہ لے کر اجر دیا جائے گا۔

۱:۷ ۔ پَولُس رسُول فلپیّوں کے لئے شُکر ادا کرنا "واجب" سمجھتا ہے۔ وُہ اپنے

"دِل میں" یاد کا خزانہ رکھتا ہے کہ وُہ کیسی وَفاداری سے میرا ساتھ دیتے رہے ہیں۔ اُس کی مُشکلات میں، قید میں، سفروں میں وُہ "خوشخبری کی جواب دہی اور ثبوت میں" اُس کا ساتھ دیتے رہے تھے۔ "خوشخبری کی جواب دہی" سے مُراد ہے نکتہ چینوں کو جواب دینے کی خِدمت اور "خوشخبری کے ... ثبُوت" سے مُراد ہے ایمان داروں کے دِلوں میں پیغام کو اَور مضبُوط کرنا۔ ڈبلیو۔ ای۔ وائِن کہتا ہے کہ "انجیل کا پیغام، اپنے دُشمنوں کو پچھاڑتا اور دوستوں کو مضبوط کرتا ہے"۔ یہاں "فضل" کا مطلب ہے خُدا کی طرف سے وُہ تقویت جِس کے ہم لائق اور حق دار نہیں۔ لیکن شدید ترین مشکلات میں بھی کام کو جاری رکھنے کے لئے خُداوند یہ قوّت عطا کرتا رہتا ہے۔

۱:۸ ۔ رسُول کو اُن کا وَفا بھرا تعاوُن یاد ہے۔ اِس لئے وُہ اُن سے مُلاقات کا "مُشتاق" ہے۔ وُہ اپنی اِس آرزُو کی صداقت کے لئے "خُدا" کو "گواہ" ٹھہراتا ہے کہ اُسے فلپّیوں سے "یسوع مسیح کی سی اُلفت" ہے۔ پَولُس کی محبّت کا اِظہار اِس وجہ سے اَور بھی زیادہ قابلِ قدر ہے، کیونکہ اُس کی پَیدائش ایک یہُودی گھرانے میں ہُوئی تھی اور اب وُہ غیر قوم نسل کے لوگوں کو لِکھ رہا ہے۔ خُدا کے فضل نے وُہ قدیم نفرت ختم کر دی تھی اور اَب وُہ سب مسیح میں ایک تھے۔

۱:۹ ۔ شُکر گزاری کے بعد اب دُعا شرُوع ہو جاتی ہے۔ کیا پَولُس یہ دُعا مانگے گا کہ خُدا اُن کو دولت دے، آرام و آسائِش عطا کرے یا ہر مُشکل سے رہائی دے؟ نہیں، بلکہ وُہ دُعا مانگتا ہے کہ اُن کی "محبّت عِلم اور ہر طرح کی تمیز کے ساتھ اَور بھی زیادہ ہوتی جائے"۔ مسیحی زِندگی کا بُنیادی اور اوّلین مقصد یہ ہے کہ خُدا کے ساتھ اور اپنے ہم جِنس اِنسانوں کے ساتھ "محبّت" ہو۔ لیکن محبّت صِرف جذباتی معاملہ نہیں۔ خُداوند کے لئے مؤثر خدمت کرنے میں ضرُور ہے کہ ہم اپنی عقل اور "تمیز" کا اِستعمال کریں، ورنہ ہماری کاوش اکارت ثابت ہو سکتی ہے۔ اِسی لئے پَولُس دُعا مانگتا ہے کہ فلپّی نہ صِرف مسیحی محبّت کے اِظہار میں ثابت قدم رہیں، بلکہ اُن کی محبّت "علم اور ہر طرح کی تمیز" کے ساتھ بروئے کار آتی رہے۔

۱:۱۰ ۔ جو محبّت اِس طرح سے مُنوّر ہو گی وُہ اُن کو "عُمدہ عُمدہ باتوں کو پسند" کرنے کی تمیز بھی بخشے گی۔ زِندگی کے ہر شُعبہ میں کُچھ چیزیں اچھّی ہوتی ہیں اور کُچھ اُن سے "عُمدہ" ہوتی ہیں۔ اچھّی باتیں عمُوماً بہترین باتوں کی دُشمن ہوتی ہیں۔ مؤثر خِدمت کے لئے

ضروری ہے کہ اِن میں اِمتیاز کیا جائے۔

جو محبّت اِس طرح منوّر ہوگی وُہ اُن کو قابلِ اِعتراض یا بالکُل غلط باتوں سے باز رہنے کی توفیق بھی دے گی۔ پَولُس چاہتا ہے کہ وُہ "صاف دِل"[1] رہیں، یعنی "مسیح کے دِن" کے پیشِ نظر اُن کا کِردار بالکُل شفّاف اور بے عیب رہے۔ "ٹھوکر نہ کھاؤ" کا مطلب یہ نہیں کہ بے گُناہ ہو۔ ہم سب گُناہ کے مُرتکب ہوتے ہیں، لیکن بے عیب شخص وُہ ہے جو اپنے گُناہ کا اِقرار کرتا ہے اور اُسے ترک کرتا ہے۔ اُن سے مُعافی مانگتا ہے جِن کے خِلاف گُناہ کیا تھا اور جہاں ممکن ہو وہاں تلافی کرتا ہے۔

"مسیح کے دِن" سے آیت ٦ کی طرح یہاں بھی مُراد فضائی اِستقبال اور اِس کے بعد ایمان داروں کے کاموں کی عدالت کا دِن ہے۔

١:١١۔ اپنی دُعا میں رسُول آخری درخواست یہ کرتا ہے کہ مسیحی "راستبازی کے پھل سے ... بھرے" رہیں۔ مُراد ہے وُہ پھل جو "راست بازی" سے پیدا ہوتے ہیں، یعنی وُہ تمام مسیحی خوبیاں جِن سے راست بازی کی زِندگی تشکیل پاتی ہے۔ اِن خوبیوں کا منبع "یسوع مسیح" ہے۔ اور اِن کا مقصد یہ ہے کہ "خُدا کا جلال ظاہر ہو اور اُس کی ستائش کی جائے"۔ پَولُس رسُول کی یہ مناجات یسعیاہ ٦١: ٣ کے الفاظ کے بالکُل متوازی ہے کہ "وُہ صداقت کے درخت اور خُداوند کے لگائے ہُوئے کہلائیں کہ اُس کا جلال ظاہر ہو"۔

لیمان سٹراس لِکھتا ہے کہ "لفظ پھل مسیح کے ساتھ ہمارے رِشتے اور ہم سے وابستہ اُس کی توقعات سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ انگور کے درخت کی شاخوں کا مقصد پھل لانا ہے"۔

---

[1] جس لفظ eilikrines کا ترجمہ "صاف دِل" کیا گیا ہے بالاِشتقاق اُس کا مطلب "خالص" ہے یعنی جس میں کُچھ شامِل نہ ہو۔ یا مُمکنہ مطلب ہے "دھُوپ کے اثر سے بے نیاز"۔ اِس لحاظ سے مطلب کا تعلق سنگ تراشی یا مُجسمہ سازی سے بنتا ہے۔ ایک دیانت دار مجسمہ ساز سفید سنگِ مرمر کے مجسّمہ سے خامی کو دُور کرنے کے لئے پوری محنت اور مہارت استعمال کرتا ہے۔ مگر "ناخالِص" مُجسّمہ ساز موم بھر دیتا ہے اور خامیوں کو چھپا دیتا ہے۔ لیکن دھُوپ میں ایسے مُجسّمہ کا موم پگھل جاتا اور مجسمہ ساز کا بھانڈا پھُوٹ جاتا ہے۔

۲۔ پولُس کی قید، توقعات اور ثابت قدمی کے لئے درخواست (۱: ۱۲ -- ۳۰)

۱:۱۲ ۔ دُعا ختم ہوئی۔ اب پولُس برکات کا ذِکر کرتا ہے، یعنی وُہ فوائد گنواتا ہے جو اُس کی قید کے نتیجے میں حاصِل ہُوئے۔

جوورٹے خط کے اِس حِصّے کو ”بدقسمتی کی خوش بختی“ کہتا ہے۔

رسُول چاہتا ہے کہ بھائی جان لیں کہ ”جو“ کُچھ اُس پر ”گزُرا“ یعنی اُس کی پیشی، مُقدّمہ اور قید ”وُہ خوشخبری کی ترقی ہی کا باعث ہوُا“۔ حالانکہ توقع ہو سکتی تھی کہ اِس طرح خوشخبری کی راہ میں رُکاوٹ پیدا ہوگی۔ یہ ایک اور حیرت ناک مثال ہے کہ خُدا اِنسانوں اور شیاطین کے بُرے منصُوبوں کو باطل کر دیتا ہے۔ اور راکھ سے خوبصُورتی اور المیہ سے فتحمندی پیدا کرتا ہے۔ ”اِنسان شرارت آمادہ ہے لیکن خُدا کا اپنا طریقہ ہے۔“

۱:۱۳ ۔ سب سے پہلے یہ بات نمایاں ہوگئی کہ پولُس ”مسیح کے واسطے قید“ تھا۔ ”قیصری سپاہیوں کی ساری پلٹن اور باقی سب لوگوں میں مشہوُر ہوگیا“ کہ پولُس کِسی جرم یا بدی کے لئے نہیں بلکہ مسیح کی گواہی دینے کے باعث قید ہے۔ ”قیصری“ سپاہی وُہ سپاہی تھے جو قیصر یعنی شہنشاہ کے محل کی نگہبانی اور حفاظت کے فرائض سر انجام دیتے تھے۔ محل اور اُس کا مُلحِقہ علاقہ پریٹوریم کہلاتا تھا۔ چنانچہ پولُس کے قید کی حقیقت یہاں کے سارے لوگوں کو معلُوم ہو گئی تھی۔ پولُس کہہ رہا ہے کہ میری قید کے وسیلے سے رُومی شاہی طاقت کے نمائندوں میں بھی مسیح کی گواہی پھیل گئی۔

ٹی۔ ڈبلیو۔ ڈروری رقمطراز ہے کہ:

> رومی نظم وضبط نے جو زنجیر قیدی کی کلائیوں پر ڈالی اُسی نے ایک سامع بھی ساتھ باندھ دیا۔ یہ سامع مسیح کی خاطر صبر سے دُکھ برداشت کرنے کی کہانی اُن کو سُنائے گا جو شاید اگلے دِن نیرو کی خِدمت پر مامور ہوں گے۔

۱:۱۴ ۔ پولُس کی قید کا ایک اور مفید نتیجہ یہ ہوُا کہ دُوسرے مسیحیوں کی حوصلہ افزائی

ہُوئی کہ خُداوند یسوع کی گواہی دینے میں مزید بے خوف ہو جائیں۔ ظُلم و تشدد کا اکثر یہ اثر ہوتا ہے کہ خاموش اور شرمیلے لوگ نڈر اور حوصلہ مند گواہ بن جاتے ہیں۔

۱:۱۵۔ بعض لوگ پَولُس سے ”حسد“ کرتے اور اُس کا مُقابلہ کرنے کی رُوح رکھتے اور اِسی جذبہ سے ”مسیح کی منادی“ کرتے تھے۔

لیکن دُوسروں کے دِل صاف اور مخلص تھے اور وہ ”نیک نیّتی“ سے رسُول کی مدد کرنے کے لئے انجیل کی منادی کرتے تھے۔

۱:۱٦۔ وُہ ”محبّت“ (آیت ۱۵) کے ساتھ ”صاف دِلی“ سے خوشخبری کی منادی کرتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ رسُول انجیل کے دِفاع کے لئے ڈٹا رہے گا۔ اُن کی خِدمت میں خُود غرضی یا فرقہ بندی یا بے دردی کا شائبہ تک نہ تھا۔ وُہ جانتے تھے کہ پَولُس کو قیدخانہ میں اِس لئے ڈالا گیا ہے کہ وُہ جُرأت اور دلیری سے ”خوشخبری“ سُناتا ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ جب تک وہ قید میں ہے ہم اِس کام کو جاری رکھیں گے۔

۱:۱۷۔ حسد اور تفرقہ کی وجہ سے منادی کرنے والوں کا خیال تھا کہ اس طرح ہم قید میں پَولُس کے لئے تلخی اور ”مصیبت“ پیدا کر سکیں گے۔ اُن کا پیغام تو ٹھیک اور اچھّا تھا، لیکن اُن کا مزاج اور نیّت بُری تھی۔ کِتنے افسوس کی بات ہے کہ مسیحی خِدمت بھی جِسم کی قوت، لالچ اور حِرص، غرُور اور تفرقہ اور حسد کی رُوح سے کی جاتی ہے۔ اِس سے یہ سبق مِلتا ہے کہ خُداوند کی خِدمت کرتے ہُوئے ہمیں اپنی نیت پر نظر رکھنی چاہیے۔ یہ خدمت خودنمائی کے لئے، کِسی مذہبی فرقہ کی ترقی و بہبُود کے لئے اور دُوسرے مسیحیوں کو نیچا دِکھانے اور اُنہیں شکست دینے کے لئے نہیں ہونی چاہیے۔

پَولُس کے اِس بیان سے سبق حاصِل ہوتا ہے کہ ہم اپنی محبّت کو عرفان اور امتیاز کے ساتھ بروئے کار لائیں۔

۱:۱۸۔ پَولُس کئیوں کی بدنیّتی کی وجہ سے مایُوس نہیں ہوتا کیونکہ دونوں گروہوں کی معرفت ”مسیح کی منادی“ ہوتی ہے اور یہی اَمر اُس کے لئے ”خوشی“ کا باعث ہے۔

کیسی قابلِ تعریف بات ہے کہ ایسے مُشکل حالات میں پَولُس نہ تو اپنے لئے افسوس کرتا ہے نہ دُوسروں سے ہمدردی کا طالب ہوتا ہے، بلکہ وُہ خداوند کی شادمانی سے معمُور ہے بلکہ دُوسروں سے کہتا ہے کہ میرے ساتھ خوشی مناؤ۔

۱۹:۱- یہ نُقطۂ نظر بہت حوصلہ افزا ہے ۔ رسُول جانتا ہے کہ حالات و واقعات کا سارا دھارا "نجات" پر مُنتج ہوگا ۔ اِس "نجات" کا مطلب پولُس کی رُوح کی نجات نہیں بلکہ قید خانے سے رہائی ہے ۔ اور اِس رہائی کے لئے خُدا جو وسائل استعمال کرے گا وُہ فلپیّوں کی "دُعا" اور "یسُوع مسیح کے رُوح" کی خِدمت یعنی مدد ہے ۔ غور اور تعجّب کریں کہ پولُس رسُول ایمان داروں کے ایک کمزور سے گروہ کی دُعاؤں کو کیسی اہمیّت دیتا ہے! وُہ دیکھتا ہے کہ اِن میں اِتنی طاقت ہے کہ روم کی زبردست قُوّت کے ارادوں اور منصُوبوں کو باطل کر سکتی ہیں ۔ اور یہ بات بالکل سچ ہے ۔ مسیحی دُعا کے وسیلے سے قوموں کی قسمت اور تاریخ کے رُخ کو یکسر بدل سکتے ہیں ۔

"یسُوع مسیح کے رُوح کے انعام سے" اِس کا مطلب ہے کہ "رُوح" القدس اُس کو بھی طاقت دے گا ۔ عمُومی لحاظ سے اس سے مُراد "وُہ بیکراں اور لامحدُود وسائل ہیں جو رُوح القدُس ایمان داروں کو مُہیا کرتا ہے کہ ہر قسم کے حالات میں قائم رہ سکیں"۔

۲۰:۱- جب وہ مسیحیوں کی دُعاؤں اور رُوح القدُس کی مدد کا خیال کرتا ہے تو بڑی تمنّا اور "اُمّید" کا اظہار کرتا ہے کہ "مَیں کسی بات میں شرمندہ نہ ہُوں" بلکہ ہمیشہ نڈر اور دلیر ہو کر مسیح کی گواہی دیتا رہوں ۔

قانُونی کارروائی کا نتیجہ کچھ بھی کیوں نہ ہو، اُسے رہائی مِلے خواہ مَوت کی سزا ہو جائے، اُس کی آرزُو ہر صُورت میں یہی ہے کہ "مسیح کی تعظیم میرے بدن کے سبب سے ہمیشہ ہوتی رہے ۔" "تعظیم" سے مُراد یہ نہیں کہ کسی صُورت میں مسیح کو عظیم بنانا ہے ۔ وُہ تو پہلے ہی عظیم ہے ۔ اور ہم کچھ بھی کریں اُسے عظیم تر نہیں بنا سکتے ۔ بلکہ مُراد یہ ہے کہ ہماری خِدمت سے دُوسرے لوگ اُس کی عزّت اور بڑائی کریں ۔ گائے کنگ بتاتا ہے کہ ہمارے "بدن کے سبب" سے "مسیح کی تعظیم" کس طرح ہو سکتی ہے:

> ہونٹوں سے جو اُس کی مبارک گواہی دیتے ہیں اُس کی تعظیم ہوتی ہے ۔ ہاتھوں سے جو اُس کی مُبارک خدمت میں لگے رہتے ہیں اُس کی تعظیم ہوتی ہے ۔ پاؤں سے جو اُس کے مُبارک کاموں میں ہر جگہ جانے کو تیار رہتے ہیں اُس کی تعظیم ہوتی ہے ۔ گھٹنوں سے جو اُس کی بادشاہی کے لئے دُعا مانگنے میں جُھکتے ہیں اُس کی تعظیم ہوتی ہے ۔ کندھوں سے جو خُوشی سے دُوسرے کا

بوجھ اُٹھاتے ہیں اُس کی تعظیم ہوتی ہے۔

موت میں بھی ہمارے "بدن کے سبب" سے مسیح کی "تعظیم" ہو سکتی ہے۔ وہ بدن جو اُس کی خدمت میں ماندہ ہو جاتے، وحشیانہ تیروں سے چھد جاتے، پتھروں سے گھائل ہو جاتے یا آگ سے جلا دیئے جاتے ہیں "مسیح کی تعظیم" کا سبب بنتے ہیں۔

۱: ۲۱ - یہاں نہایت مختصر طور پر پولس نے اپنا فلسفۂ زندگی بیان کیا ہے۔ وہ دولت، شہرت یا عیش و عشرت کے لئے زندگی نہیں گزارتا تھا۔ اُس کی زندگی کا مقصد محبت، عبادت اور خداوند یسوع کی خدمت تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ میری زندگی "مسیح کی زندگی کی مانند ہو۔ وہ چاہتا تھا کہ میرا "منجی" مجھ میں ہو کر اپنی زندگی بسر کرے۔

"میرے لئے ... مرنا نفع" ہے۔ "مرنا" سے مراد مسیح کے پاس جا رہنا اور ہمیشہ کے لئے اُس کی مانند بننا ہے۔ اس سے مراد اُس کی خدمت کرنا ہے ایسے دل سے جو گناہ نہیں کرتا، اور ایسے پاؤں سے جو بھٹکتے نہیں۔ ہم عام طور پر موت کو "نفع" نہیں سمجھتے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کے زمانے میں نظریہ یہ ہے کہ "زندہ رہنا میرے لئے دُنیاوی نفع ہے، اور مرنا اِس نفع کا اختتام"۔ لیکن جووٹ کہتا ہے: "پولس رسول کے لئے موت کوئی تاریک گزرگاہ نہ تھی جہاں ہمارے سارے خزانے تیزی سے گل سڑ جاتے ہیں، بلکہ وہ اِسے شفقت آمیز تبدیلی کا مقام سمجھتا ہے۔ ایک ڈھکا ہوا راستہ جو روشنی کو پہنچاتا ہے"۔

۱: ۲۲ - "اگر خدا کی مرضی ہو کہ پولس "جسم میں" کچھ عرصہ اور زندہ رہے تو مطلب ہوگا کہ وہ اِتنی دیر مزید "مفید" یعنی پھلدار خدمت سرانجام دے۔ وہ خداوند کے لوگوں کو اور زیادہ مدد دے سکے گا۔ لیکن اُس کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ اپنے "منجی" کے پاس چلا جائے جس سے محبت رکھتا ہے، یا اُس کی خدمت کرنے کے لئے دُنیا میں رہے۔ وہ اِس خدمت کے ساتھ بھی بڑی وابستگی رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے "مَیں نہیں جانتا کہ کِسے پسند کروں"۔

۱: ۲۳ - "مَیں دونوں طرف پھنسا ہوا ہوں"۔ یعنی مندرجہ بالا دونوں اِمکانات میں سے کِسی ایک کا انتخاب کرنا نہایت مشکل فیصلہ ہے۔ ایک امکان تو آسمانی وطن میں جانا ہے اور دُوسرا امکان مسیح یسوع کا رسول بن کر دُنیا میں رہنا ہے۔

وہ تو پوری دِلسوزی سے چاہتا ہے کہ "کوچ کر کے مسیح کے پاس جا رہوں، کیونکہ یہ

بہُت ہی بہتر ہے"۔ اگر وُہ صِرف اپنے مفاد کا سوچے تو بے شک یہی اِنتخاب کرے گا۔

غور کریں کہ پَولُس "خوابیدگیٔ رُوح[۱]" کے کِسی نظریہ پر یقین نہیں رکھتا ۔ وُہ اِیمان رکھتا ہے کہ دُنیاوی مَوت کے بعد مسیحی "مسیح کے پاس" جا رہتا ہے اور خُداوند کی حضُوری سے پُورے شعور (ہوش و حواس) کے ساتھ لُطف اندوز ہوتا ہے ۔ آج کے زمانے میں کئی لوگ کہتے ہیں "زِندہ رہنا مسیح ہے اور سونا نفع" یا "رُخصت ہو کر سو رہنا بہُت ہی بہتر ہے"۔ نئے عہد نامہ میں مَوت کے وقت ایمان دار کے جِسم کے لئے لفظ "سونا" اِستعمال ہُوا ہے (۱۔ تھسلنیکیوں ۴:۱۴) ۔ یہ لفظ رُوح کے لئے کبھی اِستعمال نہیں ہُوا۔ "خوابیدگیٔ رُوح" کا نظریہ ایک مَن گھڑت کہانی ہے۔

یہ بھی غور کریں کہ 'موت' کو 'مسیح کی آمد' کے ساتھ گڈمڈ کرنا درُست نہیں۔ مَوت کے وقت ہم "مسیح کے پاس" جا رہتے ہیں، اور فضائی اِستقبال کے وقت وُہ ہمارے پاس آئے گا۔

۱:۲۴ - "مگر جِسم میں رہنا تمہُاری خاطر زیادہ ضرُوری ہے"۔ پَولُس فلپیّوں کی خاطر کُچھ عرصہ اَور زِندہ رہنا چاہتا ہے ۔ ہم اِس فراخ دِل اور عظیم اِنسان کی بے غرضی اور بے لَوثی سے مُتاثر ہُوئے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ وُہ اپنے آرام یا سہُولت کا خیال نہیں کرتا بلکہ یہی سوچتا ہے کہ مسیح کا کام کِس طرح آگے بڑھ سکتا ہے اور اُس کے لوگوں کی فلاح و بہبُود کِس بات میں ہے!

۱:۲۵ - "اور چونکہ مجُھے اِس کا یقین ہے ..."۔ یقین اِس بات کا ہے کہ ابھی اِس دُنیا میں میری ضرُورت ہے تاکہ مقدسین کو تعلیم، تسلّی اور حَوصلہ دُوں ۔ پَولس جانتا ہے کہ ابھی مجُھے مَوت کی سزا نہیں دی جائے گی ۔ کیسے جانتا تھا؟ ہمیں یقین ہے کہ وُہ خُداوند کے اِتنا قریب رہتا تھا کہ رُوحُ القُدس نے اُسے یہ بات بتا دی تھی۔ "خُداوند کے راز کو وہی جانتے ہیں جو اُس سے ڈرتے ہیں" (زبُور ۲۵:۱۴) ۔ جو خُدا میں گہرائی کے ساتھ سکُونت کرتے ہیں، خاموشی سے غور و خوض کرتے ہیں، اُن کو راز کی وُہ باتیں سُنائی دیتی ہیں جو آج کل کی زِندگی کی چہل پہل، بھاگ دوڑ اور شور و غُل میں

---

[۱] یہ نظریہ کہ مَوت کے بعد رُوح حالتِ نیند میں رہتی ہے۔

ڈوب کے رہ جاتی ہیں۔ سُننے کے لئے قریب ہونا ضروری ہے اور پَولُسؔ خُداوند کے قریب تھا۔

جسم میں رہ کر پَولُسؔ اُن مقدسین کے لئے "ایمان میں ترقی" اور "خوشی" میں اِضافے کا باعث ہوگا۔ اِس طرح اُن کی رُوحانی ترقی میں مددگار ہوگا۔

۲۶:۱۔ زمین پر خِدمت کے لئے رسُول کی جان بچی رہے گی۔ اور جب وُہ دوبارہ فلپّیوں سے مُلاقات کرے گا تو اُن کی خوشی "زیادہ" ہو جائے گی۔ کیا آپ تصوّر کر سکتے ہیں کہ جب پَولُسؔ فلپّیؔ میں آئے گا تو وہاں کے ایمان دار کِس طرح اُس سے بغل گیر ہوں گے اور اُسے چُومیں گے اور کمال خُوشی کے ساتھ خُداوند کی حمد و ثنا کریں گے؟ شاید یہ بھی کہیں کہ "دیکھو پَولُسؔ! ہم آپ کے لئے دُعا تو مانگتے تھے، مگر یہ اُمید نہیں تھی کہ آپ کو اِس طرح اپنے درمیان دیکھیں گے۔ اب ہم خُداوند کی سِتائش اور شُکر کرتے ہیں کہ اُس نے آپ کو ایک دفعہ پھر ہمیں بخشا ہے!"

۲۷:۱۔ یہاں پولسؔ خبردار بھی کرتا ہے "صِرف یہ کرو کہ تمہارا چال چلن مسیح کی خوشخبری کے موافق رہے"۔ ضرُور ہے کہ مسیحی مسیح کی مانند ہوں۔ آسمان کے باشِندوں کا چال چلن بھی آسمانی ہونا چاہیئے۔ ہماری حیثیت اور عمل یکساں ہونے چاہئیں۔

کردار میں اُستواری کی اِس درخواست کے عِلاوہ پَولُسؔ اِستقلال کی تلقین بھی کرتا ہے۔ اور خصُوصیت سے اِس بات پر زور دیتا ہے کہ "خواہ مَیں آؤں اور تُمہیں دیکھوں خواہ نہ آؤں" فلپّیؔ کے ایمان داروں کے بارے میں یہ خبر مِلتی رہنی چاہیئے کہ وُہ "ایک رُوح میں قائم" ہیں اور "انجیل کے ایمان کے لئے ایک جان ہو کر جانفشانی کرتے" ہیں۔ "انجیل کے ایمان" کا مطلب ہے مسیحی ایمان۔ تمام مسیحیوں کو ایک مشترکہ دُشمن کا سامنا ہے۔ چاہیئے کہ وُہ ایک دُوسرے سے نہ لڑیں بلکہ مِل کر اُس دُشمن سے لڑیں۔

۲۸:۱۔ پَولُسؔ رسُول اُن کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ "مخالِفوں سے دہشت" نہ کھائیں۔ ہر طرح کی ایذا رسانی سے نڈر اور بے خوف رہنے کا دُہرا مطلب ہے۔ اوّل۔ یہ خُدا سے لڑنے والوں کے لئے "ہلاکت کا صاف نشان ہے"۔ دُوسرے یہ دُشمن کے غیض و غضب کا سامنا کرنے والوں کے لئے "نجات کا" نشان ہے۔ یہاں "نجات" کا لفظ غالباً اپنے مُستقبل کے معنوں میں اِستعمال ہُوا ہے کہ بالآخر مقدّسین اپنی آزمائشوں سے رہائی پائیں

گے اور اُن کے بدن، جانیں اور رُوحیں مخلصی پائیں گی۔

۱:۲۹۔ فلپیوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ "مسیح کی خاطر دُکھ" سہنا ایک اعزاز ہے، جیسا کہ اُس پر "ایمان" لانا بھی اعزاز ہے۔ ڈاکٹر گرفت جان بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ مخالِف بیدین گروہ نے مجھے گھیر لیا۔ مجھے مارا پیٹا۔ مَیں نے اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپا لیا۔ جب ہاتھ اُٹھائے تو دیکھا کہ خُون سے لت پت ہیں۔ مجھے ایک غیر معمُولی احساس ہُوا کہ مجھے بہُت بڑا شرف عطا ہُوا ہے۔ اور مَیں اِس بات پر خوش ہُوا کہ اُس کے نام کی خاطر بے عزّت ہونے کے لائق تو ٹھہرا۔ کیا یہ قابلِ غور بات نہیں کہ مسیحیّت دُکھ اُٹھانے کو بھی اِتنی بڑی سرفرازی عطا کرتی ہے؟

۱:۳۰۔ فلپّی کے مسیحی ہر طرح سے پَولُس کے نمُونے پر چلنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ وُہ کہتا ہے:

> تم کو مسیح کی خاطر دُکھ سہنے کا اعزاز اور شرف اِس لئے بخشا گیا کہ "تم اُسی طرح جانفشانی کرتے ہو" جو تم نے مجھے اُس وقت کرتے "دیکھا تھا" جب مَیں فلپّی میں تھا۔ "اور اَب بھی سُنتے ہو کہ مَیں ویسی ہی کرتا ہُوں۔

۳۔ مسیح کے حلم اور قُربانی کی بُنیاد پر یک دِلی کی نصیحت

(۲:۱-۱۶)

فلپّی کی کلیسیا کئی لحاظ سے نمُونے کی کلیسیا تھی۔ پَولُس بڑی گرمجوشی سے اُن کی تعریف کرتا ہے۔ لیکن وہاں اندر ہی اندر جھگڑے اور چپقلشیں بھی جاری تھیں۔ دو خواتین یعنی یُوؤدیہ اور سُنتخے کے درمیان اختلافِ رائے تھا (۴: ۲)۔ اِس بات کو ذہن میں رکھنا بہُت مفید رہے گا کیونکہ باب ۲ میں رسُول براہِ راست اِس مسئلے پر بات کرتا ہے کہ خُدا کے لوگوں کے درمیان جھگڑوں اور تفرقوں کی وجہ کیا ہوتی ہے اور اِس کا علاج کیا ہے۔

۲:۱۔ اِس آیت میں لفظ "اگر" شک کا نہیں بلکہ دلیل کا مفہوم ادا کر رہا ہے۔ اِس آیت میں چار بڑے خیال پیش کئے گئے ہیں جن کا لحاظ رکھا جائے تو ایمانداروں میں تعاون اور ہم آہنگی قائم رہ سکتی ہے۔ پَولُس رسُول کہتا ہے کہ چونکہ "مسیح میں"

اِس قدر "تسلّی" ہے۔ اور چونکہ اُس کی "محبّت" اِس قدر ترغیب دیتی ہے۔ اور چونکہ "رُوح" القدس ہم کو ایسی عجیب "شراکت" میں اکٹھا کرتا ہے اور چونکہ مسیحیت میں اِس قدر "رحم دِلی و دردمندی ہے" اِس لئے ہمیں یہ توفیق حاصِل ہونی چاہئے کہ ایک دُوسرے کے ساتھ خوشی اور پیار کے ساتھ رہ سکیں۔

الف۔ بی۔ ماٹر اِن چار ۴ تراغیب یا محرکات کا بیان یوں کرتا ہے:

۱۔ مسیح کی ترغیب (محرک)۔
۲۔ محبّت کی پیدا کردہ رحمدِلی۔
۳۔ رُوح کی شراکت۔
۴۔ دردمندی اور ترس۔

صاف ظاہر ہے کہ پولُس رسُول دو ۲ چیزوں کی بُنیاد پر اِتحاد اور یگانگت کی اپیل کر رہا ہے۔ اوّل مسیح کے لئے جاں نثاری کا مُشترکہ جذبہ اور دوم رُوح القدس کے ساتھ مُشترکہ شراکت۔ جو کچھ "مسیح میں" اُنہیں حاصِل ہے اُس کے باعث چاہئے کہ اُس کے بدن کے اعضا میں مقصد کی یگانگی، محبّت، اِتفاقِ رائے اور باہمی ہمدردی ہو۔

۲:۲۔ اگر فلپّی کے ایمان دار اِن دلائل میں کوئی وزن محسُوس کرتے ہیں تو پولُس اُن سے التماس کرتا ہے کہ "میری یہ خوشی پُوری کرو"۔ اب تک فلپّی واقعی پولُس کو بہت خوشی دیتے رہے ہیں۔ وُہ لمحہ بھر کو بھی اِس کا اِنکار نہیں کرتا۔ لیکن اب وُہ درخواست کرتا ہے کہ میری خُوشی کے پیالے کو اِتنا لبریز کر دو کہ چھلک جائے۔ وُہ اُنہیں تلقین کرتا ہے کہ اِس مقصد کے لئے "یک دِل رہو، یکساں محبّت رکھو، ایک جان ہو، ایک ہی خیال رکھو"۔

کیا اِس کا مطلب ہے کہ سارے مسیحیوں سے توقع رکھی جائے کہ ایک ہی طرح سوچیں اور کام کریں؟ خُدا کا کلام کہیں بھی ایسا اشارہ نہیں دیتا۔ بے شک ہم سے توقع کی جاتی ہے کہ مسیحی ایمان کی عظیم بنیادی باتوں پر متفق الرّائے ہوں، لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ بہت سے چھوٹے چھوٹے مُعاملات پر کافی اِختلافِ رائے ہوگا۔ یکسانیت اور اِتحاد ایک ہی چیز نہیں ہیں۔ یکسانیت کے بغیر بھی اِتحاد ہو سکتا ہے۔ بے شک ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر متفق نہ ہوں، لیکن اگر کوئی بنیادی اصُول ملوث نہ ہو تو ہم اپنی اِنفرادی آراء کو دبا سکتے ہیں تاکہ دُوسروں کی بہتری ہو۔

"یک دِل" ہونے سے مُراد ہے، مسیح کا سا مزاج رکھنا، باتوں/چیزوں کو اُس طرح دیکھنا جیسے وُہ دیکھتا، اور وُہ ردِّ عمل کرنا جو مسیح کرتا۔ "یکساں محبّت" کا مطلب ہے دُوسروں سے ویسی محبّت رکھنا جیسی مسیح ہمارے ساتھ رکھتا ہے، یعنی وُہ محبّت جو قیمت کا جائزہ نہیں لیتی۔ "ایک جان" ہونے کا مطلب ہے کہ ایک مشترک مقصد یا منزل حاصِل کرنے کے لئے ہم آہنگی کے ساتھ کام کرنا۔ اور "ایک ہی خیال" رکھنے سے مُراد ہے ایسی یگانگت اور اتحاد سے عمل کرنا جس سے ظاہر اور ثابت ہو کہ مسیح کی سوچ ہماری سرگرمیوں کی راہنمائی کر رہی ہے۔

۲:۳ ۔ "تفرقے اور بے جا فخر کے باعث کُچھ نہ کرو"۔ یہ دونوں باتیں خُدا کے لوگوں میں یگانگت کی سب سے بڑی دُشمن ہیں۔ "تفرقے" اُس وقت پیدا ہوتے ہیں جب مُختلِف افراد ہر قیمت پر اوّل بننے کی خواہش کرتے ہیں۔ "بے جا فخر"، گھمنڈ اور خُود نمائی کا دُوسرا نام ہے۔ جہاں بھی آپ کو ایسے لوگ ملیں جو اپنے گِرد جتھا یا منڈلی جمع کرنے میں کوشاں ہوں یا اپنے مفادات کو آگے بڑھانے میں دِلچسپی رکھتے ہوں وہاں آپ کو جھگڑوں اور لڑائیوں کے بیج پرورش پاتے ہُوئے نظر آئیں گے۔ اِس کا عِلاج آیت کے اگلے حِصّے میں مِلتا ہے "بلکہ فروتنی سے ایک دُوسرے کو اپنے سے بہتر سمجھے"۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم جرائم پیشہ افراد کو کردار میں اپنے سے بہتر سمجھیں بلکہ یہ کہ خُود دُوسروں کے لئے بے غرض زِندگی گزاریں اور اُن کے مفادات کو اپنے مفادات پر فوقیت دیں۔ خُدا کے کلام میں ایسی نصیحت پڑھ لینا تو آسان ہے، مگر اِس کے حقیقی مطلب کو سمجھنا فرق بات ہے، اور پھر اِس پر عمل کرنا ایک الگ بات ہوتی ہے۔ کِسی "دُوسرے کو" اپنے سے "بہتر سمجھنا" اِنسانی ذہن کے لئے ایک اجنبی خیال ہے۔ ہم اپنی قُوّت سے ایسا نہیں کر سکتے، لیکن جب رُوح القُدس ہمارے اندر سکونت کرتا اور ہمیں توفیق دیتا ہے تو اِس پر عمل کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔

۲:۴ ۔ خُدا کے لوگوں کے درمیان مسائل کا عِلاج یہ ہے کہ "ہر ایک اپنے ہی احوال پر نہیں بلکہ ہر ایک دُوسروں کے احوال پر بھی نظر رکھے"۔ "احوال" میں دُوسروں کے مفادات سرِ فہرست ہوتے چاہئیں۔ اِس باب میں "دُوسرے" کلیدی لفظ ہے۔ جس قدر ہم اپنی زِندگی کو دُوسروں کے لئے وقف کر دیتے ہیں اُسی قدر ہم لوگوں کے خود غرضانہ جھگڑوں سے بُلند ہو جاتے ہیں۔ ہماری دُعا ہوتی چاہئے کہ خُداوند ہمیں توفیق دے کہ

ہم دُوسروں کو آگے رکھیں تاکہ تیری طرح کی زِندگی گزار سکیں ۔

۲: ۵ ۔ "ویسا ہی مزاج رکھو جیسا مسیح یسوع کا بھی تھا"۔ اب پَولُس فلپیوں کو خُداوند یسوع مسیح کا نمونہ دِکھاتا ہے ۔ وُہ کِس قِسم کا رویّہ دِکھایا کرتا تھا؟ دُوسروں کے ساتھ اُس کے سُلوک میں کیا خصُوصیّت تھی؟ کسی نے خُداوند یسوع کے مزاج کی بڑی عُمدہ تصویر پیش کی ہے :

(۱) بے لوث مزاج (۲) قُربانی دینے پہ آمادہ مزاج (۳) خِدمت گزار مزاج ۔ خُداوند یسوع ہر وقت دُوسروں کا خیال رکھتا تھا ۔

۲: ۶ ۔ یسوع مسیح "خُدا کی صُورت پر تھا"۔ مُراد یہ ہے کہ اُس کا وجُود ازل سے ہے اور وُہ "خُدا" ہے ۔ اِس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وُہ خُدا سے مشابہت رکھتا تھا، بلکہ یہ کہ لفظ کے حقیقی مفہوم میں وُہ حقیقت میں خُدا ہے ۔

تو بھی "اُس نے ... خُدا کے برابر ہونے کو قبضہ میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا"۔ یہاں خُدا کے ساتھ ذات کے لحاظ سے برابری اور وضع یا مقام/ حیثیت کے لحاظ سے برابری میں فرق کو سمجھنے کی ضرُورت ہے ۔ جہاں تک ذات کا تعلق ہے مسیح ہمیشہ خُدا باپ کے برابر تھا، برابر ہے اور برابر رہے گا ۔ اُس کے لئے اپنی ذات کو ترک کرنا مُمکن ہی نہیں ۔ مگر وضع/ مقام کے لحاظ سے برابری فرق چیز ہے ۔ ازل سے مسیح مقام کے لحاظ سے اپنے باپ کے برابر تھا، اور آسمان کے سارے جلال اور حشمت میں شامِل تھا ۔ لیکن اُس نے اِس برابری کو کوئی ایسی چیز "نہ سمجھا" جس کو ہر قیمت پر "قبضہ میں" رکھنا چاہیئے ۔ جب گمراہوں اور کھوئے ہُوؤں کی ایک دُنیا کو ضرُورت تھی کہ اُس کا فِدیہ دیا جائے اور چھڑایا جائے تو مسیح نے کمال رضامندی سے مقام کے لحاظ سے "خُدا کے برابر ہونے" کو ترک کر دیا ـــــ اُس نے آسمان کے آرام و آسائش اور خوشیوں کو خیرباد کہہ دیا ـــــ اُس نے اِن کو ایسی "چیز نہ سمجھا" جس کو ہر حال میں اور ہر قیمت پر اپنے "قبضہ میں" رکھنا چاہیئے ۔

وُہ اِس دُنیا میں آ گیا ۔ یہاں گنہگاروں نے اُس کا اِنکار کیا ۔ اُس نے ہر طرح کی بدسلُوکی برداشت کی ۔ خُدا باپ کے مُنہ پر کبھی تھُوکا نہیں گیا، نہ اُس کو مارا کُوٹا گیا اور نہ اُس کو صلیب دی گئی ۔ اِن معنوں میں باپ بیٹے سے بڑا ہے ۔ لیکن ذات کے لحاظ سے بڑا نہیں، بلکہ وُہ بیٹے کے مقام اور زِندگی بسر کرنے کے لحاظ سے بڑا ہے ۔ یسوع نے اسی خیال کو یوحنّا ۱۴: ۲۸ میں بیان کیا ہے : "اگر تم مجھ سے

محبت رکھتے تو اِس بات سے کہ مَیں باپ کے پاس جاتا ہوں خوش ہوتے کیونکہ باپ مُجھ سے بڑا ہے"۔ دُوسرے لفظوں میں شاگردوں کو یہ بات جان کر خوش ہونا چاہئے تھا کہ وُہ آسمانی وطن میں جا رہا ہے۔ جب تک وُہ اِس دُنیا میں تھا اُس سے نہایت ظالمانہ سلوک ہوتا رہا اور اُسے رد کیا گیا۔ وُہ اپنے باپ کی نِسبت پست حالات میں تھا۔ اِس مفہُوم میں اُس کا باپ اُس سے بڑا تھا۔ مگر جب وُہ آسمان پر واپس گیا تو وُہ اپنی 'ذات' اور اپنے 'حالات' میں ہر لحاظ سے باپ کے برابر ہے۔

گفورڈ اِس کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے:

> "خُدا کے برابر ہونے کو قبضہ میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا"۔ یہاں مُراد ذات یا جوہر نہیں، بلکہ 'اسلوبِ زِندگی' (وضعِ وجود) ہے۔ ایک اُسلوبِ زِندگی کی جگہ دُوسرا اُسلوبِ زِندگی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ مگر مسیح کی اصل ذات میں تغیر ناممکن تھا۔ ۲۔ کرنتھیوں ۸: ۹ میں پَولُس کی بیان کردہ مثال کو دیکھیں "وُہ اگرچہ دولتمند تھا مگر تمہاری خاطر غریب بن گیا تاکہ تُم اُس کی غریبی کے سبب سے دَولتمند ہو جاؤ"۔ یہاں ہر سطح پر اُسلوبِ زندگی میں تبدیلی ہے، ذات میں تبدیلی نہیں۔ جب کوئی غریب شخص دَولتمند ہو جاتا ہے تو اُس کا 'اُسلوبِ زِندگی' بدل جاتا ہے، لیکن بطور اِنسان اُس کی ذات نہیں بدلتی۔ یہی حال خُدا کے بیٹے کا ہے۔ وُہ ایک دَولتمندانہ اور شاندار 'اُسلوبِ زِندگی' رکھتا تھا جو اُس کی اِلٰہی ذات کا موزُوں مظہر تھا۔ لیکن ہماری خاطر اپنی اِنسانی (بشری) زِندگی میں وُہ انتہائی پست اور غریبانہ 'اسلوبِ زندگی' میں اُتر آیا اور اِنسانی ذات اِختیار کی۔

۲: ۷۔ "بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا"۔ یہاں فوراً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ "خُداوند نے اپنے آپ کو کِس چیز سے خالی کر دیا؟"

اِس سوال کا جواب دینے میں انتہائی اِحتیاط کی ضرُورت ہے۔ اِنسان مسیح کے اِس "خالی کر دیا" کی تشریح کرتے کرتے اُسے اپنی اِلٰہی صِفات سے محرُوم کر دیتے ہیں۔ مِثال کے طور پر بعض کہتے ہیں کہ جب خُداوند یسوع اِس دُنیا میں تھا تو قادرِ مُطلق یا عالِمِ کُل نہیں تھا اور نہ وُہ ایک ہی وقت میں ہر جگہ حاضر و ناظر تھا۔ اُن کا کہنا ہے کہ جب مسیح بشر بن کر

اِس دُنیا میں آیا تو اُس نے اِن الٰہی صفات کو رضاکارانہ ترک کر دیا تھا۔ بعض تو یہاں تک بھی کہتے ہیں کہ وُہ بنی نوع اِنسان کی حدُود (کمزوریوں/خامیوں) کے ماتحت تھا۔ کہ وُہ غلطی کرسکتا تھا، اور اپنے زمانے کی عام آراء اور توہمات اور فرضی باتوں کو مانتا تھا۔

ہم ایسے نظریات کو ہرگز نہیں مانتے، بلکہ اِن کی تردید کرتے ہیں۔ اِس دُنیا میں آکر خُداوند یسوؔع مسیح نے الٰہی صِفات کو ہرگز ترک نہیں کیا۔

وُہ اَب بھی عالِمِ کُل تھا (سب باتوں کا علم رکھتا تھا)۔

وُہ اَب بھی ہر جگہ حاضِر و ناظر تھا (ایک ہی وقت ہر جگہ موجود تھا)۔

وُہ اَب بھی قادرِ مُطلق تھا (ہر بات پر قُدرت رکھتا تھا)۔

اُس نے خُدا کے ساتھ اپنی حیثیت کی برابری سے اپنے آپ کو خالی کر دیا اور اپنے اِلٰہی جلال کو گوشت پوست کے بشری بدن میں چھپا دِیا۔ پُورا جلال تو موجُود تھا، مگر چھُپا ہوُا تھا۔ تو بھی بعض موقعوں پر چمکنے لگتا تھا۔ مثلاً اُس پہاڑ پر جہاں اُس کی صُورت بدل گئی تھی۔ اُس کی زمینی زندگی میں کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جب وُہ الٰہی صفات کا حامل نہ تھا۔

جیسا کہ پہلے کہا گیا اِن الفاظ کی تشریح کرنے میں سخت احتیاط کی ضرُورت ہے کہ مسیح نے "اپنے آپ کو خالی کر دِیا"۔ بہترین طریقہ یہ ہے کہ آگے آنے والی باتوں اور تراکیب کو ان الفاظ کی وضاحت کرنے دی جائے۔ اُس نے اپنے آپ کو کِس طرح خالی کر دیا؟ اِس طرح کہ اُس نے "خادم کی صُورت اختیار کی اور انسانوں کے مشابہ ہو گیا"۔ دُوسرے لفظوں میں اُس تے اپنے آپ کو خالی کرنے کے لئے وُہ بات اختیار کی جو اُس کے پاس پہلے کبھی نہ تھی۔ اور وُہ ہے۔ بشریت۔ اُس نے اپنی اُلوہیت کو نہیں چھوڑا، بلکہ صِرف آسمان میں اپنی جگہ/مقام کو چھوڑ دیا اور وُہ بھی صِرف عارضی طور پر۔

اگر وُہ صِرف بشر ہوتا تو اُس کا بشریت اِختیار کرنا "اپنے آپ کو خالی کرنا" نہ ہوتا۔ ہم دُنیا میں پیدا ہو کر اپنے آپ کو خالی نہیں کرتے۔ لیکن خُدا کے لئے بشر بننا، اپنے آپ کو خالی کرنا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ صِرف خُدا ہی ایسا کرسکتا تھا۔

"خادِم کی صُورت اختیار کی"۔ نجات دہندہ کے تجسّم اور زِندگی کو یُوحنّا ۱۳:۴ کے اِن خوبصورت الفاظ میں مختصر طور پر بیان کیا جا سکتا ہے کہ "یسوؔع نے ... دسترخوان سے اُٹھ کر کپڑے اُتارے اور رُومال لے کر اپنی کمر میں باندھا"۔ یہ رُومال یا بالاپوش

خدمت گزاری کی علامت ہے۔ اسے غلام استعمال کیا کرتے تھے۔ اور مبارک خداوند یسوع نے اس کو اس لئے استعمال کیا کہ وہ "اس لئے نہیں آیا" تھا کہ خدمت لے بلکہ اس لئے کہ خدمت کرے۔ اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے" (متی ۲۰: ۲۸)۔ لیکن ذرا ٹھہریئے اور کلام کے اس حصے میں پائے جانے والے خیالات کے سلسلے کو یاد کیجئے۔ فلپی کے مقدسین میں جھگڑے اور تفرقے پائے جاتے تھے۔ پولس ان کو نصیحت کرتا ہے کہ مسیح جیسا مزاج رکھیں۔ مختصر دلیل یہ ہے کہ اگر مسیحی پست جگہ اور پست حیثیت اختیار کرنے پر تیار ہوں، دوسروں کی خدمت کرنے پر کمربستہ ہوں اور اپنی جانیں فدیہ میں دینے پر آمادہ ہوں، تو کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوگا۔ جو لوگ دوسروں کے لئے جان دینے پر آمادہ ہوتے ہیں وہ عموماً ان سے لڑائی جھگڑا نہیں کرتے۔

مسیح ہمیشہ (ازل) سے موجود تھا۔ لیکن "انسانوں کے مشابہ ہو" کر اس دنیا میں آگیا۔ مراد یہ ہے کہ وہ ایک "حقیقی انسان/البشر" بن گیا۔ خداوند کی بشریت ویسی ہی حقیقی ہے جیسی اس کی الوہیت۔ وہ حقیقی خدا اور حقیقی انسان ہے۔ یہ کیسا بڑا بھید ہے! کوئی مخلوق دماغ اسے کبھی نہیں سمجھ پائے گا۔

۲: ۸ - یہاں کلامِ پاک کا ایک ایک لفظ خدا کے پیارے بیٹے کی بڑھتی ہوئی پستی کا بیان کرتا ہے۔ وہ صرف آسمان کا جلال چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوا۔ اس نے اپنے آپ کو خالی کر دیا۔ اس نے خادم کی صورت اختیار کی۔ وہ بشر (انسان) بن گیا۔ مگر اب ہم پڑھتے ہیں کہ اس نے "اپنے آپ کو پست کر دیا"۔ وہ ہماری خطاکار روحوں کو بچانے کے لئے گہری پستی میں اترنے کو تیار تھا۔ اس کا جلالی نام ہمیشہ تک مبارک ہو!

وہ "یہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت ... گوارا کی"۔ ہماری نظروں میں یہ ایک حیرت ناک بات ہے! وہ فرمانبردار رہا۔ اور اس فرمانبرداری کی قیمت میں اسے اپنی جان دینی پڑی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ آخر تک فرمانبردار رہا۔ بے شک مسیح وہ سوداگر ہے جس نے قیمتی موتی کو حاصل کرنے کے لئے اپنا سب کچھ بیچ دیا (متی ۱۳: ۴۶)۔

"یہاں تک ... کہ ... صلیبی موت گوارا کی"۔ "صلیبی موت" سب سے شرمناک موت تھی۔ آج کل مجرموں کو پھانسی، برقی کرسی یا گیس چیمبر کے ذریعہ موت کی سزا دی جاتی ہے — اور وہ بھی صرف قاتلوں کو — اور یہی سزا تھی جو آسمان کی بہترین

ہستی کو اِس دُنیا میں آنے پر دی گئی۔ اُس کو بستر پر طبعی موت مرنے نہ دیا گیا۔ اُس کی موت کوئی حادثاتی موت نہ تھی۔ ضرور تھا کہ وُہ شرمناک "صلیبی موت" مرے۔

۹:۲۔ یہاں اچانک رُخ بدلتا ہے۔ گزشتہ آیات بیان کرتی ہیں کہ خُداوند یسوع نے کیا کیا۔ اُس نے اپنے آپ کو ترک کرنے کی راہ اِختیار کی۔ وُہ اپنی ناموری نہیں چاہتا تھا۔ اُس نے اپنے آپ کو پست کر دیا۔

لیکن اب بیان ہوتا ہے کہ "خُدا" نے کیا کِیا۔ مُنجّی نے تو اپنے آپ کو پست کر دیا۔ اِسی لئے "خُدا نے بھی اُسے بہت سربُلند کیا۔" مسیح اپنی ناموری کا خواہاں نہیں تھا۔ اِس لئے خُدا نے "اُسے وُہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے۔" مسیح نے دُوسروں کی خدمت کرنے کے لئے کمر باندھی اور گھٹنے ٹیکے۔ اور خُدا نے یہ کیا کہ "یسوؔع کے نام پر ہر ایک گھُٹنا ٹِکے۔"

اور فلپیوں کے لئے ——— اور ہمارے لئے ——— اِس میں کیا سبق ہے؟
سبق یہ ہے کہ سربُلندی کے لئے پستی اِختیار کریں۔ ہم اپنے آپ کو سربُلند نہ کریں بلکہ دُوسروں کی خدمت پر کمربستہ رہیں، تاکہ وقت آنے پر خُدا ہم کو سربُلند کرے۔

خُدا نے مسیح کو سربُلند کرنے کے لئے اُسے مُردوں میں سے جِلایا، اور اُس کو دوبارہ اپنے دہنے ہاتھ جگہ دینے کے لئے آسمان کو کھول دِیا۔ اور "اُس کو وُہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے۔"

"نام" کے مفہُوم کے بارے میں عُلما میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ نام "یسوؔع" ہے کہ اِس میں "یہوؔواہ" نام شامِل ہے۔ یسعیاہ ۲۲:۴۵، ۲۳ میں یہ فیصلہ صادِر ہو چکا ہے کہ ہر ایک گھُٹنا یہوؔواہ (خُدا) کے حضُور جھُکے گا۔

بعض عُلما سمجھتے ہیں کہ "وُہ نام ... جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے" مجازی اندازِ بیان ہے جِس کا مطلب ہے ساری کائنات میں اعلیٰ ترین مقام، اختیار، عملداری اور تفوّق کا مقام۔ یہ دونوں تشریحیں قابلِ قبول ہیں۔

۱۰:۲۔ مسیح کے فِدیہ کے کام نے خُدا کے سارے تقاضوں کو مکمّل طور پر پُورا کر دیا۔ چنانچہ خُدا نے فیصلہ کِیا کہ "یسوؔع کے نام پر ہر ایک گھُٹنا ٹِکے۔ خواہ آسمانیوں کا ہو، خواہ زمینیوں کا، خواہ اُن کا جو زمین کے نیچے ہیں۔" اِس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ

سب کے سبب نجات پائیں گے۔ جو لوگ آج خُوشی سے اُس کے حضور گھٹنے نہیں ٹیکتے ایک دِن گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جو لوگ اِس فضل کے دِن میں اُس کے ساتھ صُلح اور میل ملاپ نہیں کریں گے، وُہ اُس کی عدالت کے دِن زیر کئے جائیں گے۔

۲:۱۱۔ اپنے بے مثال فضل میں خُداوند جلال چھوڑ کر بیت لحم میں آیا، اور گتسمنی سے ہوتا ہُوا کلوری تک جا پہنچا۔ بدلے میں خُدا نے اُسے سربلند کیا کہ ساری کائنات اُس کی قدم بوسی کرے گی اور اُسے اپنا خُداوند مانے گی۔ جو لوگ اُس کے دعوؤں کو ماننے سے انکار کرتے رہے ہیں، ایک دِن تسلیم کریں گے کہ ہم بیوقوفی کرتے رہے ہیں، کہ ہم نے سخت غلطی کی ہے کیونکہ یسوع ناصری واقعی جلال کا خُداوند ہے۔

کلام کا یہ حِصّہ خُداوند یسوع کی ذات اور کام کا بیان کرتا ہے۔ اِس حِصّے سے آگے بڑھنے سے پہلے اِس بات کی یاددہانی کرانا ضرُوری ہے کہ یہ باتیں اِس تعلق سے بیان کی گئی ہیں کہ فلپی کی کلیسیا میں ایک چھوٹا سا مسئلہ پیدا ہو چکا تھا۔ پولُس خُداوند کے بارے میں کوئی مقالہ نہیں لِکھ رہا تھا۔ اُس کا مقصد مقدسوں کے درمیان پائی جانے والی خُود غرضی اور دھڑے بندی کی رُوح کی اِصلاح تھا۔ اُن کا عِلاج مسیح جیسے مزاج کو اپنانے میں تھا۔ پولُس ہر صُورتِ حال میں مسیح کو پیش کرتا ہے۔ نہایت نازک اور حساس، اِضطراری اور ناگوار معاملات میں بھی پولُس سچائی کو اِس خوبصورتی سے بیان کرنے پر قادر ہے کہ مٹی کے ڈھیلے میں جڑے ہُوئے قیمتی موتی کی طرح نظر آتی ہے۔

۲:۱۲۔ مسیح کے نمُونے کو ایسی چمک دمک کے ساتھ پیش کرنے کے بعد رسُول اِس کی بُنیاد پر نصیحت کرتا ہے۔

جب وہ فلپیوں کے درمیان موجُود تھا تو وُہ ہمیشہ اُس کی ”فرمانبرداری کرتے آئے“ تھے۔ چنانچہ وُہ کہتا ہے کہ ”اُسی طرح اَب بھی نہ صِرف میری حاضری میں بلکہ اِس سے بھی بہت زیادہ میری غیر حاضری میں ڈرتے اور کانپتے ہُوئے اپنی نجات کا کام کئے جاؤ۔“

پاک کلام کا یہ حِصّہ بھی ایسا ہے جس کے بارے میں بہت اُلجھن پائی جاتی ہے۔ ہمیں اِبتدا ہی میں واضح کر دینا چاہئے کہ پولُس یہ تعلیم نہیں دے رہا کہ نجات نیک اعمال سے کمائی جا سکتی ہے۔ اپنی ساری تحریروں میں وُہ اِس بات پر زور دیتا ہے کہ نجات اعمال سے نہیں بلکہ خُداوند یسوع مسیح پر ایمان لانے کے وسیلے سے ہے۔ تو پھر اِس

آیت کا مطلب کیا ہے؟

۱- اِس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ خُدا نے ہمارے اندر جو نجات رکھی ہے ہم اُس کو "کام کئے" جائیں۔ خُدا نے ہمیں اَبدی زِندگی بخشش کے طور پر دی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ عملی پاکیزگی کے وسیلے سے اِس زِندگی کو گزاریں۔

۲- یہاں "نجات" کا مطلب فلپیؔ میں پائے جانے والے اُن کے مسئلے کا حل بھی ہو سکتا ہے۔ اُن کو چپقلش اور لڑائیوں نے تنگ کر رکھا تھا۔ رسُول اُن کے سامنے عِلاج پیش کرتا ہے۔ اَب وُہ مسیح جیسا مزاج اِختیار کر کے اُس کا عِلاج کر سکتے تھے۔ اور اِس طرح "اپنی نجات کا کام کئے" جا سکتے تھے، یعنی اپنی مشکلات کو حل کر سکتے تھے۔

یہاں جِس "نجات" کا ذِکر ہوُا ہے وُہ رُوح کی نجات نہیں بلکہ اُن پھندوں اور جالوں سے رہائی ہے جو ایک مسیحی کو خُدا کی مرضی پوُری کرنے کی راہ میں رُکاوٹ بنتے ہیں۔ نئے عہد نامہ میں 'نجات' کے مُتعدد مُختلِف مطلب ہیں۔ ہم دیکھ چُکے ہیں کہ ۱: ۱۹ میں اِس کا مطلب قید سے رہائی ہے۔ ۱: ۲۸ میں مُراد ہر موجُودہ گناہ سے بالآخر ہمارے بدنوں کی رہائی ہے۔ ہر حوالے میں مطلب کا تعیّن بڑی حد تک سیاق وسباق سے کرنا چاہئے۔ ہمارے نزدیک یہاں "نجات" کا مطلب فلپیّوں کی اُس مسئلے سے رہائی ہے جو اُن کو پریشان کر رہا تھا، یعنی باہمی جھگڑے اور تفرقے۔

۲: ۱۳- اَب پولُس اُن کو یاد دِلاتا ہے کہ تمہارے لئے "اپنی نجات کا کام کئے" جانا اِس لئے ممکن ہے "کیونکہ جو تُم میں نیّت اور عمل دونوں کو اپنے نیک ارادہ کو انجام دینے کے لئے پیدا کرتا ہے وُہ خُدا ہے"۔ مُراد یہ ہے کہ اوّل خُدا ہی ہم میں خواہش یا آرزو پیدا کرتا ہے کہ ہم اُس کی مرضی پوُری کریں۔ پھر وُہی قوت دیتا ہے کہ اُس کی مرضی پوُری کریں۔

یہاں ہمیں بشریت اور اُلوہیت کا عجیب اور خوبصورت ملاپ نظر آتا ہے۔ ایک لحاظ سے ہمیں کہا گیا ہے کہ اپنی نجات کا کام کریں۔ ایک اَور لحاظ سے صِرف خُدا ہی ہمیں ایسا کرنے کی توفیق دے سکتا ہے۔ ضرور ہے کہ ہم اپنا حِصّہ ادا کریں۔ خُدا اپنا حِصّہ ادا کرے گا (مگر اِس کا اِطلاق گُناہوں کی مُعافی پر نہیں ہوتا اور نہ نئی پیدائش پر ہوتا ہے۔ فِدیہ یا مخلصی کلیتاً خُدا کا کام ہے۔ ہمارا کام ایمان لانا اور اِس میں داخل ہوتا ہے)۔

۱۴:۲ - جب ہم خُدا کی مرضی پُوری کرتے ہیں تو بغیر چوں وچرا کریں۔ مجبُوری سے نہیں بلکہ خُوشی کے ساتھ کریں۔ "شکایت اور تکرار" کے نتائج اکثر بہُت افسوسناک ہوتے ہیں۔

۱۵:۲ - شکایت اور تکرار سے باز رہ کر ہم "بے عیب اور بھولے" ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہاں "بھولے" سے مُراد ہے مُخلص اور صاف دِل ۔ "بے عیب" وُہ شخص ہے جس پر کوئی اِلزام ثابت نہ کیا جا سکے (دیکھئے دانی ایل ۸:۶)۔ یہ تو ممکن ہے کہ ایک "بے عیب" شخص گُناہ کرے، مگر وُہ اقرار کرتا اور مُعافی مانگتا ہے۔

"خُدا" کے فرزندوں کے لئے ضروری ہے کہ "ٹیڑھے اور کجرَو لوگوں میں" یعنی اُن کے درمیان "بےنقص" ثابت ہوں ۔ اپنی بے عیب اور بے داغ زِندگیوں کے وسیلے سے خُدا کے فرزند اِس دُنیا کے تاریک اور سیاہ پس منظر میں زیادہ نمایاں نظر آسکتے ہیں۔

اِس بات سے پَولُس کو خیال آتا ہے کہ وُہ (خُدا کے فرزند) تاریک رات میں "چراغوں کی طرح" چمکتے ہیں۔ رات جتنی تاریک ہوگی روشنی اُتنی ہی تیز نظر آئے گی۔ مسیحی "چراغ" یا مشعل بردار ہیں۔ وُہ رَوشنی پَیدا نہیں کر سکتے۔ مگر خُداوند کے جلال کو منعکس کر سکتے ہیں تاکہ دُوسروں کو اُن میں مسیح نظر آئے۔

۱۶:۲ - "اور زِندگی کا کلام پیش کرتے ہو"۔ ہم چراغوں کی طرح چمکتے ہیں۔ لیکن یہ بات ہمیں زبان سے گواہی دینے سے بَری نہیں کر دیتی۔ گواہی دُہری ہونی چاہیئے ۔ زِندگی سے بھی اور ہونٹوں سے بھی ۔

پَولُس جانتا ہے کہ اگر فلپّی کے ایمان دار یہ کام سرانجام دیں تو "مسیح کے دِن مجھے فخر" کرنے کی بنیاد حاصِل ہوگی ۔ وُہ محسوس کرتا ہے کہ رُوحیں بچانا ہی میرا فرض نہیں بلکہ ہر شخص کو مسیح میں کامِل کر کے پیش کرنا بھی فرض ہے (کلسّیوں ۲۸:۱)۔ "مسیح کے دِن" سے مُراد وُہ وقت ہے جب مسیح دوبارہ آکر ایمان داروں کی خدمت کی عدالت کرے گا (۱:۶ ، ۱۰)۔ اگر فلپّی کے مسیحی خُداوند کی خِدمت میں اپنی محنت میں وفادار ہوں گے تو "مسیح کے دِن" ظاہر ہو جائے گا کہ پَولُس کی خِدمت اور "دَوڑ دھوپ بیفائدہ" نہیں گئی۔

۴۔ مسیح کی مانند بننے میں پولس، تیمتھیس اور اپفردتس کا نمونہ

(۲: ۱۷-۳۰)

گزشتہ حصے میں پولس نے خداوند یسوع کو حلیمی اور فروتنی کے اعلیٰ ترین نمونے کے طور پر پیش کیا ہے۔ مگر بعض لوگ اعتراض کر سکتے ہیں کہ "ہاں، لیکن وہ تو خدا ہے، اور ہم صرف فانی انسان ہیں"۔ اس لئے پولس رسول تین انسانوں کی مثال پیش کرتا ہے جنہوں نے مسیح جیسا مزاج دکھایا۔ یہ تین اشخاص ہیں پولس خود، تیمتھیس اور اپفردتس۔ اگر مسیح سورج ہے تو یہ تینوں چاند ہیں اور سورج کے جلال کو منعکس کرتے ہیں۔ وہ تاریک دنیا میں چراغ ہیں۔

۲: ۱۷۔ فلپیوں کی اور اپنی خدمت کا بیان کرنے کے لئے پولس ایک بہت خوبصورت مثال پیش کرتا ہے۔ بت پرستوں اور یہودیوں دونوں میں ایک رسم پائی جاتی تھی کہ قربانی چڑھاتے وقت پانی یا مے کو تپاون کے طور پر انڈیلتے تھے۔

یہاں وہ فلپیوں کو قربانی چڑھانے والے کہتا ہے۔ اُن کا "ایمان" اُن کی "قربانی" ہے۔ اور پولس خود قربانی پر انڈیلا جانے والا تپاون ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں فلپیوں کی "ایمان کی قربانی اور خدمت کے ساتھ" شہادت کے وسیلے سے "اپنا خون" بہانے پر بھی خوش ہوں۔

ولیمز اِس پر یوں تبصرہ کرتا ہے:

> پولس رسول فلپیوں کی جان نثاری اور جوش کا مقابلہ اپنے ساتھ کرتا ہے اور اُن کی کاوش و قربانی کو بڑھا چڑھا کر اور مقابلے میں اپنی کاوش و قربانی کو گھٹا کر پیش کرتا ہے۔ دونوں ہی خوشخبری کی خاطر اپنی جان قربان کر رہے تھے۔ مگر وہ اُن کے عمل کو عظیم قربانی قرار دیتا ہے اور اپنی قربانی کو صرف تپاون کہتا ہے، جس کو اُن کی قربانی پر انڈیلے جانے میں وہ خوشی محسوس کرتا ہے۔ اِس خوبصورت صنعتِ بدیع کے وسیلے سے پولس اپنی ممکنہ شہادت کی موت کا بیان کرتا ہے۔

پولس رسول کہتا ہے کہ اگر میرے نصیب میں شہادت ہی ہو تو میں "خوش ہوں اور تم سب

کے ساتھ خوشی کرتا ہوں"۔

۱۸:۲ - پولس فلپیوں سے کہتا ہے کہ "تم بھی اِسی طرح خوش ہو اور میرے ساتھ خوشی کرو"۔ وہ نہیں چاہتا کہ میری ممکنہ شہادت کو فلپی کے ایمان دار ایک المیہ سمجھیں۔ بلکہ چاہتا ہے کہ ایسی شان سے آسمانی وطن جانے پر اسے مبارک دیں۔

۱۹:۲ - اب تک پولس نے اپنے آپ کو قربان کرنے والی محبت کی دو۲ مثالیں پیش کی ہیں —— ایک خداوند یسوع اور دوسرا وہ خود —— دونوں اپنی اپنی جان موت کے لئے اُنڈیلنے پر آمادہ تھے۔ اِس کے بعد وہ بے لوثی اور بے غرضی کی دو۲ اور مثالیں پیش کرتا ہے۔ اور وہ ہیں "تیمتھیس" اور "اپفردتس" (آیت ۲۵)۔

رسول اُمید رکھتا ہے کہ مستقبل قریب میں "تیمتھیس" کو "فلپی" بھیجے گا تاکہ اُن کے "احوال" کی خبر سن کر "میری بھی خاطر جمع ہو"۔ اُن کی خیریت کی خبر پولس کے لئے حوصلہ افزائی اور تسلی کا باعث ہو گی۔

۲۰:۲ - تیمتھیس کو بھی فلپی کے ایمان داروں کی رُوحانی حالت کی بے لوث فکر رہتی تھی۔ اِس لحاظ سے وہ پولس کے ساتھیوں اور ہم خدمتوں میں ایک نمایاں اور بے مثال حیثیت رکھتا ہے۔ اُس کے علاوہ پولس کے پاس "کوئی ایسا ہم خیال" نہیں تھا جس کو وہ اِتنے ہی اعتماد کے ساتھ فلپیوں کے پاس بھیج سکتا۔ یہ تیمتھیس جیسے نوجوان کے لئے بہت تعریف کی بات ہے۔

۲۱:۲ - دیگر اپنے ذاتی اور انفرادی مفادات کے سمندر میں گھر گئے تھے۔ وہ اِس زندگی کی فکروں میں ایسے اُلجھ گئے تھے کہ اُن کے پاس "یسوع مسیح کی ---باتوں" کے لئے وقت ہی نہ تھا۔ کیا اِس میں آج ہمارے لئے کوئی پیغام ہے جبکہ ہم بھی گھروں، ریفریجریٹروں، ٹیلی وژنوں اور ڈشوں اور طرح طرح کی دوسری 'باتوں' کی دنیا میں رہتے ہیں؟ (دیکھئے لوقا ۱۴:۸)۔

۲۲:۲ - تیمتھیس پولس رسول کا ایمان کے لحاظ سے فرزند تھا۔ اور وہ پوری دیانت داری سے اپنا فرض پورا کرتا تھا۔ فلپی کے ایمان دار "اُس کی پختگی سے واقف" تھے۔ اُس کی حقیقی قدر و قیمت کو جانتے تھے کہ "جیسے بیٹا باپ کی خدمت کرتا ہے ویسے ہی" تیمتھیس پولس کے ساتھ "خوشخبری پھیلانے میں خدمت" کرتا تھا۔

۲: ۲۳، ۲۴ ۔ چونکہ تیمتھیس نے اِس طرح خود کو لائق ثابت کر دیا تھا اِس لئے پولُس اُمید کرتا ہے کہ اُسے فلپیّوں کے پاس بھیجے گا۔ مگر فی الحال اُسے قیصر کو کی گئی اپنی اپیل کے جواب کا انتظار ہے۔ اِن الفاظ سے کہ "جب اپنے حال کا انجام معلوم کر لوں گا" پولُس رسُول کا یہی مطلب ہے۔ اُسے اُمید ہے کہ اُس کی اپیل کامیاب ہو گی اور اُسے رہا کر دیا جائے گا اور وُہ ایک دفعہ اَور فلپیّوں سے مُلاقات کر سکے گا۔

۲: ۲۵ ۔ اِس کے بعد ہمیں "اِپفرُدِتُس" میں مسیح کا مزاج نظر آتا ہے۔ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ وہی شخص ہے جس کا ذِکر کلسّیوں ۴: ۱۲ میں اِپفراس کے نام سے کیا گیا ہے۔ بہر حال وُہ فلپّی میں رہتا تھا اور وہاں کی جماعت کے لئے قاصِد تھا۔

پولُس اُس کا ذِکر کرتے ہوئے (۱) "میرا بھائی" (۲) "ہمخدمت" اور (۳) "ہم سپاہ" کہتا ہے۔ پہلے لقب سے محبّت اور اُلفت، دُوسرے سے محنت اور تیسرے سے کشمکش کا اظہار ہوتا ہے۔ وُہ ایسا شخص تھا جو دُوسروں کے شانہ بشانہ کام کر سکتا تھا۔ یہ خصُوصیت مسیحی زِندگی اور خدمت میں بنیادی اہمیّت رکھتی ہے۔ کِسی ایماندار کا تنہا کام کرنا ایک بات ہے، کیونکہ وُہ ہر کام اپنی مرضی کے مُطابق کر سکتا ہے جبکہ دُوسروں کے ساتھ مِل کر کام کرنا بہت مُشکل ہوتا ہے کیونکہ اِس طرح اپنے آپ کو پیچھے رکھنا پڑتا ہے، اِنفرادی اختلافات کا لحاظ کرنا پڑتا ہے، اور پُورے گروہ کی بھلائی کی خاطر اپنی خواہشات اور آراء کو دبانا پڑتا ہے۔ آئیے ہم بھی "ہمخدمت اور ہم سپاہ" بنیں۔

اِس کے علاوہ پولُس اُس کے بارے میں کہتا ہے کہ "وُہ تمہارا قاصد اور میری حاجت رفع کرنے کے لئے خادم ہے"۔ اِس سے ہمیں اُس کی شخصیّت کے بارے میں ایک اور قیمتی اشارہ مِلتا ہے۔ وُہ کمتر اور ادنیٰ کام کرنے پر بھی تیار تھا۔ آج کل اکثر لوگ وُہی کام کرنا چاہتے ہیں جو خوشگوار ہوں اور جِن کو سب دیکھ سکیں۔ ہمیں اُن کے لئے کتنا شکرگزار ہونا چاہیئے جو روزمرّہ کے کام خاموشی سے اور پسِ پردہ رہ کر کرتے رہتے ہیں۔ محنت کرکے اِپفردِتس نے اپنے آپ کو حلیم اور منکسر کیا۔ لیکن خُدا نے فلپیّوں باب ۲ میں اُس کی وفادار خدمت کو درج کرا کر اُسے سرفراز کیا۔ یہ بیان آنے والی ساری نسلیں پڑھتی رہیں گی۔

۲: ۲۶- مقدسین نے اِپفردِتُس کو پَولُس کی مدد کرنے کو بھیجا تھا- فاصلہ کم سے کم ۷۰۰ میل تھا- نتیجہ یہ ہُوا کہ یہ دیانت دار قاصد بیمار ہو گیا، یہاں تک کہ "وُہ بیماری سے مَرنے کو تھا" اِس وجہ سے وہ بے حد فکرمند ہو گیا- اُسے اپنی بیماری کی فکر نہ تھی، بلکہ تشویش یہ تھی کہ مقدسین کو خبر ہو گی تو وُہ اپنے آپ کو قصوروار ٹھہرائیں گے کہ ہم نے اُس کو اِس سفر پر بھیج کر اُس کی جان خطرے میں ڈال دی ہے- بے شک اِپفردِتُس میں ہمیں ایک بے لوث دِل نظر آتا ہے-

بہت سے مسیحیوں کو یہ افسوسناک عادت ہے کہ اپنی بیماری یا اپریشن کا بہت چرچا کرتے ہیں- اکثر اوقات اِن باتوں سے اپنی ذات کے لئے توجہ حاصل کرنے، خود ترسی، اپنے ہی دھیان میں رہنے اور دکھاوے وغیرہ کے گناہوں کا اظہار ہوتا ہے-

۲: ۲۷- "بیشک وُہ (اِپفردِتُس) بیماری سے مَرنے کو تھا مگر خُدا نے اُس پر رحم کیا-" یہ بیان ہمارے لئے بہت قیمتی ہے، کیونکہ اِس سے ایمان کے وسیلے سے شِفا کی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے-

۱- اوّل، بیماری ہمیشہ گناہ کا نتیجہ نہیں ہوتی- یہاں ایک ایسے شخص کا ذِکر ہے جو دیانتدارانہ خِدمت کے باعث بیمار ہو گیا (دیکھئے آیت ۳۰) ... "وُہ مسیح کے کام کی خاطر مرنے کے قریب ہو گیا تھا"-

۲- دوم- ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کئی دفعہ خُدا کی مرضی نہیں ہوتی کہ فوری اور مُعجزانہ شِفا دے- معلوم ہوتا ہے کہ اِپفردِتُس کی بیماری طُول پکڑ گئی اور شفا بتدریج ہُوئی (۲- تیمتھیس ۴: ۲۰ اور ۳- یُوحنّا ۲ بھی دیکھئے)-

۳- سوم- ہم یہ بھی سیکھتے ہیں کہ شِفا خُدا کی رحمت ہے- ہم اپنا حق جتا کر اِس کا مطالبہ نہیں کر سکتے-

پَولُس مزید کہتا ہے کہ "خُدا نے ... فقط اُس (اِپفردِتُس) ہی پر رحم نہیں کیا "بلکہ مجھ پر بھی تاکہ مجھے غم پر غم نہ ہو"- رسُول کو اپنی قید کے باعث بہت غم تھا- اگر اِپفردِتُس انتقال کر جاتا تو اُسے اضافی غم ہوتا-

۲: ۲۸- اب جبکہ اِپفردِتُس تندرست ہو گیا تھا پَولُس کو "اُس کے بھیجنے کا اَور بھی زیادہ خیال ہُوا" جب فلپیوں کا پیارا بھائی واپس اُن کے پاس پہنچے گا

تو وُہ بہُت "خُوش" ہوں گے اور پَولُس کا بھی "غم گھٹ جائیگا"۔

۲۹:۲۔ پَولُس فلپیوں کو تلقین کرتا ہے کہ "تم اُس سے خداوند میں کمال خوشی کے ساتھ مِلنا"۔ اِپفردِتُس ایک مردِ خُدا ہے اور لازم ہے کہ اُس کی "عِزّت" کی جائے۔ "مسیح کے کام" میں شریک ہونا بہُت عِزّت اور قدر کی بات ہے۔ مُقدسوں کو لازم ہے کہ اُسے تسلیم کریں۔ اور ایسا شخص خواہ کِتنا ہی قریبی اور مانُوس کیوں نہ ہو، اُس کی لائق طور پر عِزّت اور تعظیم کریں۔

۳۰:۲۔ جیساکہ پہلے بیان ہُوا اِپفرُدِتُس کی بیماری کی وجہ یہ تھی کہ وُہ "مسیح کی خاطر" انتھک محنت اور خدمت کرتا رہا تھا۔ خُداوند کی نظر میں یہ بات بہُت گرانقدر ہے۔ مسیح کی خاطر گِھس جانا اِس سے بہتر ہے کہ ہمیں زنگ لگ جائے۔ مسیح کی خِدمت کرتے ہُوئے مَرجانا اِس سے بہتر ہے کہ ہمارا شمُار بیماری یا حادثہ سے مَرنے والوں میں ہو۔

"تاکہ جو کمی تمہاری طرف سے میری خِدمت میں ہُوئی اُسے پُورا کرے"۔ کیا اِس کا مطلب ہے کہ فلپیوں نے پَولُس کی پَروا نہیں کی تھی اور کہ اِپفردِتُس نے وُہ کام کیا جو اُن کو کرنا چاہیئے تھا؟ یہ ناممکن سی بات لگتی ہے، کیونکہ فلپّی کے مُقدسین ہی نے تو اِپفرُدِتُس کو پَولُس کے پاس بھیجا تھا۔

ہمارا خیال ہے کہ یہاں اشارہ اِس "کمی" کی طرف ہے کہ چونکہ رومؔ سے فاصلہ بہُت زیادہ تھا اِس لئے فلپّی کے مُقدسین پَولُس کو مِلنے اور اُس کی مَدد کرنے کے لئے خُود نہیں آسکتے تھے۔ پَولُس اُن پر غُصّے کا اظہار نہیں کر رہا، بلکہ صِرف یہ بیان کر رہا ہے کہ اِپفرُدِتُس نے اُن کے نمائندے کی حیثیت سے وُہ کام کیا ہے جو وُہ ذاتی طور پر خُود نہیں کر سکتے تھے۔

۵۔ جھُوٹے اُستادوں کے بارے میں اِنتباہ

(۳: ۱–۳)

۱:۳۔ "غرض میرے بھائیو!" اِن الفاظ کا یہ مطلب نہیں کہ پَولُس خط کو ختم کر رہا ہے۔ مُراد یہ ہے کہ "مزید باتیں یہ ہیں۔۔۔" یہی الفاظ دوبارہ ۸:۴ میں بھی

اِستعمال ہُوئے ہیں۔

وُہ اُن کو تلقین کرتا ہے کہ "خُداوند میں خُوش رہو"۔ مسیحیوں کو "خُداوند میں" ہمیشہ خوشی حاصل ہو سکتی ہے۔ حالات خواہ کیسے بھی ہوں ایمان دار ہمیشہ "خُداوند میں خوش" رہ سکتے ہیں۔ "اُن کے گیتوں اور نغموں کا منبع اوپر آسمان میں ہے"۔ کوئی چیز اُس وقت تک ایک مسیحی کی خوشی پر اثر انداز نہیں ہو سکتی جب تک پہلے اُس سے اُس کے مُنجّی کو نہ چھین لے۔ اور ایسا ہونا ناممکن ہے۔ طبعی خوشی پر دُکھ، دَرد اور بیماری وغیرہ کا اثر ہوتا ہے۔ غرُبت اور المیئے بھی اِس پر اثر انداز ہوتے ہیں، مگر مسیحی خُوشی زندگی کی طوفانی لہروں کے اوپر تیرتی رہتی ہے۔ اِس کا ثبوت ہمیں اِس حقیقت میں نظر آتا ہے کہ پولُس قید خانے سے نصیحت اور تاکید کر رہا ہے کہ "خوش رہو"۔ یقیناً ہمیں ایسے شخص کی بات پر کان دھرنا چاہیئے۔

وُہ فلپیّوں کو "ایک ہی بات بار بار لکھنے میں" کوئی دِقت محسُوس نہیں کرتا۔ اِس لئے کہ جانتا ہے کہ اِس میں اُن کی "حفاظت ہے"۔ لیکن وُہ ایک ہی بات کِس طرح بار بار لکھ رہا ہے؟ کیا اِس کا اشارہ پہلی بات کی طرف ہے کہ "خُداوند میں خوش رہو" یا اگلی بات کی طرف جِس میں وُہ اُن کو ایسے لوگوں سے خبردار کرتا ہے جو یہُودی رسموں پر چلنے کی تعلیم دیتے ہیں؟ ہمیں یقین ہے کہ مُراد اِسی دُوسری بات سے ہے۔ آیت ۲ میں وُہ تین دفعہ "خبردار رہو" کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ وُہ بات کو دُہرانے میں "دِقّت" محسُوس نہیں کرتا لیکن فلپیّوں کے لئے اِس میں حقیقی حفاظت ہے۔

۲:۳ – "کُتّوں سے خبردار رہو۔ بدکاروں سے خبردار رہو۔ کٹوانے والوں سے خبردار رہو"۔ غالباً تینوں باتوں کا اِشارہ آدمیوں کے ایک ہی گروہ کی طرف ہے۔ یعنی وُہ جھُوٹے اُستاد جو مسیحیوں کو یہُودیت کے آئین و احکام کے ماتحت لانا چاہتے تھے اور یہ تعلیم دیتے تھے کہ راست بازی صِرف شریعت کی پابندی اور رسُومات کی پیروی سے حاصِل ہو سکتی ہے۔

اوّل تو رسُول اُن کو "کُتوں" کے نام سے یاد کرتا ہے۔ "کُتّے" ناپاک جانور سمجھے جاتے تھے۔ اور یہودی یہ لفظ غیر قوموں کے لئے اِستعمال کیا کرتے تھے۔ کُتّے تو بے گھر جانور ہوتے ہیں۔ گلیوں میں آوارہ گھُومتے رہتے ہیں۔ اور گندگی کے ڈھیروں

سے خوراک تلاش کرتے پھرتے ہیں ۔ لیکن یہاں پَولُس پلٹ کر یہ لفظ اُن جھُوٹے یہُودی استادوں کے لئے استعمال کرتا ہے جو کلیسیا کو خراب کر رہے تھے ۔ دراصل وُہ کلیسیا سے باہر تھے اور رسُومات اور شعائر کی پابندی پر زِندگی گزُارنے کی کوشش کرتے تھے ۔ وُہ میز پر سے گِرے ہوُئے ٹکڑے چن رہے تھے، حالانکہ اُن کو موقع تھا کہ میز پر بیٹھ کر ضیافت میں شریک ہوں ۔

دوم ۔ پَولُس اُن کو "بَدکاروں" کا نام دیتا ہے ۔ وہ دعویٰ کرتے تھے حقیقی اور سچّے ایمان دار ہونے کا مگر مسیحی رفاقت میں اِس لئے آشامل ہوُئے تھے کہ اپنی جھُوٹی تعلیم کو پھیلائیں ۔ اُن کے کام کا انجام صِرف بُرا ہی ہو سکتا تھا ۔

سوم ۔ پھر پَولُس اُن کو "کٹوانے والوں" کا نام بھی دیتا ہے ۔ یہ طنز ہے کہ وُہ ختنہ کروانے پر زور دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ختنہ کے بغیر کوئی شخص نجات نہیں پا سکتا ۔ لیکن اُن کا زور صِرف لغوی معنوں میں جِسمانی ختنہ پر تھا ۔ اُن کو رُوحانی مطلب سے کوئی سروکار نہیں تھا ۔ ختنہ جِسمانی اِعتبار سے مَوت کی علامت ہے ۔ اِس کا مطلب ہے کہ جِسمانی فِطرت کے دعوؤں کو کوئی اہمیّت نہ دی جائے ۔ وُہ ختنے کے جِسمانی عمل پر تو زور دیتے تھے لیکن جِسمانی خواہشات کی پیروی میں بے لگام تھے ۔ دِلی طور سے یہ قائلیّت نہ تھی کہ جِسم کو صلیب پر لٹکا کر مار ڈالا گیا ہے ۔ پَولُس کہہ رہا ہے کہ وہ جِسم کو کٹوانے والے ہیں جو ظاہرا رسم اور باطنی مطلب میں اِمتیاز نہیں کرتے ۔

۳:۳ ۔ پَولُس کہتا ہے کہ اُن کے مقابل "مختوُن تو ہم ہیں" یعنی "مختون" تو سچے ایمان دار ہیں ۔ وہ نہیں جو اتفاق سے یہُودی والدین کے ہاں پیدا ہو گئے یا جن کا لغوی معنوں میں ختنہ ہوُا ۔ "مختوُن" تو دراصل وُہ ہیں جن کو معلوم ہے کہ جِسم کا کچھ فائدہ نہیں اور احساس رکھتے ہیں کہ خُدا کی نظر میں مقبول ٹھہرنے کے لئے اِنسان اپنی طاقت سے کچھ نہیں کر سکتا ۔ اِس کے بعد پَولُس حقیقی مختونوں کی تین اہم خصُوصیات بیان کرتا ہے ۔

۱ ۔ وہ "خُدا کے رُوح کی ہدایت سے عبادت کرتے ہیں" ۔ یعنی اُن کی عبادت حقیقی رُوحانی عبادت ہوتی ہے ۔ وُہ فقط رسومات کی پابندی نہیں

کرتے۔ حقیقی عبادت میں اِنسان ایمان کے وسیلے سے خُدا کی حضوری میں آتا ہے اور اپنی محبّت، حمد و ستائش، تمجید و ثنا اُنڈیل دیتا ہے۔ وُہ دِل سے اطاعت گزار ہوتا ہے۔ لیکن جِسمانی عبادت خوبصورت عمارات، رسوماتی فرنیچر، پُرتکلّف رسُومات، کاہنوں کے چمکیلے بھڑکیلے ملبُوسات اور ایسی باتوں کا سہارا لیتی ہے جو جذبات کو اچھی لگتی ہوں۔

۲۔ حقیقی ختنہ میں شامِل لوگ "مسیح یسوؔع پر فخر کرتے ہیں"۔ اُن کے فخر کی بُنیاد صِرف یسوؔع مسیح ہوتا ہے۔ وُہ ذاتی کامیابیوں، اپنے ثقافتی پَس منظر یا رسُومات کی وفاداری سے پابندی پر ہرگز فخر نہیں کرتے۔

۳۔ حقیقی مختون لوگ "جِسم کا بھروسا نہیں کرتے"۔ وہ نہیں سوچتے کہ ہم جِسمانی کوششوں سے نجات حاصِل کر سکتے ہیں یا نجات پا لینے کے بعد اپنی طاقت سے اِس میں قائم رہ سکتے ہیں۔ وُہ اپنی آدمؔ والی فِطرت سے کِسی بھلائی کی توقع نہیں رکھتے۔ اِس لئے جب اُن کو جِسم سے کُچھ حاصِل نہیں ہوتا تو اُنہیں مایُوسی نہیں ہوتی۔

۶۔ پَولُسؔ مسیح کی خاطر اپنی میراث اور ذاتی کامیابیوں سے دستبردار ہوتا ہے

(۳: ۴۔ ۱۴)

۳: ۴۔ جب پَولُسؔ سوچتا ہے کہ یہ لوگ اپنی جسمانی برتری اور کامیابیوں پر کِس طرح اِتراتے اور فخر کرتے ہیں تو بے شک وُہ مُسکرائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر وُہ فخر کر سکتے اور ڈینگیں مار سکتے ہیں تو پَولُسؔ کیوں فخر نہیں کر سکتا۔ وہ کہتا ہے کہ "مَیں تو جِسم کا بھی بھروسا کر سکتا ہُوں"۔ اگلی دو۲ آیات میں وُہ دِکھاتا ہے کہ جن باتوں پر دُنیادی آدمی عام طور پر فخر کرتے ہیں اور اپنا اثاثہ سمجھتے ہیں میں خود اُن میں کیسی نمایاں برتری رکھتا ہُوں۔ وُہ تو اُس طبقۂ شُرفا سے تعلق رکھتا تھا جہاں لوگ بڑے بڑے خواب دیکھتے اور بڑی بڑی آرزوئیں رکھتے اور بُلند آہنگ منصوبے

باندھتے ہیں ۔

اِن دو آیات کے بارے میں ایک مُفسّر کہتا ہے کہ "یہاں خُود کو راست باز سمجھنے والے فریسی کے سارے مالِ تجارت کی فہرست دَرج ہے ۔ وُہ گندی دھجّیوں کو سرِعام دِکھانے میں اور اُن کا مظاہرہ کرنے میں خوشی محسُوس کرتا ہے" ۔

غور کریں کہ پَولُس کِن کِن باتوں پر فخر کرنے کا ذِکر کرتا ہے ۔ حَسب نسب (آیت ۵ ا) ، راسخ العقیدہ ہونا (آیت ۵ ب) ، کارنامے (آیت ۶ ا) ، اخلاقی برتری (آیت ۶ ب) ۔

۳:۵ ۔ یہ رہی پَولُس کی جسمانی اور نفسانی برتری اور فوقیت کی باتوں کی فہرست:

"آٹھویں دِن میرا ختنہ ہُوا" ۔ وُہ پیدائشی یہُودی تھا ۔ وُہ کِسی دُوسرے مذہب سے یہُودیت میں نہیں آیا تھا ۔

"اِسرائیل کی قوم ... سے ہُوں" ۔ اِس دُنیا میں خُدا کی برگزیدہ (چُنی ہُوئی) قوم کا رُکن ۔

"بنیمین کے قبیلہ کا ہُوں" ۔ اِس قبیلے کو شرفا اور رؤسا میں سردار سمجھا جاتا تھا (قضاۃ ۵:۱۴) ۔ اِسی قبیلے سے اِسرائیل کا پہلا بادشاہ بھی ہُوا ۔

"عبرانیوں کا عبرانی ... ہُوں" ۔ وُہ قوم کے اُس گروہ سے تعلق رکھتا تھا جس نے اپنی قدیم اور اصل زبان ، رسُومات اور شعائر کو قائم رکھا ہُوا تھا ۔

"شریعت کے اعتبار سے فریسی ہُوں" ۔ فریسی نہایت راسخ الاِعتقاد تھے ، جبکہ صدُوقیوں نے قیامت کے عقیدے کو ماننا چھوڑ دیا تھا ۔

۳:۶ ۔ "جوش کے اعتبار سے کلیسیا کا ستانے والا ... تھا" ۔ اُس وقت پَولُس سچّے دِل سے سوچتا تھا کہ مَیں خُدا کی خِدمت سرانجام دے رہا ہُوں ۔ "اُس وقت" سے مُراد وہ زمانہ ہے جب پَولُس مسیحی "طریق" پر چلنے والوں کا صفایا کرنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا ۔ وُہ اُن کو اپنے مذہب کے لئے خطرہ سمجھتا تھا ۔ اِس لئے محسُوس کرتا تھا کہ اُن کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہئے ۔

"شریعت کی راستبازی کے اعتبار سے بے عیب تھا" ۔ اِس کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ پَولُس نے شریعت کی کامل پابندی کی تھی ۔ رومیوں ۷

باب کی ۹، ۱۰ آیات میں وُہ اعتراف کرتا ہے کہ ایسا نہیں تھا۔ وُہ اپنے لیئے "بے گناہ" نہیں بلکہ "بے عیب" کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ ہم صِرف یہی نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ پَولُس جب بھی شریعت کی کسی بات کی خلاف ورزی کر بیٹھتا تھا تو بڑی احتیاط سے مطلوبہ قربانی چڑھاتا تھا۔ دُوسرے لفظوں میں وُہ پوری لگن، توجہ اور احتیاط کے ساتھ یہودیت کے قواعد اور آئین کو حرف بہ حرف پُورا کرنے کی کوشش کرتا تھا۔

چنانچہ جہاں تک حسب نسب، نسل، راسخ العقیدگی، جوش اور ذاتی راستبازی کا تعلق ہے ترسیس کا ساؤل ایک نمایاں اور فائق آدمی تھا۔

۷:۳ - لیکن اب پَولُس ان تمام باتوں سے دستبردار ہوتا ہے۔ وُہ اپنے "نفع نقصان کا کھاتہ" پیش کرتا ہے۔ ایک طرف وہ متذکرہ بالا چیزوں کی فہرست رکھتا ہے۔ یہ چیزیں اُس کے "نفع کی تھیں"۔ دُوسری طرف وُہ صِرف ایک لفظ "مسیح" درج کرتا ہے۔ جو خزانہ اُس کو "مسیح" میں مِلا ہے اُس کے مُقابلے میں وُہ ساری چیزیں "کُچھ نہیں" ثابت ہوتی ہیں۔ وُہ اِن "سب چیزوں کو نقصان سمجھتا" ہے۔ گائے کِنگ کہتا ہے "سارا مالی نفع، سارا مادی نفع، سارا جسمانی نفع، سارا ذہنی نفع، سارا اخلاقی نفع، سارا مذہبی نفع ـــــ اُس عظیم ترین نفع کے مُقابلے میں یہ کوئی نفع نہیں ہیں"۔

جب تک وُہ اِن ساری چیزوں پر بھروسا کرتا رہا وہ کبھی نجات نہیں پا سکا تھا اور جب بالآخر نجات مِل گئی تو یہ ساری چیزیں بے معنی ہو کر رہ گئیں، اِس لئے کہ اُس نے خُداوند کا جلال دیکھ لیا تھا۔ اِس کے بالمقابل باقی سارے جلال ہیچ اور "کُچھ نہیں" نظر آتے تھے۔

۸:۳ - نجات کے لئے مسیح کے پاس آنے میں پَولُس نے اُن "سب چیزوں" کو چھوڑ دیا بلکہ ہیچ سمجھا کیونکہ "مسیح یسوع کی پہچان کی بڑی خُوبی" کے سامنے وُہ بالکل بے حقیقت ہیں۔ "پہچان کی بڑی خُوبی"۔ یہ عبرانی انداز ہے، 'خُوب پہچان' یعنی 'عُمدہ ترین عرفان' کو بیان کرنے کا۔ اِس پہچان کی خُوبی سے کوئی چیز اعلیٰ اور فائق ہو ہی نہیں سکتی۔

نسل، حسب نسب، قومیت، ثقافت، اقبال مندی، تعلیم، مذہب،

شخصی کامیابیاں ـــــــ رسُول نے فخر کی اِن ساری بنیادوں کو ترک کر دیا، بلکہ "اُن کو کُوڑا سمجھتا" ہے "تاکہ مسیح کو حاصل" کرے۔

اگرچہ اِس آیت اور اگلی آیت میں فعل حال اِستعمال ہُؤا ہے، لیکن اساسی طور پر پَولس ماضی میں اُس وقت کو دیکھ رہا ہے جب اُس کی تبدیلی ہُوئی تھی اور وُہ یسوع مسیح پر ایمان لایا تھا۔ اُس کو بچپن سے بہُت سی باتوں کی تعلیم دی گئی تھی اور اُن کو وہ نہایت قیمتی سمجھتا تھا، مگر "مسیح کو حاصِل" کرنے کی خاطر اُسے اُن ساری باتوں کو ترک کرنا پڑا۔ اگر وُہ مسیح کو "نفع" سمجھ کر حاصِل کرنا چاہتا تو لازم تھا کہ وُہ اپنے آبائی مذہب، اور خاندانی ورثہ اور اپنی شخصی کامیابیوں کو خیرباد کہہ دے۔

چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا بھی! اُس نے یہودیت سے کامل قطع تعلق کر لیا، کیونکہ اُس میں نجات کی امید نہیں ہے۔ اِس وجہ سے اُس کے رشتہ داروں نے اُسے جائیداد سے بے دخل کر دیا اور اُس کے ہموطن اُس پر ظُلم و تشدُّد کرنے لگے۔ اُس نے مسیحی ہو کر حقیقی معنوں میں "سب چیزوں کا نقصان اُٹھایا"۔

چونکہ آیت ۸ میں فعل حال اِستعمال ہُؤا ہے اِس لئے یُوں محسُوس ہوتا ہے کہ پَولُس ابھی تک "مسیح کو حاصِل" کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اُس نے مسیح کو اُسی وقت حاصِل کر لیا تھا جب اُس نے پہلی دفعہ اُس کو اپنا خُداوند اور مُنجی تسلیم کیا تھا۔ فعل حال کا اِستعمال ظاہر کرتا ہے کہ اُس کا رویّہ اب بھی وُہی ہے۔ وُہ "سب چیزوں" کا مُقابلہ خُداوند یسوع کے عرفان کے ساتھ کرتا ہے تو اَب بھی "اُن کو کوڑا سمجھتا" ہے "تاکہ مسیح کو حاصِل کروں"۔ وُہ سونا یا چاندی یا مذہبی شہرت اور ناموری نہیں بلکہ صِرف "مسیح" کو حاصِل کرنا چاہتا ہے۔

۹:۳۔ "اور اُس میں پایا جاؤُں"۔ یہاں بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ پَولُس ابھی تک کوشش کر رہا ہے کہ "مسیح میں پایا جاؤں"۔ دراَصل وُہ ماضی میں اُس وقت کو دیکھ رہا ہے جب نجات پانے سے پہلے اُسے ایک عظیم فیصلہ کرنے کا سامنا تھا کہ نجات پانے کے لئے اپنی ساری کوششیں ترک کر دے اور صِرف مسیح پر بھروسا کرے۔ جونہی وُہ خُداوند یسوع پر ایمان لایا اُس کو خُدا کے حضوُر ایک نئی حیثیت

حاصل ہو گئی۔ اب وہ گناہ آلودہ آدم کی اولاد نہ رہا۔ اب وہ "مسیح میں" ہو گیا اور اُسے وہ تمام مہربانیاں بھی حاصل ہو گئیں جو خدا باپ کے حضور مسیح کو حاصل ہیں۔

پہلے وہ شریعت کی پابندی کے وسیلے سے راستبازی حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا، مگر اب اُس نے اپنی راست بازی کی گندی دھجیوں کو بھی دُور پھینک دیا۔ اُن کا انکار کر دیا اور خدا کی "اُس راست بازی" کو چُن لیا جو ہر اُس شخص کو عطا ہوتی ہے جو نجات دہندہ کو قبول کر لیتا ہے۔ یہاں راستبازی کا ذکر ایک لباس یا ڈھانکنے کی چیز کے طور پر ہوا ہے۔ انسان کو راستبازی کی ضرورت ہے تاکہ خدا کے حضور کھڑا ہو تو مقبول ٹھہر سکے۔ لیکن انسان بذات خود یہ راستبازی پیدا نہیں کر سکتا۔ اِس لئے اپنے فضل سے 'اپنی' "راست بازی" اُن افراد کو عطا کرتا ہے جو اُس کے بیٹے کو اپنا خداوند اور منجی قبول کرتے ہیں۔ "جو (مسیح) گناہ سے واقف نہ تھا اُسی کو اُس (خدا) نے ہمارے واسطے گناہ ٹھہرایا، تاکہ ہم اُس میں ہو کر خدا کی راست بازی ہو جائیں" (۲۔کرنتھیوں ۵:۲۱)۔

ہم ایک دفعہ پھر اِس حقیقت پر زور دینا چاہتے ہیں کہ آیات ۸ اور ۹ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پولس کو تا حال خدا کی راستبازی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جب دمشق کی راہ پر اُس کی تبدیلی ہوئی اُسی وقت خدا کی راست بازی اُس کی ملکیت ہو گئی تھی۔ لیکن فعل حال کا استعمال یہ ظاہر کرتا ہے کہ اُس کے اثرات و نتائج اب تک جاری ہیں اور پولس سمجھتا ہے کہ مسیح اُن ساری چیزوں سے زیادہ قیمتی اور گراں قدر ہے جو اُس نے اب تک چھوڑ دی ہیں۔

۳:۱۰۔ اِس آیت میں ہمیں پولس رسول کی سب سے بڑی آرزو دھڑکتی ہوئی نظر آتی ہے۔

بیشتر لوگ اِس آیت کو رُوحانی معنی دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ مُراد یہ ہے کہ "دُکھوں ... موت" اور "مُردوں میں سے جی اُٹھنے" کے الفاظ لغوی معنوں میں استعمال نہیں ہوئے، بلکہ خاص رُوحانی تجربات کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوئے ہیں، مثلاً ذہنی اذیت، اپنی ذات یا خودی کے اعتبار سے مر جانا، اور جی اُٹھی زندگی بسر کرنا وغیرہ۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس آیت کو لغوی معنوں میں سمجھنا چاہئے۔ پولس کہہ رہا ہے کہ مَیں اُسی انداز میں زندہ رہنا (زندگی بسر کرنا) چاہتا ہوں جیسے مسیح رہتا تھا۔

کیا یسوع نے دُکھ سہے؟ پولس بھی دُکھ سہنا چاہتا ہے۔ کیا یسوع مر گیا؟ تو پولس بھی مسیح کی خدمت میں شہادت کی موت مرنا چاہتا ہے۔ کیا یسوع مُردوں میں سے جی اُٹھا؟ تو پولس بھی ایسا ہی کرنا چاہتا ہے۔ اُس کو احساس ہے کہ نوکر مالک سے بڑا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اُس کی آرزو ہے کہ مَیں "دُکھوں میں"، "موت میں" اور "مُردوں میں سے جی اُٹھنے" میں مسیح کی پیروی کروں۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ سارے لوگ اِس نظریہ کو اپنائیں، بلکہ صرف یہ کہتا ہے کہ میرے لئے کوئی دُوسرا راستہ نہیں ہے۔

"مَیں اُس کو ... معلوم کروں"۔ "اُس کو معلوم" کرنے کا مطلب ہے کہ اُس کے ساتھ روز بروز ایسا عملی اور قریبی تعلق اور واقفیت پیدا کرنا کہ رسُول خود مسیح کے مشابہ ہو جائے۔ وہ چاہتا ہے کہ میرے اندر مسیح کی زندگی پیدا ہو جائے۔

"اُس کے جی اُٹھنے کی قدرت"۔ وہ "قدرت" جس نے خداوند کو مُردوں میں سے زندہ کیا۔ صحائف میں اِس کو قدرت کا وہ عظیم ترین مظاہرہ کہا گیا ہے جو اِس کائنات نے کبھی نہ دیکھا ہو (افسیوں ۱: ۱۹، ۲۰)۔ معلوم ہوتا ہے کہ بدی کے سارے لشکر یسوع کے بدن کو قبر میں رکھنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ خُدا کی بڑی قدرت نے ابلیس کے تمام لشکر کو شکستِ فاش دی اور خُداوند یسوع کو تیسرے دِن مُردوں میں سے زندہ کیا۔ یہی "قدرت" اِیمان داروں کو بھی مہیا کی گئی ہے (افسیوں ۱: ۱۹) اور ایمان کے وسیلے سے حاصل ہوتی ہے۔ پولس اپنی زندگی اور گواہی میں اِسی قدرت کا تجربہ کرنے کی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔

"اُس کے ساتھ دُکھوں میں شریک ہونے کو معلوم کروں"۔ مسیح کی خاطر دُکھ اُٹھانے کے لئے الٰہی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِسی لئے پولس نے "اُس کے ساتھ جی اُٹھنے کی قدرت" کا بیان پہلے کیا ہے اور "دُکھوں میں شریک ہونے" کو بعد میں رکھا ہے۔

خُداوند کی زندگی میں دُکھ اُٹھانا، جلال پانے سے پہلے تھا۔ چنانچہ پولس کی زندگی میں بھی ایسا ہی ہونا چاہئے۔ ضرور ہے کہ وہ مسیح کے "دُکھوں میں شریک" ہو۔ وہ جانتا ہے کہ میرے دُکھ کفّارہ دینے کے بالکل قابل نہیں۔ یہ خاصیّت صرف مسیح کے دُکھوں کی ہے۔ لیکن وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اگر مَیں دُنیا میں آسائش،

آرام اور عیش کی زندگی گزارتا ہوں تو یہ میرے ایمان اور میری گواہی سے مطابقت نہیں رکھے گی، کیونکہ دُنیا میں تو خداوند کو رد کیا گیا، کوڑے مارے گئے اور صلیب پر لٹکا دیا گیا"۔ پولس صرف کوہِ زیتون پر حاصل شدہ فتحمندی میں شریک ہو کر مطمئن نہیں، بلکہ وہ گتسمنی کی جاں کنی اور احساسِ تنہائی کا کچھ مزہ بھی چکھنا چاہتا ہے"۔

"اُس کی موت سے مشابہت پیدا کروں"۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا اِس کی تشریح عموماً یہ کی جاتی ہے کہ پولس مصلوب زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ وہ عملی طور پر گناہ، خودی اور دُنیا کے اعتبار سے مر جانا چاہتا ہے۔ لیکن ہم محسوس کرتے ہیں کہ یہ تشریح اِس آیت سے "چونکا دینے" یا "دھچکا لگانے" کی قوت کو چھین لیتی ہے۔ بے شک اِس کا مطلب یہ بھی ہے۔ لیکن اِس سے بہت زیادہ بھی ہے۔ پولس اُس ہستی کا دلی پیروکار تھا جس نے کلوری کی صلیب پر اپنی جان قربان کی۔ صرف اتنا ہی نہیں۔ جب کلیسیا کے پہلے مسیحی شہید نے موت کو گلے لگایا اُس وقت بھی پولس وہاں موجود تھا، بلکہ وہ اُس کے قتل کرنے میں شامل اور شریک تھا! ہمیں یقین ہے کہ پولس رسول بھی اِسی طرح اپنی زندگی اور جان کو انڈیل دینا چاہتا ہے۔ شاید اُسے محسوس ہوتا ہے کہ اگر مَیں شہادت کی راہ کی بجائے کسی اور طرح آسمان پر پہنچا تو ستفنس سے ملاقات کے وقت شرمندہ ہونا پڑے گا۔ جووٹ کہتا ہے:

> بہت سے مسیحی ایسی زندگی بسر کرنے میں مطمئن رہتے ہیں جس میں "خون بہانے" کی نوبت نہ آتی ہو۔ جس چیز کو وہ بآسانی الگ کر سکتے ہیں اُسے خیرات کہتے ہیں۔ اُن کے نذرانے دراصل فالتو چیزیں ہوتی ہیں۔ اُن کو دے دینے سے کوئی 'خون' نہیں بہتا۔ وہ اُس وقت تک قربانیاں دیتے ہیں جب تک 'جان' محفوظ رہے۔ جب واقعی اہم چیز کا مطالبہ ہو تو وہ کہیں نظر نہیں آتے۔ ہر فاتحانہ موقع پر وہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ وہ رنگین آسائشوں پر بڑی خوشی سے تھوڑا بہت پیسہ خرچنے کو تیار رہتے ہیں۔ مثلاً بینرز، جھنڈیاں، کھجور کی شاخیں — لیکن جب خوشی اور "ہیلیلویاہ" کے نعرے بدل کر بدشگون خطرہ بن جاتے

ہیں، اور سامنے کلوری دِکھائی دینے لگتی ہے، تو وہ چھپ کر محفوظ مقام کا رُخ اختیار کر لیتے ہیں۔

لیکن یہاں ایک رسُول ہے جو بڑی خوشی کے ساتھ اِس اَشدّ ترین اور زبردست مُطالبے کی راہ دیکھ رہا ہے۔ بلکہ وُہ بے صبر دکھائی دیتا ہے کہ بادشاہی کی خِدمت میں میرے خُون کے قطرے بہنے لگیں! اور آرزُو مند اور مشتاق ہے کہ اگر ضُرورت پڑے تو سارا خُون انڈیل دے!

اِسی انداز میں ہڈسن ٹیلر رقمطراز ہے:

ضرُورت ہے کہ دُنیا کی زِندگی کے لئے ہم اپنے آپ کو دے دیں ... پھل لانے کے لئے صلیب اُٹھانی ہوتی ہے۔ "جب تک گیہوں کا دانہ زمین میں گِر کر مر نہیں جاتا، اکیلا رہتا ہے"۔ ہم جانتے ہیں کہ خُداوند یسوع کس طرح پھلدار بنا ـــ اپنی صلیب کو صِرف اُٹھا کر نہیں، بلکہ اُس پر مر کر ـــ کیا ہمیں اُس کے ساتھ ایسی ہی رفاقت حاصِل ہے؟ مسیح دو نہیں ہیں ـــ آرام طلب مسیحیوں کے لئے ایک آرام دہ مسیح ـــ اور دُوسرے مسیحیوں کے لئے ایک محنتی اور مُشقّت کرنے والا مسیح ـــ مسیح صرف ایک ہی ہے۔ کیا ہم تیار ہیں کہ اُس میں رہ کر پھل لانے والے بنیں؟

اور سی۔ اے۔ کوٹس کہتا ہے:

پَولُس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ جلال میں مسیح کو جانے۔ اور یہ خواہش تڑپ پیدا کرتی ہے کہ جس جگہ وُہ (مسیح) ہے وہاں اُس کے پاس پہنچ جائے۔ اِس لئے جو دِل اُس کے لئے تڑپتا ہے جِبلّی طور پر اُسی راہ پر چلنے کی آرزُو کرتا ہے جِس پر وُہ چل کر جلال کو پہنچا۔ دِل سُوال کرتا ہے کہ "وُہ اِس جلال کو کیسے پہنچا؟" کیا مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے وسیلے سے؟ اور کیا دُکھ اُٹھانا اور موت، جی اُٹھنے سے لازماً پہلے نہیں آتے ہیں؟ چنانچہ دِل کہتا ہے "مجھے اِس سے زیادہ خُوشی کِسی بات سے نہیں ہو گی کہ جی اُٹھنے کے جلال میں اُس تک پہنچوں اور اُسی راستے پر چلوں جِس سے ہو کر وُہ وہاں پہنچا ہے"۔ یہ شہید کا جذبہ ہے ـــ

پولُس بھی شہید کی طرح دکھوں اور موت کی راہ پر چلنا چاہتا تھا تاکہ اُسی راہ سے ہوکر جلال کو پہنچے جس پر وُہ مبارک ہستی چلتی تھی جس نے اُس کا دِل جیت لیا تھا ۔

۳ : ۱۱ ۔ یہاں بھی ہمیں تشریح میں مشکل پیش آتی ہے ۔ کیا اِس آیت کو بھی لفظی معنوں میں سمجھیں یا اِس میں رُوحانی معنی تلاش کریں ؟ اِس کی کئی تشریحات پیش کی جاتی ہیں ۔ ہم تین ۳ اہم تشریحات یہاں بیان کرتے ہیں :

۱ ۔ پولُس کو اِس بات کی تسلی نہیں تھی کہ مجھے مُردوں میں سے زِندہ کیا جائے گا ۔ اِس لئے وُہ دِل وجان سے کوشش کر رہا تھا کہ مجھے جی اُٹھنے میں شامِل ہونے کا یقین ہو جائے ۔ یہ نظریہ بالکُل ناممکن نظر آتا ہے ۔ پولُس ہمیشہ یہ تعلیم دیتا تھا کہ قیامت اِنسانی اعمال سے نہیں بلکہ فضل سے ہے ۔ علاوہ ازیں وُہ اِس حتمی اِعتماد کا اظہار بھی کرتا رہتا تھا کہ مَیں قیامت میں شامِل ہُوں گا (۲ ۔ کرنتھیوں ۵ : ۱ ۔ ۸) ۔

۲ ۔ یہاں پولُس جسمانی قیامت کا ذِکر ہرگز نہیں کر رہا ، بلکہ اِس خواہش کا بیان کر رہا ہے کہ اِس دُنیا ہی میں جی اُٹھی زِندگی بسر کرے ۔ اکثر مُفسّرین اِس تشریح پر اِتفاق کرتے ہیں ۔

۳ ۔ پولُس جسمانی قیامت کا ذِکر کر رہا ہے ، لیکن کسی ایسے شک کا ذِکر نہیں کر رہا کہ مَیں اِس قیامت میں شامِل ہُوں گا ، بلکہ یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے اُن دکھوں کی پروا نہیں جو اِس قیامت تک پہنچنے کی راہ میں آتے ہیں ۔ وُہ سخت ترین آزمائشوں اور ایذاؤں کو برداشت کرنے کو تیار ہے ۔ موجُودہ وقت اور قیامت کے درمیان جو کچھ بھی پیش آئے وُہ اُس کو سہنے کے لئے تیار ہے ۔ "تاکہ کسی طرح" یہ الفاظ کسی شک کا اظہار نہیں کرتے (دیکھئے اعمال ۲۷ : ۱۲ ؛ رومیوں ۱ : ۱۰ ؛ ۱۱ : ۱۴) بلکہ اُسی زبردست آرزو یا توقع کو ظاہر کرتے ہیں جو کسی قیمت کو خاطر میں نہیں لاتی ۔

ہم تیسری تشریح سے اِتفاق کرتے ہیں ۔ پولُس مسیح کے مُشابہ ہونا چاہتا تھا ۔ مسیح نے دُکھ اُٹھایا ، مر گیا اور مُردوں میں سے جی اُٹھا تھا ۔ اور پولُس بھی اپنے لئے اِس سے

بڑھ کر کچھ نہیں چاہتا تھا۔ بائبل کی اِن آیات میں بڑی تیز کاٹ پائی جاتی ہے۔ ہم اپنی آرام طلبی، عیش کوشی اور آسائش پرستی کی خواہش کے باعث اِس کاٹ اور تیزی کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ کیا بہتر نہ ہوگا کہ ہم اِن کو لفظی معنوں میں اپنائیں؟ البتہ اگر بائبل کے دِیگر حِصّوں کی روشنی میں کچھ اَور تفسیر مُمکن ہو تو دُوسری بات ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے ہمیں غور کرنے کی ضرورت ہے کہ پَولُس رسُول "مُردوں میں سے' جی اُٹھنے" کی بات کر رہا ہے۔ یہ تمام مُردوں کے جی اُٹھنے کی بات نہیں ہے' بلکہ یہاں ایسی قیامت کا ذِکر ہے جِس میں کچھ مُردے زندہ کِئے جائیں گے باقی قبروں ہی میں رہیں گے۔ ۱۔ تھسلنیکیوں ۴ : ۱۳ - ۱۸ اور ۱۔ کرنتھیوں ۱۵ : ۵۱ - ۵۷ سے ہم کو معلوم ہے کہ مسیح کی آمد پر ایمان دار زِندہ کِئے جائینگے (کچھ تو فضائی اِستقبال کے وقت اور کچھ بڑی مُصیبت کے بعد) لیکن باقی مُردے مسیح کی زمین پر ہزار سالہ بادشاہی تک زِندہ نہیں کئے جائیں گے (دیکھئے مکاشفہ ۲۰ : ۵)۔

۳ : ۱۲ - پَولُس رسُول یہ نہیں سمجھتا کہ "مَیں ۔۔۔ کامِل ہو چُکا ہُوں"۔ "کامِل ہو چُکا" کا تعلق پِچھلی آیت میں 'جی اُٹھنے' کے ساتھ نہیں، بلکہ مسیح کے ساتھ مشابہ ہونے کے پُورے مضمون کے ساتھ ہے۔ پولُس کا تصوّر یہ نہیں کہ بے گناہی کی حالت حاصِل کرنا یا زِندگی میں اُس مقام پر پہنچنا مُمکن ہے جہاں آگے اَور ترقّی مُمکن نہیں۔

چنانچہ وُہ دِل وجان سے آگے بڑھتا چلا جاتا ہے تاکہ اُس میں وُہ مقصد پُورا ہو جِس کے لِئے خُداوند یسُوع نے اُس کو نجات دی تھی۔

"مسیح یسُوع نے" اُس کو دمشق کی راہ پر "پکڑا تھا" اور سمجھا دیا تھا کہ میری تیرے ساتھ اِس زبردست مُلاقات کا کیا مقصد ہے۔ مقصد یہ تھا کہ اب سے پولُس ایک نمونے کا مُقدّس بنے تاکہ خُدا اُس کے وسیلے سے دِکھا سکے کہ مَیں ایک انسانی زِندگی میں کیا کچھ کر سکتا ہُوں۔ ابھی تک پَولُس پُورے طور پر مسیح کے مشابہ نہیں ہو چُکا، یہ عمل جاری ہے اور پولُس کی دِلی آرزو تھی کہ خُدا کے فضل کا یہ کام جاری رہے اور گہرا ہوتا چلا جائے۔

۳ : ۱۳ - اِس شخص نے جو کچھ بھی مادی چیزیں اُسے حاصِل تھیں اُن پر قناعت کرنا سیکھا تھا (۴ : ۱۱)۔ لیکن وُہ اپنے رُوحانی حاصلات پر کبھی مُطمئِن نہیں ہوتا۔

وُہ خُود کو اُن لوگوں میں شمار نہیں کرتا جو "پہنچ چُکے" ہیں، یعنی اپنی منزل پا چُکے ہیں۔ وُہ ایسا "گمان" بھی نہیں کرتا۔

"بلکہ صرف یہ کرتا ہُوں"۔ وُہ ایسا شخص تھا جس کے سامنے ایک ہی مقصد ہوتا ہے۔ اُس کا ایک ہی نشانہ اور ایک ہی عزم تھا۔ اِس بات میں وُہ داؤد کی مانند نظر آتا ہے جس نے کہا ہے کہ "مَیں نے خُداوند سے ایک درخواست کی ہے، مَیں اُسی کا طالب رہوں گا" (زبور ۲۷ : ۴)۔

"جو چیزیں پیچھے رہ گئیں اُن کو بھُول کر..." اِن سے مُراد صرف اُس کے گُناہ اور ناکامیاں ہی نہیں بلکہ اُس کے اعزازات، اِستحقاق، حصُولات اور کامیابیاں بھی ہیں۔ اِن کا ذِکر وُہ اِس باب میں پہلے کر چُکا ہے، مزید برآں اُس کی رُوحانی فتُوحات بھی اِس میں شامِل ہیں۔

"آگے کی چیزوں کی طرف بڑھا ہُوا... جاتا ہُوں"۔ اِن سے مُراد مسیحی زِندگی کے اعزاز واِستحقاق اور ذمّہ داریاں ہیں۔ اِن میں عبادت گزاری، خِدمت گُزاری اور شخصی مسیحی کردار کی ترقی سبھی کُچھ شامِل ہے۔

۳ : ۱۴۔ پَولُس خُود کو دَوڑ میں دَوڑنے والے کے رُوپ میں دیکھتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ مَیں ہر مُمکن کوشش کرتا ہُوں اور "نشان کی طرف دَوڑا ہُوا جاتا ہُوں تاکہ اُس انعام کو حاصِل کروں جس کے لئے خُدا نے مجھے مسیح یسوع میں اُوپر بُلایا ہے"۔

"نشان"۔ مُراد وُہ نشان ہے جو دَوڑنے کے فاصلے کے آخر میں لگایا جاتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ یہاں دَوڑ ختم ہو گی۔ "انعام" وُہ انعام ہے جو فاتح کو دِیا جاتا ہے۔ یہاں "نشان" سے مُراد زِندگی کی دوڑ کا اختتام ہے، یا زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اِس سے مُراد مسیح کا تختِ عدالت ہے۔ اور "انعام" راستبازی کا وُہ تاج ہے جس کا ذِکر پَولُس نے ۲-تیمتھیس ۴ : ۸ میں بھی کیا ہے جو اُن کو مِلے گا جو دَوڑ میں اچھّی طرح دوڑتے ہیں۔

"خُدا نے مجھے مسیح یسوع میں اُوپر بلایا ہے"۔ اِس میں وُہ تمام مقاصد شامِل ہیں جو ہمیں نجات دینے میں خُدا کے ارادے میں ہیں۔ اِس میں نجات، مسیح کے ساتھ مشابہت، اُس کے ساتھ ہم میراث ہونا، آسمان میں گھر اور بے شمار دیگر رُوحانی برکات شامِل ہیں۔

۷۔ آسمانی چال چلنے کی نصیحت، جس کا نمونہ رسول نے پیش کیا ہے (۲۱-۱۵:۳)

۱۵:۳۔ "پس ہم میں سے جتنے کامل ہیں"۔ یعنی جتنے لوگ بھی ایمان میں بلوغت تک پہنچ چکے ہیں، اُن کو پولس کی اس آرزو میں شامل ہونا چاہیئے کہ مسیح کی خاطر دکھ اُٹھائیں اور مزید اور خُداوند یسوع کے ساتھ مشابہت حاصل کرنے میں ہر طرح سے پوری پوری کوشش کریں۔ یہ مسیحی ایمان کا پختہ اور کامل نظریہ ہے۔ بعض لوگ اِس کو انتہاپسندی، انقلابی سوچ یا مذہبی تعصُّب کا نام دیں گے۔ مگر رسُول کہتا ہے کہ جو بالغ ہو گئے، پختہ ہو گئے ہیں وُہ اِسی نتیجے پر پہُنچیں گے کہ جِس ہستی نے کلوری پر اپنا قیمتی خوُن بہا دیا اُس کی مُلاہٹ کا واحد دانشمندانہ، منطقی اور معقُول جواب یہی ہے۔

"اور اگر کسی بات میں تمہارا اَور طرح کا خیال ہو تو خدُا اُس بات کو بھی تم پر ظاہر کر دے گا"۔ پولس کو احساس ہے کہ ایسا خطرناک فلسفہ اپنانے میں سارے لوگ تو میرے ساتھ متفِق نہیں ہوں گے۔ لیکن وُہ اس اعتقاد کا اظہار کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص دِل سے سچائی کو جاننا چاہے تو "خدُا" اُس پر "ظاہر کر دے گا"۔ آج ہم ایک آرام طلب اور پُرلُطف مسیحیت کی پیروی کر رہے ہیں۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ہم سچائی اور حقیقت کو جاننا نہیں چاہتے۔ ہم مثالی مسیحیت کے مُطالبات کو ماننے پر تیار نہیں۔ خدُا سچّائی کو اُن پر "ظاہر" کرتا ہے جو اُس کی پیروی کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔

۱۶:۳۔ اِس کے ساتھ ہی پولُس یہ بھی کہتا ہے کہ جس قدر روشنی خدُا نے ہمیں عطا کی ہے ہمیں اُس کے مُطابق زِندگی گزارنی چاہیئے۔ ہمیں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں رہنا چاہیئے کہ مُستقبل میں کوئی وقت آئے گا کہ خدُا ہمیں علم اور عرفان بخشے گا کہ بطور مسیحی ہم کو کون کون سے تقاضے پُورے کرنے ہیں۔ بے شک ہم اِنتظار کرتے ہیں کہ خدُاوند صلیب کے پُورے مُضمرات ہم پر ظاہر کرے لیکن اِس کے ساتھ ضرور ہے کہ جس قدر حقیقت یا سچائی اُس نے ہم پر ظاہر کر دی ہے اُس کی فرمانبرداری کرتے رہیں۔

۱۷:۳۔ اب پولُس نصیحت کرتا ہے۔ پہلے تو وُہ فلپیّوں کی حوصلہ افزائی کرتا

ہے کہ "میری مانند ہو"۔ یہ الفاظ اُس کے نمونے کی یعنی قابلِ تقلید زندگی کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ پولُس رسول اپنی زندگی کو نمونے کے طور پر پیش کر سکتا تھا جو کہ مسیح اور اُس کے کام کے لئے پورے دِل سے وقف تھی۔

لہمین سٹراس کہتا ہے:

> پولُس سمجھتا ہے کہ مجھ پر خدا کا خاص رحم ہوا ہے کہ مَیں "نمونہ" بن سکوں۔ چنانچہ تبدیلی کے بعد اُس کی پوری زندگی اِس بات کے لئے وقف ہو گئی تھی کہ اِس بات کا ایک نمونہ پیش کرے کہ ایک مسیحی کو کیا ہونا چاہئے۔ خدا نے پولُس کو اس لئے نجات دی کہ وہ اپنی تبدیلی کی مثال سے دکھائے کہ جو کچھ یسوع مسیح نے میرے لئے کیا ہے وہی کچھ وہ دوسروں کے لئے بھی کر سکتا ہے اور کرے گا۔ ہمارے خداوند نے اپنا رحم مجھ پر اور آپ پر کیا تو کیا اِسی خاص مقصد کے لئے نہیں کیا؟ مجھے یقین ہے کہ اُس نے ہمیں اِس لئے نجات دی ہے کہ ہم مستقبل کے سارے ایمانداروں کے لئے نمونہ ہوں۔ کیا ہم اُن کے لئے ایک نمونہ ثابت ہو رہے ہیں جن کو فضل سے نجات مِلی ہے؟ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو!

"اُن لوگوں کو پہچان رکھو جو اِس طرح چلتے ہیں جس کا نمونہ تم ہم میں پاتے ہو"۔ یہاں ہر اُس شخص کی طرف اشارہ ہے جو پولس جیسی زندگی گزار رہا تھا۔ "پہچان رکھو" کا یہ مطلب نہیں کہ اُن کو ناپسند یا نامنظور کرنے کے لئے اُن پر نظر رکھو۔ ایسے افراد کی طرف اشارہ اگلی آیت میں ہے۔ یہاں مُراد اُن لوگوں سے ہے جو قابلِ تقلید ہیں اور جن کے نقشِ قدم پر چلنا چاہئے۔

۳: ۱۸۔ آیت ۱۷ میں 'قابلِ تقلید' لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔ مگر اس آیت میں اُن لوگوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جن کی تقلید اور پیروی 'نہ کرنی چاہئے'۔ پولُس رسول اُن لوگوں کی نشاندہی تو نہیں کرتا۔ ہو سکتا ہے یہ لوگ وہ ہوں جو جھوٹے اُستاد تھے اور یہودی رسموں کو اپنانے پر زور دیتے تھے جن کا ذِکر آیت ۲ میں ہوا ہے۔ یا وہ اُستاد تھے جو مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتے تھے مگر مسیحی آزادی کو نفس پرستی کا ذریعہ بنائے ہوئے تھے، اور فضل کو گناہ کرنے کا بہانہ بنا لیتے تھے۔

پولُس نے پہلے بھی فلپیوں کو ایسے افراد سے خبردار کیا تھا۔ اب وُہ "رو رو کر" خبردار کرتا ہے۔ مگر ایسی سخت سرزنش کے دوران یہ آنسو کیوں؟ اِس لئے کہ ایسے لوگ خُدا کی کلیسیاؤں کو سخت نقصان پہنچا رہے تھے۔ وُہ زِندگیوں کو تباہ کر رہے تھے۔ اِس لئے کہ وُہ مسیح کے نام کو بدنام کر رہے تھے، اور صلیب کے حقیقی مطلب و مقصد کو اوجھل کر رہے تھے۔ اور اس لئے بھی کہ سچّی محبّت "مسیح کی صلیب کے دشمن" لوگوں کی سرزنش کرتے ہُوئے روتی ہے۔ خُداوند یسوع بھی خونی اور قاتل یروشلیم پر اِسی طرح رویا تھا۔

۱۹:۳۔ ایسے لوگوں کا مقدر ابدی "ہلاکت" اور بربادی ہے۔ مطلب نیست و نابُود ہو جانا نہیں، بلکہ ہمیشہ تک خدا کے غضب کی آگ کی جھیل میں رہنا ہے۔

"اُن کا خدا پیٹ ہے"۔ اُن کی تمام سرگرمیاں، یہاں تک کہ اُن کی نام نہاد مذہبی خدمات کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ اپنی جسمانی بھوک کو مٹانے کے لئے کھانے پینے کو حاصل کیا جائے۔ ایف۔ بی۔ میئر نے ایسے لوگوں کو بیان کرنے میں بڑی بصیرت سے کام لیا ہے کہ "ان لوگوں کی زِندگی میں چیپل نہیں ہوتا، صرف کچن (باورچی خانہ) ہی کچن ہوتا ہے"۔

"وُہ اپنی شرم کی باتوں پر فخر کرتے ہیں"۔ جن باتوں پر اُن کو شرمندہ ہونا چاہئے تھا اُن ہی پر وہ فخر کرتے تھے، یعنی اپنی بداخلاقی اور برہنگی پر۔ وُہ "دُنیا کی چیزوں" کے پیچھے بھاگتے تھے۔ اُن کے لئے زِندگی میں اہم تھا تو کھانا پینا، لباس، عزت و وقار، آرام و آسائش اور عیش و عشرت۔ وُہ اِس دُنیا کی غلاظت میں رینگتے پھرتے تھے۔ اُن کو ابدی مسائل اور آسمانی باتوں کا کوئی خیال نہ تھا۔ وُہ اِن کاموں میں یُوں مشغول تھے جیسے اِس کرۂ ارضی پر تاابد زِندہ رہیں گے۔

۲۰:۳۔ اب رسُول آسمانی مزاج رکھنے والے سچّے ایمان داروں کا رویّہ بیان کرتا ہے۔

جس زمانے میں یہ خط لکھا گیا فلپّی شہر روم کی نو آبادی تھا (اعمال ۱۶: ۱۲) اور اہلِ فلپّی روم کے شہری تھے، اور روم کے تحفّظ اور اِستحقاق سے محظوظ ہوتے تھے۔ مگر وُہ اپنی مقامی حکومت کے شہری بھی تھے۔ اِس پس منظر میں رسُول اُن کو یاد دلاتا

ہے کہ "ہمارا وطن آسمان پر ہے"۔

اِس کا یہ مطلب نہیں کہ مسیحی زمینی ممالک کے شہری نہیں ہیں۔ صحائف بڑی صفائی سے بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حکومتوں کے تابع ہونا چاہئے کیونکہ وہ خدا کی طرف سے مقرر ہیں (رومیوں ۱۳: ۱-۷)۔ ضرور ہے کہ مسیحی اُن تمام باتوں میں حکومت کے تابع فرمان رہیں جن کی، خداوند نے ممانعت نہیں کی۔ فلپیّوں کا فرض تھا کہ مقامی حاکموں کے اور قیصرِ روم کے بھی وفادار رہیں۔ چنانچہ زمینی حکومتوں میں بھی ایمان داروں کی ذمّہ داریاں ہیں۔ البتہ اُن کی اوّلین وفاداری خداوند کے ساتھ ہونی چاہئے جو آسمان پر ہے۔

ہم صِرف آسمان کے شہری ہی نہیں بلکہ "ہم ایک مُنجّی یعنی خداوند یسوع مسیح کے وہاں سے آنے کے اِنتظار میں ہیں"۔ اصل زبان میں "اِنتظار میں ہیں" بڑے زوردار الفاظ ہیں یعنی بڑے اشتیاق کے ساتھ مُنتظر ہیں۔ ایسی بات کے منتظر ہیں جس کے بارے میں ایمان ہے کہ بہت جلد ہونے والی ہے۔ لفظی طور سے مطلب ہے کسی بات کو سُننے یا دیکھنے کے لئے بڑی توقع اور شوق کے ساتھ سر اور گردن کو آگے کرنا۔

۳:۲۱۔ خداوند یسوع آسمان پر سے آئے گا تو ہمارے اِن بدنوں کو بدل دے گا۔ بذاتہٖ اِنسانی بدن بُرا اور ناکارہ نہیں۔ بُرائی اِس کے غلط اِستعمال میں ہے۔ لیکن یہ "پست حالی کا بدن"۔ اِس پر جُھریاں اور داغ دھبّے پڑ جاتے ہیں۔ عُمر کے اثرات مُرتّب ہوتے ہیں۔ اِس پر دُکھ، بیماری اور موت وارد ہوتی ہے۔ یہ بدن ہم کو مقیّد اور محدود کئے ہوئے ہے۔

خداوند اِس بدن کو بدل کر "اپنے جلال کے بدن کی صورت پر بنائے گا"۔ ہم اِس حقیقت کے پورے مفہوم کو نہیں جانتے۔ یہ بدن گلنے سڑنے اور موت کے ماتحت نہیں رہے گا۔ قدرتی حدود اور وقت کی قید میں نہیں رہے گا۔ یہ ایک حقیقی بدن ہوگا جو آسمان کے حالات کے لئے بالکل موزوں ہوگا۔ یہ بدن خداوند یسوع کے جی اُٹھے "بدن کی صورت پر" ہوگا۔

اِس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم سب کی جسمانی شکل و صورت ایک جیسی ہوگی! جی اُٹھنے کے بعد یسوع واضح طور پر پہچانا جاتا تھا۔ اور یقیناً ابدیت میں بھی ہر فرد کی

اپنی الگ الگ شخصی پہچان اور شناخت ہو گی۔

مزید برآں کلام کے اِس حِصّے سے یہ تعلیم ہرگز نہیں ملتی کہ جہاں تک الٰہی صفات کا تعلق ہے ہم خُداوند یسوع کی مانند ہوں گے۔ ہم کو علمِ کامل اور قُدرتِ کاملہ کبھی بھی حاصِل نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہم بیک وقت ہر جگہ موجود ہی ہو سکتے ہیں اور نہ ہو سکیں گے۔

لیکن ہم اخلاقی طور پر خُداوند یسوع کی مانند — کی صُورت پر — ہوں گے ہم گُناہ سے ہمیشہ کے لئے مبرّا ہوں گے۔ کلام کے اِس حِصّے سے ہمارے تجسُّس کی تسکین نہیں ہوتی۔ مگر اِتنا ضرُور ہے کہ یہ اُمید اور تسلّی دینے کے لئے کافی ہے۔

"وہ اپنی اُس قوّت کی تاثیر کے موافق جس سے سب چیزیں اپنے تابع کر سکتا ہے ..."

یہ ہمارے بدنوں کی تبدیلی کا کام اُسی قدرت سے سرانجام پائے گا جِس کو خُداوند بعد میں "سب چیزیں اپنے تابع" کرنے کے لئے اِستعمال کرے گا۔ "وُہ نجات دے سکتا ہے" (عبرانیوں ۷: ۲۵)۔ "وُہ" مَدد کر سکتا ہے" (عبرانیوں ۲: ۱۸)۔ "وہ ٹھوکر کھانے سے بچا سکتا ہے" (یہوداہ ۲۴)۔ اور اِس آیت میں ہم سیکھتے ہیں کہ "وُہ" اپنے تابع کر سکتا ہے"۔ "یہی خدا ابدالآباد ہمارا خُدا ہے۔ یہی موت تک ہمارا ہادی رہے گا" (زبور ۴۸: ۱۴)۔

۸۔ سوچ و فکر پر ضبط، ہم آہنگی، باہمی مدد، خُوشی، تحمّل اور دُعائیہ زندگی کی تلقین (۴: ۱-۹)

۴: ۱۔ گزشتہ آیت میں رسُول نے ایمان داروں کے سامنے ایک عجیب اُمید رکھی ہے۔ اور اَب اِسی اُمید کی بنیاد پر وُہ اُن کو تلقین کرتا ہے کہ "خُداوند میں اسی طرح قائم رہو"۔ اِس آیت میں ایمان داروں کو بہت پیارے پیارے ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ پہلے تو پولُس اُن کو "بھائیو" کہہ کر مُخاطب کرتا ہے۔ اِتنا ہی نہیں بلکہ "میرے پیارے" کہتا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ مَیں تمہارا "مُشتاق" ہُوں، یعنی تم سے مُلاقات

اور تمہارے ساتھ قیام کرنے کی شدید خواہش رکھتا ہُوں۔ مزید برآں اُن کو اپنی "خوشی اور تاج" قرار دیتا ہے۔ بے شک اُس کا مطلب ہے کہ اِس وقت تم میری "خوشی" ہو اور مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے تم میرا "تاج" ہو گے۔ اور آخر میں آیت کے اِختتام پر پھر اُن کو "اے پیارو" کہتا ہے۔ رسُول لوگوں سے واقعی پیار کرتا تھا۔ اور خداوند کے کام میں اُس کے مؤثر ہونے کا راز بھی یہی ہے۔

۴: ۲۔ یُوؔدیہ اور سنتخے فلپی کی کلیسیا کی خواتین تھیں۔ اُن کی آپس میں نہیں بنتی تھی۔ ہم کو اُن کی نااتفاقی یا ناچاقی کی وجہ تو نہیں بتائی گئی (اور شاید یہ بات اچھّی بھی ہے)۔

اصل زبان میں پَولُس نے "نصیحت کرتا ہُوں" کے الفاظ دو دفعہ اِستعمال کئے ہیں۔ اُردو مُحاورہ کے مُطابق دُوسری دفعہ لفظ "بھی" اِستعمال کیا گیا ہے۔ دونوں خواتین نصیحت کی یکساں مخاطب ہیں۔ پَولُس اُن کو تلقین کرتا ہے کہ "وہ خُداوند میں یکدِل رہیں"۔ روزمرہ زِندگی میں ہمارے لئے ہر بات پر متفق و مُتحِد ہونا اگرچہ ناممکِن ہے، لیکن جہاں تک "خُداوند" کی باتوں کا تعلق ہے ہمیں اپنے ادنیٰ ذاتی تفرقات چھوڑ دینے چاہئیں تاکہ خُداوند کا جلال ہو اور اُس کا کام ترقی پائے۔

۴: ۳۔ "سچّے ہمخدمت[1]" کی شناخت کے بارے میں کئی خیالات پیش کئے جاتے ہیں کہ پَولُس کِس سے مخاطب ہے۔ اِس سِلسلے میں لُوقا اور تیمتھیُس دونوں کے نام لئے جاتے ہیں۔ لیکن غالباً یہ شخص اِپفردِتُس (۲: ۲۵) ہے۔ اُس کو پَولُس نصیحت کرتا ہے کہ "تو اُن عورتوں کی مدد کر کیونکہ اُنہوں نے میرے ساتھ خوشخبری پھیلانے میں ... جانفشانی کی"۔ یہ عورتیں یُوؔدیہ اور سنتخے ہی ہوں گی۔ پَولُس نے وہ نصیحت کی ہے جِس کو تجربے نے معقول اور ٹھوس ثابت کر دیا ہے۔

اکثر جب دو افراد میں جھگڑا ہوتا ہے تو اِس کا فیصلہ کرنے اور اُسے ختم کرنے کا بہترین طرِیقہ یہی ہوتا ہے کہ اِس کو کسی تیسرے اور غیر جانبدار شخص کے سامنے پیش کیا جائے۔ یہ شخص پُختہ نظر اور رُوحانی امتیاز کا مالِک ہو۔ یہ نہیں کہ وہ فرد زبردستی کوئی فیصلہ ٹھونس دے، بلکہ وہ خُدا کے کلام کی بنیاد پر اپیل کرے اور مسئلے کے حل کے لئے کلام سے کوئی حل فریقین کو پیش کرے۔

---

[1] لفظی مطلب ہے "جوئے میں ساتھ جُتنے والا"۔

"انہوں نے ... خوشخبری پھیلانے میں ... جانفشانی کی" ۔ اس بیان کی تشریح میں بہت اِحتیاط کی ضرورت ہے ۔ کسی طرح بھی یہ تصوّر نہیں کیا جا سکتا کہ اُنہوں نے پولُس رسُول کے ساتھ مِل کر انجیل کی منادی کی ۔ کئی مختلِف طریقے ہیں جن سے خواتین خوشخبری پھیلانے میں جانفشانی کر سکتی ہیں ۔ مثلاً گھروں میں ملاقات کے لئے جانا، نوجوان عورتوں اور بچّوں کو تعلیم دینا ۔ اِس میں عام لوگوں کو تعلیم دینا یا منادی کرنے کی خِدمت میں شامِل ہونا ضروری نہیں ۔

یہاں ایک اَور ہم خِدمت "کلیمینس" کا ذِکر آیا ہے ۔ اِس کے بارے میں کوئی اَور حتمی بات معلُوم نہیں ۔ پھر پولُس "باقی ہم خِدمتوں" کا ذکر کرتا ہے "جن کے نام کتابِ حیات میں درج ہیں" ۔ یہ اُس اَبدی اور بے بیان برکت اور سعادت کا بیان کرنے کا نہایت خوبصورت انداز ہے جو مسیح پر ایمان اور اُس کی خاطر خِدمت کے ساتھ وابستہ ہے ۔

۴:۴ ۔ اَب پولُس پوری کلیسیا سے مخاطِب ہو کر اپنی دلپسند نصیحت کو دُہراتا ہے ۔ اِس نصیحت کا راز "خداوند میں" کے الفاظ میں ہے ۔ زندگی کے حالات کیسے ہی تاریک کیوں نہ ہوں ایک مسیحی کے لئے "خداوند میں ہر وقت خُوش" رہنا ممکن ہوتا ہے ۔ مسیحی خوشی کے سِلسلے میں جووٹ ہمیں اپنے تجربے میں اِس طرح شریک کرتا ہے:

> مسیحی خوشی وہ مزاج ہے جو ہمارے اِردگرد کے حالات سے بالکل آزاد ہوتا ہے ... مسیحی خُوشی زندگی کی وقتی اور ناپائیدار وضع کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی ۔ اِس لئے یہ گزرتے ہوئے دِن کا شکار نہیں ہوتی ۔ ممکن ہے ایک وقت میرے حالات موسمِ بہار کے خوشگوار دِن کی شکل اِختیار کر لیں، اور کچھ دیر بعد ایک خوفناک طوفانی رات کی صُورت اختیار کر لیں ۔ ایک دِن مَیں شادی کی خوشیوں میں شریک ہوں، دُوسرے دِن ایک تازہ کھُدی قبر کے کنارے کھڑا ہوں ۔ اپنی خِدمت کے دَوران ایک دِن میں خُداوند کے لئے دس رُوحیں جیت لیتا ہوں، اور پھر کتنے ہی دِن گزر جاتے ہیں کہ ایک رُوح بھی جیت نہیں پاتا ۔ ہاں دِن بھی موسم کی طرح بدلتے رہتے ہیں، مگر مسیحی خُوشی ثابت قدم ہوتی ہے ۔ اِس کی شان دار ثابت قدمی

کا راز کیا ہے؟

راز یہ ہے کہ "دیکھو، مَیں دُنیا کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہُوں" (متی ۲۸ : ۲۰) - دِن بدلتے رہتے ہیں، مگر ان بدلتے دِنوں میں "وُہ (خُدا) تھکتا نہیں اور ماندہ نہیں ہوتا" (یسعیاہ ۴۰ : ۲۸) - وُہ صِرف اچھّے دنوں کا ساتھی نہیں کہ جب تاریکی اور سردی آجائے تو چھوڑ کر چلتا بنے - یہ نہیں کہ میرے خوشحالی اور خوش باشی کے دِنوں میں تو میرے ساتھ ہو، اور افلاس اور شکست کے دِنوں میں کہیں قریب نظر تک نہ آئے - وُہ صِرف اسی وقت میرے ہمراہ نہیں ہوتا جب مَیں نے ہار پہنے ہوں، اور جب کانٹوں کا سہرا پہنے ہُوئے ہُوں تو کہیں چُھپ جائے، بلکہ وُہ "ہمیشہ" میرے ساتھ ہے - ایّام خوشحالی کے ہوں یا بدحالی کے، جنازے کا موقع ہو یا شادی کی شہنائیاں بج رہی ہوں "ہمیشہ" — ہر روز — زندگی کا دِن ہو — موت کا دِن ہو — یا — عدالت کا دِن، وُہ "ہمیشہ" میرے ساتھ ہے -

۴ : ۵ - اَب پَولُس اُن کو ابھارتا ہے کہ "تمہاری نرم مزاجی سب آدمیوں پر ظاہر ہو" "نرم مزاجی" کا مطلب ہے اطاعت گزاری، پسندیدہ معقولیت، دُوسرے کے لئے راستہ چھوڑنے پر آمادگی، ضِد یا اِصرار نہ کرنا - مُشکل اِس کا مطلب سمجھنے میں نہیں بلکہ "سب آدمیوں" کے سامنے اور "سب آدمیوں" کے ساتھ اِس پر عمل کرنے میں ہوتی ہے -

"خُداوند قریب ہے" - مُراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خُداوند ابھی موجُود ہے - اور یہ بھی کہ وُہ جلد آنے والا ہے - اُس کی دُوسری آمد قریب ہے - دونوں درست ہیں - لیکن ہم مؤخر الذِکر کے حامی ہیں -

۴ : ۶ - کیا ایک مسیحی کے لئے مُمکن ہے کہ "کِسی بات کی فِکر نہ" کرے؟ جب تک ہمیں یا ایمان دُعا کی تقویت حاصِل ہو یہ بات ممکن ہے - آیت کے باقی حِصّے میں وضاحت کی گئی ہے کہ ہماری زِندگیاں گُناہ آلُودہ فِکرمندی سے کیسے آزاد رہ سکتی ہیں - ہر بات کو "دُعا" میں خُداوند کے پاس لے جانا چاہئے - "ہر ایک بات" کا

مطلب ہے واقعی "ہر ایک بات"۔ اُس کی محبّت بھری نگہداشت کے سامنے نہ کوئی بات بہُت بڑی ہے، اور نہ بہُت چھوٹی۔

"دُعا" ایک عمل بھی ہے اور ماحول بھی۔ ہم مخصوص اوقات پر خُداوند کے پاس آتے ہیں اور خاص خاص درخواستیں اُس کے حضُور پیش کرتے ہیں۔ لیکن دُعا کے ایک "ماحول" میں زِندگی گزُارنا بھی ممکن ہے۔ یہ ممکِن ہے کہ ہماری زِندگی کا مزاج دُعائیہ ہو اور غالباً اِس آیت میں لفظ "دُعا" ہماری زندگی کے مجموعی رویّے کا بیان کرتا ہے۔ اور لفظ "درخواستیں" اور "منّت" ہماری اُن خاص التجاؤں کا بیان کرتے ہیں جو ہم خُداوند کے پاس لاتے ہیں۔

یہ بھی غور کریں کہ ہماری "درخواستیں" "شُکر گزُاری کے ساتھ خُدا کے سامنے پیش کی جائیں"۔ کِسی نے اِس آیت کا خُلاصہ اِن الفاظ میں پیش کِیا ہے کہ "ہم کِسی بات کے لئے فِکرمند نہ ہوں، سب باتوں کے لئے دُعا مانگیں اور ہر بات کے لئے شُکر گزُار ہوں"۔

۴:۷ - اگر یہ رویّے ہماری زِندگیوں کا خاصّہ بن جائیں تو "خُدا کا اطمینان جو سمجھ سے بالکُل باہر ہے" ہمارے "دِلوں اور خیالوں کو مسیح یسُوع میں محفُوظ رکھے گا"۔

"خُدا کا اِطمینان"۔ یہ چَین، آسائِش اور لطافت کا وُہ پاکیزہ احساس ہے جو ایماندار کی رُوح کو اُس صُورت میں لبریز اور سرشار کِئے رکھتا ہے جب وُہ خُدا پر کامِل تکیہ اور اِنحصار کرتا ہے۔

یہ "اطمینان۔۔۔ سمجھ سے بالکُل باہر ہے"۔ اِس دُنیا کے لوگ اِسے قطعاً سمجھ نہیں سکتے۔ یہاں تک کہ جن مسیحیوں کو یہ اطمینان حاصِل ہے اُن کو بھی اِس میں اَسرار اور بھید کا ایک عُنصر محسُوس ہوتا ہے۔ وُہ اِس بات پر حیران رہ جاتے ہیں کہ ہمیں کوئی فِکر و تشویش نہیں حالانکہ ہمیں ناموافق حالات اور المیہ کا سامنا ہے۔

یہ "اطمینان" دِل اور سوچ وفِکر کے گرد قلعہ بندی کر دیتا ہے۔ یہ کیسی ضروری مقوی دوا ہے، خصوصاً آج کی دُنیا میں جہاں اعصابی امراض ہیں، اعصاب جواب دِئے جاتے ہیں، سکُون آور دواؤں کی طلب ہے اور ذہنی اضطراب ہے۔

۴:۸ - آپ رسُول ہماری سوچ وفِکر کے بارے میں ایک اِختتامی نصیحت کرتا ہے۔

بائبلِ مُقدّس میں جگہ جگہ یہ تعلیم موجُود ہے کہ ہم اپنی سوچ کو ضبط اور نظم میں رکھ سکتے ہیں۔ شکست خُوردگی کا رویّہ اپنا لینا بیکار ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ ہم اپنے ذہن کو ناپسندیدہ خیالات سے بچانے میں بے بس ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم بے بَس نہیں۔ یہ سب کُچھ ہمارے بَس میں ہے۔ اِس کا راز مثبت سوچ اپنانے میں ہے۔ آج کل تو یہ اصُول ہر کس و ناکس کو معلُوم ہے کہ نیا جذبہ پُرانے جذبے کو نکال باہر کرتا ہے۔ کوئی شخص بھی بُرے خیالات اور خُداوند یسوؔع کے بارے میں خیالات کو بیک وقت دِل میں جگہ نہیں دے سکتا۔ اور اگر پھر بھی اُس کے ذہن میں بُرا خیال آئے تو اُس سے نجات پانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ فوراً مسیح کی ذات اور کام پر غور کرنے لگے۔ آج کے روشن دماغ ماہرینِ نفسیات اور معالجینِ دماغ اِس بارے میں پَولُسؔ رسُول سے مُتفق ہیں۔ وُہ بھی منفی سوچ کے خطرات پر بہُت زور دیتے ہیں۔

آیت ۸ میں خُداوند یسوؔع مسیح کو تلاش کرنے کے لئے بہُت غور و فِکر کرنے کی حاجت نہیں۔ "جِتنی باتیں سچ ہیں اور جِتنی باتیں شرافت کی ہیں اور جِتنی باتیں واجب ہیں اور جِتنی باتیں پاک ہیں اور جِتنی باتیں پسندیدہ ہیں اور جِتنی باتیں دِلکش ہیں، غرض جو نیکی اور تعریف کی باتیں ہیں" یہ سب مسیح میں موجُود ہیں۔ آئیے ہم اِن خوبیوں پر ایک ایک کر کے غور کریں۔ "سچ" کا مطلب ہے وُہ باتیں جو جھُوٹی اور بے اعتبار نہیں، بلکہ اَصلی اور حقیقی ہیں۔ "شرافت" سے مُراد ہے قابلِ تعظیم، باعِزّت اور اخلاقی لحاظ سے دِلکش باتیں۔ "واجب" باتیں وُہ ہوتی ہیں جو خُدا اور اِنسان دونوں کے نزدیک راست ہوں۔ "پاک" سے کِسی شخص کے اعلیٰ و ارفع اخلاق و کردار کا بیان ہوتا ہے۔ "پسندیدہ" میں قابلِ تعریف، خُوشنما اور مرغُوبِ طبع ہونے کا مفہُوم پایا جاتا ہے۔ "دِلکش" کا ترجمہ اچھّی شہُرت والی باتیں بھی کیا گیا ہے۔ "نیکی" بلاشُبہ اخلاقی برتری اور فضیلت کا بیان کرتی ہے۔ "تعریف کی باتیں" وُہ باتیں ہیں جو تحسین کے لائِق ہوں۔ جِن کی سِفارش کی جا سکتی ہو۔ آیت ۷ میں پَولُسؔ نے مقدسین کو یقین دِلایا ہے کہ "خُدا تُمہارے دِلوں اور خیالوں کو مسیح یسوؔع میں محفُوظ رکھے گا" مگر وُہ یہ یاد دِلانا بھی نہیں بھُولتا کہ اِس سِلسلے میں مُقدّسین پر بھی ایک ذِمّہ داری عائد ہوتی ہے۔ خُدا اُس اِنسان کے دِل اور خیالوں کی حفاظت نہیں کرتا جو پاک رہنا نہ چاہتا ہو۔

۴:۹ - پولُس پھر اپنے آپ کو ایک نمونے کے مُقدّسین کے طور پر پیش کرتا ہے ۔ وُہ دُوسرے مُقدّسین کو تلقین کرتا ہے کہ "جو باتیں تم نے مجھ سے سیکھیں اور ... مجھ میں دیکھیں اُن پر عمل کیا کرو"۔

یہ بیان آیت ۸ کے فوراً بعد آتا ہے ۔ یہ نکتہ بہُت اہم ہے ۔ دُرست اندازِ زندگی دُرست سوچ کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے ۔ اگر کسی شخص کے خیالات پاکیزہ ہوں گے تو اُس کی زندگی پاک ہو گی ۔ اِس کے برعکس اگر کِسی شخص کا دِماغ خراب اور گھنونے خیالات کی آماجگاہ اور چشمہ ہو گا تو یقین مانئے کہ اُس سے جاری ہونے والی ندی بھی گندی اور غلیظ ہو گی ۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر کوئی شخص کوئی بُری بات دیر تک سوچتا رہے تو بالآخر اُسے کر گزرے گا ۔

جو لوگ وفاداری اور دیانت داری سے رسُول کے نمُونے کی پیروی کرتے ہیں اُن کے ساتھ وعدہ ہے کہ "خُدا جو اطمینان کا چشمہ ہے تمہارے ساتھ رہے گا"۔ آیت ۷ میں "خُدا کا اِطمینان" دُعا گو لوگوں کا حِصّہ اور بخرہ ہے ۔ اور یہاں "اطمینان کا خُدا" اُن لوگوں کا رفیق اور ساتھی ہے جو پاک ہیں ۔ یہاں خیال یہ ہے کہ جن لوگوں کی زندگیاں سراپا سچائی اور پاکیزگی ہیں خُدا اُن کے نزدیک اور ساتھ رہے ۔ اُن کو اِسی زندگی میں اُس کی نزدیکی اور رفاقت کا تجربہ ہو گا ۔

۹ ۔ مُقدّسین سے مالی امداد کے لئے پَولُس کی شُکرگزاری

(۴:۱۰-۲۰)

۴:۱۰ - آیات ۱۰-۱۹ میں پولُس مالی اِمداد کے سِلسلے میں فِلپّی کی کلیسیا اور اپنے درمیان تعلق کا بیان کرتا ہے ۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ خُدا کے خادموں کے لئے یہ آیات کیسی پُرمعنی ثابت ہوتی رہی ہیں، کیونکہ اُن کو بھی اکثر مالی دباؤ اور کمی کا سامنا ہُوا کرتا ہے ۔

پولُس خوش ہے کہ "اِتنی مُدت کے بعد" بالآخر فلپیّوں نے خُداوند کے کام کے لئے اِس کو عملی مدد بھیجی ۔ وُہ "اِتنی مُدت" گزر جانے کے لئے اُن کو الزام نہیں دیتا کہ اِس مُدت کے دوران کوئی مدد نہیں بھیجی گئی تھی ۔ وُہ اُن کی تعریف کرتا ہے کہ وُہ اُسے تحفے بھیجنا چاہتے تھے مگر "موقع نہ مِلا"۔ مافٹ اِس کی وضاحت یُوں کرتا ہے کہ "تم میں میری فکر

کی نہیں بلکہ اِس فِکر کو ظاہر کرنے کے موقع کی کمی رہی"۔

۴:۱۱ - مالی معاملات کے سارے موضوع پر بات کرتے ہُوئے پَولُس کی لطافت اور نزاکت اور خوش خلقی پر غور کریں۔ وُہ نہیں چاہتا کہ فلپّی کسی طرح بھی خیال کریں کہ مَیں روپے پیسے کی کمی کا شِکوہ کر رہا ہوں۔ وُہ اُن کو بتانا چاہتا ہے کہ مَیں اِس قِسم کے دُنیاوی حالات سے بالکُل آزاد ہُوں "کیونکہ مَیں نے یہ سیکھا ہے کہ جس حالت میں ہُوں اُسی پر راضی رہوں"۔ اُس کی مالی حالت کیسی بھی ہو وُہ قانع رہتا ہے۔ بے شک قناعت دَولت سے بہت بڑی ہوتی ہے، کیونکہ "اگر قناعت دَولت پیدا نہیں کرتی تو دولت کے لئے خواہش کا قلع قمع کر کے وُہی مقصد حاصِل کر لیتی ہے"۔

"یہ ایک مبارک راز ہے کہ ایمان دار خالی پیٹ کے ساتھ سَر اُٹھا کر چلنا، خالی جیب کے ساتھ نظریں سیدھی رکھنا، تنخواہ نہ مِلنے پر بھی دِل کو خوش رکھنا، اور جب لوگ بے وفا ہوں تو خُدا میں شادمان رہنا سِیکھ لیتا ہے"۔

۴:۱۲ - پَولُس نے "بھُوکا رہنا" بھی سیکھا تھا۔ مُراد یہ ہے کہ وہ زِندگی کی بُنیادی ضرُوریات کے بغیر بھی گزارا کرنا جانتا تھا۔ مزید برآں اُس نے "بڑھنا" بھی سیکھا تھا، یعنی کِسی وقت اُسے فوری ضرُوریات سے زیادہ مِل جاتا تو بھی فرق نہیں پڑتا تھا۔ پَولُس نے "ہر ایک بات اور سب حالتوں میں سیر ہونا، بھُوکا رہنا اور بڑھنا گھٹنا سیکھا تھا۔ رسُول نے یہ سبق کِس طرح "سیکھا" تھا؟ اِس طرح کہ اُس کو اعتماد اور یقین تھا کہ مَیں خُدا کی مرضی پر چل رہا ہُوں۔ وُہ جانتا تھا کہ مجُھے جو بھی حالات درپیش ہوں وُہ خُدا کی مرضی سے ہوتے ہیں۔ وُہ خُدا کے مقرر کردہ ہیں۔ اگر مَیں "بھوکا" ہُوں تو خُدا چاہتا ہے کہ مَیں بھُوکا ہُوں۔ اگر مَیں "سیر" ہُوں تو خُدا نے اِنتظام کیا ہے کہ مَیں سیر ہُوں۔ وُہ پُوری دیانت داری اور جانفشانی سے اپنے بادشاہ کی خِدمت میں لگا ہُوا تھا۔ اِس لئے کہہ سکتا تھا، "ہاں اے باپ، کیونکہ ایسا ہی تجھے پسند آیا" (متّی ۱۱:۲٦)۔

۴:۱۳ - اِس کے بعد رسُول نے وُہ الفاظ لِکھے ہیں جو بہتوں کے لئے معمّا بنے ہوئے تھے۔ "جو مجُھے طاقت بخشتا ہے، اُس میں مَیں سب کُچھ کر سکتا ہُوں"۔ کیا لفظی معنوں میں اُس کی یہی مُراد ہے؟ کیا پَولُس رسُول کو واقعی یقین تھا کہ کوئی ایسا کام نہیں جو مَیں نہیں کر سکتا؟ جواب یہ ہے کہ جب پَولُس کہتا ہے کہ "مَیں سب کُچھ کر سکتا ہُوں" تو مطلب ہے

کہ وُہ سب کُچھ جو اُس کے لئے خُدا کی مرضی کے مُطابق تھا وہ کر سکتا تھا ۔ اُس نے سیکھا تھا کہ خُداوند کے احکام میں خُداوند کی توفیق بھی شامِل ہوتی ہے ۔ وُہ جانتا تھا کہ خُدا مجُھے وُہ کام سرانجام دینے کو کبھی نہیں کہے گا جِس کے ساتھ ضرُوری فضل عطا نہ کرے گا ۔ یہاں "سب کُچھ" سے مُراد بڑے بڑے عجیب و غریب کام نہیں بلکہ انتہائی تنگی ، تنگ دستی اور بڑی بھُوک اور فاقے ہیں ۔

۴:۱۴ ۔ اِن ساری باتوں کے باوجُود پَولُس فلپیّوں کو بتاتا ہے کہ "تُم نے اچھا کیا جو میری مُصیبت میں شریک ہُوئے" ۔ غالباً یہاں وُہ اُس موقع کی یاد دِلا رہا ہے جب اُس کی قید کے دَوران فلپیّوں نے اُس کو نقد رقم بھیجی تھی ۔

۴:۱۵ ۔ ماضی میں خیرات کے سِلسلے میں فلپیّ سبقت لے گئے تھے ۔ پَولُس کی خِدمت کے اِبتدائی دِنوں میں جب وُہ "مکِدُنیہ سے روانہ ہُوا" تو فلپیّ کی کلیسیا کے "سِوا کِسی کلیسیا نے" مالی طور پر اُس کی مدد نہ کی تھی ۔

یہ بات قابِلِ غور ہے کہ بظاہر یہ معمُولی اور غیر اہم تفصیلات کِس طرح خُدا کے کلام میں محفُوظ کی گئی ہیں ۔ اِس سے یہ سِکھایا گیا ہے کہ جو کُچھ خُداوند کے خادموں کو دِیا جاتا ہے ، دَراصل خُداوند کو دِیا جاتا ہے ۔ خُداوند ایک ایک پائی میں دِلچسپی رکھتا ہے ۔ وُہ اِن ساری باتوں کو اِس طرح درج کرتا ہے جَیسے اُسی سے کی گئی ہیں ۔ اور وُہ اچھّے پیمانے سے خُوب ہِلا ہِلا کر اور داب داب کر اور لبریز کر کے اَجر دیتا ہے ۔

۴:۱۶ ۔ "چُنانچہ" جب پَولُس رسُول "تھِسلُنیکے میں" تھا تو فلپیّوں نے اُس کی "احتیاج رفع کرنے کے لئے ... دو دفعہ کُچھ بھیجا تھا" ۔ صاف معلُوم ہوتا ہے کہ فلپیّ خُداوند کے اِتنے قریب تھے کہ وہ خیرات کرنے میں اُن کی ہدایت اور راہنمائی کرتا تھا ۔ رُوحُ القُدس نے پَولُس رسُول کے لئے اُن کے دِلوں پر بوجھ رکھا اور اُنہوں نے اِس کا جواب دیا اور "دو دفعہ" کُچھ بھیجا ۔ جب ہم یاد کرتے ہیں کہ تھِسلُنیکے میں پَولُس کا قیام بالکُل مختصر تھا تو اُن کی طرف سے ایسی نگہداشت اور بھی اہم اور قابلِ تعریف معلُوم ہونے لگتی ہے ۔

۴:۱۷ ۔ اِس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ پَولُس بالکُل بے لوث تھا ۔ اُس کو اُن کے "انعام" سے جو خوشی ہُوئی سو ہُوئی ، مگر وُہ زیادہ خُوش اِس بات پر ہے کہ اُس کا

"پھل" اُن کے "حساب میں زیادہ ہو جائے"۔ اور جب خُداوند کو روپیہ پیسہ دیا جاتا ہے تو بعینہٖ یہی کچھ ہوتا ہے۔ اِس کو خُداوند کے بہی کھاتوں میں درج کیا جاتا ہے اور آنے والے دِن میں اِس کا سَو گنا واپس مِلے گا۔

جو کچھ ہمارے پاس ہے دراصل خُداوند ہی کا ہے اور جب ہم اُس کو دیتے ہیں تو اُسی کا اُس کو واپس کر دیتے ہیں۔ جو مسیحی اِس بحث میں اُلجھ جاتے ہیں کہ دہ یکی دینی چاہیئے یا نہیں وُہ حقیقت میں اِس نُکتہ کو سمجھتے نہیں۔ دہ یکی یا دسواں حِصّہ دینا اِسرائیلیوں کو شریعت کے مُطابق حکم تھا۔ شریعت کے ماتحت یہ کم سے کم ہدیہ تھا۔ اَب فضل کا زمانہ ہے اور سُوال یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ "مَیں خُداوند کو کتنا دُوں؟" بلکہ یہ کہ "مَیں اپنے پاس کِتنا رکھنے کی جُرأت کروں؟" ہر مسیحی کی دِلی خواہش ہونی چاہیئے کہ مَیں کمال کفایت سے خرچ کروں، ایثار اور قربانی سے کام لُوں تاکہ خُداوند کے کام کے لئے زیادہ سے زیادہ دے سکُوں تاکہ لوگ مسیح کی خوشخبری سُننے سے رہ نہ جائیں اور یُوں ہلاک ہوں۔

۴: ۱۸۔ "میرے پاس سب کُچھ ہے"۔ پَولُس کا مطلب ہے کہ اپنی ضرُوریات کے لئے "میرے پاس سب کُچھ ہے" —— "بلکہ افراط سے ہے"۔ آج بیسویں صدی میں ہمیں عجیب لگتا ہے کہ خُداوند کا کوئی خادم خیرات نہیں مانگ رہا، بلکہ اِقرار کر رہا ہے کہ میرے پاس "افراط سے ہے"۔ آج کل تو مانگنے کی مہمیں بے دھڑک چلائی جاتی ہیں، جو کہ خُدا کی نظر میں مکرُوہ اور مسیح کے نام پر ایک دھبّا ہیں، اور قطعی غیر ضرُوری ہیں۔ ہڈسن ٹیلر نے ایک دفعہ کہا تھا: "خُدا کے کام کو اگر خُدا کے طریقے سے جاری رکھا جائے تو کبھی وسائل کی کمی نہ ہوگی"۔ آج ہماری مُشکل یا مسئلہ یہ ہے کہ ہم خُدا کے لئے کام کرنے اور خُدا کے کام میں اِمتیاز کرنے میں ناکام ہو گئے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ ہم کِسی ایسی مبینہ مسیحی خِدمت میں مصرُوف ہوں جو بالکُل خُدا کی مرضی کے مُطابق نہ ہو۔

جہاں روپے پیسے کی ریل پیل ہو وہاں یہ زبردست خطرہ ہمیشہ رہتا ہے کہ ایسے کاموں میں توانائیاں صَرف کی جائیں جِن کو خُدا کی منظوری حاصل نہ ہو۔ ایک دفعہ پھر ہڈسن ٹیلر کے الفاظ: "ہمیں جِس چیز سے سب سے زیادہ ڈرنا چاہیئے، وُہ فنڈز کی کمی نہیں، بلکہ غیر تقدیس شدہ فنڈز کی افراط ہے"۔

وُہ محبّت بھرا تحفہ جو "اِپفردِتس" فلپیوں سے پَولُس کے لئے لایا تھا، اُسے بیان کرتے ہُوئے پَولُس کہتا ہے کہ یہ "وُہ خوشبو اور مقبول قربانی ہیں جو خُدا کو پسندیدہ ہے"۔ یہ الفاظ صِرف ایک اَور موقع پر اِستعمال ہُوئے اور صِرف مسیح کے لئے، دیکھئے افسیوں ۵: ۲۔ فلپیوں نے بڑے اِیثار و قُربانی سے کام لے کر پَولُس کی مَدد کی تھی۔ پَولُس رسُول اُن کے اِس عمل کو ممتاز اور برتر ثابت کرنے کے لئے اِسے "خُدا کو پسندیدہ" بیان کرتا ہے۔ "یہ قُربانی" کی خُوشبُو کی مانند اُس کے حضُور میں پُہنچا ہے۔ اور خُدا کے حضُور "مقبول" اور "پسندیدہ" ہے۔

۴: ۱۹۔ اب پَولُس وُہ الفاظ لِکھتا ہے جو پُورے باب میں غالباً سب سے زیادہ مشہُور اور مرغُوب ہیں۔ غور کریں کہ اِن الفاظ سے پہلے وُہ اُن کی دیانت دارانہ اور مُخلصانہ مختاری کا بیان کرتا ہے۔ دُوسرے لفظوں میں یہ کہ چونکہ اُنہوں نے اپنے مادی وسائل خُدا کو دے دِئے تھے، یہاں تک کہ اُن کا اپنا گزارا مشکِل ہو گیا تھا اِس لئے "خُدا" اُن کی "ہر ایک احتیاج رفع کرے گا"۔ یہ بُہت آسان ہے کہ اِس آیت کو سیاق و سباق سے الگ کر کے اِس طرح اِستعمال کیا جائے کہ اُن مسیحیوں کو سہارا مِل جائے جو اپنے روپے پیسے کو بے دریغ اپنے اُوپر خرچ کئے جاتے ہیں اور خُدا کے کام کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے۔

اگرچہ عام مفہوم میں یہ بات درُست ہے کہ خُدا اپنے لوگوں کی ضرُوریات پُوری کرتا اور اُن کی "ہر ایک احتیاج رفع" کرتا ہے لیکن یہاں ایک خاص اور واضح وعدہ ہے کہ جو دیانت داری اور جاں نثاری کے ساتھ مسیح کی خاطر دیتے ہیں اُن کو کبھی کوئی کمی نہ ہو گی۔

اکثر کہا جاتا ہے کہ خُدا اپنے لوگوں کی اِحتیاجیں رفع کرتا ہے۔ "اپنی دَولت کے موافق جلال سے مسیح یسوع میں"۔ اگر کوئی لکھ پتی شخص کِسی بچّے کو ایک روپیہ دے دے، تو وُہ اپنی دَولت میں سے دیتا ہے۔ لیکن اگر وُہ کِسی اچھّے اور قابلِ تعریف کام کے لئے ایک لاکھ روپیہ دے دے تو وُہ "اپنی دولت کے موافق" دیتا ہے۔ خُدا "اپنی دولت کے موافق جلال سے مسیح یسوع میں" دیتا ہے۔ اور اِس سے بڑھ کر اَور دَولت ہو نہیں سکتی۔

ولیم آیت ۱۹ کو بینک کے نام چیک قرار دیتا ہے ۔
"میرا خدا" یہ بینک کار کا نام ہے ۔
"رفع کرے گا" یا دے گا ۔ یہ ادائیگی کا وعدہ ہے ۔
"تمہاری ہر ایک احتیاج" ۔ یہ چیک کی مالیت ہے ۔
"اپنی دولت کے موافق" ۔ یہ بینک کا سرمایہ یا اصل زر ہے ۔
"جلال میں" ۔ یہ بینک کا پتہ (ایڈریس) ہے ۔
"مسیح یسوع میں" ۔ یہ چیک پر دستخط ہیں جن کے بغیر یہ بیکار ہوتا ہے ۔

۴: ۲۰ ۔ رسول خدا کی طرف سے اتنی افراط اور بہتات سے سب کچھ مہیا کرنے کا سوچتا ہے تو اس کی حمد و ستائش کرنے لگتا ہے ۔ خدا کے ہر فرزند کو واجب ہے کہ اسی طرح اس کی ستائش کرے ۔ کیونکہ اس کو ہر روز ایسی ہی نگہداشت کا تجربہ ہوتا ہے ۔ اور یہ تجربہ صرف مادی ضروریات تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اس کا سلسلہ اس کی طرف سے ہدایت و راہنمائی، آزمائشوں میں مدد، اور عبادتی زندگی کو جاندار اور مؤثر بنانے میں بھی جاری رہتا ہے ۔

۱۰ ۔ اختتامی سلام (۴: ۲۱ - ۲۳)

۴: ۲۱ ۔ پولس رسول تصور کرتا ہے کہ ایمان دار ایک جگہ جمع ہو کر میرا خط سن رہے ہیں ۔ چنانچہ وہ "ہر ایک مقدس سے جو مسیح یسوع میں ہے" سلام کہتا ہے ۔ اور "جو بھائی" اس کے ساتھ تھے ان کی طرف سے بھی سلام بھیجتا ہے ۔

۴: ۲۲ ۔ اس آیت میں "قیصر کے گھر والوں" کا خصوصی ذکر ہے ۔ اس وجہ سے یہ آیت ہمیں بہت پیاری لگتی ہے اور ہمارا تصور دور دور پہنچتا ہے ۔ یہاں نیرو کے گھرانے کے کون کون سے افراد شامل ہیں؟ کیا ان میں چند وہ سپاہی بھی شامل ہیں جن کو پولس رسول کی نگہبانی اور چوکیداری کرنے پر مقرر کیا گیا تھا اور جنہوں نے اس کی خدمت کے وسیلے سے نجات پائی تھی؟ یا کیا ان سے مراد وہ غلام یا آزاد شدہ افراد ہیں جو محل میں مختلف کاموں پر مامور تھے؟ ممکن ہے اس سے مراد رومی حکومت کے کچھ اعلیٰ افسران سے ہو ۔ ہمیں یقینی طور سے کچھ معلوم نہیں ہو سکتا ۔ لیکن یہ

حقیقت ضرور آشکار ہوتی ہے کہ چھپکلیوں کی طرح (امثال ۳۰:۲۸) مسیحی بھی شاہی محلوں میں راہ نکال لیتے ہیں۔ انجیل کسی طرح کی سرحدوں اور رکاوٹوں کی پابند نہیں۔ یہ سخت ترین دیواروں میں سے بھی گزر جاتی ہے اور اُن لوگوں کے درمیان گڑھ بنا لیتی ہے جو اِس کا نام ونشان مٹا دینے پر تُلے ہوتے ہیں۔ بالکُل سچ ہے کہ یسوع مسیح کی کلیسیا پر تو عالمِ ارواح کے دروازے بھی غالب نہیں آسکتے!

۴:۲۳۔ اب پولُس اپنے مخصوص سلام کے ساتھ خط کو ختم کرتا ہے۔ ہمیں خط کے پہلے صفحے پر بھی "فضل" چمکتا ہوا نظر آتا ہے اور یہاں اِختتام پر بھی موجود ہے۔ کیونکہ جو دِل میں بھرا ہے وہی آدمی کے مُنہ پر آتا ہے۔ پولُس کا دِل تو تمام زمانوں کے عظیم ترین موضوع سے لبریز ہو کر چھلک رہا تھا، اور وُہ موضوع ہے "مسیح کے وسیلے سے خُدا کا فضل"۔ اور ہمیں کوئی حیرانی نہیں ہوتی کہ پولُس کی زِندگی کے ہر شعبے میں یہی انمول سچائی ٹھاٹھیں مارتی نظر آتی ہے۔

کُلسّیوں کے نام خط

تعارف

کُلسّیوں کے خط کی گہرائی میں جانا، اِس کے الہامی خیالات پر جو الہامی زُبان میں ملبّس ہیں دوبارہ غور کرنا، اِس کے خیالات کے نُور اور قُوّت سے رُوح کو بھر لینا اور زِندگی کو اِن کے سانچے میں ڈھالنا، یہ اِس زمانے اور ابدیت کے لئے مالا مال ہونا ہے۔ آر۔ سی۔ ایچ۔ لینسکی

۱۔ کُتُبِ مُستند میں بے مثال مقام

پَولُس رسُول کے اکثر خُطوط بڑے اور اہم شہروں کی کلیسیاؤں کے نام لِکھے گئے مثلاً رُوم، کُرنتھس، اِفسس اور فلپّی۔ کُلسّے ایک ایسا شہر تھا جس نے کِسی زمانے میں اچھّے دِن دیکھے تھے، مگر یہاں کی مسیحی جماعت کلیسیائی تاریخ کے اِبتدائی دَور میں مشہُور نہ تھی۔ مُختصر یہ کہ اگر وہاں کے مسیحیوں کو یہ خط نہ لکھا جاتا تو کُلسّے شہر کا نام قدیم تاریخ کے طالب علموں کے سوا کسی کو معلُوم بھی نہ ہوتا۔

اگرچہ یہ جگہ غیر اہم تھی مگر رسُول نے جو خط وہاں بھیجا وُہ بہُت اہم ہے۔ یُوحنّا کی انجیل کے پہلے باب اور عبرانیوں کے نام خط کے پہلے باب کے ساتھ ساتھ کلسّیوں کا پہلا باب بھی خُداوند یسُوع مسیح کی کامل اور مُطلق اُلوہیّت کی نہایت عُمدہ تفسیر پیش کرتا ہے۔ چونکہ تمام مسیحی سچائی اور حقیقت کے لئے یہ عقیدہ بُنیادی حیثیت رکھتا ہے، ہم اِس کی اہمیّت پر کبھی کما حقہٗ زور نہیں دے سکتے۔

علاوہ ازیں یہ خط باہمی تعلقات، بدعتی فِرقوں اور مسیحی زِندگی کے بارے میں بھی اعلیٰ درجے کی تعلیم دیتا ہے۔

۲۔ مُصنّف

کُلسّیوں کے خط کے مُصنّف کے بارے میں ثبوت اِس قدر ٹھوس ہیں کہ اُنیسویں

صدی سے پہلے کبھی کسی نے اِعتراض نہیں کیا کہ پولُسؔ اِس کا مُصنّف ہے۔ خارجی شہادتیں تو خاص طور سے بڑی مضبوط ہیں۔ جن لوگوں نے اِس خط سے اِقتباس کرتے ہُوئے پولُسؔ کو اِس کا مُصنّف مانا ہے اُن میں اِغناطِسیُوسؔ، یُوسطِینؔ شہید، اِنطاکیہ کا تھیُفلُسؔ، اِرینیُسؔ، اسکندریہ کا کلیمینسؔ، طرطلیانؔ اور اوریجنؔ خاص طور پر قابلِ ذِکر ہیں۔ مرتوری فہرستِ اسفار اور مرقیونؔ کی فہرست دونوں ہی کُلسّیوں کے خط کو مُستند قرار دیتی ہیں۔

داخلی شہادتوں میں یہ سیدھی سادی حقیقت شامِل ہے کہ مُصنّف تین دفعہ کہتا ہے کہ "مَیں پولُسؔ ہُوں" (۱:۱؛ ۱:۲۳؛ ۴:۱۸) اور مُندرجات اِس دعوے کے ساتھ مُطابقت رکھتے ہیں۔ پولُسؔ کا مخصُوص انداز یہ ہے کہ پہلے وُہ عقیدے کی تشریح کرتا ہے پھر فرض یا ذِمّہ داری کا بیان کرتا ہے۔ سب سے بڑی تصدِیق اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ فلیمونؔ کے ساتھ مضبُوط کڑی مِلتی ہے اور سب مانتے ہیں کہ وُہ پولُسؔ کی تصنیف ہے۔ فلیمونؔ کے چھوٹے سے خط میں جن افراد کا ذکر ہے اُن میں سے پانچ اِفسیوں کے خط میں بھی موجُود ہیں۔ رینانؔ جیسا نقاد بھی فلیمونؔ کے ساتھ اِس کی مُطابقت سے متاثر ہُوئے بغیر نہیں رہ سکا، حالانکہ وُہ کُلسّیوں کے بارے میں خاصے شکوک کا اِظہار کرتا ہے۔

اِس خط کے پولُسؔ کی تصنیف ہونے کے خِلاف جو دلائِل دِئے جاتے ہیں وُہ زیادہ تر ذخیرۂ الفاظ، مسیح کے بارے میں عقیدہ اور غناسطیت کی طرف اِشاروں کے گِرد گھومتے ہیں۔ جہاں تک پہلے نکتے کا تعلق ہے کلسیوں کے خط میں نیا ذخیرۂ الفاظ پولُسؔ کے بعض پسندیدہ الفاظ کی جگہ لے لیتا ہے۔ گُزشتہ صدی میں سالمنؔ نامی ایک راسخُ الاِعتقاد برطانوی عالم ہُوا ہے۔ وُہ قدرے ظریفانہ انداز میں اِس دلیل کا جواب دیتا ہے: "مَیں اِس عقیدے کی حمایت نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص ایک نیا مقالہ لکھتے ہُوئے صِرف اس ڈر سے کوئی نیا لفظ اِستعمال نہ کرے کہ میری شناخت ختم ہو جائے گی"۔ جہاں تک کُلسّیوں کے خط میں علمُ المسیح کا تعلق ہے تو وُہ یُوحنّاؔ کی انجیل اور فلپّیوں کے خط سے میل کھاتا ہے۔ اِس عقیدے کے بارے میں مُشکِل صِرف اُن لوگوں کو پیش آتی ہے جو مسیح کی الُوہیّت کے عقیدے کو دُوسری صدی میں بُت پرستانہ عقائِد کی ایک ترقی یافتہ صُورت قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

جہاں تک غناسطیت کا تعلق ہے تو سکاٹ لینڈ کا آزاد خیال عالم مافٹ اِس خیال کا اظہار کرتا ہے کہ کلسیوں کے خط میں غناسطیت کی جس ابتدائی شکل کا ذکر ہے وُہ پہلی صدی عیسوی میں ضرور موجود ہو گی ۔

چنانچہ یہ نظریہ مضبوط بنیادوں پر قائم ہے کہ کلسیوں کے خط کا مصنّف پولُس ہی ہے ۔

۳۔ سنِ تصنیف

کلسیوں کا خط اُن خطوط میں سے ہے جن کو "قید خانے کے خطوط" کا نام دیا جاتا ہے ۔ اِس لحاظ سے مُمکن ہے کہ یہ خط اُن دِنوں لکھا گیا ہو جب پولُس دو سال تک قیصریہ میں قید (اعمال ۲۳ : ۲۳ ؛ ۲۴ : ۲۷) تھا ۔ لیکن چونکہ مُبشر فلپّس اُن دِنوں اُس کا میزبان تھا اس لئے یہ بات قرینِ قیاس معلوم نہیں ہوتی کہ پولُس نے اُس کا نام لکھنا نظر انداز کر دیا ہو ۔ اِس لئے کہ پولُس نہایت خوش اخلاق اور شفیق مسیحی تھا ۔ یہ رائے بھی دی جاتی ہے کہ مُمکن ہے اُن دِنوں پولُس اِفسس میں قید ہو ۔ حالانکہ یہ اَور بھی بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے ۔ عام طور سے اِتفاق اِس بات پر ہے کہ یہ خط اور فلیمون کے نام خط روم میں قید کے درمیانی عرصے کے دوران لکھے گئے تھے ۔ اور زمانہ سنہ ۶۰ء کا ہے (اعمال ۲۸ : ۳۰ ، ۳۱) ۔

معمُول کے مُطابق خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ اِس کتاب کو سمجھنے اور اِس سے مُستفید ہونے کے لئے اُن حالات کو پُورے طور سے جاننے کی ضرُورت نہیں جن میں یہ لکھی گئی تھی ۔

۴۔ پس منظر اور موضُوع

کُلسّے صوبہ فروگیہ کا ایک شہر تھا ۔ آج کل اِس علاقے کو ایشیائے کوچک کہا جاتا ہے ۔ یہ لودیکیہ سے دس میل مشرق اور ہیرویلس (دیکھئے ۴ : ۱۳) سے تیرہ میل جنوب مشرق میں واقع تھا ۔ یہ شہر اِفسس سے مشرق کی طرف تقریباً سو میل کے فاصلے پر تھا اور ایک سِلسلۂ کوہ کے ایک درّے کے سرے پر تھا ۔ یہ درّہ بارہ میل

طویل ایک گھاٹی تھی۔ یہاں سے ایک فوجی شاہراہ گزرتی تھی جو مغرب میں دریائے فرات تک پہنچتی تھی۔ کُلُسّے دریائے لوکس کے کنارے واقع تھا جو مغرب کی طرف بہتے ہُوئے لودیکیہ سے ذرا آگے جاکر دریائے میانور میں مل جاتا ہے۔ یہاں ہیروپلس کے گرم چشموں کا پانی کُلُسّے کے ٹھنڈے پانیوں سے ملتا ہے اور یُوں لودیکیہ میں "نیم گرم" حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہیروپلس صحت کا مرکز اور مذہبی مرکز بھی تھا، جبکہ لودیکیہ اِس وادی کا صدر مقام تھا۔ نئے عہدنامہ کے زمانے سے پہلے کُلُسّے بہُت بڑا شہر تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ کُلُسّے کا نام لفظ "کلوسِس" سے مشتق ہے، جس کا تعلق وہاں پائی جانے والی چُونے کے پتھر کی بڑی بڑی چٹانوں سے ہے۔

ہمیں معلُوم نہیں کہ انجیل پہلے پہل کُلُسّے میں کیسے پہُنچی۔ جب پَولُس نے یہ خط لکھا تو اُس کی مُلاقات وہاں کے ایمانداروں سے نہیں ہُوئی تھی (۲:۱)۔ عام خیال ہے کہ سب سے پہلے اِپفراس نجات کا پیغام وہاں لایا تھا (۱:۷)۔ بہُت سے لوگوں کو یقین ہے کہ وہ اُس زمانے میں ایمان لایا تھا جب پَولُس رسُول تین برس تک اِفسُس میں رہا۔ فروگیہ کا علاقہ ایشیائے کوچک کے اُس حصّے میں واقع تھا جس پر ایک رومن پروکونسل حکومت کرتا تھا۔ پَولُس فروگیہ میں تھا (اعمال ۱۶:۶؛ ۱۸:۲۳) مگر کُلُسّے میں نہیں تھا (۲:۱)۔

ہمیں اِس خط سے یہ ضرُور معلُوم ہوتا ہے کہ وہ جھُوٹی تعلیم جو اپنے عرُوج کے زمانے میں غناسطیت کے نام سے مشہور ہُوئی، اُس کا کُلُسّے میں بہُت چرچا تھا۔ یہ جھُوٹی تعلیم کُلُسّے کی کلیسیا کے لئے ایک خطرہ بن رہی تھی۔ اِس تعلیم کے پیروکار یعنی غناسطی اپنے عِلم (یُونانی۔ غناسِس gnosis) پر بہُت فخر کرتے تھے۔ اُن کا دعویٰ تھا کہ ہم رسُولوں کی نسبت اعلیٰ درجے کے عِلم کے مالِک ہیں۔ وہ یہ تاثر دیتے تھے کہ کوئی شخص اُس وقت تک حقیقی خُوشی حاصِل نہیں کر سکتا جب تک وہ ہمارے مسلک کی گہری راز کی باتوں سے واقف نہ ہو۔

بعض غناسطی مسیح کی حقیقی بشریت کے مُنکر تھے۔ وہ تعلیم دیتے تھے کہ "مسیح" ایک الٰہی تاثیر ہے جو خُدا سے صادر ہُوئی اور اُس وقت 'بشر' یسُوع پر آ ٹھہری جب اُس نے بپتسمہ لیا۔ وہ یہ تعلیم بھی دیتے تھے کہ "المسیح" مصلُوب ہونے سے ذرا پہلے یسُوع سے جُدا ہو گیا، یعنی اُسے چھوڑ گیا۔ اور اُن کے مُطابق نتیجہ یہ ہُوا

کہ "یسوع" مر گیا جبکہ "مسیح" نہیں مرا۔

غناسطیت کی بعض شاخیں یہ تعلیم دیتی تھیں کہ خدا اور مادہ کے درمیان رُوحوں کی کئی سطحیں یا درجے ہیں۔ اُنہوں نے یہ نظریہ اِس لئے اپنایا کہ اُن کے خیال میں اس طرح بُرائی کے آغاز کی وضاحت ہوتی ہے۔ اے۔ ٹی۔ رابرٹسن بیان کرتا ہے کہ

> "غناسطی سوچ بُنیادی طور پر کائنات کے آغاز اور بدی کے وجُود کی وضاحت پر توجُّہ دیتی تھی۔ وُہ کہتے تھے کہ خُدا نیک ہے، پھر بھی بَدی کا وجُود ہے۔ اُن کا نظریہ تھا کہ بَدی مادّہ میں خلقی (جبلّی) طور پر موجُود ہے، تو بھی نیک خُدا بُرے مادّہ کو خلق نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اُنہوں نے یہ مفرُوضہ پیش کیا کہ خُدا اور مادّہ کے درمیان بُہت سے ظہُورات، ازلی قوتوں، رُوحوں اور فرشتوں کے سِلسلے ہیں۔ تصوّر یہ تھا کہ ایک ظہُور خُدا سے صادر ہُوا۔ دُوسرا ظہُور اُس پہلے ظہُور سے صادر ہُوا، اور یہ سِلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ ایک ظہُور خُدا سے اِتنی دُور تھا کہ بُرائی کو خلق کرنے میں خُدا کو آلودہ نہیں کر سکتا تھا۔ مگر اِتنا نزدیک تھا کہ یہ کام کرنے کی قدرت رکھتا تھا۔"

بعض غناسطیوں کا عقیدہ تھا کہ جِسم (بدن۔ یا مادّہ بہ حیثیّت ضِدِ رُوح) خلقی (جبلّی) طور پر گُناہ آلودہ ہے۔ اِس لئے وُہ رُہبانیت (ترکِ دُنیا) پر عمل پیرا ہوتے تھے، یعنی اُنہوں نے نفس کُشی بلکہ اذیتِ نفس کا ایک نظام ترتیب دے رکھا تھا تاکہ رُوحانیت کا اعلیٰ اور بُلند درجہ حاصل کر سکیں۔ غناسطیوں کا دُوسرا گروہ دُوسری انتہا تک چلا گیا تھا۔ وُہ نفسانی عیش وعشرت میں غرق رہتے تھے۔ وُہ کہتے تھے کہ جِسم کی کوئی اہمیّت نہیں، کیونکہ اِس کا اِنسان کی رُوحانی زندگی پر کُچھ اثر نہیں ہوتا۔

معلُوم ہوتا ہے کہ کُلسّے میں دو اَور غلط باتوں کے اثرات بھی موجُود تھے۔ ایک تھی اِنکارِ اخلاقیات۔ انکارِ اخلاقیات کی تعلیم یہ ہے کہ فضل کے ماتحت اِنسان کو ضبطِ نفس کی ضرُورت نہیں، بلکہ وُہ اپنی جسمانی خواہشات اور ہوس کو بے لگام چھوڑ سکتا ہے۔ دُوسری تھی یہُودیت نوازی۔ پُرانے عہدنامہ کی یہُودیت اِنحطاط پذیر اور بگاڑ کا شکار

ہو کر محض رسم پرستی بن کر رہ گئی تھی۔ اِن رسُومات کی پابندی سے اِنسان خُدا کے سامنے راست باز ٹھہرائے جانے کی اُمید رکھتا تھا۔

کُلُسّے میں پائی جانے والی غلط تعلیمات آج ہمارے زمانے میں بھی موجُود ہیں۔ مسیحیّت میں غناسطیت کئی شکلوں میں ظاہر ہو رہی ہے۔ مثلاً کرِسچن سائنس، عقیدۂ عِرفان یا عِرفانیت (تصوّف)، مارمنیت، یہوواہ کے گواہ، وحدت پرستی (یُونِٹی) اور کئی دُوسرے نظام — انکارِ اخلاقیات کی جھلک اُن سارے نظریوں یا نظاموں میں پائی جاتی ہے جو کسی نہ کسی صُورت میں کہتے ہیں کہ چونکہ ہم فضل کے ماتحت ہیں اِس لئے جیسے چاہیں زِندگی گزار سکتے ہیں۔

یہُودی مذہب اصل میں خُدا کا دِیا ہُوا مکاشفہ تھا۔ اُس کی رسُومات اور شعائر کا مقصد ایک خاص انداز سے رُوحانی سچائیوں یا حقیقتوں کی تعلیم دینا تھا۔ یہ بات عبرانیوں کے خط اور نئے عہد نامہ کے دِیگر حِصّوں سے ثابت ہوتی ہے۔ مگر اصل یہُودیت میں انحطاط آتا گیا یہاں تک کہ اُس نے ایک ایسے نظام کی صُورت اختیار کر لی، جِس میں رسُومات اور شعائر ہی کو کارِ ثواب مانا جانے لگا اور روحانی معنی و مفہوم کو نظر انداز کیا جانے لگا۔ آج اِس کی نظیر اُن بہُت سے مذہبی نظاموں میں ملتی ہے جِن میں یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ انسان اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے خُدا کے حضُور مقبُول ٹھہر سکتا ہے۔ اِس طرح یہ نظام اِنسان کی گناہ آلُودہ حالت کو نظر انداز کرتے اور اِس حقیقت کا اِنکار کرتے ہیں کہ اِنسان کو نجات صِرف خُدا سے مِلتی ہے۔

کُلُسّیوں کے نام خط میں پَولُس بڑی مہارت سے اِن غلط تعلیمات کی تردید کرتا ہے۔ اِس مقصد کے لئے وُہ خُداوند یسوع مسیح کی ذات اور کام کے جلال اور شان کو اُجاگر کرتا ہے۔

یہ خط اِفسیوں کے نام پَولُس کے خط کے ساتھ عجیب مُطابقت رکھتا ہے۔ مگر اِس مُطابقت میں باتوں کو دُہرایا نہیں گیا۔ اِفسیوں میں ایمان دار مسیح کے ساتھ آسمانی مقاموں میں بیٹھے نظر آتے ہیں، جبکہ کُلُسّیوں میں زمین پر نظر آتے ہیں اور اُن کا جلالی سردار مسیح آسمان پر ہے۔ اِفسیوں میں زور اِس بات پر ہے کہ ایمان دار مسیح میں ہے جبکہ کُلُسّیوں بیان کرتا ہے کہ مسیح ایمان دار میں ہے، اور کہ مسیح جلال کی اُمید

ہے - اِفسیوں میں زور یہ ہے کہ کلیسیا "مسیح کا بدن ہے - اور اُس کی معموری جو ہر طرح سے سب کا معمور کرنے والا ہے" (اِفسیوں ۱: ۲۳) - اِس طرح مسیح کے بدن کی وحدت پر زور دیا گیا ہے - کُلسّیوں کے خط میں پہلے باب میں مسیح کے سر ہونے کا تفصیلی بیان ہے اور زور دیا گیا ہے کہ ضرورت ہے کہ ہم "سر کو پکڑے رہیں (۲: ۱۸، ۱۹) اور اُس کے تابع رہیں - اِفسیوں کی ۱۵۵ آیات میں سے ۵۴ آیات کُلسّیوں کی آیات سے مشابہت رکھتی ہیں -

خاکہ

۱۔ مسیح کی فضیلت کا عقیدہ (ابواب ۱، ۲) ۔

ا ۔ سلام (۱: ۱، ۲) ۔

ب ۔ ایمان داروں کے لئے پولُس کی دُعا اور شُکرگزاری (۱: ۳-۱۴) ۔

ج ۔ مسیح کا جلال (۱: ۱۵-۲۳) ۔

د ۔ پولُس کے سپُرد ہونے والی خِدمت (۱: ۲۴-۲۹) ۔

ہ ۔ نفس کُشی، تصوّف، شریعت پرستی اور فلسفے کے خطرات کے مُقابلے میں مسیح کافی ہے (۲: ۱-۲۳) ۔

۲ ۔ پُرفضیلت مسیح سے متعلق ایمان دار کا فرض (ابواب ۳، ۴) ۔

ا ۔ ایمان دار کی نئی زِندگی — پُرانی اِنسانیت کو اُتارنا اور نئی اِنسانیت کو پہننا (۳: ۱-۱۷) ۔

ب ۔ مسیحی گھرانے کے اراکین کا موزُوں کردار (۳: ۱۸ - ۴: ۱) ۔

ج ۔ ایمان دار کی دُعائیہ زِندگی اور کردار و گفتار سے گواہی (۴: ۲-۶) ۔

د ۔ پولُس کے چند ساتھیوں کی جھلکیاں (۴: ۷-۱۴) ۔

ہ ۔ سلام اور ہدایات (۴: ۱۵-۱۸) ۔

تفسیر

۱۔ مسیح کی فضیلت کا عقیدہ (ابواب ۱، ۲)

ا۔ سلام (۱:۱، ۲)

۱:۱ ۔ جس زمانے میں نیا عہد نامہ لکھا گیا اُن دنوں رواج تھا کہ خط کا آغاز مُصنّف کے نام سے کیا جاتا تھا ۔ چنانچہ "پولس" اپنا تعارف "خُدا کی مرضی سے مسیح یسوع کا رسول" کے لقب سے کراتا ہے ۔ "رسُول" سے مُراد وُہ شخص ہے جس کو خُداوند یسوع نے اپنا پیغام دے کر بھیجا ہو ۔ جس پیغام کی منادی رسُول کرتے تھے اُس کی تصدیق کی خاطر رسُولوں کو مُعجزے کرنے کی قدرت عطا کی گئی تھی (۲۔ کرنتھیوں ۱۲: ۱۲) ۔ اِس کے علاوہ ہم پڑھتے ہیں کہ بعض حالات میں جب رسُول ایمان داروں پر ہاتھ رکھتے تھے تو رُوح القُدس عطا ہوتا تھا (اعمال ۸: ۱۵-۲۰؛ ۱۹: ۶) ۔ آج کل اِن معنوں میں کوئی رسُول نہیں ۔ اور اگر کوئی اوّلین بارہ ۱۲ رسُولوں کا جانشین ہونے کا دعویٰ کرے تو صِرف نادانی کا مظاہرہ کرتا ہے ۔ بہت سے لوگ اِفسیوں ۲: ۲۰ کو پیش کرتے ہُوئے اِس بات کا اِظہار کرتے ہیں کہ جن رسُولوں کو رسُول اور نبی ہونے کی خاص نعمت عطا ہُوئی تھی اُن کا خاص کام کلیسیا کی بُنیاد رکھنا تھا ۔ اُن کے مُقابلے میں مُبشّروں، پاسبانوں اور اُستادوں کا کام الگ تھا (اِفسیوں ۴: ۱۱) ۔

پولس اپنی رسالت کو "خُدا کی مرضی" کے مُطابق قرار دیتا ہے (اعمال ۹: ۱۵؛ گلتیوں ۱: ۱ بھی ملاحظہ کریں) ۔ یہ کوئی پیشہ نہ تھا جسے اُس نے خُود اختیار کیا تھا اور جس کے لئے اِنسانوں نے اُس کی تربیت کی تھی ۔ اور نہ یہ عہدہ اُسے انسانوں کی طرف سے مخصُوصیت کے باعث مِلا تھا ۔ یہ منصب نہ تو "اِنسانوں کی طرف سے" ہے یعنی

اِنسان اِس کا منبع یا سرچشمہ نہیں اور نہ "اِنسانوں کے وسیلے" سے مِلتا ہے بلکہ یہ ساری خِدمت پُورے طور سے اِس سنجیدہ شعُور کے تحت سرانجام دی جا رہی تھی کہ خُود خُدا نے اُس (پَولُس) کو رسُول ہونے کے لئے چُنا ہے۔

جس وقت پَولُس نے یہ خط لکھا "بھائی تیمتھیُس" اُس کے ساتھ تھا۔ یہ بات قابِل غور ہے کہ تیمتھیُس کے بارے میں پولُس کے رویّہ میں افسرانہ انداز نہیں ہے۔ دونوں ایک ہی برادری کے رُکن تھے۔ اور ایسا کوئی تصوّر موجُود نہیں تھا کہ کلیسیا میں کوئی دینی نظامِ حکومت ہے، جس میں عہدیدار ہوتے ہیں جِن کو بڑے شان دار القاب سے پُکارا جاتا ہے اور جو نہایت امتیازی لباس زیبِ تن کرتے ہیں۔

۲:۱ - اِس خط میں "مسیح میں اُن مُقدّس اور ایمان دار بھائیوں" کو مخاطب کیا گیا ہے "جو کُلسّے میں" رہتے تھے۔ یہاں ہم کو دو خوبصورت نام یا القاب مِلتے ہیں جو نئے عہدنامہ میں سارے مسیحیوں کو دِئے گئے ہیں۔ "مُقدّس" کا مطلب ہے کہ وُہ خُدا کے لئے دُنیا سے الگ کئے گئے ہیں، جس کے نتیجے میں اُن کو پاک زِندگی گزارنی چاہئے۔ "ایمان دار بھائیوں" کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ خُداوند یسوع پر ایمان کے وسیلہ سے ایک ہی باپ کے فرزند ہیں۔ وُہ ایمان رکھنے والے بھائی اور بہن ہیں۔ نئے عہد نامہ کے دُوسرے حِصّوں میں مسیحیوں کو "شاگرد" اور "ایمان دار" بھی کہا گیا ہے۔

"مسیح میں" - یہ الفاظ اُن کی "رُوحانی" حیثیت کو بیان کرتے ہیں۔ جب اُنہوں نے نجات پائی تو خُدا نے اُن کو "مسیح میں" رکھ دیا۔ اپنے پیارے بیٹے میں اُن کو قبول کیا۔ اَب سے اُن کو اُس (مسیح) کی زِندگی اور فطرت حاصِل ہو گئی۔ اَب سے خُدا اُن کو آدمؔ کی اَولاد یا ایسے اِنسانوں کے طور پر نہیں دیکھے گا جو نئے سِرے سے پَیدا نہیں ہُوئے، بلکہ اب سے اُن سب میں اپنے بیٹے کی 'قبولیت' نظر آئے گی۔ "مسیح میں" - یہ ترکیب اپنائیت، رفاقت، قبولیت اور تحفّظ کا اظہار کرتی ہے۔ رُوحانی معنوں میں یہ باتیں ایسی ہیں کہ اِنسانی ذہن سمجھ نہیں سکتا۔ اِن ایمان داروں کے جُغرافیائی مُقام کو "جو کُلسّے میں ہیں" کے الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اگر اس شہر میں انجیل کی منادی نہ ہوتی اور لوگ نجات نہ پاتے تو شاید ہم اِس شہر کا کبھی نام بھی نہ سُنتے۔

اب پَولُس نہایت خوبصورت انداز میں اُن کو سلام کرتا ہے: "ہمارے باپ خُدا کی طرف سے تمہیں فضل اور اطمینان حاصِل ہوتا رہے۔" "فضل اور اطمینان" سے بڑھ

کر کوئی اَور دو لفظ نہیں ہیں جو مسیحیت کی برکات کا اِتنی کاملیت سے احاطہ کر سکیں۔ "فضل" ایک عام یُونانی ترکیب تھی، جبکہ "اطمینان" ایک عام یہُودی سلام تھا۔ یہ الفاظ مُلاقات یا جُدا ہوتے وقت اِستعمال کِئے جاتے تھے۔ پولُس نے اِن دونوں کو اکٹھا کر دیا اور اِن کے مفہُوم اور اِستعمال کو بُلند تر کر دیا۔ "فضل" یہ تصویر پیش کرتا ہے کہ خُدا اِنتہائی محبّت اور ترس کے ساتھ گناہ آلُودہ اور کھوئی ہوئی اِنسانیت کے پاس نیچے آ گیا ہے۔ "اطمینان" میں وُہ ساری برکات سمٹ آتی ہیں جو اُس شخص کی زِندگی میں ظاہر ہوتی ہیں جو خُدا کے فضل کو مُفت بخشش کے طور پر قبول کر لیتا ہے۔ اِطمینان یقیناً ایک مسیحی کی میراث ہے۔ اور ہمیں شیطان کو موقع نہیں دینا چاہئے کہ وُہ اِس اِطمینان کو ہم سے چھین لے۔ الفاظ کی ترتیب بھی بہُت اہمیّت رکھتی ہے۔ پہلے "فضل" پھر "اطمینان"۔ اگر خُدا پہلے ہم سے محبّت اور رحم سے پیش نہ آتا، تو ہم ابھی تک اپنے گناہوں میں ہوتے۔ مگر چونکہ اُس نے پہل کی اور اپنے بیٹے کو بھیجا کہ ہماری خاطر اپنی جان دے، اِس لئے اب ہماری خُدا کے ساتھ صُلح ہے اور اِنسانوں کے ساتھ صُلح ہے اور خُدا کا اطمینان ہمارے دِل میں ہے۔ یہ سارا کُچھ کہنے کے باوجُود یہ حسرت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم اِن زبردست لفظوں کی کماحقہٗ تشریح نہیں کر سکتے۔

ب۔ ایمانداروں کے لئے پولُس کی دُعا اور شُکر گزاری

(۱:۳-۱۴)

۱:۳۔ پولُس کُلسّے کے ایمان داروں کو اُن الفاظ میں سلام کہتا ہے جو اب تمام مسیحیوں کے وِردِ زبان ہیں۔ یہ کام کرنے کے بعد پولُس رسُول وُہ بات کرتا ہے جو اُس کا خاصّہ ہے۔ وُہ دُعا اور "شُکر" کرنے کے لئے گھٹنوں پر گِر جاتا ہے۔ لگتا ہے کہ رسُول اپنی دُعا ہمیشہ خُداوند کی حمد و تعریف سے شرُوع کرتا ہے۔ یہ ہمارے لئے بہُت اچھا نمونہ ہے۔ وُہ دُعا میں "اپنے خُداوند یسُوع مسیح کے باپ" کو مخاطب کرتا ہے۔ دُعا ایک بہُت بڑا اعزاز ہے جِس کے وسیلے سے ہم کائنات کے شہنشاہ کے حضُور رسائی حاصِل کر سکتے اور اُس سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ مگر ہو سکتا ہے کہ کوئی پُوچھے "یہ کیسے مُمکن ہے کہ ایک اِنسان لامحدُود اور عظیم خُدا کی ہیبت ناک حضُوری

میں کھڑا ہو؟" اِس کا جواب اِسی حوالے میں ملتا ہے۔ اِس کائنات کا پُرجلال اور پُرشوکت خدا "ہمارے خداوند یسوع مسیح کا باپ" ہے۔ وہ ہستی جو انتہائی بلند ہے اِنتہائی قریب آ گئی۔ چونکہ ایمان دار ہونے کے باعث ہم اُس کی زِندگی میں شریک ہیں اِس لئے خدا ہمارا بھی باپ ہے (یُوحنّا ۲۰: ۱۷)۔ "تمہارے حق میں ہمیشہ دُعا کر کے"۔

اگر صِرف اِن ہی الفاظ کو دیکھا جائے تو اِن میں کوئی خاص اور نمایاں بات نظر نہیں آتی۔ لیکن جب ہم اِس بات کو یاد کرتے ہیں کہ یہ الفاظ اُن لوگوں میں پولس کی دِلچسپی کو ظاہر کرتے ہیں جِن سے وہ کبھی مِلا تک نہیں تو اِن کا ایک نیا مفہوم سامنے آتا ہے۔ ہمیں تو فضل کے تخت کے سامنے اکثر اپنے رِشتہ داروں اور دوستوں کو یاد کرنا مشکل لگتا ہے۔ مگر غور کریں کہ پولس کی دُعائیہ فہرست کیسی تھی! وہ صِرف اُن ہی کے لئے دُعا نہیں مانگتا تھا جِن کو جانتا تھا، بلکہ دُور دراز کے مسیحیوں کے لئے بھی۔ اُن کا اُس نے صِرف نام سُنا ہؤا تھا۔ جب ہم پولس کی اَن تھک دُعائیہ زِندگی کو دیکھتے ہیں تو اُس کو بہتر طور سے سمجھ سکتے ہیں۔

۱: ۴۔ پولس نے سُنا تھا کہ کُلسّے کے یہ افراد "مسیح یسوع پر --- ایمان ... اور سب مُقدّس لوگوں سے محبّت رکھتے" ہیں۔ وہ پہلے "مسیح یسوع پر" اُن کے "ایمان" کا ذِکر کرتا ہے۔ ہم کو بھی بات کا آغاز ہمیشہ اِسی نُکتے سے کرنا چاہئے۔ آج دُنیا میں بہت سے مذہبی لوگ ہیں جو دُوسروں کے لئے اپنی محبّت کا چرچا کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اُن سے اِستفسار کریں تو معلوم ہو گا کہ وہ خداوند "یسوع پر" کوئی "ایمان" نہیں رکھتے۔ ایسی محبّت کھوکھلی اور بے معنی ہوتی ہے۔ اِس کے برعکس ایسے لوگ بھی ہیں جو "مسیح پر ایمان" رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن آپ اُن کی زِندگیوں میں "محبّت" کا کوئی ثبوت ڈھونڈیں تو نہیں مِلے گا۔ پولس ایسے لوگوں کے ایمان کے اخلاص پر اعتراض کرے گا۔ ضرور ہے کہ مُنجی پر سچّا "ایمان" ہو، اور اِس ایمان کا ثبوت خدا اور اپنے ہم جِنس اِنسانوں کے ساتھ "محبّت" بھری زِندگی سے مِلنا چاہئے۔

پولس بیان کرتا ہے کہ "ایمان" "مسیح یسوع پر" ہو۔ اِس بات پر غور کرنا بہت ضروری ہے۔ پاک صحائف میں ہمیشہ یہی کہا گیا ہے کہ اِیمان صرف خداوند یسوع پر ہونا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کوئی شخص کسی بینک پر بے حد و حِساب

ایمان رکھتا ہو۔ لیکن یہ ایمان صِرف اُس وقت تک جائز اور درُست ہوگا جب تک بینک قابلِ اِعتماد ہے۔ اگر بینک کا نظم ونسق ناقص ہے تو صِرف ایمان کسی کی رقم کا تحفّظ نہیں کر سکے گا۔ یہی حال رُوحانی زندگی کا ہے۔ ایمان اپنی ذات میں کافی نہیں۔ اِس ایمان کا مرکز خُداوند یسُوع مسیح ہونا چاہیئے۔ چونکہ وُہ کبھی ناکام اور بے وفا نہیں ہوسکتا، اِس لئے جو بھی اُس پر بھروسا کرتا یا ایمان رکھتا ہے اُسے کبھی مایُوسی نہ ہوگی۔

یہ حقیقت کہ پَولُس نے اُن کے "ایمان" اور "محبّت" کے بارے میں سُنا تھا، ظاہر کرتی ہے کہ وُہ یقیناً خفیہ یا پوشیدہ ایمان دار نہ تھے۔ دَراصل نیا عہدنامہ کسی ایسے شخص کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا جو خُفیہ شاگرد رہنا چاہتا ہو۔ خُدا کے کلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے سچّے دِل سے نجات دہندہ کو قبول کر لیا ہے تو لازم ہو جاتا ہے کہ مسیح کا علانیہ اقرار کرے۔

کلسیوں کی محبت "سب مُقدّس لوگوں" کے لئے تھی۔ اِس محبّت میں مقامی یا فرقہ وارانہ رنگ نہیں تھا۔ وُہ صِرف اپنی برادری کے لوگوں سے محبّت نہیں رکھتے تھے، بلکہ جہاں کہیں سچّے ایمان دار ہوتے وُہ اُن سے سچّی اور گرم جوشی سے محبّت کرتے تھے۔ یہ ہمارے لئے ایک سبق ہونا چاہیئے کہ ہماری محبّت محدُود نہیں ہونی چاہیئے کہ صِرف اپنی مقامی برادری سے محبّت رکھیں بلکہ جہاں بھی مسیح کی بھیڑیں پائی جائیں ہم اُن کو پہچانیں اور مانیں، اور جہاں تک مُمکن ہو اُن کے ساتھ محبّت کا اظہار کریں۔

۱:۵۔ یہ بات پُوری طرح واضح نہیں ہوتی کہ اِس آیت کا اِس سے پہلے کی آیات کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ کیا اِس کا تعلق آیت ۳ سے ہے: ہم خُدا کا شُکر کرتے ہیں "اُس اُمید کی ہُوئی چیز کے سبب سے جو تمہارے واسطے آسمان پر رکھی ہُوئی ہے"؟ یا اِس کا تعلق آیت ۴ کے اُس حِصّے سے ہے جہاں کہا گیا ہے کہ تم "سب مُقدّس لوگوں سے محبّت رکھتے ہو"۔ یعنی "اُس اُمید کی ہُوئی چیز کے سبب سے ۔۔۔ تم سب مُقدّس لوگوں سے محبّت رکھتے ہو"۔ یہ دونوں تعلق ممکن ہیں۔ مُمکن ہے کہ پَولُس رسُول نے نہ صِرف اُن کے ایمان اور محبّت کے لئے شُکر کیا ہو

بلکہ مُستقبِل کی اُس میراث کے لئے بھی جو ایک دِن اُن کو مِلے گی۔ اِس کے ساتھ یہ بھی دُرست ہے کہ یسوعؔ مسیح پر ایمان اور سب مُقدّس لوگوں کے ساتھ محبّت اُسی چیز کے پیشِ نظر بروئے کار لائی جاتی ہے جو ہمارے سامنے ہے یا جِس کی اُمید ہے۔ کُچھ بھی ہو، ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں پَولُسؔ مسیحی زِندگی کے تِین بنیادی فضائِل کا ذِکر کرتا ہے، یعنی ایمان، محبّت اور "اُمید"۔ اِن کا ذِکر ۱-کرنتھیوں ۱۳:۱۳ اور ۱-تھسلنیکیوں ۱:۳ اور ۵:۸ میں بھی آیا ہے۔ لائٹ فُٹ کہتا ہے "اِیمان کی بنیاد ماضی پر ہوتی ہے، محبّت حال میں کام کرتی ہے اور اُمید مستقبِل کو دیکھتی ہے"۔

اِس آیت میں "اُمید" کا مطلب اِنتظار کا رویّہ یا کِسی چیز کی راہ دیکھنا نہیں، بلکہ اُس "چیز" کی طرف اشارہ ہے جِس کی اِنسان اُمید کرتا ہے۔ یہاں اِس کا مطلب ہماری نجات کی تکمیل ہے جب ہم آسمان پر جائیں گے اور اپنی ابدی میراث میں داخِل ہوں گے۔ کُلُسّیوں نے پہلے اِس "اُمید" کے بارے میں سُنا تھا۔ شاید اُس وقت اِپفراسؔ نے اُن کے درمیان انجیل کی خوشخبری کی منادی کی تھی۔ جو کُچھ اُنہوں نے سُنا تھا، اُس کو "خوشخبری کے کلامِ حق" کے نام سے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں "خوشخبری" کو "کلامِ حق" کا پیغام کہا گیا ہے۔ جب پَولُسؔ یہ بات لِکھ رہا تھا تو شاید وُہ غناسطیت کی جھُوٹی تعلیم کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کِسی نے "حق" یا سچّائی کی تعریف یہ کی ہے کہ "جو کُچھ خُدا کِسی چیز (بات) کے بارے میں کہتا ہے وُہ حق ہے" (یُوحنّا ۱۷:۱۷)۔ "خوشخبری" سچّی ہے اِس لئے کہ یہ خُدا کا کلام ہے۔

۱:۶- کُلُسّیوں کو خوشخبری کی سچّائی اُسی طرح "پہنچی" تھی جِس طرح اُس زمانے کی باقی معلُومہ دُنیا کو پہنچی تھی۔ جب پَولُسؔ "سارے جہان" کی بات کرتا ہے تو مُراد اُس زمانے کی معلُومہ دُنیا سے ہے۔ تاہم اِس کو مُطلق مفہُوم میں نہیں سمجھنا چاہئے، یعنی مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ دُنیا کے "ہر مَرد و زَن" نے خوشخبری کا پیغام سُن لیا تھا۔ جُزوی طور سے اِس کا مطلب یہ ہے کہ "ہر قوم" میں سے بعض لوگوں نے نجات کی خوشخبری سُن لی تھی (اعمال باب ۲)۔ اِس کا یہ مطلب بھی ہے کہ خُوشخبری کُل بنی نوعِ اِنسان کے لئے ہے، اور یہ خوشخبری بغیر کسی رَدّ و کَد کے ہر جگہ پھیلائی جا رہی تھی۔ پَولُسؔ اِس کے لازمی نتائج کا بیان بھی کرتا ہے۔ کُلُسّے میں اور "سارے جہان" کے جِن حِصّوں میں

خوشخبری پھیلی ہے وہاں "پھل دیتی اور ترقی کرتی جاتی ہے"۔ اِس بیان سے خوشخبری کی فوق الفطرت خاصیت ظاہر ہوتی ہے۔ قدرتی نظام میں ایک پودا عموماً پھل دیتے اور ترقی کرنے کا عمل بیک وقت نہیں کرتا۔ اکثر اوقات پودے کی چھانٹی کرنی پڑتی ہے تاکہ پھل لائے، کیونکہ اگر اُسے جنگلی انداز میں بڑھنے دیا جائے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُس کی ساری قُوّت پتّوں اور شاخوں میں چلی جاتی ہے اور پھل نہیں لگتا۔ لیکن خوشخبری یہ دونوں عمل ایک ساتھ کرتی ہے۔ یہ رُوحوں کی نجات کی شکل میں اور مُقدّسین کی تعمیر و ترقی کی صُورت میں "پھل دیتی" اور شہر بہ شہر اور ہر مُلک میں پھیلنے کی صُورت میں "ترقی کرتی جاتی ہے"۔

کُلسّیوں کی زِندگیوں میں بھی خوشخبری نے بعینہٖ یہی اثر دِکھایا۔ پولُس کہتا ہے "جس دِن سے تُم نے اِس کو سُنا اور خُدا کے فضل کو سچے طور پر پہچانا" تمہارے درمیان یہی اثر ظاہر ہؤا۔ کُلسّے کی کلیسیا تعداد میں بڑھی، اور ساتھ ہی وہاں کے ایمان داروں کی زندگی میں رُوحانی ترقی بھی ہُوئی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی میں دِن دُگنی رات چوگنی ترقی ہُوئی اور خوشخبری یورپ، ایشیا اور افریقہ تک جا پہنچی۔ جبکہ اکثر لوگوں کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ نجات کا پیغام اِتنی دُور دُور پہنچے گا۔ لیکن پھر بھی یہ ایک حقیقت ہے کہ خوشخبری سارے کُرۂ ارض پر پھیل گئی تھی۔

یہاں "خُدا کے فضل" کا مطلب ہے نجات کی خُوشخبری۔ یہ نہایت پیارا اندازِ بیان ہے۔ اِن کے علاوہ اَور الفاظ ہیں نہیں جو اِس خوشخبری کو ایسے اچھے اور مختصر الفاظ میں بیان کر سکیں۔ یہ عجیب اور دلکش سچائی ہے کہ خُدا نے اُن خطاکار اِنسانوں پر فضل کِیا جو حقیقت میں اُس کے قہر اور غضب کے حقدار تھے۔

۱:۷۔ پولُس رسُول صاف صاف بیان کرتا ہے کہ کُلسیوں نے خوشخبری کا پیغام "اِپفراس سے" سُنا اور اپنی زِندگی میں تجربے سے جان لیا تھا۔ پولُس اِپفراس کی تعریف کرتا ہے اور اُس کو "عزیز ہمخدمت" اور "دیانت دار خادم" قرار دیتا ہے۔ لفظ "ہمارے لئے" بھی قابلِ غور ہیں۔ پولُس رسُول کی بات میں کوئی تلخی یا جلن نہیں ہے۔ اُسے کسی دُوسرے مبشر کی تعریف سے کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ وُہ خُداوند کے دُوسرے خادموں کی تعریف کرنے میں پہل کرتا ہے۔

۱:۸ - اِپفراس ہی تھا جس سے پولُس نے سب سے پہلے کلسیوں کی اُس "محبّت" کے بارے میں سُنا تھا "جو رُوح میں ہے"۔ یہ فقط اِنسانی چاہت نہ تھی بلکہ یہ خُداوند اور اُس کے لوگوں کے لئے وُہ خالِص "محبّت" تھی جو خُدا کا اندر بسنے والا "رُوح" پیدا کرتا ہے۔ اِس خط میں رُوح القُدس کا یہی واحد ذِکر ہے۔

۱:۹ - شکرگزاری ادا کرنے کے بعد اب پولُس رسُول مقدسین کے لئے خاص سفارشی دُعا کرتا ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ پولُس رسُول کی دُعائیہ دلچسپیاں کتنی وسیع تھیں۔ ہم یہ بھی بیان کرنا چاہتے ہیں کہ پولُس کی درخواستیں خُدا کے لوگوں کی ضرُوریات اور حالات کے عَین مُطابق ہوتی تھیں۔ وُہ عمُومی انداز کی دُعا نہیں مانگا کرتا تھا۔ یہاں وُہ کلسیوں کے لئے چار الگ الگ درخواستیں کرتا ہے:

(۱) رُوحانی بصیرت یا حِکمت (۲) لائق چال چلن (۳) بکثرت قوت (۴) شکرگزاری کی رُوح۔

پولُس کی درخواستوں میں بُخل یا کنجوسی نہ ہوتی تھی۔ آیات ۹، ۱۰ اور ۱۱ میں یہ بات خاص طور پر نظر آتی ہے۔ مُلاحظہ کریں یہ الفاظ "کمال، معمُور، ہر طرح سے" وغیرہ — "(۱) کمال رُوحانی حِکمت اور سمجھ" (آیت ۹)۔ (۲) "ہر طرح سے پسند" (آیت ۱۰)۔ (۳) "ہر طرح کے نیک کام" (آیت ۱۰)۔ (۴) "ہر طرح کی قوت" (آیت ۱۱)۔ (۵) ہر صُورت سے صبر اور تحمل" (آیت ۱۱)۔

"اِسی لئے"۔ یہ الفاظ اِس بیان کو گزشتہ آیات سے مِلاتے ہیں۔ مطلب ہے کہ اِپفراس کی اِطلاع کے باعث (آیات ۴، ۵، ۸)۔ جب سے پولُس نے کلسے کے اِن پیارے مُقدسین اور اُن کے ایمان، محبّت اور اُمید کے بارے میں "سُنا" اُس نے اُن کے لئے دُعا کرنا اپنا معمُول بنا لیا تھا۔ اوّل تو وُہ دُعا مانگتا ہے کہ "وُہ کمال رُوحانی حِکمت اور سمجھ کے ساتھ اُس (خُدا) کی مرضی کے علم سے معمُور ہو" جائیں۔ وُہ یہ نہیں مانگتا کہ یہ ایمان دار غناسطیوں کے پُرغرور عِلم سے مُطمئِن ہو جائیں۔ وُہ چاہتا ہے کہ وُہ "خُدا کی مرضی کے عِلم سے معمُور" ہوں جیسا کہ خُدا کے کلام میں ظاہر ہے تاکہ اُن کی زِندگیاں اِس کے مُطابق ڈھل جائیں۔ یہ عِلم اپنی نوعیت میں دنیوی یا جسمانی نہیں ہے۔ "کمال رُوحانی حِکمت اور سمجھ" اِس کی خصُوصیات ہیں۔ اِس کو بہترین طور پر بروئے کار لانے کے لئے "حِکمت" اور یہ جاننے کے لئے "سمجھ" کی ضرُورت ہے کہ کونسی بات خُدا کی مرضی

کے مطابق ہے اور کونسی اِس کے خلاف ۔

۱:۱۰ ۔ آیات ۹ اور ۱۰ کے درمیان بہت گہرا تعلق اور ربط ہے ۔ پولس کیوں چاہتا تھا کہ "کلسّی خدا کی مرضی کے علم سے معمور" ہو جائیں؟ کیا اِس لئے کہ وُہ زبردست مُبشّر یا سنسنی خیز اُستاد بن جائیں؟ کیا اس لئے کہ بے شمار لوگ اُن کے پیرو ہو جائیں جیسا کہ غناسطی چاہتے تھے؟ ہرگز نہیں ۔ رُوحانی حکمت اور سمجھ کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسیحیوں کا "چال چلن خُداوند کے لائق ہو اور اُس کو ہر طرح سے پسند آئے" ۔ اِس بات میں ہدایت اور راہنمائی کے موضوع پر ایک اہم سبق پایا جاتا ہے ۔ خُدا اپنی مرضی اِس لئے ظاہر نہیں کرتا کہ ہمارے تجسّس کی تسکین ہو ۔ اور نہ اِس سے ہماری بُلند نظری یا احساسِ فخر کی تسکین کرنا مقصُود ہوتا ہے ۔ خُداوند ہماری زندگی کے لئے اپنی مرضی اِس لئے ظاہر کرتا ہے تاکہ اپنے کاموں کے سبب سے ہم "اُس کو ہر طرح سے پسند" آئیں ۔

"ہر طرح کے نیک کام کا پھل لگے" ۔ یہ یاد رکھنا بہت مُفید ہو گا کہ اگرچہ انسان اپنے نیک کاموں کے وسیلے سے نجات نہیں پاتا لیکن یقیناً اُسے نیک کاموں کے لئے نجات عطا ہوتی ہے ۔ رُوحوں کی نجات کے سلسلے میں نیک اعمال "کلیتاً" بے کار ہیں ۔ مگر خدشہ ہے کہ اِس بات پر زور دیتے ہُوئے ہم یہ تاثر پیدا کر دیں کہ مسیحی نیک اعمال پر یقین ہی نہیں رکھتے ۔ یہ بات تو حقیقت سے بالکل بعید ہے ۔ اِفسیوں ۲: ۱۰ میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ "ہم اُسی کی کاریگری ہیں اور مسیح یسوع میں اُن نیک اعمال کے واسطے مخلوق ہُوئے جن کو خُدا نے پہلے سے ہمارے کرنے کے لئے تیار کیا تھا" ۔ پھر پَولُس طِطُس (۳: ۸) کو لکھتے ہُوئے کہتا ہے کہ "یہ بات سچ ہے اور مَیں چاہتا ہُوں کہ تُو اِن باتوں کا یقینی طور سے دعویٰ کرے تاکہ جنہوں نے خُدا کا یقین کیا ہے وُہ اچھّے کاموں میں لگے رہنے کا خیال رکھیں" ۔

پَولُس نہ صرف یہ چاہتا تھا کہ اُن میں "ہر طرح کے نیک کام کا پھل لگے" بلکہ یہ بھی چاہتا تھا کہ وُہ "خدا کی پہچان میں بڑھتے" جائیں ۔ یہ کیسے ہوتا ہے؟ اوّل تندہی سے خُدا کا کلام پڑھنے سے ۔ دُوسرے دیانت داری اور جانفشانی سے اُس کی تعلیمات پر عمل کرنے اور وفاداری سے اُس کی خدمت کرنے سے (یہاں مؤخرالذکر خیال زیادہ نمایاں معلُوم ہوتا ہے) ۔ جب ہم اِن باتوں پر عمل کرتے ہیں تو "خُداوند کی پہچان میں بڑھتے جاتے ہیں ۔ "آؤ ہم دریافت کریں اور خُداوند کے عرفان میں ترقی کریں" (ہوسیع ۶: ۳) ۔

غور کریں کہ پہلے باب میں خُدا کی پہچان کے لئے لفظ کس طرح بار بار آئے ہیں۔ اور دیکھیں کہ اُن کے استعمال میں مفہوم کس طرح ترقی کرتا جاتا ہے۔ آیت ۶ میں "خُدا کے فضل کو سچے طور پر پہچانا"۔ آیت ۹ میں "اُس کی مرضی کے علم سے معمُور ہو"۔ اور آیت ۱۰ میں "خُدا کی پہچان میں بڑھتے جاؤ"۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ پہلے بیان کا تعلق نجات سے، دُوسرے کا پاک صحائف کے مُطالعہ سے اور تیسرے کا خدمت اور مسیحی زندگی سے ہے۔ ٹھوس اور صحیح عقیدے سے درست چال چلن پیدا ہوتا ہے اور اِس کا اظہار تابعداری سے خِدمت کرنے سے ہوتا ہے۔

۱: ۱۱ - پولُس کی تیسری درخواست یہ ہے کہ مُقدسین "اُس کے جلال کی قُدرت کے موافق ہر طرح کی قوت سے قوی ہونے" جائیں (تدریجی اِرتقاء پر غور کریں "معمُور" (آیت ۹)۔ "پھل لگے" (آیت ۱۰) اور "قوی ہوں" (آیت ۱۱)) مسیحی زندگی صرف اِنسانی طاقت کے بَل پر نہیں گزاری جاسکتی۔ اِس کے لئے فوق الفطرت قُوّت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِس لئے پولُس کی خواہش ہے کہ ایمان دار خُدا کے جی اُٹھے بیٹے کی قُدرت کو جان لیں۔ وُہ مزید چاہتا ہے کہ وُہ اُسے "اُس کے جلال کی قُدرت کے موافق" جان لیں۔ وُہ یہ درخواست نہیں کرتا کہ یہ قُدرت اُس کے جلال کی قُدرت "میں سے ہو" بلکہ یہ کہ اُس کے "موافق" ہو۔ "اُس کے جلال کی قُدرت" تو بے حد و حساب ہے۔ اور یہی دُعا کی رسائی کی وُسعت اور گنجائش ہے۔

پیک لکھتا ہے: "اُس کے جلال کی قُدرت کے موافق قوی ہونا فقط حاصل کرنے والے کی ضرورت کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ اِس سے خُدا کی لامحدُود قُوّت کی بھی نشاندہی ہوتی ہے"۔

پُولُس کیوں چاہتا ہے کہ مسیحیوں کو یہ قُوّت حاصل ہو؟ کیا اِس لئے کہ وُہ باہر نکلیں اور حیرت افزا معجزے کریں؟ کیا اِس لئے کہ وُہ مُردوں کو زندہ کریں، بیماروں کو شفا دیں اور بدرُوحوں کو نکالیں؟ جواب ایک مرتبہ پھر "نہیں" ہے۔ یہ قُوّت اِس لئے چاہیے کہ خُدا کا فرزند "خُوشی کے ساتھ ہر صُورت سے صبر اور تحمل" کرسکے۔ اِس بات پر بڑی سنجیدگی سے توجّہ دینے کی ضرورت ہے۔ آج کل معجزوں پر بہت زور دیا جا رہا ہے۔ مثلاً غیر زبانیں بولنا، بیماروں کو شفا دینا اور اِسی قسم کے اَور سنسنی خیز کام۔ لیکن ہمارے موجُودہ زمانے میں اِن سب سے بڑا ایک اَور معجزہ بھی ہے۔ اور یہ معجزہ خُدا کا وہ فرزند ہے جو کمال صبر و تحمل کے ساتھ دُکھ اور ایذا اُٹھاتا ہے اور ایسی آزمائش کے درمیان خُدا کا شُکر ادا کرتا ہے!

۱۔ کرنتھیوں ۱۳: ۴ میں صبر کو مہربانی کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے جبکہ یہاں اِس کو "خوشی" کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ ہم اِس لئے دُکھ اُٹھاتے ہیں کیونکہ مخلوقات کے ساتھ کراہنے میں شریک ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اپنے اندر "خوشی" کو قائم رکھنے اور دُوسروں کے ساتھ مہربانی سے پیش آنے کے لئے خُدا کی قدرت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہی مسیحی فتحمندی ہے۔ "صبر" اور "تحمل" میں فرق یہ ہے کہ گلے اور شکوے کے بغیر برداشت کرنا "صبر" ہے اور انتقامی کارروائی کئے بغیر برداشت کرنا "تحمل" ہے۔ وہ ایمان دار جو صبر کے ساتھ برداشت کر سکتا اور آتشیں آزمائش کے درمیان خُدا کی حمد و تعریف کر سکتا ہے، اُس کی زندگی میں خُدا کے فضل کا ایک بڑا مقصد پُورا ہو گیا۔

۱: ۱۲ - "اور باپ کا شُکر کرتے رہو" (اصل زُبان میں یہ جمع کے صیغے میں ہے)۔ پولُس کُلسّیوں کو شُکر گزاری کی تلقین کرتا ہے۔ وہ دُعا مانگتا ہے کہ وہ نہ صِرف کمال قدرت کے موافق قوی ہوتے جائیں، بلکہ اُن میں شُکر گزاری کی رُوح بھی ہو تاکہ وہ "خُدا کا شُکر کرنے سے کبھی باز نہ آئیں جس نے اُن کو اِس لائق کیا کہ نُور میں مُقدسوں کے ساتھ میراث کا حِصّہ پائیں"۔ آدم کی اولاد ہوتے کے باعث ہم اِس لائق نہ تھے کہ آسمان کی جلالی چیزوں سے لُطف اندوز ہوں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر غیر نجات یافتہ لوگ کسی طرح آسمان میں لے جائے بھی جا سکتے تو وہ اُن سے لُطف اندوز نہ ہو سکتے، بلکہ بہت پریشانی اور دُکھ محسُوس کرتے۔ آسمان اور وہاں کی چیزوں کی قدر دانی کے لئے اُن کے لائق ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ خُداوند یسوع میں ایمان دار ہوتے ہوئے بھی ہم اپنے آپ میں آسمان کے لائق نہیں۔ جلال کے لئے ہمارا واحِد حقِ دعویٰ خُداوند یسوع مسیح کی ذات میں پایا جاتا ہے۔ جب خُدا کسی کو نجات دیتا ہے تو فوراً اُسے آسمان کے لئے لائق بھی کر دیتا ہے۔ یہ لیاقت مسیح ہے۔ کوئی اِس سے بہتر ہو ہی نہیں سکتا۔ تابعداری اور عبادت اور خِدمت کی طویل زِندگی بھی کسی شخص کو آسمان کے لئے اِس سے زیادہ لائق نہیں کر سکتی جتنا لائق وہ نجات پانے کے دِن تھا۔ جلال کے لئے ہمارا حقِ دعویٰ اُس کے خُون میں ہے۔ میراث تو "نُور میں" ہے اور وہ آسمان میں محفُوظ ہے۔ زمین پر ہم ایمان داروں کو رُوح القُدس حاصِل ہے جو "ہماری میراث کا بیعانہ" ہے۔ اِس لئے ہمارے لئے جو کُچھ آئندہ کے واسطے رکھا ہُوا ہے، ہم اُس میں خوشی منا سکتے اور ساتھ ہی اِس وقت

"رُوح کے پہلے پھلوں" سے لُطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

۱:۱۳ - ہم کو "نُور میں مقدسوں کے ساتھ میراث کا حِصّہ پانے کے لائق" کرنے کے لئے خُدا نے "ہم کو تاریکی کے قبضے سے چُھڑا کر اپنے عزیز بیٹے کی بادشاہی میں داخل کیا" (بحوالہ ۱ یُوحنّا ۲:۱۱) - اِس کی وضاحت بنی اسرائیل کے تجربے سے کی جا سکتی ہے جس کا بیان خرُوج کی کتاب میں درج ہے۔ وُہ مِصر میں قیام پذیر تھے اور داروغوں کے کوڑوں تلے کراہ رہے تھے۔ خُدا نے عجیب طور سے مداخلت کی اور اُن کو اِس خوفناک غلامی سے چُھڑایا۔ اور بیاباں میں سے اُن کی راہنمائی کرتے ہُوئے اُن کو مُلکِ موعُود میں لے آیا۔ اِسی طرح بہ حیثیت گنہگار ہم شیطان کی غلامی میں تھے۔ مگر مسیح کے وسیلے سے ہم کو اُس کے چنگل سے "چُھڑا کر" اب مسیح کی "بادشاہی" کے شہری بنایا گیا ہے۔ شیطان کی بادشاہی "تاریکی" کی بادشاہی ہے جہاں روشنی، گرمی اور خوشی مفقود ہیں۔ اِس کے بالمقابل مسیح کی "بادشاہی" محبّت کی بادشاہی ہے جس میں یہ تینوں چیزیں موجُود ہیں۔

پاک کلام میں مسیح کی "بادشاہی" کئی پہلوؤں سے نظر آتی ہے۔ جب وُہ پہلی دفعہ اِس دُنیا میں آیا اُس نے لفظی معنوں میں ایک بادشاہی بنی اسرائیل کو پیش کی۔ یہُودی ظالم رومیوں سے رہائی چاہتے تھے۔ لیکن اپنے گُناہوں سے توبہ کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔ مسیح صِرف کسی ایسی قوم پر بادشاہی کر سکتا تھا جس کا تعلق اُس کے ساتھ صحیح ہو۔ جب اُن کو یہ بات بتائی گئی تو اُنہوں نے اپنے بادشاہ کو ردّ کر دیا اور اُس کو صلیب پر چڑھا دیا۔ اِس کے بعد خداوند آسمان پر واپس چلا گیا اور اب اُس کی بادشاہی ہمارے درمیان ایک بھید کی صُورت میں ہے (متی باب ۱۳) - مطلب یہ ہے کہ یہ بادشاہی ظاہری طور پر نظر نہیں آتی۔ بادشاہ موجُود نہیں بلکہ غیر حاضر ہے۔ لیکن اِس موجُودہ دَور میں جتنے لوگ خداوند یسُوع مسیح کو اپنا جائز حاکم مانتے ہیں وُہ اُس کی بادشاہی کی رعیّت بن جاتے ہیں۔ وُہ دِن آتا ہے کہ خُداوند یسُوع اِس دُنیا میں واپس آ کر اپنی بادشاہی قائم کرے گا۔ یروشلیم اُس کا دارالحکُومت ہوگا اور وُہ ایک ہزار سال تک بادشاہی کرے گا۔ اِس عرصے کے بعد مسیح اپنے تمام دُشمنوں کو اپنے پاؤں تلے کرے گا اور پھر بادشاہی کو خُدا باپ کے حوالے کر دے گا۔ اِس طرح ابدی بادشاہی کا آغاز ہوگا جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاری رہے گی۔

۱:۱۴ - خُدا کے عزیز بیٹے کی بادشاہی کا بیان کرنے کے بعد پَولُس رسُول خُداوند یسُوع کی ذات اور کام کا بیان کرتا ہے ۔ یہ بیان خُدا کے کلام کے خوبصورت ترین حِصّوں میں شمار ہوتا ہے ۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ پَولُس کی دُعا ختم ہو گئی ہے یا اُن آیات میں بھی جاری ہے جن کا ہم مُطالعہ کرنے کو ہیں ۔ مگر یہ بات کوئی خاص اہم نہیں، کیونکہ اگلی آیات خواہ خالص دُعا نہ بھی ہوں تاہم خالص عبادت ضرور ہیں ۔

دُوسرے مقامات کی نسبت یہاں یسُوع مسیح کو بہُت زیادہ سر بلند کیا گیا ہے ۔ اُس کی تعظیم کی گئی ہے ۔ لیکن اُس کا نام ایک بھی دفعہ نہیں لیا گیا ۔ اگرچہ ایک مفہوم میں یہ بات قابلِ ذکر ہے لیکن تعجب خیز نہیں، کیونکہ ہمارے مُبارک نجات دہندہ کے علاوہ کون ہے جو اِس بیان سے ذرا بھی مطابقت رکھتا ہو؟ یہ بیان ہمیں وُہ سوال یاد دِلاتا ہے جو مریم نے باغبان سے پُوچھا تھا کہ "میاں اگر تُو نے اُس کو یہاں سے اُٹھایا ہو تو مجھے بتا دے کہ اُسے کہاں رکھا ہے تاکہ مَیں اُسے لے جاؤں" (یُوحنّا ۲۰: ۱۵) ۔ مریم نے اُس کا نام نہیں لیا تھا ۔ اُس کے ذہن میں صِرف ایک ہی شخصیّت تھی ۔

پہلے تو مسیح کو اُس ہستی کے طور پر پیش کیا گیا ہے "جس میں ہم کو مخلصی[۱] یعنی گُناہوں کی مُعافی حاصِل ہے" ۔ "مخلصی" اُس عمل کو بیان کرتی ہے جس سے ہم گُناہ کی غلامی کی مارکیٹ سے خریدے گئے تھے ۔ گویا خُداوند یسُوع نے ہماری ایک قیمت ٹھہرا دی ۔ اُس نے ہماری کتنی بڑی قدر کی؟ اُس نے گویا یہ کہا کہ "میرے نزدیک اِن کی قدر و قیمت اِتنی زیادہ ہے کہ اِنہیں خریدنے کے لئے اپنا خون بہانے کو تیار ہُوں" ۔ چونکہ ہم اِتنی بڑی قیمت سے خریدے گئے ہیں تو ہمیں واضح طور پر معلوم ہونا چاہئے کہ اَب ہم اپنے نہیں رہے ۔ اِس لئے ہمیں اپنی زندگی اپنی مرضی کے مُطابق نہیں گزارنی چاہئے ۔ ایک مفسّر کہتا ہے کہ "اگر ہم اپنی زندگی کو اپنے ہاتھ میں لے کر اُسے اپنی مرضی کے مُطابق گزاریں تو ہم ایک ایسی چیز لیتے ہیں جو ہماری مِلکیت نہیں ہے، اِس لئے ہم چور ٹھہرتے ہیں" ۔

مسیح نے ہم کو نہ صِرف مخلصی دی ہے بلکہ "گُناہوں کی مُعافی" بھی ۔ اِس کا مطلب ہے

---

[۱] اِفسیوں ۱: ۷ کے متوازی بیان میں "اُس کے خون کے وسیلہ سے ..." کے الفاظ ہیں جو یہاں نہیں ہیں، مگر بُنیادی اہمیّت رکھتے ہیں ۔

کہ خُدا نے وُہ قرض منسُوخ کر دیا ہے جو ہمارے گُناہوں کے باعث تھا۔ خُداوند یسوع مسیح نے صلیب پر سزا چُکا دی۔ اَب اُسے دوبارہ ادا کرنے کی کبھی ضرُورت نہ ہوگی۔ یہ حِساب کتاب چُکایا جا چُکا ہے اور کھاتہ بند کر دیا گیا ہے۔ خُدا نے نہ صِرف مُعاف کر دیا ہے بلکہ اُس نے ہمارے گُناہ ایسے دُور کر دِئے ہیں "جیسے پُورب پچھم سے دُور ہے" (زبُور ۱۰۳: ۱۲)۔

ج۔ مسیح کا جلال (۱: ۱۵-۲۳)

۱: ۱۵۔ اگلی چار آیتوں میں خُداوند یسوع کا بیان کیا گیا ہے: (۱) خُدا کے ساتھ اُس کے تعلق کے حوالے سے (آیت ۱۵)۔ (۲) کائنات یا مخلوقات کے ساتھ اُس کے تعلق کے حوالے سے (آیات ۱۶، ۱۷)۔ (۳) کلیسیا کے ساتھ اُس کے تعلق کے حوالے سے (آیت ۱۸)۔

یہاں خُداوند کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وُہ "اَن دیکھے خُدا کی صُورت" ہے۔ "صُورت" کے لفظ میں کم سے کم دُو تصوّر موجُود ہیں۔ اوّل خُداوند یسوع نے ہمیں اِس لائق کیا ہے کہ دیکھ سکیں کہ خُدا کیسا ہے۔ خُدا رُوح ہے، اِس لئے اَن دیکھا یا نادیدنی ہے لیکن مسیح کی شخصیت میں خُدا نے خُود کو دِکھایا، دیدنی بنا دِیا جِس کو فانی آنکھیں دیکھ سکیں۔ اِس مفہُوم میں خداوند یسوع "اندیکھے خُدا کی صُورت" ہے۔ جِس نے اُس کو دیکھا ہے اُس نے باپ کو دیکھا ہے (دیکھئے یُوحنّا ۱۴: ۹)۔ علاوہ ازیں لفظ صُورت "نمائندہ" کا تصوّر بھی پیش کرتا ہے۔ اَصل میں خُدا نے آدمؔ کو اِس دُنیا میں اپنے اغراض کی نمائندگی کرنے کے لیئے رکھا تھا، مگر آدمؔ ناکام رہا۔ اِس لئے خُدا نے اپنے اِکلوتے بیٹے کو اپنے نمائندے کے طور پر اِس دُنیا میں بھیجا تاکہ اُس کے اغراض کی نگہداشت کرے اور اِنسان پر اُس کے محبّت بھرے دِل کو ظاہر کرے۔ اِس مفہُوم میں وُہ خُدا کی صُورت ہے۔ ۳: ۱۰ میں بھی یہی لفظ "صُورت" اِستعمال ہُوا ہے جہاں ایمان داروں کو مسیح کی صُورت کہا گیا ہے۔

مسیح "تمام مخلوقات سے پہلے مَولُود" بھی ہے، یعنی تمام خلق شُدہ چیزوں کا "پہلوٹھا" ہے۔ اِس کا مطلب کیا ہُوا؟ بعض جھُوٹے اُستاد کہتے ہیں کہ خُداوند یسوع خُود مخلوق ہے۔ وُہ پہلا شخص تھا جِس کو خُدا نے بنایا۔ بعض تو یہاں تک ماننے کو تیار ہیں کہ وُہ سب سے بڑا یا عظیم مخلوق ہے جو خُدا کے ہاتھ سے کبھی بنا۔ مگر کوئی بات اس تعلیم سے بڑھ کر خُدا کے کلام کے خِلاف یا مُتضاد نہیں ہو سکتی۔

"پہلے مولُود" یا "پہلوٹھا"۔ پاک صحائف میں اِس کے کم سے کم تین مختلف مفاہیم ہیں۔ لُوقا ۲: ۷ میں لفظ "پہلوٹھا" لغوی معنوں میں استعمال ہُوا ہے کہ مریم نے اپنے پہلوٹھے بیٹے کو جنم دیا، یعنی خُداوند یسوع اُس کے بطن سے پَیدا ہونے والا پہلا بچّہ تھا۔ مگر خرُوج ۴: ۲۲ میں لفظ "پہلوٹھا" مجازی یا تمثیلی معنوں میں آیا ہے کہ "اسرائیل میرا بیٹا، بلکہ میرا پہلوٹھا ہے"۔ اِس آیت میں جنم دینے یا پَیدا کرنے کا قطعاً کوئی مفہوم نہیں ہے۔ بلکہ خُداوند یہ لفظ اِستعمال کر کے بیان کرتا ہے کہ اِسرائیلی قوم کو میرے ارادوں اور منصُوبوں میں کیسا نمایاں اور اِمتیازی مقام حاصِل ہے۔ پھر زبُور ۸۹: ۲۷ میں لفظ "پہلوٹھا" حیثیت یا مقام یا درجے کی برتری، تفوّق اور یکتائی کو بیان کرتا ہے۔ یہاں خُدا کہتا ہے کہ مَیں داؤد، اپنے پہلوٹھے کو زمین کے بادشاہوں سے بلند تر درجہ دُوں گا۔ حقیقت میں داؤد جسمانی لحاظ سے یسّی کی آخری اَولاد تھا۔ مگر خُدا نے اِرادہ کر لیا تھا کہ اُس کو برتر، فائق اور اختیارِ مُطلق والا درجہ دے گا۔

کیا کُلسّیوں ۱: ۱۵ میں بھی بالکل یہی خیال نہیں پایا جاتا — "تمام مخلُوقات سے پہلے مولُود"؟ خُداوند یسوع مسیح خُدا کا یکتا اور بے مثال بیٹا ہے۔ ایک لحاظ سے تمام ایمان دار خُدا کے بیٹے ہیں، مگر خُداوند یسوع جس مفہُوم میں خُدا کا بیٹا ہے اُس کا اِطلاق کِسی اَور پر نہیں ہوتا۔ وُہ ساری مخلُوقات سے پہلے موجود تھا اور مخلوقات پر برتر اور فائق درجہ رکھتا ہے۔ اُس کا درجہ اور حیثیت رِفعت اور فرازی اور غلبہ و تسلّط اور عملداری کا درجہ ہے۔ "تمام مخلوقات سے پہلے مَولُود" کی ترکیب میں، پَیدا ہونے یا جنم لینے کا مفہُوم قطعی نہیں ہے۔ مطلب صِرف یہ ہے کہ وُہ خُدا کے ساتھ ازلی تعلق کے باعث خُدا کا بیٹا ہے۔ یہ حیثیّت یا تقدم کو ظاہر کرنے کا ایک لقب ہے۔ اِس میں زمانے یا وقت کا کوئی تصور نہیں۔

۱: ۱۶۔ جھُوٹے اُستاد آیت ۱۵ کو اِستعمال کر کے تعلیم دیتے ہیں کہ خُداوند یسوع مخلُوق ہستی ہے۔ اِس غلطی کی تردید کلام کے اِسی حوالے میں موجُود ہے جسے وُہ اِستعمال کرتے ہیں۔ آیت ۱۶ فیصلہ کُن انداز میں بیان کرتی ہے کہ خُداوند یسوع مخلوق ہستی نہیں ہے، بلکہ خُود خالق ہے۔ اِس آیت میں ہم سیکھتے ہیں کہ "سب چیزیں" اُس نے نہ صِرف خَلق کیں بلکہ یہ کہ "اُسی کے وسیلہ سے اور اُسی کے

واسطے پیدا ہوئی ہیں"۔ مختلف حروفِ جار فرق فرق تصوّر پیش کرتے ہیں۔ پہلی بات۔ "سب چیزیں ... اُسی میں ... پیدا ہوئی ہیں"۔ یہاں تصوّر یہ ہے کہ خلق کرنے کی قدرت اُس کی ہستی میں ہے۔ وہ صانع ہے۔ وہ عمّار ہے۔ وہ طرّاح (طرح/ بنیاد ڈالنے والا) ہے۔ آیت کے اگلے حصّے میں ہم سیکھتے ہیں کہ "سب چیزیں ... اُسی کے وسیلہ سے ... پیدا ہوئی ہیں"۔ یہاں تصوّر یہ ہے کہ وہ قوتِ عاملہ یا ایجنٹ ہے جس کے وسیلے سے ساری تخلیق ہوئی۔ وہ ذاتِ الٰہی کا وہ اقنوم ہے جس کے وسیلے سے تخلیق کا عمل کیا گیا۔ پھر یہ کہ "سب چیزیں ... اُسی کے واسطے پیدا ہوئی ہیں"۔ مسیح ہی وہ ہستی ہے جس کے لئے ساری چیزیں پیدا کی گئیں۔ وہی تخلیق کا مقصد ہے۔

پولس اِس بات پر خاص زور دیتا ہے کہ "سب چیزیں اُسی (مسیح) کے وسیلے سے پیدا ہوئیں"۔ یہ چیزیں "آسمان کی ہوں یا زمین کی"۔ اِس طرح کسی کے لئے یہ کہنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ اگرچہ اُس نے کچھ چیزیں خلق کیں، لیکن اولاً وہ خود مخلوق ہے۔

اِس کے بعد پولس یہ بیان کرتا ہے کہ خداوند کی مخلوقات میں "دیکھی ہوں یا اندیکھی" سب چیزیں شامل ہیں۔ لفظ "دیکھی" تو تشریح کا محتاج نہیں، لیکن بلاشبہ پولس رسول کو یہ احساس ہے کہ "اندیکھی" کا لفظ ہمارے تجسّس کو جگائے گا۔ اِس لئے وہ "اندیکھی" چیزوں کی وضاحت بھی کر دیتا ہے۔ اِن میں "تخت ہوں یا ریاستیں یا حکومتیں یا اختیارات" سب شامل ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ یہاں اِشارہ فرشتوں کی طرف ہے، اگرچہ ہم اِن باشعور اور ذی عقل ہستیوں کے مختلف درجات میں فرق اور اِمتیاز کو جان نہیں سکتے۔

غناسطی یہ تعلیم دیتے تھے کہ خدا اور مادّہ کے درمیان رُوحانی ہستیوں کے کئی مختلف درجات اور مراتب ہیں اور مسیح اِن ہی گروہوں میں سے ایک کا فرد یا رُکن ہے۔ ہمارے زمانے میں ارواح پرست یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مسیح چھٹے کرہ کی ایک ترقی یافتہ رُوح تھا۔ یہوواہ کے گواہ (یہوواہ کے وِٹنس) یہ تعلیم دیتے ہیں کہ اِس دُنیا میں آنے سے پیشتر ہمارا خداوند ایک مخلوق فرشتہ، بلکہ فرشتۂ اعظم میکائیل تھا! یہاں پولس بے سروپا تصوّرات کی سختی سے تردید کرتا ہے اور واضح ترین الفاظ میں کہتا ہے کہ خداوند یسوع مسیح فرشتوں کا، بلکہ دراصل ساری چیزوں کا — "دیکھی ہوں یا اندیکھی" —

وہ ساری چیزوں کا خالق ہے۔

۱:۱۷۔ "اور وہ سب چیزوں سے پہلے ہے اور اُسی میں سب چیزیں قائم رہتی ہیں"۔
پولس کہتا ہے "وہ سب چیزوں سے پہلے ہے"۔ وہ "پہلے تھا" نہیں کہتا۔ بائبل میں ذاتِ الٰہی کے لئے اکثر فعل حال استعمال ہُوا ہے۔ اِس کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ وہ لازمان (ازلی وابدی) ہے۔ مثال کے طور پر خداوند یسوع نے کہا کہ "پیشتر اِس سے کہ ابرہام پیدا ہوا، مَیں ہوں" (یوحنا ۸: ۵۸)۔

خُداوند یسوع نہ صرف ہر مخلوق سے پہلے موجود ہے بلکہ "اُسی میں سب چیزیں قائم رہتی ہیں"۔ اِس کا مطلب ہے کہ وہ کائنات کو قائم رکھنے والا اور اِس کی حرکتِ دوامی کا منبع ہے۔ وہ سورج، چاند اور ستاروں کو کنٹرول کرتا ہے۔ جب وہ اِس دُنیا میں تھا اُس وقت بھی وُہی فطرت کے قوانین کو کنٹرول کرتا تھا جن سے یہ کائنات منظم طور پر چل رہی ہے۔

۱:۱۸۔ خُداوند یسوع کی حکومت اور عملداری صرف فطری کائنات پر ہی نہیں، بلکہ رُوحانی مملکت میں بھی ہے۔ "وُہی بدن یعنی کلیسیا کا سر ہے"۔ خُداوند یسوع میں جتنے ایمان دار ہیں اُس چیز میں تشکیل پاتے ہیں جس کو مسیح کا "بدن" یا "کلیسیا" کہا جاتا ہے جس طرح جسم ایک وسیلہ ہے جس سے اِنسان اپنا اظہار کرتا ہے اُسی طرح مسیح کا بدن بھی وہ واسطہ ہے جو وہ اِس دُنیا میں رکھتا ہے اور جس کے وسیلے سے وہ اپنے آپ کو دُنیا پر ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ اِس "بدن ... کا سر ہے"۔ سر کا کام ہدایت وراہنمائی کرنا، حکم دینا اور کنٹرول کرنا ہے۔ اُس کو کلیسیا میں "اوّل درجہ" یا تفوّق حاصل ہے۔

"وُہی مبدا ہے"۔ ہم جانتے ہیں کہ اِس کا مطلب نئی خلقت کا "مبدا" (مکاشفہ ۳: ۱۴) یعنی رُوحانی زندگی کا سرچشمہ ہے۔ اِس کی مزید وضاحت اِن الفاظ سے ہوتی ہے کہ وہ "مُردوں میں سے جی اُٹھنے والوں میں پہلوٹھا" ہے۔ یہاں ہمیں پھر احتیاط کی ضرورت ہے۔ اور اِس بات پر زور دینا چاہئے کہ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ مُردوں میں سے جی اُٹھنے والوں میں پہلا ہے۔ پُرانے عہدنامہ اور نئے عہدنامہ میں بھی مُردوں میں سے جی اُٹھنے کی مثالیں موجود ہیں۔ لیکن خُداوند یسوع مُردوں میں سے جی اُٹھنے والا "پہلا" ہے جو پھر نہیں مرنے کا۔ وہ جلالی بدن کے ساتھ جی اُٹھنے والا "پہلا" ہے۔ مُنہی مخلوقات

کے سر کی حیثیت سے جی اُٹھا۔ اُس کی قیامت یکتا اور بے مثال ہے اور اِس بات کا بیعانہ ہے کہ جتنے اُس پر ایمان رکھتے ہیں وُہ بھی جی اُٹھیں گے۔ اُس کی قیامت پُکار پُکار کر کہتی ہے کہ وُہ رُوحانی مخلوقات میں اعلیٰ ترین اور برتر ہے۔

خُداوند یسوع کو دُہری فضیلت یا دُہرا "اوّل درجہ" حاصِل ہے۔ پہلے مخلُوقات میں، دُوسرے کلیسیا میں۔ یہ خُدا کا فیصلہ ہے کہ "سب باتوں میں اُس کا اوّل درجہ ہو"۔ یہ اُن لوگوں کے لئے کیسا زبردست جواب ہے جو پَولُس کے زمانے (اور ہمارے زمانے) میں مسیح کو اُس کی اُلوہیّت سے محرُوم کرنے اور اُسے محض ایک مخلُوق کا درجہ دینے کی کوشِش کرتے تھے۔ یہ درجہ کِتنا ہی بلند و ارفع کیوں نہ کہا جائے، مگر ہے اُس کے حقیقی درجے سے کہیں نیچا۔

جب ہم یہ پڑھتے ہیں کہ "سب باتوں میں اُس کا اوّل درجہ ہو" تو ہمیں اپنے آپ سے یہ پُوچھنا چاہئے کہ "کیا اُس کو میری زِندگی میں اول درجہ حاصِل ہے"؟

۱:۱۹ - "باپ کو یہ پسند آیا کہ ساری معمُوری اُسی میں سکونت کرے"۔ مطلب یہ ہے کہ ذاتِ اِلٰہی کی "معمُوری" ہمیشہ سے مسیح میں سکونت کرتی ہے۔

غناسطی بِدعت یہ تعلیم دیتی ہے کہ مسیح گویا خُدا تک پہنچنے کی راہ میں "درمیانی منزل" یا زنجیر کی ایک ضرُوری کڑی ہے۔ لیکن اِس سے آگے بہتر کڑیاں بھی ہیں۔ وُہ کہتے تھے کہ "اُس (مسیح) سے آگے بڑھو اور تُم معمُوری تک پہنچ جاؤ گے"۔ مگر پَولُس جواب دیتا ہے کہ "نہیں، مسیح خود کامل معمُوری ہے"۔

ساری معموری مسیح میں "سکونت کرتی ہے"۔ یہاں "سکونت کرتی ہے" کے لئے جو لفظ اِستعمال ہوُا ہے اُس کا مطلب ہے مستقلاً سکونت پذیر ہے، عارضی طور پر نہیں آتی۔

۱:۲۰ - آیت ۱۹ کا آیت ۲۰ کے ساتھ یہ ربط ہے "کیونکہ باپ کو پسند آیا کہ ... اُس (مسیح) کے خون کے سبب سے ... سب چیزوں کا اُسی (مسیح) کے وسیلے سے اپنے ساتھ میل کرے"۔ دُوسرے لفظوں میں ذاتِ الٰہی کو صِرف یہی بات پسند نہ تھی کہ ساری معمُوری مسیح میں سکونت کرے (آیت ۱۹) بلکہ یہ بھی کہ مسیح "سب چیزوں کا ... اپنے ساتھ میل کرلے"۔

اِس باب میں دُو طرح کے میل کا بیان ہُوا ہے۔ (۱) "چیزوں" کا میل (آیت ۲۰) اور (۲) شخصوں کا میل (آیت ۲۱) ۔ پہلا میل تو مستقبل میں ہوگا، جبکہ دُوسرا اُن سب کے لئے ماضی میں ہو چکا جو مسیح پر ایمان لاتے ہیں ۔

میل ملاپ

میل کرانے کا مطلب ہے صحیح تعلق یا معیار پر بحال کرنا، یا جہاں پہلے دشمنی تھی وہاں صُلح کرانا۔ بائبل مُقدّس نے کبھی نہیں کہا کہ خُدا کو اِنسان کے ساتھ میل ملاپ کرنے کی ضرورت تھی، بلکہ یہ کہتی ہے کہ انسان کو خُدا کے ساتھ میل ملاپ کرنے کی ضرورت تھی ۔ "جسمانی نیت خُدا کی دُشمنی ہے" (رومیوں ۸ : ۷) اور اسی وجہ سے اِنسان کو میل ملاپ کی ضرورت ہے ۔

جب گُناہ دُنیا میں داخل ہُوا تو انسان اور خُدا کے درمیان جُدائی آ گئی۔ اُن کی رِفاقت ختم ہو گئی۔ اِنسان نے خُدا کے خِلاف دُشمنی کا رویّہ اپنا لیا۔ اِس لئے اُس کو میل ملاپ/صُلح کی ضرورت تھی۔

لیکن گُناہ نے اکیلے اِنسان پر نہیں بلکہ ساری کائنات پر اثر کیا۔

(۱) ماضی میں کسی وقت بعض فرشتوں نے گُناہ کیا تھا۔ (البتہ خُدا کے کلام میں ایسا کوئی اِشارہ نہیں ملتا کہ اُن فرشتوں کے ساتھ میل ملاپ ہو جائے گا۔ خُدا نے "اُن کو دائمی قید میں تاریکی کے اندر روزِ عظیم کی عدالت تک رکھا ہے" (یہوداہ ۶) ۔ ایوب ۴ : ۱۸ میں الیفز کہتا ہے کہ خُدا اُن پر حماقت کو عائد کرتا ہے ۔

(۲) گُناہ کے داخلے سے حیوانی دُنیا بھی متاثر ہُوئی۔ کیونکہ مخلوقات کمال آرزو سے خُدا کے بیٹوں کے ظاہر ہونے کی راہ دیکھتی ہے ۔ اِس لئے کہ مخلوقات بطالت کے اختیار میں کر دی گئی تھی . . . کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ ساری مخلوقات مِل کر اَب تک کراہتی ہے اور دردِ زہ میں پڑی تڑپتی ہے" (رومیوں ۸ : ۱۹ — ۲۲) ۔ جانور بھی بیماری، درد اور موت کا دُکھ اُٹھاتے ہیں۔ یہ حقیقت ثبوت ہے کہ وُہ بھی گُناہ کی لعنت سے آزاد نہیں۔

(۳) آدم کے گُناہ کرنے کے بعد خُدا نے زمین کو بھی لعنتی ٹھہرایا (پیدائش ۳ : ۱۷) ۔

کانٹے، جھاڑیاں اور جڑی بوٹیاں اِس کا ثبوت ہیں۔

(۴) ایوب کی کتاب میں بلدد بیان کرتا ہے کہ خدا کی نظر میں ستارے بھی پاک نہیں ہیں (ایوب ۲۵ : ۵)۔ چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ گناہ نے ستاروں کی دنیا کو بھی متاثر کیا ہے۔

(۵) عبرانیوں ۹: ۲۳ میں بتایا گیا ہے کہ آسمانی چیزوں کو بھی پاک کرنے کی ضرورت تھی۔ ہم اِس کے پورے مفہوم کو تو نہیں جانتے لیکن غالباً مطلب یہ ہے کہ شیطان کی وہاں موجودگی سے آسمان کی چیزیں ناپاک ہو گئیں کیونکہ اُسے بھائیوں پر الزام لگانے والے کی حیثیت سے خدا تک رسائی حاصل ہے (ایوب ۱: ۶، ۷؛ مکاشفہ ۱۲: ۱۰)۔ بعض علما کا خیال ہے کہ کلام کا یہ حصہ خدا کی سکونت گاہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ تاہم سارے علما اِس بات پر متفق ہیں کہ خدا کا تخت یقیناً گناہ سے آلودہ یا ناپاک نہیں ہوا۔

مسیح کی موت کے مقاصد میں سے ایک یہ تھا کہ چیزوں اور انسانوں کا خدا کے ساتھ میل ملاپ ممکن ہو جائے۔ ایسا کرنے کے لئے اُس کو دشمنی اور اجنبیت یا جدائی کی وجہ کو دور کرنا پڑا۔ اور اُس نے ایسا کیا۔ اُس نے جہاں تک خدا کا تعلق تھا، گناہ کے مسئلے کو ہمیشہ کے لئے تسلی بخش طور پر حل کر دیا، یعنی خدا کے انصاف کے سارے تقاضے پورے کر دیئے۔

میل ملاپ/صلح کی وسعت کا بیان کلسیوں کے پہلے باب میں یوں ہے: (۱) جتنے لوگ بھی خداوند یسوع مسیح پر ایمان رکھتے ہیں اُن کا خدا کے ساتھ میل ملاپ ہو چکا ہے (آیت ۲۱)۔ اگرچہ مسیح کا میل ملاپ کا کام تمام نوعِ انسانی کے لئے کافی ہے، مگر مؤثر صرف اُن کے لئے ہے جو اِسے قبول کرتے ہیں۔ (۲) بالآخر ساری چیزوں کا میل ملاپ ہو جائے گا خواہ وہ زمین کی ہوں خواہ آسمان کی (آیت ۲۰)۔ اِن میں حیوانی مخلوقات اور بے جان چیزیں بھی شامل ہیں جو گناہ سے آلودہ اور ناپاک ہو گئی ہیں۔ البتہ اِن میں شیطان، دوسرے گرے ہوئے فرشتے اور ایمان نہ لانے والے لوگ شامل نہیں۔ پاک کلام اُن کی ابدی ہلاکت کا بیان بڑی وضاحت سے کرتا ہے۔

یہ نہیں کہا گیا کہ میل ملاپ کا یہ عمل اُن چیزوں تک بھی پہنچتا ہے جو "زمین کے نیچے" ہیں۔ میل ملاپ اور زیر کرنے یا مطیع کرنے میں فرق ہے۔ موخرالذکر کا بیان فلپیوں ۲: ۱۰ میں پایا جاتا ہے: "تاکہ یسوع مسیح کے نام پر ہر ایک گھٹنا ٹکے۔ خواہ آسمانیوں کا ہو، خواہ

زمینیوں کا، خواہ اُن کا جو زمین کے نیچے ہیں"۔ ساری مخلوق چیزیں، یہاں تک کہ گرے ہُوئے فرشتے بھی، بالآخر خُداوند یسوع کے سامنے جُھکنے پر مجبُور ہوں گے۔ لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں کہ اُن کا میل مِلاپ/ صُلح ہو جائے گا۔ ہم اِس بات پر اِس لئے زور دیتے ہیں کہ کُلسّیوں ۱: ۲۰ کو یہ جھُوٹی تعلیم دینے کے لئے اِستعمال کیا جاتا ہے کہ کُل کائنات کو نجات مِل جائے گی۔ اِس عالمگیر نجات میں شیطان خُود، باغی فرشتے اور بے ایمان انسان بھی شامِل ہیں یعنی اُن کا بھی خُدا کے ساتھ میل ملاپ ہو جائے گا۔ زیرِ نظر حوالہ میل ملاپ کو محدُود رکھتا ہے۔ اِس کے لئے "خواہ وُہ زمین کی ہوں، خواہ آسمان کی" کے الفاظ اِستعمال کرتا ہے۔ "زمین کے نیچے کی" یا پاتال کی چیزیں شامِل نہیں کی گئیں۔

۱: ۲۱-۲۲ - پَولُس کُلسّیوں کو یاد دِلاتا ہے کہ جہاں تک اُن کے میل ملاپ کا تعلق ہے۔ یہ میل ملاپ ہو چُکا ہے۔ ایمان لانے سے پہلے وُہ غیر قوم گنہگار تھے اور اپنے "بُرے کاموں" کے سبب سے خُدا سے دُور اور اُس کے "دُشمن" تھے (اِفسیوں ۴: ۱۷، ۱۸)۔ اُن کو میل مِلاپ کی اشد ضرُورت تھی۔ خُداوند یسوع مسیح نے اپنے بے مثال فضل سے میل ملاپ کرنے میں پہل کی۔

اُس نے اپنے "جسمانی بدن میں موت کے وسیلے سے" اُن کا میل کر لیا۔ یہ میل اُس کی زِندگی نہیں بلکہ "موت" کے وسیلے سے ہُؤا۔ "جسمانی بدن" کی اِصطلاح کا مطلب یہ ہے کہ خُداوند یسوع نے ایک حقیقی اِنسانی "بدن" میں صلیب پر جان دی (جبکہ غناسطی تعلیم یہ ہے کہ وُہ رُوحانی ہستی ہے)۔ دیکھئے عبرانیوں ۲: ۱۴-۱۶ جہاں بیان کیا گیا ہے کہ مسیح کا تجسّم لازم تھا تاکہ کفّارہ اور مخلصی ہو سکے۔ غناسطی تعلیم اِس کا اِنکار کرتی ہے۔

اِس میل ملاپ کے عجیب نتیجے کا بیان اِن الفاظ میں کیا گیا ہے کہ "وُہ تُم کو مُقدّس، بے عیب اور بے اِلزام بنا کر اپنے سامنے حاضر کرے"۔ کیسا تعجّب انگیز فضل ہے کہ بے خُدا گنہگار اپنی ماضی کی زندگی سے رہائی پا کر ایسی برکت والی مملکت میں پہنچتے ہیں۔ سی۔ آر۔ ارڈمین کیا خُوب کہتا ہے کہ "مسیح میں وُہ خُدا پایا جاتا ہے جو نزدیک ہے، جو ہماری پروا کرتا ہے، سُنتا، رحم کرتا اور نجات دیتا ہے"۔

اپنے لوگوں کے لحاظ سے مسیح کے اِس میل ملاپ کی پوری تاثیر اُس آنے والے دِن میں نظر آئے گی جب ہم بے گُناہ، بے داغ اور بے اِلزام ہو کر خُدا باپ کے حضُور پیش

کئے جائیں گے۔

۱:۲۳۔ اب پولُس رسُول اپنا "بشرطیکہ..." والا ایک ایسا حِصّہ پیش کرتا ہے جو خُدا کے بہُت سے فرزندوں کے لئے پریشان کُن ثابت ہؤا ہے۔ بظاہر اِس آیت کی تعلیم یہ معلُوم ہوتی ہے کہ ہماری نجات کا جاری رہنا ہمارے "ایمان پر پُختہ" رہنے پر مُنحصر ہے۔ اگر ایسا ہو تو یہ آیت پاک کلام کے دُوسرے حِصّوں کے ساتھ کیسے میل کھا سکتی ہے مثلاً یُوحنّا ۱۰: ۲۸، ۲۹ جہاں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ مسیح کی کوئی بھیڑ ہلاک نہیں ہو سکتی؟

اِس سوال کا جواب دینے کے لئے ہم شرُوع ہی میں بیان کر دیتے ہیں کہ ایمان دار کا ابدی تحفّظ ایک مُبارک حقیقت ہے جو نئے عہد نامہ کے صفحات پر جابجا نظر آتی ہے۔ البتہ پاک نوشتے یہ تعلیم بھی دیتے ہیں، جیسا کہ زیرِ نظر آیت میں بھی ہے کہ سچّا ایمان دائمی ہونے کی خاصیّت رکھتا ہے، اور جو حقیقی طور پر خُدا سے پیدا ہؤا ہے وُہ آخر تک ایمان میں قائم رہے گا۔ تسلسل سچائی/حقیقت کا ثبوت ہے۔ بے شک برگشتہ ہونے کا خطرہ تو ہمیشہ رہتا ہے مگر ایک مسیحی گرتا ہے تو ضرُور کھڑا ہو جاتا ہے (اَمثال ۲۴: ۱۶)۔ وُہ ایمان سے دستبردار نہیں ہوتا۔

رُوح القدس نے مناسب سمجھا کہ خُدا کے کلام میں ایسے مُبیّنہ "بشرطیکہ" والے حِصّے لکھوائے، تاکہ اُن سب کے لئے چیلنج ہو جو مسیح کے نام کا اِقرار کرتے ہیں۔ ہم کوئی ایسی بات نہیں کہنا چاہتے جو کلام کے اِن حِصّوں کی کاٹ میں کمی کا باعث ہو۔ کسی نے کہا ہے کہ "پاک کلام کے "بشرطیکہ" والے یہ حِصّے اِس دُنیا میں اِقرار کرنے والے مسیحیوں پر نگاہ رکھتے ہیں اور رُوح کے لئے صحت مند اِمتحان کا کام دیتے ہیں۔"

یہ بات لکھتے ہُوئے پولُس رسُول کا دھیان بِلاشُبہ غناسطیوں کی طرف تھا۔ اِسی لئے وُہ کُلسّیوں کو اُبھارتا ہے کہ "اُس خوشخبری کی اُمید کو... نہ چھوڑو۔" یہ "اُمید" "خوشخبری" کے ساتھ ہی آتی ہے یا "خوشخبری" اُسے اُبھارتی ہے۔ اُن کو چاہئے کہ اُس "ایمان کی بُنیاد پر قائم اور پُختہ" رہیں جو اِپفراس سے سیکھا تھا۔

یہاں پولُس دوبارہ کہتا ہے کہ اِس خوشخبری کی "منادی آسمان کے نیچے کی تمام مخلوقات میں کی گئی۔" یہ خوشخبری جاتی تو تمام مخلوقات کی طرف ہے مگر ضرُوری نہیں کہ لفظی مفہوم میں ہر ایک مخلوق تک پہنچ بھی چُکی ہو۔ پولُس کی دلیل یہ ہے کہ

خوشخبری کا ساری دُنیا میں اعلان اِس بات کی گواہی ہے کہ یہ خوشخبری سچّی اور حقیقی ہے۔ اُس کو اِس میں یہ ثبوت نظر آتا ہے کہ یہ خوشخبری ہر جگہ سارے لوگوں کی ضرُوریات کے مُطابق ڈھل سکتی ہے۔ اِس آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اُس وقت ساری دنیا میں ہر شخص نے یہ گواہی سُن لی تھی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو اُس وقت تک پُوری نہیں ہُوئی تھی، بلکہ ایک جاری عمل تھی۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ خوشخبری بائبلِ مُقدّس کی ساری دُنیا یعنی بحیرۂ روم کے سارے خِطّے میں پہنچ چُکی تھی۔

پَولُس اپنے آپ کو "خادم" کہتا ہے۔ یہاں اُس نے لاطینی زُبان کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا مطلب ہے "نوکر"۔ اِس میں افسری نظام کا کوئی مفہُوم نہیں، یعنی اِس میں اُونچے عُہدہ کا نہیں بلکہ عاجزانہ خِدمت کا تصوّر ہے۔

د۔ پولُس کے سپُرد ہونے والی خدمت (۱:۲۴-۲۹)

۱:۲۴۔ پہلے باب کی آخری چھ آیات میں پولُس کی خِدمت کا بیان ہے۔ اوّل یہ خدمت دُکھ اُٹھانے کے ماحول میں جاری رہی۔ پولُس رسُول قید خانے سے لکھتے ہوئے کہہ سکتا ہے کہ "اب میں اُن دُکھوں کے سبب سے خوش ہوں جو تمہاری (مُقدّسوں کی) خاطر اُٹھاتا ہُوں"۔ وُہ خُداوند یسوع مسیح کا خادم تھا۔ اِس حیثیت میں اُسے بے بیان مُصیبتیں، ایذائیں اور دُکھ اُٹھانے پڑتے تھے۔ یہ اُس کے لئے ایک اعزاز تھا۔ اِس اعزاز کا بیان رسُول اِن الفاظ میں کرتا ہے: "مَیں ... مسیح کی مُصیبتوں کی کمی اُس کے بدن یعنی کلیسیا کی خاطر اپنے جسم میں پُوری کئے دیتا ہُوں"۔ اِس کا مطلب کیا ہے؟ اوّل، اِس کا مطلب صلیب پر خُداوند یسوع مسیح کے کفّارے کے دُکھ ہرگز نہیں۔ وُہ ہمیشہ کے لئے ایک دفعہ پُورے اور ختم ہو گئے تھے اور کوئی اِنسان اُن میں حصّہ دار نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک مفہوم میں خُداوند یسوع ابھی تک دُکھ اُٹھا رہا ہے۔ جب ساؤل ترسی دمشق کی راہ پر زمین پر گرا تو اُسے آسمان پر سے آواز آئی "اے ساؤل، اے ساؤل! تُو مجھے کیوں ستاتا ہے؟" ساؤل شعُوری طور پر خُداوند کو ستاتا نہیں رہا تھا۔ وُہ صِرف مسیحیوں کو ستایا کرتا تھا۔ مگر اب اُس کو معلوم ہُوا کہ ایمان داروں کو ستاتے میں مَیں اُن کے مُنجی کو ستاتا ہُوں۔ جب زمین پر اُس کے بدن کو دُکھ

پہنچتا ہے تو آسمان پر سر اِس سارے دُکھ کو محسُوس کرتا ہے ۔

مسیحیوں کو خُداوند یسوع کی خاطر دُکھ اُٹھانا ضرور ہے ۔ پَولُس اِن دُکھوں کو مسیح کے اُن دُکھوں کا ایک حِصّہ سمجھتا ہے جن کو اُٹھانا ابھی باقی ہے ۔ اِن میں راست بازی کی خاطر دُکھ سہنا، مسیح کی خاطر دُکھ اُٹھانا (اُس کے لعن طعن اُٹھانا) اور انجیل کی خاطر دُکھ اُٹھانا شامل ہے ۔

"مسیح کی مُصیبتوں" سے مُراد صرف مسیح "کی خاطر" دُکھ ہی نہیں، بلکہ اِن سے مُراد اُس قسم کے "دُکھ" بھی ہیں جو مُنجّی نے اُس وقت سہے جب اِس دُنیا میں تھا ۔ مگر (انسانوں کے لئے) اِن کا درجہ کم ہے ۔ جو مُصیبتیں رسُول نے اُٹھائیں وُہ اُس نے "اپنے جسم میں" مسیح کے "بدن یعنی کلیسیا کی خاطر" اُٹھائیں ۔ جو مُصیبتیں غیر نجات یافتہ لوگ اُٹھاتے ہیں وُہ ایک لحاظ سے بے مقصد ہوتی ہیں ۔ اِن سے کوئی اعزاز متعلق نہیں ہوتا ۔ یہ اُسی عذاب کا پیش خیمہ ہیں جو دوزخ میں ہمیشہ تک برداشت کرنا ہوگا ۔ لیکن مسیحیوں کی مصیبتیں اور دُکھ ایسے نہیں ہیں ۔ جب وُہ مسیح کی خاطر دُکھ اُٹھاتے ہیں تو وُہ نہایت حقیقی طور پر اُن کے ساتھ دُکھ اُٹھاتا ہے ۔

۱:۲۵ ۔ "جس کا مَیں ... خادم بنا" ۔ پَولُس نے یہ اِصطلاح آیت ۲۳ میں بھی اِستعمال کی ہے ۔ اب وُہ اِسے دُہراتا ہے ۔ تاہم دونوں جگہ اِستعمال میں فرق ہے ۔ رسُول کی خِدمت دُہری تھی ۔ اوّل، اُس کو خوشخبری کی منادی کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا (آیت ۲۳) ۔ دوم، اُس کو کلیسیا کے حیرت ناک بھید کی تعلیم دینے کو بھیجا گیا تھا (آیت ۲۵) ۔ مسیح کے ہر سچے خادم کے لئے اِس میں ایک ٹھوس سبق پایا جاتا ہے ۔ ہمارا فرض صرف یہی نہیں کہ انجیل کی خوشخبری کے وسیلہ سے لوگوں کو مسیح کے پاس لائیں اور پھر اُن کو چھوڑ دیں کہ وُہ جیسے تیسے آگے بڑھتے رہیں ۔ بلکہ ہم سے توقع کی جاتی ہے کہ اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے وسیلے سے نئے عہدنامہ کی کلیسیائیں قائم کریں جن میں نومریدوں کا نہایت پاک ایمان ترقی کرے ۔ اِس میں کلیسیا کی سچائی بھی شامل ہے ۔ خداوند چاہتا ہے کہ میرے شیر خوار بچّوں کی راہنمائی اُن مراکز کی طرف ہو جہاں اُن کی پرورش ہو اور وُہ ترقی کریں اور رُوحانی قدوقامت میں بڑھیں ۔

چنانچہ کلسیوں کے پہلے باب میں ہمیں یہ باتیں نظر آتی ہیں: (۱) مسیح کی دُہری فضیلت ۔

(۲) مسیح کا دُہرا میل ملاپ ۔ (۳) پَولُس کی دُہری خدمت ۔ یہاں آیت ۲۵ میں جب پَولُس کہتا ہے کہ "جس کا مَیں ۔ ۔ ۔ خادِم بنا" تو وُہ خوشخبری کے حوالے سے نہیں بلکہ کلیسیا کے حوالے سے اپنی خدمت کی بات کر رہا ہے ۔ اِس بات کی وضاحت اگلی بات سے ہوتی ہے کہ "اُس اِنتظام کے مُطابق جو تُمہارے واسطے میرے سپُرد ہُؤا" ۔ یہاں "انتظام" کا مطلب "مختاری" بھی ہے ۔ مُختار وُہ ہوتا ہے جو کسی دُوسرے کے مفادات یا جائیداد وغیرہ کی دیکھ بھال کرتا ہے ۔ پَولُس اِس لحاظ سے خادم تھا کہ کلیسیا کی عظیم سچّائی خاص طور سے اُس کے سپُرد ہُوئی تھی ۔ اگرچہ مسیح کے بَدن کا بھید صِرف اُس اکیلے پر ظاہر نہیں ہُؤا تھا ، تاہم اُس کو چُنا گیا تھا کہ اِس انمول سچائی کو غیر قوموں تک پُہنچائے ۔ اِس میں مسیح کے ساتھ تعلق کی وساطت سے کلیسیا کی بے مثال حیثیت بھی شامِل ہے اور اِس کی ترتیب و تشکیل ، اِس کی اِمتیازی اُمید اور مُقدّر بھی ، اور اس کی زِندگی اور نظام سے تعلق رکھنے والی بُہت سی دُوسری سچائیاں بھی جو خُدا نے پَولُس اور دُوسرے رسُولوں کے سپُرد کیں ۔

جب پَولُس کہتا ہے کہ "جو تمہارے واسطے میرے سپُرد ہُؤا" تو اُس کے ذہن میں ہے کہ کُلسّی غیر قوموں میں سے ایمان لائے تھے ۔ پطرس رسُول کو یہُودی قوم میں منادی کرنے کو بھیجا گیا تھا اور یہی فرض پَولُس کو غیر قوموں کے لئے سونپا گیا تھا ۔

"خُدا کے کلام کی پُوری پُوری منادی کرُوں" ۔ پَولُس نے خُدا کی پُوری مشورت کا اعلان کیا ۔ اگرچہ دُوسری کتابیں پَولُس کی کتابوں کے بعد تحریر ہوئیں مگر اِن میں ایمان کے وُہ عظیم بھید موجود نہیں جو پَولُس کی تصانِیف میں پائے جاتے ہیں ۔ کلیسیا کے بھید کے مکاشفات سے خُدا کا کلام بھرا ہُؤا ہے ۔ بعد میں جِس بات کا بھی اضافہ ہُؤا وُہ اِس مفہوم میں نئی نہیں ۔

۱:۲۶ ۔ اِس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ پَولُس کے سپُرد ایک "بھید" ہُؤا ۔ یہ وُہ "بھید" ہے "جو تمام زمانوں اور پُشتوں سے پوشیدہ رہا لیکن اَب اُس کے اُن مقدسوں پر ظاہر ہُؤا ۔ ۔ ۔" نئے عہد نامہ میں بھید سے مُراد ایسی سچائی ہے جو پہلے بنی آدم کو معلُوم نہ تھی ۔ لیکن اب نئے عہد نامہ کے رسُولوں اور نبیوں کے وسیلے سے اُس کا اِنکشاف ہُؤا ۔ یہ ایسی سچائی ہے کہ اِنسان اپنی ذہانت سے کبھی اِس تک نہ پہنچ سکتا ۔ مگر خُدا نے بڑے فضل سے اِس کے انکشاف کا اِنتظام کیا ۔

یہ آیت بھی اُن بہت سی آیات میں سے ہے جو سکھاتی ہیں کہ کلیسیا کی سچائی پُرانے عہدنامہ کے زمانے میں معلوم نہ تھی۔ یہ بھید "تمام زمانوں اور پُشتوں سے پوشیدہ رہا" (افسیوں ۳: ۲-۱۳؛ رومیوں ۱۶: ۲۵-۲۷)۔ چنانچہ یہ کہنا غلط ہے کہ کلیسیا آدم یا ابرہام سے شروع ہوئی۔ کلیسیا پنتکست کے دن شروع ہوئی۔ اور کلیسیا کا بھید رسُولوں کے وسیلے سے بیان اور مُنکشف ہُوا۔ نئے عہدنامہ کی کلیسیا پُرانے عہدنامہ کے اسرائیل سے کوئی مُطابقت و مشابہت نہیں رکھتی۔ کلیسیا تو پہلے موجود ہی نہ تھی۔

- اسرائیل کا آغاز تو ابرہام کی بُلاہٹ کے ساتھ ہُوا۔ خُدا نے ابرہام کو کسدیوں کے اُور سے بلایا اور دُوسری قوموں کو اُن کے گناہوں اور بُت پرستی میں ایک طرف چھوڑ دیا۔ اُس نے ابرہام کی اولاد سے ایک قوم پیدا کی جو دُوسری تمام قوموں سے الگ اور ممیّز تھی۔ کلیسیا اُس کے بالکل اُلٹ ہے۔ یہ ساری نسلوں اور قومیتوں میں سے ایمان داروں کا ایک بدن میں ایک اتحاد ہے۔ اور یہ اخلاقی اور رُوحانی اعتبار سے باقی سبھوں سے الگ ہے۔ کلیسیا۔ اسرائیل کا تسلسل نہیں ہے۔ اِس کا ثبوت کئی باتوں سے ملتا ہے۔ ایک تو "زیتون کے درخت" کی مثال ہے۔ رومیوں باب ۱۱ میں پولُس اِس مثال کو استعمال کرتے ہُوئے ثابت کرتا ہے کہ اسرائیلی قوم اپنی شناخت قائم رکھے ہُوئے ہے۔ البتہ اگر کوئی یہُودی مسیح پر ایمان لاتا ہے تو وُہ انفرادی طور پر کلیسیا کا حصّہ بن جاتا ہے (کُلسّیوں ۳: ۱۰-۱۱)۔

۱: ۲۷- اِس "بھید" کو مختصراً یُوں بیان کیا جا سکتا ہے: (۱) کلیسیا مسیح کا بدن ہے۔ تمام سچے ایمان دار اِس بدن کے اعضا ہیں۔ اُن کے لئے مقرر ہے کہ ہمیشہ کے لئے مسیح کے جلال میں شریک ہوں۔ (۲) خُداوند یسُوع بدن کا سَر ہے۔ وُہ اُس کو زندگی، پرورش، توجّہ اور ہدایت فراہم کرتا ہے۔ (۳) کلیسیا میں داخلے کے سلسلے میں یہُودیوں کو کوئی ترجیح یا فوقیت حاصل نہیں اور نہ غیر قوموں کو کوئی خسارہ ہے۔ یہُودی اور غیر قوم دونوں ہی ایمان لانے کے وسیلے سے بدن کا حصّہ اور نیا انسان بنتے ہیں (افسیوں ۲: ۱۵؛ ۳: ۶)۔ پُرانے عہدنامہ میں بھی یہ سچائی ڈھکی چھپی نہ تھی کہ غیر قومیں نجات پا سکتی ہیں۔ لیکن یہ بھید پہلے کبھی ظاہر نہیں کیا گیا کہ ایمان لانے والے غیر قوم مسیح کے بدن کے برابر کے اعضا ہوں گے، اُس کے جلال میں شریک ہوں گے اور اُس کے

ساتھ بادشاہی کریں گے ۔

آیت ۲۷ میں بھید کے جِس خاص پہلُو پر پولُس رسُول زور دے رہا ہے وہ یہ ہے کہ خُداوند یسُوع غیر قوم کے دِل میں سکُونت کرنے کو تیار ہے ۔ "مسیح جو جلال کی اُمّید ہے تُم میں رہتا ہے" ۔ یہ بات کلسّیوں سے کہی گئی جو کہ غیر قوم تھے ۔ ایف ۔ بی ۔ میئر وضاحت کرتا ہے کہ "خُدا کا ابرہام کے کسی فرزند کے دِل میں سکونت کرنا اُس کی بندہ نوازی کا فعل مانا جاتا تھا ۔ مگر یہ بات ناقابِل یقین تھی کہ وُہ کِسی غیر قوم کے دِل میں سکُونت کرے" ۔ مگر عین یہی بات ہے جو اِس بھید میں پائی جاتی ہے ——— کہ "مسیح یسوع میں غیر قومیں خوشخبری کے وسیلے سے میراث میں شریک اور بدن میں شامل اور وعدہ میں داخل ہیں" (افسیوں ۳ : ۶) ۔ اِس حقیقت پر زور دینے کے لئے پولُس صِرف "اُس بھید" نہیں بلکہ "اُس بھید کے جلال کی دولت" کے الفاظ استعمال کرتا ہے ۔ وُہ لفظ پر لفظ بڑھاتا چلا جاتا ہے، تاکہ اُن پر واضح ہو جائے کہ یہ ایک جلالی سچائی ہے، اور وُہ اِس پر لائق طور سے توجہ دیں ۔

"مسیح جو جلال کی اُمّید ہے تُم میں رہتا ہے" ۔ باطن میں سکُونت کرنے والا "مسیح" ایمان دار کے لئے "جلال کی اُمّید" ہے ۔ ہمیں آسمان پر جانے کا جو حق ہے وُہ سوائے "منجّی" کے اَور کوئی نہیں ۔ یہ حقیقت کہ وُہ ہمارے اندر "رہتا ہے" ہمارے لئے آسمان کو ایسا یقینی بنا دیتی ہے جیسے ہم پہلے ہی وہاں پہنچ چکے ہیں ۔

۱ : ۲۸ ۔ "جِس کی منادی کر کے ..." یہ بہت اہم لفظ ہیں ۔ "جِس" سے مُراد بلا شُبہ خُداوند یسوع مسیح (آیت ۲۷) ہے ۔ پولُس کہتا ہے کہ مَیں ایک شخص کی منادی کرتا ہُوں ۔ مَیں اپنا وقت سیاست یا فلسفے پر خرچ نہیں کرتا، بلکہ پُوری توجّہ خُود خُداوند یسوع پر صرف کرتا ہُوں ۔ پولُس کو پُورا پُورا احساس تھا کہ مسیح ہی مسیحیت ہے ۔

"ہم ہر ایک شخص کو نصیحت کرتے اور ہر ایک کو کمال دانائی سے تعلیم دیتے ہیں تاکہ ہم ہر شخص کو مسیح میں کامل کر کے پیش کریں" ۔ یہاں ہم کو عزیز رسُول کی خِدمت کی مزید گہری سمجھ آتی ہے ۔ یہ خِدمت ایک اِنسان کی طرف سے دُوسرے انسان کی طرف ذاتی سطح پر خِدمت تھی ۔ وُہ غیر نجات یافتہ لوگوں کو آنے والے ہولناک غضب سے خبردار کرتا اور مُقدّسین کو مسیحی ایمان کی عظیم سچائیوں کی تعلیم دیتا ہے ۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ وُہ نو مسیحیوں کی دیکھ بھال پر بھی زور دیتا ہے۔ اُسے احساس ہے کہ جن لوگوں کو مَیں نے مُنجّی کی راہ دِکھائی ہے مَیں اُن کے لئے ذمّہ دار ہُوں۔ وُہ اِتنے ہی پر مطمئن نہیں ہو جاتا کہ رُوحوں نے نجات پالی ہے، بلکہ وُہ چاہتا ہے کہ "ہم ہر شخص کو مسیح میں کامِل کر کے پیش کریں"۔ پولُس تصوّر کرتا ہے کہ مَیں ایک کاہن ہُوں اور خُدا کو قربانیاں پیش کر رہا ہُوں۔ قربانیاں مَرد اور عورتیں ہیں۔ وُہ اِن کو کِس حالت میں خُداوند کے حضُور پیش کرتا ہے؟ کیا وُہ کمزور یا مسیح میں صِرف شِیر خوار بچّے ہیں؟ نہیں۔ وُہ چاہتا ہے کہ وُہ پُختہ، پُورے طور پر بالغ مسیحی ہوں۔ وُہ چاہتا ہے کہ سچائی میں اُن کی بنیادیں بے حد مضبُوط ہوں۔ ہم جِن لوگوں کو مسیح کے پاس لاتے ہیں کیا اُن کے لئے ایسا ہی بوجھ رکھتے ہیں؟

۱:۲۹۔ یہ نشانہ تھا جِس کو حاصِل کرنے کے لئے پَولُس رسُول، اور دُوسرے رسُول بھی محنت کرتے تھے۔ مگر اُس کو احساس ہے کہ مَیں یہ کام اپنی طاقت سے نہیں کر رہا۔ چنانچہ وُہ کہتا ہے کہ "اور اِسی لئے مَیں اُس کی اُس قُوّت کے مُوافق جانفشانی سے محنت کرتا ہُوں جو مُجھ میں زور سے اثر کرتی ہے"۔ اُس کو پُورا احساس ہے کہ مَیں خُداوند کی خِدمت اُسی قدر کر سکتا ہُوں جِس قدر وُہ مجھے توفیق اور طاقت دیتا ہے۔ اُس کو اِس حقیقت کا شعُور تھا کہ جب مَیں کلیسیائیں قائم کرتا ہُوا اور مُقدّسین کو غِذا (کلام) مُہیّا کرتا ہُوا جگہ بہ جگہ جاتا ہُوں تو خداوند ہی "مُجھ میں زور سے اثر" کرتا ہے۔

فِلپّس آیت ۲۸ اور ۲۹ کا ترجمہ یُوں کرتا ہے:

> چنانچہ ہم مسیح کی منادی کرتے ہیں۔ ہم جِس سے مِلتے ہیں اُس کو خبردار کرتے ہیں، اور جِس کو مُمکن ہو اُن ساری باتوں کی تعلیم دیتے ہیں جو ہم اُس (مسیح) کے بارے میں جانتے ہیں۔ تاکہ اگر مُمکن ہو تو ہر ایک شخص کو مسیح میں کامل طور سے پختہ (بالغ) کر دیں۔ خُدا نے مجھے جِس قدر توفیق دی ہے مَیں اُس کے مُطابِق سارا وقت اِسی کوشش میں رہتا ہُوں۔

۵۔ نفس کُشی، تصوف، شریعت پرستی اور فلسفے کے خطرات کے مقابلے میں مسیح کافی ہے (۲:۱ - ۲۳)

۲:۱۔ اِس آیت کا پہلے باب کی آخری دو آیات کے ساتھ گہرا ربط ہے۔ پولُس اپنی محنت

اور جانفشانی کا بیان کر رہا تھا جو وُہ منادی کرنے اور تعلیم دینے کے وسیلے سے ہر ایماندار کو کامل کر کے مسیح کے سامنے پیش کرنے میں کرتا تھا ۔ یہاں اُس کی محنت اور جانفشانی فرق نوعیّت کی ہے ۔ یہاں اِس کا تعلق "دُعا" کے ساتھ ہے ۔ اور یہاں یہ محنت اور "جانفشانی" اُن کے لئے ہے جن سے اُس کی کبھی بالمُشافہ مُلاقات نہیں ہُوئی ۔ کُلسّیوں کے بارے میں سُننے کے پہلے دِن سے وُہ اُن کے لئے اور قریبی شہر "لودیکیہ والوں" کے لئے بھی دُعا مانگتا رہا ہے ۔ علاوہ ازیں وُہ اُن مسیحیوں کے لئے بھی دُعا مانگتا رہا ہے جن کی اُس سے ابھی تک مُلاقات بھی نہیں ہُوئی (دیکھئے مکاشفہ ۳: ۱۴-۱۹ کہ بعد میں کلیسیا کی حالت کیسی افسوسناک ہو گئی تھی) ۔

جن لوگوں کو علانیہ خِدمت کرنے کا اعزاز حاصِل نہیں اُن کے لئے یہ پہلی آیت بہُت تسلّی کا باعث ہو سکتی ہے ۔ یہ سکھاتی ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے خدمت کرنے تک ہی محدُود نہیں رہ سکتے ۔ ہم اپنے کمروں کی خلوت میں اپنے گھُٹنوں کے بَل گر کر بھی خُداوند کی خِدمت کر سکتے ہیں ۔ اور اگر ہم لوگوں کے درمیان علانیہ خِدمت کرتے ہیں تو بھی ہماری تاثیر کا اِنحصار علیحدگی میں خُدا کے حضُور دُعا مانگنے پر ہوتا ہے ۔

۲:۲ ۔ یہاں بتایا گیا ہے کہ پَولُس کیا دُعا مانگتا ہے ۔ دُعا کا پہلا حِصّہ یہ ہے کہ "اُن کے دِلوں کو تسلّی ہو" ۔ کُلسّیوں کو غناسطیوں کی تعلیم سے خطرہ تھا ۔ چنانچہ یہاں "تسلّی" کا مطلب ہے کہ اُن کی حَوصلہ افزائی یا تقویت ہو ۔

دُعا کا دُوسرا حِصّہ یہ ہے کہ "وُہ محبّت سے آپس میں گٹھے رہیں" ۔ اگر مُقدّسین کی آپس میں محبّت اور مسرت بھری رفاقت ہو گی تو دُشمن کے حملوں کے خِلاف سِیسہ پلائی دِیوار ثابت ہوں گے ۔ مزید یہ بھی کہ اگر اُن کے دِل مسیح کی محبّت میں سرگرم ہوں گے تو وُہ اُن پر مسیحی ایمان کی گہری سچائیاں ظاہر کرے گا ۔ یہ پاک کلام کا مشہور اصُول ہے کہ خُداوند اپنے راز اُن پر کھولتا ہے جو اُس کے قریب ہوتے ہیں ۔ مثال کے طور پر یُوحنّا وُہ رسُول ہے جو مسیح کی چھاتی کا سہارا لیا کرتا تھا ۔ اور یہ کوئی اِتفاق نہیں کہ اُس کو یسوع مسیح کا سب سے گہرا مکاشفہ دیا گیا ۔

اِس کے ساتھ ہی پَولُس دُعا مانگتا ہے کہ وُہ "پُوری سمجھ کی تمام دَولت کو حاصِل کریں" ۔ اُن کو مسیحی ایمان کی جتنی زیادہ "سمجھ" ہو گی اُنہیں اِس کی سچائی کے بارے میں اُتنی ہی زیادہ تسلّی ہو گی ۔ مسیحی اپنے ایمان میں جتنی مضبُوط بنیاد پر کھڑے ہوں گے اُتنا ہی یہ خطرہ

کم ہوگا کہ وُہ اپنے دَور کی غلط تعلیمات سے گمراہ ہو جائیں گے۔ "پُوری" کا تصوّر نئے عہد نامہ میں تین دفعہ آتا ہے (۱) "پُورے ایمان کے ساتھ" — (عبرانیوں ۱۰: ۲۲) ہم خُدا کے کلام پر بھروسا کرتے ہیں کہ وُہ ہمارے لئے خُدا کا پیغام ہے (۲) "پُوری سمجھ" — ہم جانتے ہیں اور اِعتماد رکھتے ہیں (کُلسّیوں ۲: ۲)۔ اور (۳) "پُوری اُمّید" — جس کے سہارے ہم ثابت قدمی سے منزل کی طرف دوڑ رہے ہیں (عبرانیوں ۶: ۱۱)۔

پَولُس کی دُعا کا نُقطۂ عرُوج یہ الفاظ ہیں کہ "خدا کے بھید یعنی مسیح کو پہچانیں"۔ اِن الفاظ سے پَولُس کا کیا مطلب ہے؟ وُہ ابھی تک کلیسیا کی بات کر رہا ہے، یعنی مسیح کلیسیا کا سر اور تمام ایمان دار اُس کے اعضا ہیں۔ لیکن اُس کے ذہن میں بھید کا جو خاص پہلُو ہے وُہ یہی ہے کہ مسیح سَر ہے۔ وُہ دِل سے چاہتا ہے کہ مُقدّسین اِس کا اقرار کریں، اِس کو تسلیم کریں۔ وُہ جانتا ہے کہ اگر وُہ اپنے سَر کی عظمت اور بزرگی کو جان لیں تو غناسطیت اُن کو بھٹکا نہیں سکے گی۔ اور نہ شیطانی مذاہب سے اُن کو کوئی خطرہ ہو گا۔

پَولُس رسُول چاہتا ہے کہ مقدسین مسیح کے وسائل کو کام میں لائیں اور ہر بُحران میں اُس سے تقویت حاصل کریں۔ وُہ چاہتا ہے کہ مُقدّسین جان لیں کہ جیسے الفریڈ میس کہتا ہے کہ مسیح

> ... اپنے لوگوں میں ہے۔ وُہ ذاتِ خُدا کی ہر صِفت رکھتا ہے اور لامحدُود، بے بیان اور بے کراں وسائل کا مالک ہے تاکہ وُہ کسی بات کے لئے بھی اُس کے علاوہ کہیں جانے کی ضرورت محسُوس نہ کریں۔ "جن پر خُدا نے ظاہر کرنا چاہا کہ غیر قوموں میں اُس بھید کے جلال کی دَولت کیسی کُچھ ہے اور وُہ یہ ہے کہ مسیح جو جلال کی اُمید ہے تم میں رہتا ہے" (کُلسّیوں ۱: ۲۷)۔ اگر اِس بات کی سچائی کو اچھّی طرح جان لیا جائے تو یہ لودیکیہ کے گھمنڈ اور شیخی، اِنسانی عقل پر مبنی علمِ الٰہیات، شیطانی اَرواح اور عامل معمُول کے عمل اور ہر قسم کی مخالفت یا نقل کے لئے تریاق ثابت ہو گا۔

۲: ۳۔ مسیح میں "حِکمت اور معرفت کے سب خزانے پوشیدہ ہیں"۔ بے شک غناسطی اِس بات پر فخر کرتے تھے کہ ہم کو الٰہی مکاشفہ کے صفحات سے کہیں بڑھ کر علم حاصل ہے۔ ہماری حِکمت اُس حِکمت سے کُچھ زائد ہے جو مسیح یا مسیحیت میں پائی جاتی

ہے ۔ مگر یہاں پولس کہتا ہے کہ "حکمت اور معرفت کے سب خزانے" مسیح میں پوشیدہ ہیں جو کہ کلیسیا کا سر ہے ۔ اِس لئے ایمان داروں کو اُن باتوں سے آگے جانے کی ضرورت نہیں جو پاک کلام میں لکھی ہیں ۔ اِنسان کی بے ایمانی کے باعث یہ "خزانے" مسیح میں چھپے ہیں بلکہ اِن سے فیض یاب ہونے کے لئے ایمان دار کو بھی مسیح کو گہرے طور پر جاننے کی ضرورت ہے ۔

اِس آیت کا گہرا مفہوم سرسری نگاہ سے دکھائی نہیں دیتا ۔ ساری "معرفت" مسیح میں ہے ۔ وہ سچائی کا مجسّمہ ہے ۔ اُس نے کہا کہ "راہ اور حق اور زندگی مَیں ہوں" ۔ جو کچھ بھی سچ ہے وہ اُس کے کلام یا اُس کے کام سے کبھی متصادم نہیں ہوگا ۔ "معرفت" اور "حکمت" میں جو فرق ہے اُس کی وضاحت اکثر یوں کی گئی ہے : ــــ سچائی کو سمجھنا "معرفت" (علم) ہے ، جبکہ سیکھی ہوئی معرفت (علم) کو اِستعمال میں لانے کی لیاقت "حکمت" ہے ۔

۴:۲ ۔ چونکہ ساری حکمت اور معرفت مسیح میں ہے ، اِس لئے مسیحیوں کو جھوٹے مذاہب یا اِدھر اُدھر کے مسلکوں کی تعلیم دینے والوں کی "لبھانے والی باتوں" سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے ۔ اُن کے دامِ فریب میں نہیں آنا چاہئے ۔ اگر کسی شخص کے پاس سچائی نہیں ہوتی تو وہ اپنے پیغام کو دلفریب انداز میں پیش کر کے لوگوں کو اپنے پیرو بنانے کی کوشش کرتا ہے ۔ اور بدعتی لوگ ہمیشہ یوں ہی کرتے ہیں ۔ وہ قیاسات پر دلائل کھڑے کر کے تعلیمات کا نظام بنا لیتے ہیں ۔ اِس کے برعکس اگر کوئی شخص سچائی کی منادی کرتا ہے تو اُس کو پُرفن دلائل اور خوش بیانی اور بلاغت جیسی باتوں کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ سچائی اپنی بہترین دلیل خود ہوتی ہے ۔ وہ شیرِ بَبر کی طرح اپنا دِفاع خود کرتی ہے ۔

۵:۲ ۔ اِس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ پولس رسول کلسیوں کو درپیش مسائل اور خطرات سے کیسے گہرے طور پر واقف تھا ۔ وہ تصوّر کرتا ہے کہ مَیں ایک فوجی افسر ہوں اور معائنے کے لئے تیار فوجی دستوں کو دیکھ رہا ہوں ۔ یونانی زبان میں "باقاعدہ" اور "مضبوطی" دونوں لفظ فوجی اِصطلاحات ہیں ۔ "باقاعدہ" ایسے فوجی دستے کا بیان کرتا ہے جو ترتیب کے ساتھ صف بستہ کھڑا ہو ۔ اور دوسرا لفظ لشکر کے مضبوط بازو کو ظاہر کرتا ہے ۔ پولس (جسم میں تو نہیں البتہ "روح کے اِعتبار سے") یہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے کہ کلسّی خدا کے کلام میں مضبوطی سے قائم ہیں ۔

۲:۶ ۔ یہاں پولسؔ اُن کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ جس طرح شروع کیا تھا اُسی طرح آگے بڑھتے رہیں۔ "پس جس طرح تم نے مسیح یسوع خداوند کو قبول کیا اُسی طرح اُس میں چلتے رہو"۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں زور لفظ "خداوند" پر ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ انہوں نے تسلیم کر لیا تھا کہ مسیح بالکل کافی ہے۔ وہ صرف نجات کے لئے ہی کافی نہیں بلکہ ہماری پوری مسیحی زندگی کے لئے کافی ہے۔ اب پولسؔ رسول مقدسین کو تلقین کرتا ہے کہ اس اقرار پر قائم رہیں کہ مسیح خداوند ہے۔ بھٹک کر اُس سے دُور نہ چلے جائیں۔ ہو سکتا ہے کہ انسانی تعلیم بہت معقول معلوم ہو، مگر اُن کو مسیح کی خداوندیت کے اقرار پر قائم رہنا چاہئے۔ "چلنا" کا لفظ مسیحی زندگی کے لئے اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔ اِس سے عمل اور ترقی کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ آپ چلیں اور ایک ہی جگہ پر رہیں۔ یہی حال مسیحی زندگی کا ہے۔ یا تو ہم آگے بڑھ رہے ہوں گے یا پیچھے کو جا رہے ہوں گے۔

۲:۷ ۔ یہاں پولسؔ زراعت کی ایک اِصطلاح اور پھر تعمیرات کی ایک اصطلاح استعمال کرتا ہے "جڑ پکڑتے ... جاؤ"۔ اِن الفاظ سے اُس کام کا اظہار ہوتا ہے جو ہماری تبدیلی کے وقت یعنی ایمان لاتے وقت ہوا تھا۔ گویا خداوند یسوع مسیح مٹی یا زمین ہے اور ہم اُس میں "جڑ پکڑتے" ہیں اور اُسی سے ساری پرورش اور غذا حاصل کرتے ہیں۔ اِسی سے یہ اہم بات بھی سامنے آتی ہے کہ جڑیں گہری ہونی چاہئیں تاکہ جب مخالف آندھیاں چلیں تو ہم کو جنبش نہ ہو (متی ۱۳: ۵، ۲۰، ۲۱)۔

اِس کے ساتھ ہی پولسؔ تعمیرات کی اِصطلاح "تعمیر ہوتے جاؤ" اِستعمال کرتا ہے۔ یہاں تصور یہ ہے کہ خداوند یسوع رنیو ہے اور ہم زمانوں کی اِس چٹان پر (لوقا ۶: ۴۷-۴۹) "تعمیر ہوتے" جا رہے ہیں۔ ہم جڑ تو ہمیشہ کے لئے ایک ہی دفعہ پکڑ چکے، مگر مسلسل "تعمیر ہوتے" جاتے ہیں۔

"ایمان میں مضبوط رہو" یعنی پکے ہوتے جاؤ۔ یہاں تصور یہ ہے کہ یہ عمل پوری مسیحی زندگی میں جاری رہتا ہے۔ اپفراس نے کلسیوں کو مسیحیت کی ابتدائی اور بنیادی باتیں سکھا دی تھیں۔ اب مسیحی راہ پر بڑھتے ہوئے یہ قیمتی سچائیاں اُن کے دلوں اور زندگیوں میں مضبوط اور پکی ہوتی جائیں گی۔ اِس کے برعکس ۲-پطرس ۱: ۹ میں یہ سکھایا گیا ہے کہ رُوحانی زندگی میں ترقی کرنے سے قاصر رہنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی میں

شک آجاتا ہے اور خوشخبری کی خوشی اور برکت جاتی رہتی ہے ۔

اِس بیان کے آخر میں پَولس کہتا ہے کہ "خُوب شُکر گزاری کیا کرو"۔ وُہ نہیں چاہتا کہ مسیحی بے دِلی کے ساتھ عقیدے کے پابند ہوں ، بلکہ چاہتا ہے کہ اُن کے دِل ان حیرت ناک سچائیوں سے سرشار ہوں اور نتیجے میں خُداوند کی ستائش اور شُکر گزاری سے چھلکتے رہیں ۔ مسیحیت کی برکات کے لئے "شُکر گزاری" جھُوٹے عقیدوں کے زہر کا موثر تریاق ہے ۔

کِسی نے آیت ۷ کو سلیس زُبان میں یُوں بیان کیا ہے : "مضبُوط جڑوں والے درختوں کی مانند بنو، اُن عمارتوں کی مانند بنو جو ثابت قدمی سے اُوپر اُٹھتی جاتی ہیں ۔ اُس کی حضُوری کو اپنے اِردگرد جان لو ۔ اپنے ایمان میں جُنبش نہ کھاؤ (کیونکہ تمہاری تعلیم نے تم کو یہاں تک پہنچایا ہے) اور شُکر گزاری سے چھلکتے رہو"۔

۸:۲ ۔ اب پَولس اُن خاص غلطیوں سے دو دو ہاتھ کرنے کو تیار ہے جن سے کُلسّے کے ایمان داروں کو خطرہ تھا ۔ "خبردار، کوئی شخص تم کو اُس فیلسوفی اور لاحاصل فریب سے شِکار نہ کرلے"۔ جھُوٹی تعلیم اِنسان کو کارآمد اور قیمتی باتوں سے محرُوم کردیتی ہے ۔ لیکن بدلے میں کوئی حقیقی اور پائیدار چیز پیش نہیں کرتی ۔ "فلسفہ" کا لفظی مطلب ہے "حِکمت کی محبّت" ۔ یہ اپنی ذات میں بُری نہیں ۔ لیکن جب لوگ خُداوند یسُوع مسیح سے ہٹ کر کِسی حِکمت کی تلاش کرتے ہیں تو یہ بُری بن جاتی ہے ۔ یہاں یہ لفظ اِنسان کی اُس کوشش کا بیان کرتا ہے جو وہ اپنی ذہانت ، عقل اور تحقیق کے بل پر اُن باتوں کو معلُوم کرنے میں کرتا ہے جو صِرف اِلٰہی مکاشفہ سے معلُوم ہوسکتی ہیں (۱ ۔ کرنتھیوں ۲: ۱۴) ۔ یہ فلسفہ اِس لئے بُرا ہے کہ انسانی عقل کو خُدا سے بڑا درجہ دیتا ہے اور خالق سے بڑھ کر مخلُوق کی پرستش کرتا ہے ۔ یہ خصوصیّت آج کے زمانے میں آزاد خیال لوگوں میں پائی جاتی ہے ۔ وُہ اپنے نظریۂ عقلیت اور اِستدلالیت پر بہت فخر کرتے ہیں ۔ "لاحاصل فریب" سے مُراد اُن لوگوں کی بیکار اور نکمی تعلیمات ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کو پوشیدہ حقیقتیں بتاتے ہیں ۔ لوگ صِرف اپنے تجسّس کی وجہ سے اُن کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور اپنے آپ کو "چند برگزیدہ" لوگوں میں سمجھ کر فضُول پھُولے نہیں سماتے ۔

جِس "فیلسوفی اور لاحاصل فریب" کا ذِکر پَولس کرتا ہے وُہ ہے "اِنسانوں

کی روایت اور دُنیوی ابتدائی باتوں کے مُوافق ہیں، نہ کہ مسیح کے موافق"۔ یہاں "اِنسانوں کی روایت" سے مُراد وُہ مذہبی تعلیمات ہیں جو اِنسانوں کی اِختراع ہیں اور پاک کلام پر قطعاً مبنی نہیں ہیں۔ (سہُولت کی خاطر یا کِسی مخصُوص حالات میں کوئی رواج شرُوع ہوتا ہے۔ جب وُہ ایک عرصے تک جاری رہتا اور پُختہ ہو جاتا ہے تو اُسے روایت کہتے ہیں)۔ "دُنیوی ابتدائی باتوں" سے مُراد وُہ یہُودی شعائر، رسُومات اور احکام ہیں جن سے اُمّید رکھّی جاتی تھی کہ اُن پر عمل کرنے سے اِنسان خُدا کے حضُور مقبول ٹھہرے گا۔

> مُوسوی شریعت آنے والی چیزوں کی مثِیل تھی۔ اُس نے اپنا یہ مقصد پُورا کیا۔ شریعت مسیح کی آمد کے لئے دِل کو تیاری کرانے کے لئے "پرائمری سکول" تھی۔ اگر ہم اب دوبارہ اُس کی طرف پھرتے ہیں تو جھُوٹے اُستادوں کے پیچھے پڑھنے کے مُترادف ہوگا۔ یہی اُستاد ایک مردُود نظام کو استعمال کر کے خُدا کے بیٹے کو اپنی جگہ سے ہٹا کر اُسی نظام کو جاری رکھنے کی سر توڑ کوششیں کرتے رہے۔

پَولُس چاہتا ہے کہ کُلسّی ہر تعلیم کو پرکھیں کہ "یہ مسیح" کی تعلیم کے مُطابق ہے یا نہیں۔ اگر ہم اِس آیت کے فلِپس کے ترجمہ کو دیکھیں تو بہُت مفید رہے گا۔ "خبردار رہو کہ کوئی شخص عقلیت واِستدلالیت یا اُلجھے دار فضولیات سے تمہُارے ایمان کو بِگاڑ نہ دے۔ اِن باتوں کی بنیاد فِطرت کے بارے میں اِنسانوں کے نظریات اور دُنیا کے بارے میں اُن کے خیالات پر ہے۔ یہ باتیں مسیح کو خاطر میں نہیں لاتیں"۔

۹:۲ - یہ کِتنی پیاری حقیقت ہے کہ پَولُس رسول اپنے قارئین کو مسلسل مسیح کی ذات اور شخصیت کی طرف لاتا ہے۔ یہ آیت بائبل کی اُن آیات میں سے ہے جو خُداوند یسُوع مسیح کی اُلوہیّت کا بیان کرتی ہیں۔ یہ آیات کِتنی شاندار ہیں! اِن کو سمجھنے میں غلطی کا اِحتمال نہیں ہے۔ "کیونکہ اُلوہیّت کی ساری معمُوری اُسی میں مجسّم ہو کر سکونت کرتی ہے"۔ غور کریں کہ رسُول اِس حقیقت کی شہادتیں کِس طرح جمع کرتا ہے کہ مسیح خُدا ہے۔ اوّل، اُس کی اُلوہیّت آپ کے سامنے ہے کہ "اُلوہیّت ... مُجسّم ہو کر ... اُس میں سکُونت کرتی ہے"۔ دوم۔ آپ کے سامنے وُہ حقیقت ہے جس کو کِسی نے 'اُلوہیت کی انتہائی وُسعت' کہا ہے کہ "اُلوہیّت کی معمُوری اُسی میں

مُجسّم ہو کر سکونت کرتی ہے"۔ اور پھر یہ حقیقت ہے جس کو کسی نے "اُلوہیت کی مُطلق کاملیت" کہا ہے۔ "کیونکہ اُلوہیت کی ساری معمُوری اُسی میں مجسّم ہو کر سکونت کرتی ہے"۔ (یہ غناسطیت کی اُن تمام مختلف صُورتوں کا مؤثر جواب ہے جو خداوند یسوع کی اُلوہیت کا اِنکار کرتی ہیں۔ مثلاً" کرِسچن سائنس، یہوواہ کے گواہ وغیرہ)۔

ولسنٹ کہتا ہے: "اِس آیت میں دو واضح اور نمُایاں دعوے ہیں: (۱) کہ اُلوہیت کی ساری معمُوری ازل سے مسیح میں سکونت کرتی ہے ... (۲) کہ اُلوہیت کی ساری معمُوری اُس میں سکونت کرتی ہے ... کہ وُہ اِنسانی جسم رکھتا ہے۔ کئی فرقے مانتے ہیں کہ الوہیت کی کُچھ نہ کُچھ شکل یسوع میں سکونت کرتی تھی۔ لیکن یہ آیت کہتی ہے کہ "اُلوہیت کی ساری معمُوری" اُس میں ——— اُس کی بشریت میں سکونت کرتی ہے۔ دلیل بالکل صاف ہے۔ اگر خُداوند یسوع مسیح کی ذات ہر صُورت میں کافی ہے تو پھر ایسی تعلیم سے کیوں مُطمئن ہو جائیں جو اُس کو نظر انداز کرتی یا اُس کی تحقیر کرتی ہو؟

۲ : ۱۰ - رسُول ابھی تک اپنے قارئین کو یہی سمجھانے کی پُرزور کوشش کر رہا ہے کہ خُداوند یسوع مسیح کامل طور پر نجات کے لئے کافی ہے اور اُن کو "اُسی میں" کامل رُتبہ یا درجہ حاصل ہے۔ یہ خُدا کے حیرت ناک فضل کا اظہار ہے کہ آیت ۹ کے فوراً بعد آیت ۱۰ آئی ہے۔ مسیح میں اُلوہیت کی ساری معمُوری مجسّم ہو کر سکونت کرتی ہے اور ایمان دار اُسی میں معمُور ہے۔ بے شک اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اُلوہیت کی ساری معمُوری ایماندار میں سکونت کرتی ہے۔ یہ حقیقت صِرف ایک ہستی پر صادق آتی ہے۔ وُہ ہستی ہے خُداوند یسوع مسیح۔ البتہ یہ آیت یہ تعلیم دیتی ہے کہ ایماندار کو مسیح میں وُہ سب کُچھ حاصِل ہے جو زِندگی اور خُدا پرستی کے لئے درکار ہے۔ سپرجن ہماری کاملیت کی بہُت عُمدہ تعریف کرتا ہے۔ وُہ کہتا ہے (۱) ہم یہُودی رسُومات کی مَدد کے بغیر کامل ہیں (۲) ہم فلسفے کی مَدد کے بغیر کامل ہیں (۳) ہم توہمات کی اختراعات کے بغیر کامل ہیں (۴) اِنسانی لیاقت کے بغیر کامل ہیں۔

جس ہستی میں ہم کامل یا معمُور ہیں وُہ "ساری حکُومت اور اختیار کا سر ہے"۔ غناسطی فرشتوں کے موضُوع کا بہُت ذِکر کرتے تھے۔ اِس کا ذِکر اِسی باب میں آگے چل کر آئے گا۔ مگر مسیح تمام فرشتگان کا سر ہے۔ جب ہم کو فرشتوں کا خالق حاصل ہے تو فرشتوں کے

موضوع میں اُلجھے رہنا مضحکہ خیز بات ہے۔ ہم فرشتوں کے خالق سے محبت رکھیں اور اُس کی رفاقت سے لطف اندوز ہوں۔

۲: ۱۱۔ "ختنہ" یہودیوں کی خاص رسم تھی۔ رُوحانی اعتبار سے اِس سے مُراد جسم کے اِعتبار سے موت ہے، یعنی اِنسان کا اپنی پُرانی بگڑی ہُوئی فطرت کو ترک کر دینا۔ بدقسمتی سے یہودی لفظی معنوں میں اِس رسم میں اُلجھ کر رہ گئے اور رُوحانی مفہوم کو رد کر دیا۔ وُہ نیک اعمال اور رسُومات کے ذریعے سے خُدا کی نظر میں مقبولیت حاصل کرنے میں لگے رہے۔ اِس طرح وُہ گویا کہتے تھے کہ اِنسانی جسم میں کُچھ ایسی بات ہے جس سے وُہ خُدا کو خُوش کر سکتا ہے۔ کوئی بات حقیقت سے اِتنی دُور نہیں ہو سکتی۔

زیرِ نظر آیت میں جسمانی ختنے کی نہیں بلکہ رُوحانی "ختنہ" کی اہمیت پر زور ہے۔ اور یہ بات ہر اُس شخص پر صادق آتی ہے جو خُداوند یسُوع پر ایمان اور بھروسا رکھتا ہے۔ اِس کی وضاحت اِن الفاظ سے ہوتی ہے کہ "جو ہاتھ سے نہیں ہوتا"۔ یہ آیت تعلیم دیتی ہے کہ ہر ایمان دار کا ختنہ "مسیح کے ختنہ" سے ہوتا ہے۔ "مسیح کا ختنہ" سے مُراد اُس کی کلوری پر صلیبی موت ہے۔ خیال یہ ہے کہ جب خُداوند یسُوع مُوا تو ایمان دار بھی مَر گیا۔ وُہ گُناہ کے اِعتبار سے مَر گیا (رومیوں ۶: ۱۱)، شریعت کے اعتبار سے اور اپنے آپ (خودی) کے اعتبار سے مَر گیا (گلتیوں ۲: ۲۰) اور دُنیا کے اِعتبار سے مَر گیا (گلتیوں ۶: ۱۴)۔ یہ ختنہ "ہاتھ سے نہیں" کیا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ کسی خوبی یا لیاقت کے لحاظ سے اِنسانی ہاتھ اِس میں کوئی حِصّہ ادا نہیں کر سکتا۔ نہ اِنسان اِس کا حقدار ہو سکتا ہے، نہ کما سکتا ہے۔ یہ خُدا کا کام ہے۔ اِس طرح "جسمانی بدن اُتارا جاتا ہے"۔ دُوسرے لفظوں میں جب کوئی شخص نجات پاتا ہے تو وُہ مسیح کی موت میں شامل ہو جاتا ہے اور جسمانی کاموں کے وسیلے سے نجات کمانے یا نجات کا حقدار بننے کی ہر اُمید کو ترک کر دیتا ہے۔ ہمارے خُداوند کی موت نے صِرف پھل ہی کو دُور نہیں کیا بلکہ اُس جڑ کو بھی اکھاڑ دیا ہے جس نے یہ پھل پیدا کیا تھا۔

۲: ۱۲۔ اب پَولُس ختنہ کے موضوع کو چھوڑ کر "بپتسمہ" کی بات کرتا ہے۔ جس طرح ختنہ سے مُراد جسم کے اِعتبار سے مَرنا ہے اُسی طرح "بپتسمہ" سے پُرانی انسانیت کا دفن ہونا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "اور اُسی کے ساتھ بپتسمہ میں دفن ہوئے اور اِس میں خدا

کی قُوّت پر ایمان لاکر جِس نے اُسے مُردوں میں سے جِلایا اُس کے ساتھ جی بھی اُٹھے"۔ یہاں یہ سکھایا گیا ہے کہ ہم مسیح کے ساتھ نہ صِرف مر گئے، بلکہ "اُس کے ساتھ ۔ ۔ ۔ دفن (بھی) ہُوئے"۔ اِس کی مثال بپتِسمہ ہے۔ یہ بات واقع تو ہمارے ایمان لاتے وقت ہوئی، لیکن اِس کا اِظہار اُس وقت ہُوا جب ہم علانیہ اقرار کرتے ہُوئے بپتسمہ کے پانی میں اُترے۔ بپتسمہ تدفین ہے۔ جو کُچھ ہم آدم کی اَولاد ہونے کے باعث ہیں اُس کی تدفین ہے۔ بپتسمہ میں ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم میں کوئی ایسی بات نہیں جِس سے خُدا کو خُوش کر سکیں یا اُسے پسند آ سکیں۔ اِس لئے ہم جسمانیت کو ہمیشہ کے لئے خُدا کی نظروں سے ہٹا دیتے ہیں۔ ہم نہ صِرف مسیح کے ساتھ مصلُوب اور دفن ہُوئے، بلکہ اُس کے ساتھ جی بھی اُٹھے تاکہ نئی زِندگی میں چلیں۔ یہ سب کُچھ ایمان لاتے وقت وقُوع پذیر ہوتا ہے۔ یہ سب کُچھ "خُدا کی قُوّت پر ایمان لاکر" ہوتا ہے "جِس نے اُسے (مسیح کو) مُردوں میں سے جِلایا"۔

۲:۱۳۔ اَب پَولُس رسُول اِن ساری باتوں کا اِطلاق کُلُسّیوں پر کرتا ہے۔ ایمان لانے سے پیشتر وُہ "اپنے قصُوروں ۔ ۔ ۔ کے سبب سے مُردہ تھے"۔ مطلب ہے کہ اپنے گناہوں کے باعث وُہ خُدا کے نزدیک رُوحانی طور پر مُردہ تھے۔ یہ مطلب نہیں کہ اُن کی رُوحیں مُردہ ہو چُکی تھیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اُن کی رُوحیں خُدا کی طرف حرکت نہیں کر رہی تھیں۔ اور کوئی ایسی بات نہ تھی جِس سے وُہ خُدا کی مقبولیت حاصِل کر سکتے۔ نہ صِرف وہ اپنے گُناہوں میں "مُردہ" تھے، بلکہ پَولُس اُن کے "جسم کی نامختونی" کی بات بھی کرتا ہے۔ نئے عہدنامہ میں "نامختونی" کی اصطلاح کو اکثر غیر قوموں کا بیان کرنے کے لئے اِستعمال کیا گیا ہے۔ کُلسّیوں کے ایمان دار غیر قوم تھے۔ وُہ اِس دُنیا میں خُدا کی قوم یعنی یہُودی قوم میں سے نہیں تھے۔ اِس لئے وُہ حیثیت یا درجہ کے لحاظ سے خُدا سے دُور تھے اور جسمانیت اور اُس کی شہوتوں میں بے لگام تھے۔ لیکن جب اُنہوں نے انجیل کی خوشخبری سُنی اور خُداوند یسوع مسیح پر ایمان لے آئے تو خُدا نے اُن کو "اُس (مسیح) کے ساتھ زِندہ کیا" اور اُن کے "سب قصُور مُعاف کئے"۔ دُوسرے لفظوں میں کُلسّیوں کے ساتھ یہ ہُوا کہ اُن کا سارا طرزِ زِندگی بَدل گیا۔ گنہگاروں کی حیثیت سے اُن کی تاریخ ختم ہوگئی، اور اب وُہ مسیح یسوع میں نئے مخلوق بن گئے۔ اِس لئے اُنہوں نے اُن ساری باتوں کو "الوداع" کہہ دیا جو جسمانیت یا نفسانیت کا خاصّہ ہیں۔

۱۴:۲ - اب پَولُس ایک اَور چیز کا بیان کرتا ہے جو مسیح کے کام میں شامل ہے ۔ "اَور حُکموں کی وُہ دستاویز مِٹا ڈالی جو ہمارے نام پر اور ہمارے خِلاف تھی - اور اُس کو صلیب پر کیلوں سے جڑ کر سامنے سے ہٹا دیا" "حُکموں کی وُہ دستاویز ... جو ... ہمارے خِلاف تھی" شریعت ہے ۔ ایک لحاظ سے دس حُکم ہمارے خِلاف تھے ۔ وُہ ہم کو مُجرم ٹھہراتے تھے اِس لئے کہ ہم اُن کی کامل پابندی نہیں کر سکتے تھے ۔ مگر پَولُس رسُول دس حکموں کی بات نہیں کر رہا، بلکہ اُس رسُوماتی شریعت کی جو اسرائیل کو دی گئی تھی ۔ اِس رسُوماتی شریعت میں مُقدّس دِنوں ، کھانوں اور دیگر مذہبی شعائر کے مُتعلق ہر قسم کے احکام اور آئین درج تھے ۔ یہ سب یہُودیوں کے لئے مُقرر کردہ مذہب کا حصّہ تھے ۔ یہ خُداوند یسوع کی آمد کی طرف اِشارہ کرتے تھے ۔ یہ اُس کی ذات اور کام کا عکس تھے ۔ اُس نے صلیب پر اپنی موت کے وسیلے سے اُن سب کو "ہٹا دیا" اور اُن کو "صلیب پر کیلوں سے جڑ کر" یُوں منسُوخ کر دیا جس طرح قرض ادا ہو جانے کے بعد اُس کی دستاویز یا رسید منسُوخ کر دی جاتی ہے ۔ میئر کہتا ہے کہ "صلیب پر مسیح کی مَوت کے وسیلے سے وُہ شریعت جو اِنسان کو مُجرم ٹھہراتی تھی، اُس کا تعزیری اِختیار ختم ہو گیا ۔ اِس لئے کہ مسیح نے اپنی موت میں اِنسان کی خاطر شریعت کی لعنت برداشت کی اور یُوں شریعت کا انجام بن گیا" ۔ کیلی نہایت خوبصورت اور مُختصر انداز میں کہتا ہے :

"شریعت نہیں مَری ۔ ہم شریعت کے اِعتبار سے مَر گئے ہیں" ۔

یہاں پَولُس کی زبان ایک پُرانی رسم کی طرف اِشارہ کرتی ہے کہ کِسی منسُوخ شُدہ قرض کی لِکھی ہُوئی شہادت کو کِسی جگہ سرِ بازار کیلوں سے جڑ دیا جاتا تھا ۔ یہ اِشتہار ہوتا تھا کہ اب قرض خواہ کا مقروض پر کوئی دعویٰ نہیں رہا ۔

۱۵:۲ - صلیب پر اپنی مَوت اور پھر جی اُٹھنے اور آسمان پر جانے کے وسیلے سے خُداوند یسوع نے شیطانی قوتوں پر فتح پائی اور "اُن کا برملا تماشا بنایا ... اور اُن پر فتحیابی کا شادیانہ بجایا" ۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ وُہی فتح ہے جس کا بیان اِفسیوں باب ۴ میں درج ہے ۔ مسیح کی مَوت ، دفن ، قیامت اور صعُود شیطان اور عالمِ ارواح (دوزخ) کے سارے لشکروں پر فتح ہے ۔ جب وُہ واپس آسمان پر جاتے ہُوئے فضا میں سے گزُرا وُہ اُس ہستی کی مملکت میں سے گزُرا جو ہَوا کی عملداری کا سردار ہے ۔

شاید اِس آیت میں اُن لوگوں کے لئے خاص تسلّی ہے جو اَرواح پرستی یا شیاطین پرستی کو چھوڑ کر مسیح پر ایمان لائے ہیں اور شاید ابھی تک بَدرُوحوں سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں۔ اگر ہم مسیح میں ہیں تو کسی چیز یا قُوّت کا خَوف باقی نہیں رہتا۔ اِس لئے کہ "اُس نے حکومتوں اور اِختیاروں کو اپنے اُوپر سے اُتار" پھینکا ہے۔ اُن کو بے ہتھیار کر دیا ہے۔

۱۶:۲۔ پَولُس رسُول ایک دفعہ پھر تیار ہے کہ جن باتوں کا بیان کیا ہے اُن کا اِطلاق بھی کرے۔ ہم گزشتہ باتوں کا خُلاصہ یُوں پیش کر سکتے ہیں:— خُدا کو پسند آنے کی تمام جسمانی کوششوں کے اِعتبار سے کُلسّی مَر گئے تھے۔ وُہ نہ صِرف مَر گئے تھے بلکہ مسیح کے ساتھ دفن ہُوئے اور مسیح کے ساتھ ایک نئی زندگی میں جی اُٹھے تھے۔ اِس لئے اب یہُودیت نوازوں اور غناسطیوں کے ساتھ اُن کا تعلق ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا تھا، کیونکہ یہ لوگ کُلسّیوں کو واپس اُن ہی باتوں اور کاموں کی طرف کھینچتے تھے جن کے اِعتبار سے وُہ مَر چُکے تھے۔ اِس لئے پَولُس کہتا ہے: "پس کھانے پینے یا عید یا نئے چاند یا سبت کی بابت کوئی تُم پر الزام نہ لگائے"۔ تمام اِنسانی مذاہب اِنسان کو حکموں، آئین، قاعدوں اور مذہبی تہواروں کی غُلامی میں لے آتے ہیں۔ اِن سالانہ تہواروں میں عموماً مُقدّس دِن، ماہانہ عیدیں (نئے چاند) یا ہفتہ وار چھُٹیاں (سبت وغیرہ) شامِل ہوتی ہیں۔ "اِس لئے کوئی تُم پر الزام نہ لگائے"۔ اِس لئے کہ اگر کوئی مذہبی تہوار اور مُقدّس دِن منانا چھوڑ دے تو اُس پر اِلزام لگانا مُناسب نہیں۔ اَرواح پرستی جیسے جھُوٹے فِرقے اپنے ممبران پر زور دیتے ہیں کہ گوشت نہ کھائیں۔ صدیوں تک لوگوں سے توقع کی جاتی تھی کہ جُمعہ کے دِن گوشت نہ کھائیں۔ بہُت سی کلیسیاؤں میں روزوں کے ایّام میں خاص خاص کھانے کھانے پر پابندی ہوتی ہے۔ مورمن فِرقے جیسے کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چائے یا کافی پیتا ہے تو اُس کی رکنیت نامناسب ہے۔ کئی فِرقے خصُوصاً ہفتہ مشن زور دیتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سبت کے دِن کو نہیں مانتا تو خُدا کے حضُور مقبُول نہیں ہو سکتا۔ لیکن کوئی مسیحی اِن احکام کے ماتحت نہیں ہے۔ شریعت، سبت اور رسُوم پرستی کی وضاحت کے لئے متّی ۱۸:۵، ۸:۱۲ اور گلتیوں ۱۸:۶ کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

۲:۱۷- یہُودی مذہب میں جو تہوار اور رسمیں منائی جاتی تھیں وُہ "آنے والی چیزوں کا سایہ تھیں۔" "مگر اصل چیزیں مسیح کی ہیں"۔ جن الفاظ کا ترجمہ "اصل چیزیں مسیح کی ہیں" کیا گیا ہے اصل زبان میں اُن کا مطلب ہے "اصل بدن مسیح کا ہے" (دیکھئے ریفرنس بائبل کا حاشیہ)۔ اُن کو پُرانے عہدنامہ میں تصویروں یا مثیل کے طور پر مُقرر کیا گیا تھا۔ مثلاً سبت اُس آرام کا مثیل (عکس/تصویر) ہے جو اُن سب کا حِصّہ ہے جو خُداوند یسوع مسیح پر ایمان لاتے ہیں۔ اب چونکہ خُداوند یسوع آ گیا ہے تو لوگ عکسوں کے ساتھ کیوں چِمٹے رہیں؟ یہ تو وُہی حال ہے کہ جِس شخص کی تصویر ہے وُہ موجُود بھی ہو تو آپ تصوِیر ہی کو اہمیت دیتے چلے جائیں۔

۲:۱۸- اِس آیت کا بالکل صحیح مطلب سمجھنا مُشکل ہے۔ اِس لئے کہ ہمیں اُن ساری باتوں کا عِلم نہیں جِن کی تعلیم غناسطی دیتے تھے۔ شاید وُہ دِکھاتے تھے کہ ہم اِتنے خاکسار ہیں کہ براہِ راست خُدا کے پاس آنے کی جُرائت نہیں کر سکتے۔ غالباً وُہ تعلیم دیتے تھے کہ ہمیں فرِشتوں کے وسیلے سے خُدا تک رسائی حاصل کرنی چاہیئے۔ اِس لئے اپنی اِس جھُوٹی "خاکساری" میں وُہ "فرِشتوں کی عبادت" کرتے اور خُداوند کی عبادت کو نظر انداز کرتے تھے۔ آج بھی ہمیں ایسی باتیں نظر آتی ہیں۔ مثلاً بعض مسیحی فرقے کہتے ہیں کہ ہم براہِ راست خُدا سے یا خُداوند یسوع سے دُعا مانگنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ اِس لئے وُہ کِسی اِنسانی درمیانی کے وسیلے سے خُداوند تک رسائی حاصِل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ان کی جھُوٹی "خاکساری" ہے۔ یُوں وُہ ایک مخلوق ہستی کی عبادت کرتے ہیں۔ مسیحیوں کو خبردار رہنا چاہیئے کہ کوئی شخص اُن کو کلامِ پاک کی مخالِف ایسی تعلیمات سے بہکا کر اُنہیں "انعام سے محرُوم نہ رکھے"۔ پاک کلام نہایت صفائی سے کہتا ہے کہ "خُدا ایک ہے، اور خُدا اور اِنسان کے بیچ میں درمیانی بھی ایک یعنی مسیح یسوع جو اِنسان ہے" (۱-تیمتھیس ۲:۵)۔

"ایسا شخص ... دیکھی ہُوئی چیزوں میں مصروف رہتا ہے"۔ پَولس کے اِن الفاظ کا مطلب بہُت ہی مبہم ہے۔ غناسطی لوگ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم گہرے اور پوشیدہ بھیدوں سے واقِف ہیں۔ اور اِن بھیدوں کو جاننے کے لئے کِسی بھی شخص کو مخصُوص رسومات کے ساتھ اِس حلقے میں داخِل اور شامِل کیا جاتا تھا۔

اِن بھیدوں میں غالباً مبینہ رویائیں شامل ہوتی تھیں - آج کل کی بدعتوں میں بھی ایسی جھوٹی رویائیں اہم جز کی حیثیت رکھتی ہیں - جو لوگ اندرونی حلقے کے رُکن ہوتے تھے وُہ قدرتی طور پر اپنی رکنیت پر بہت فخر کرتے تھے - اِس لئے پولُس کہتا ہے کہ "ایسا شخص اپنی جسمانی عقل پر بیفائدہ پھُول کر" سب کچھ کرتا ہے - ایسے لوگ اپنے آپ کو دوسروں سے اعلیٰ اور برتر سمجھتے ہیں - اور یہ تاثر پیدا کرتے ہیں کہ حقیقی خوشی ان بھیدوں میں شامل ہو کر ہی حاصل ہوتی ہے - ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ باتیں آج کل کی خفیہ برادریوں اور تنظیموں کی خصوصیت ہیں - وُہ مسیحی جو اپنے خُداوند کی رفاقت میں چلتا ہے، اُس کے پاس اِن کے لئے کوئی وقت نہیں ہوتا نہ وُہ اِن کو کوئی اہمیت دیتا ہے -

اِس آیت میں غور کرنے کی اہم بات یہ ہے کہ اُن لوگوں کی مختلف مذہبی رسومات اُن کی مرضی کے مطابق سرانجام دی جاتی تھیں - اُن کو کلامِ پاک کی سند حاصل نہ تھی - وُہ مسیح کی تابعداری میں کام نہیں کرتے تھے - وُہ "اپنی جسمانی عقل پر بے فائدہ" پھُولے رہتے تھے کیونکہ وُہ بالکل وہی کچھ کرتے تھے جو خُود چاہتے تھے - وُہ جو کچھ کرتے خُداوند سے بے تعلق ہو کر کرتے تھے - البتہ اُن کا کردار مذہبی اور خاکسارانہ معلوم ہوتا تھا -

۱۹:۲ - "اور اُس سر کو پکڑے نہیں رہتا" - یہاں خُداوند یسوع کو بدن کا "سر" کہا گیا ہے - اور "سر کو پکڑے" رہنے کا مطلب ہے اِس احساس اور شعور کے ساتھ زندگی بسر کرنا کہ مسیح "سر" ہے اور ہم اپنی ضروریات اُس کے نہ ختم ہونے والے خزانوں سے پوری کرتے اور سب کُچھ اُسی کے جلال کے لئے کرتے ہیں - اِس کا مطلب ہے اپنی ہدایت، راہنمائی اور قوت کے لئے اُسی کی طرف دیکھتے ہیں اور اُس کے ساتھ تعلق قائم رکھتے ہیں - اِس بات کی وضاحت اِن الفاظ سے بھی ہوتی ہے جو آگے آتے ہیں کہ "جس سے سارا بدن جوڑوں اور پٹھوں کے وسیلہ سے پرورش پا کر اور باہم پیوستہ ہو کر خُدا کی طرف سے بڑھتا جاتا ہے" - اِنسانی بدن کے مختلف حصے "جوڑوں اور پٹھوں کے وسیلہ سے" باہم جُڑے ہوتے ہیں - اور پھر بدن سر کے ساتھ جُڑا ہوتا ہے - بدن ہدایت اور راہنمائی کے لئے سر کی طرف دیکھتا ہے - اور یہی تصوّر ہے جس پر پولُس یہاں زور دے رہا ہے - اِس دُنیا میں مسیح کے بدن کے تمام اعضا کو اُسی سے

تسکین اور کفالت حاصل ہونی چاہیئے۔ اُن کو جھوٹے اُستادوں کے دِلفریب دلائل کے پیچھے نہیں لگ جانا چاہیئے۔

"سر کو پکڑے رہنا"۔ اِن الفاظ میں اِس ضرورت کی اہمیت واضح کی گئی ہے کہ ہم کو ہر لمحہ خُداوند مسیح پر انحصار کرنا چاہیئے۔ جو مدد کل ملی تھی وُہ آج کام نہیں دے گی۔ ہم اُس پانی سے چکّی نہیں چلا سکتے جو بہہ کر آگے جا چکا ہے۔ یہاں یہ بھی کہنا ضروری ہے کہ جہاں مسیحی سَر کو پکڑے رہتے ہیں وہاں نتیجہ بے ساختہ عمل کی صُورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ عمل بدن کے دُوسرے اعضا کے ساتھ مربُوط ہوتا ہے۔

۲:۲۰ "دُنیوی ابتدائی باتوں" سے یہاں مُراد ہے شعائر اور آئین۔ مِثال کے طور پر پُرانے عہد نامہ کی رسومات یا شعائر اِس مفہوم میں "دُنیوی ابتدائی باتیں" تھیں کہ اُن سے مذہب کی ابتدائی باتوں کی تعلیم حاصل ہوتی تھی، یعنی مذہب کی الف بے سیکھی جاتی تھی (گلتیوں ۴: ۹-۱۱)۔ شاید یہ بات کہتے ہُوئے پَولُس کے ذہن میں وُہ شعائر و رسومات اور آئین بھی تھے جن کا تعلق غناسطیت اور دیگر مذاہب سے تھا۔ یہاں پولُس رسُول خاص طور پہ تارکِ دُنیا کی بات کر رہا ہے جو ایک ایسی یہُودیت سے اُبھری تھی جو خُدا کے حضُور اپنی حیثیت کھو چُکی تھی۔ یا جو غناسطیت سے یا کِسی اور مسلک سے/فرقہ سے نکلی تھی جس کو خُدا کے حضُور کبھی کوئی حیثیت حاصِل ہی نہ تھی۔ چونکہ کُلسّی "مسیح کے ساتھ ... مر گئے" تھے اِس لئے پَولُس اُن سے پُوچھتا ہے کہ وُہ "ایسے قاعِدوں کے کیوں پابند ہوتے" تھے؟ اُن میں اِن قاعِدوں کی پابندی کرنے کی خواہش کیوں تھی؟ ایسا کرنے کا مطلب یہ بھُول جانا ہے کہ ہم نے دُنیا سے بندھن توڑ لئے ہیں۔ شاید بعض ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو کہ "اگر ایک مسیحی قاعِدوں کے اِعتبار سے مر چُکا ہے تو پھر بپتسمہ اور عشائے ربّانی کو کیوں برقرار رکھے ہوئے ہے؟" اِس کا واضح جواب یہ ہے کہ نیا عہد نامہ مسیحی کلیسیا کو اِن باتوں کی تعلیم دیتا ہے، مگر یہ "وسائلِ فضل" نہیں ہیں جو ہم کو آسمان (بہشت) کے زیادہ لائق بناتے ہیں یا جن سے ہم خُدا کے حضُور کِسی مُعاملے میں بھی کِسی صُورت میں "حقدار" ثابت ہو سکتے ہیں ــ بلکہ یہ صِرف خُداوند کی فرمانبرداری کے کام ہیں، جن سے مسیح کے ساتھ مشابہت اور موت میں اُس کی یادگاری کی نشان دہی ہوتی ہے۔ دراصل یہ آئین اور قانون نہیں جن پر عمل کرنا ازبس ضروری ہو،

بلکہ اعزازات ہیں جن سے لُطف اندوز ہو سکتے ہیں ۔

۲۱:۲ ۔ اِس آیت کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے اگر شروع میں "مثلاً" لگا دیا جائے تو آسان ہو جائے گا ۔ دُوسرے لفظوں میں آیت ۲۰ میں پَولُس کہتا ہے "تم ... اُن کی مانند جو دُنیا میں زندگی گزارتے ہیں ... ایسے قاعدوں کے کیوں پابند ہوتے ہو" مثلاً (آیت ۲۱) "اِسے نہ چھُونا، اُسے نہ چکھنا، اُسے ہاتھ نہ لگانا"؟ حیرت ہوتی ہے کہ بعض لوگ یہ تعلیم دیتے ہیں کہ یہاں پَولُس رسُول نہ چھُونے، نہ چکھنے یا ہاتھ نہ لگانے کا "حُکم" دے رہا ہے ۔ بے شک ایسی تعلیم کلامِ پاک کے اِس حِصّے کے بالکُل اُلٹ ہے ۔

۲۲:۲ ۔ یہاں آیت ۲۱ کے مفہُوم کو مزید واضح کیا گیا ہے ۔ یہ انسان کی وضع کردہ ممانعات ہیں ۔ یہ بات اِن الفاظ سے بالکل واضح ہے کہ "انسانی اَحکام اور تعلیم کے مُوافق" ۔ کیا سچّے مذہب کا جوہر اسی میں ہے کہ اِنسان کھانوں اور پینے کی چیزوں میں اُلجھا رہے اور زندہ مسیح کی طرف دھیان نہ دے؟

ویمتھ آیات ۲۰ - ۲۲ کا سلیس ترجمہ یُوں کرتا ہے :

> "اگر تُم مسیح کے ساتھ مَر گئے ہو اور دُنیا کے ابتدائی تصوّرات (عقیدوں) سے آزاد ہو گئے ہو تو ایسا کیوں ہے کہ جیسے ابھی تک تمہاری زندگی دُنیا کے قبضے میں ہے کہ تُم اِن حُکموں پر عمل کرتے ہو کہ "اِس کو ہاتھ نہ لگانا، اُس کو نہ چکھنا، یا اُس چیز کو ہاتھ نہ لگانا"؟ جبکہ یہ وُہ چیزیں ہیں جو استعمال ہوتے ہوتے ختم ہو جائیں گی ۔ اور تُم یہ سب کُچھ انسانی حکموں اور تعلیمات کی پیروی میں کیوں کرتے ہو؟

۲۳:۲ ۔ اِنسان کے مذہب کی اِن "باتوں میں اپنی اِیجاد کی ہوئی عبادت اور خاکساری اور جسمانی ریاضت" نظر تو آتی ہے مگر یہ سب کُچھ ظاہری ہوتا ہے ۔ "اپنی ایجاد کی ہوئی عبادت" کا مطلب ہے کہ اِنسان عبادت کی ایک ایسی صُورت کو اختیار کر لیتے ہیں جو اُن کے اپنے تصوّرات اور رائے کے مُطابق ہوتی ہے، یعنی وُہ خُدا کے کلام کے مُطابق نہیں ہوتی بلکہ اُن کے اپنے خیال کے مُطابق درُست ہوتی ہے ۔ وُہ مذہبی دِکھائی تو دیتے ہیں، لیکن اُن کا مذہب حقیقی مسیحیت نہیں ہوتا ۔ جھُوٹی "خاکساری" کی وضاحت پہلے ہو چُکی ہے ۔ وُہ دِکھاوے سے کہتے ہیں کہ ہم اِتنے خاکسار ہیں کہ خُدا تک نہیں پہنچ سکتے ۔

اِس لئے وُہ فِرشتوں کو درمیانی بنا لیتے ہیں۔ "جسمانی ریاضت" کا اشارہ ترکِ دُنیا کی طرف ہے۔ اِس میں عقیدہ یہ ہے کہ نفس کُشی یا اپنے بدن کو اذیت دے کر ہم پاکیزگی کا بُلند مقام حاصِل کر سکتے ہیں۔ یہ باتیں ہندومت اور مشرق کے دیگر اسراری مذاہب میں پائی جاتی ہیں۔

اِن رواجوں کی اہمیّت یا افادیت کیا ہے؟ اِس کا بہت عُمدہ جواب آیت کے آخری حِصّے میں دِیا گیا ہے کہ "جسمانی خواہشوں کے روکنے میں اِن سے کُچھ فائِدہ نہیں ہوتا"۔ یہ ساری باتیں ظاہری طور پر تو بہت اچھی لگتی ہیں لیکن "جسمانی خواہشوں" کے روکنے میں کامیاب نہیں ہوتیں (بلکہ بڑی اچھی نیّت سے کئے گئے پرہیزگاری کے وعدے بھی اپنا مقصد پُورا نہیں کر پاتے)۔ ہر جھوٹا نظام اِنسان کو بہتر بنانے میں بالکل ناکام ثابت ہوتا ہے۔ یہ تاثر تو پَیدا ہوتا ہے کہ جسمانی ریاضت خُدا کو پسند آنے میں اہم حصّہ ادا کرتی ہے، مگر نفسانی شہوتوں اور خواہشوں کو روکنے میں بالکل ناکام رہتی ہے۔ مسیحی رویّہ یہ ہے کہ ہم جسم کی تمام رغبتوں اور خواہشوں سمیت جسمانی اعتبار سے مَر گئے ہیں اور اَب سے ہم خُدا کے جلال کے لئے زِندہ ہیں۔ ہم ایسا سزا کے خَوف سے نہیں بلکہ اُس ہستی کی محبّت کی خاطر کرتے ہیں جِس نے اپنے آپ کو ہمارے لئے دے دِیا۔ اے۔ ٹی۔ رابرٹسن کیا خُوب کہتا ہے کہ "یہ محبّت ہے جو ہمیں نیک اعمال کرنے کے لئے حقیقی معنوں میں آزاد کرتی ہے۔ محبّت اِنتخاب کو آسان بنا دیتی ہے۔ محبّت فرض کے چہرے کو خوبصورت بناتی ہے۔ محبّت مسیح کے ساتھ رہنے کو شیریں بنا دیتی ہے۔ محبّت نیکی کی خِدمت کو آزادی میں ڈھال دیتی ہے"۔

۲۔ پُرفضیلت مسیح سے متعلق ایماندار کا فرض

(ابواب ۳، ۴)

۱۔ ایمان دار کی نئی زِندگی —— پُرانی اِنسانیت کو اُتارنا اور نئی اِنسانیت کو پہننا (۳: ۱-۱۷)

۳: ۱۔ "پس جب تم مسیح یسوع کے ساتھ جِلائے گئے تو عالمِ بالا کی چیزوں کی

تلاش میں رہو جہاں مسیح موجود ہے اور خدا کی دہنی طرف بیٹھا ہے"۔ اِس آیت میں "جب" پولس رسول کے ذہن میں کسی قسم کے شک کی غمازی نہیں کرتا۔ یہ وہ "جب" ہے جس کو دلیل کی خاطر استعمال کیا جاتا ہے۔ اِس کا ترجمہ "چونکہ" بھی ہو سکتا ہے۔ "چونکہ تم مسیح یسوع کے ساتھ جلائے گئے اِس لئے ..."

جیسا کہ باب ۲ میں ذکر ہوا، سمجھا جاتا ہے کہ ایمان دار مسیح کے ساتھ مر گیا، اُس کے ساتھ دفن ہوا اور اُس کے ساتھ مُردوں میں سے جی اُٹھا۔ اِن ساری باتوں کا رُوحانی مطلب یہ ہے کہ ہم نے پُرانے طرزِ زندگی کو خیرباد کہہ دیا ہے اور ایک بالکل نئی طرز کی زندگی میں داخل ہو گئے ہیں جو کہ زندہ خداوند یسوع مسیح کی زندگی ہے۔ چونکہ ہم "مسیح کے ساتھ جِلائے گئے" ہیں اِس لئے لازم ہے کہ ہم "عالمِ بالا کی چیزوں کی تلاش میں" رہیں۔ ہم ابھی تک اِس زمین پر ہیں مگر ہم کو اپنے اندر آسمانی انداز پیدا کرنے چاہئیں۔

۳: ۲ - ایک مسیحی کو اپنے نقطۂ نظر میں زمین کا پابند نہیں رہنا چاہئے۔ اُس کو چیزوں کی ظاہری شکل و صورت کو نہیں دیکھنا چاہئے، بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ خدا اور ابدیت کے حوالے سے اِن کی کیا اہمیت اور قدر و قیمت ہے۔ وِنسنٹ کہتا ہے کہ آیت ۱ میں "تلاش" کرنے کا مطلب ہے عملی جدوجہد اور آیت ۲ میں "خیال میں رہو" سے باطنی اضطرار اور میلان کا بیان ہوتا ہے۔ "خیال میں رہو" اُسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے جو فلپیوں ۳: ۱۹ میں بھی نظر آتا ہے "خیال میں رہتے ہیں"۔ اے۔ ٹی۔ رابرٹسن لکھتا ہے کہ "بپتسمہ یافتہ زندگی کا مطلب ہے کہ مسیحی آسمان کی تلاش میں ہے اور آسمان ہی کے بارے میں سوچتا رہتا ہے۔ اُس کے پاؤں تو زمین پر ٹکے ہوتے ہیں، لیکن اُس کا سر ستاروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ اِس زمین پر، اِس دُنیا میں آسمان کے شہری کی زندگی گزارتا ہے"۔

دُوسری عالمی جنگ کے دوران ایک نوجوان مسیحی نے مسیح کے ایک رُوحانی بلوغت تک پہنچے ہوئے خادم کو بتایا: "مجھے خبر ملی ہے کہ کل رات ہمارے بمبار پھر دشمن کے شہروں کے اُوپر تھے"۔ اُس خدا کے خادم نے اِس کے جواب میں کہا "مجھے علم نہیں تھا کہ خدا کی کلیسیا کے پاس بمبار بھی ہیں"۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اِن باتوں کو خدا کے زاویۂ نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ اُسے عورتوں اور بچوں کی ہلاکت سے کوئی سروکار

نہیں تھا۔

ایف۔ بی۔ ہیول ہماری حیثیت کی وضاحت کرتا ہے:

> مسیح کے ساتھ موت میں ہماری مشابہت کی نظیر ہمارا اُس کے ساتھ جی اُٹھنا ہے۔ موت کا اثر یہ ہے کہ ہمیں اِنسان کی دُنیا سے، اِنسان کے مذہب سے اور اِنسان کی حکمت سے کاٹ کر الگ کر دیتی ہے۔ جی اُٹھنے کا اثر یہ ہے کہ خُدا کی دُنیا اور اُس کی ساری باتوں سے ہمارا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

۳:۳- جب پولُس کہتا ہے کہ ایمان دار "مر گیا" تو وُہ عمل کی نہیں بلکہ حیثیت کی بات کرتا ہے۔ موت میں مسیح کے ساتھ ہماری مشابہت کے باعث خُدا چاہتا ہے کہ ہم سمجھیں کہ ہم اُس کے ساتھ "مر گئے" ہیں۔ ہمارے اپنے دِل اِس بات سے اِنکار کرنے پر تیار رہتے ہیں۔ اِس لئے کہ ہم کو محسوس ہوتا ہے کہ ہم گُناہ اور آزمائش کے اعتبار سے زِندہ ہیں۔ لیکن نہایت عُمدہ بات یہ ہے کہ جب ہم ایمان کے وسیلے سے جانتے ہیں کہ ہم مسیح کے ساتھ مر گئے تو یہ بات ہماری زِندگیوں میں ایک اخلاقی حقیقت بن جاتی ہے۔ اگر ہم اُن کی مانند زِندگی بسر کریں جو مر گئے ہیں تو ہماری زِندگیاں روز افزوں خُداوند یسوع مسیح کی زِندگی کے مُطابق بنتی جائیں گی۔ یہ تو حقیقت ہے کہ اِس زِندگی میں ہم کبھی کاملیت کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔ مگر یہ ایک عمل ہے جو ہر ایماندار کے باطن میں جاری رہنا چاہئے۔

نہ صرف ہم "مر گئے" بلکہ ہماری "زِندگی مسیح کے ساتھ خُدا میں پوشیدہ ہے"۔

جن باتوں کا تعلق دُنیاوی اِنسان سے ہوتا ہے اور جن میں اُس کی دِلچسپی ہوتی ہے وُہ اِسی کرۂ ارض پر پائی جاتی ہیں جس پر ہم رہتے ہیں۔ مگر وُہ باتیں جن کا گہرا تعلق ایماندار کے ساتھ ہوتا ہے وُہ خُداوند یسوع مسیح کی ذات سے وابستہ ہوتی ہیں۔ مسیح کی منزل اور ہماری منزل ایک دُوسری سے الگ نہیں کی جا سکتیں۔ پولُس یہ خیال پیش کرتا ہے کہ چونکہ ہماری "زِندگی مسیح کے ساتھ خُدا میں پوشیدہ ہے" اِس لئے ہم کو اِس دُنیا کی گھٹیا چیزوں کے پیچھے نہیں بھاگنا چاہئے۔

"تمہاری زِندگی مسیح کے ساتھ خُدا میں پوشیدہ ہے"۔ اِن الفاظ کے ساتھ

ایک اَور خیال بھی وابستہ ہے۔ یہ دُنیا ہماری رُوحانی زِندگی کو نہیں دیکھتی۔ دُنیاوی اِنسان کو عجیب لگتا ہے کہ ہم اُن کی طرح زِندگی نہیں گزارتے۔ ہمارے خیالات، ہماری نیّتیں اور ہمارے طور طریقے اُن کی سمجھ میں نہیں آتے۔ جیسے رُوح القُدس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "دُنیا نہ اُسے دیکھتی ہے، نہ جانتی ہے"۔ یہی حال ہماری رُوحانی زِندگی کا ہے۔ یہ "مسیح کے ساتھ خُدا میں پوشیدہ ہے"۔ ۱۔یُوحنّا ۳: ۱ میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ "دُنیا ہمیں اِس لئے نہیں جانتی کہ اُس نے اُسے (مسیح کو) بھی نہیں جانا"۔ دُنیا سے حقیقی جُدائی یا علیحدگی اِس میں ہے کہ دُنیا ایمان دار کو نہیں سمجھتی بلکہ غلط سمجھتی ہے۔

۳: ۴۔ پولُس مسیح میں ایمان دار کے حصّے کے بیان کو عرُوج پر پہنچانے کے لئے اُس کی آمدِ ثانی کو دیکھتا ہے۔ "جب مسیح جو ہماری زِندگی ہے ظاہر کیا جائے گا تو تُم بھی اُس کے ساتھ جلال میں ظاہر کئے جاؤ گے"۔ اِس (زمانہ حال) وقت ہم اُس کے ساتھ جِلائے گئے ہیں اور ایسی زِندگی سے لُطف اندوز ہو رہے ہیں جس کو دُوسرے اِنسان نہ دیکھ سکتے نہ سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن وہ دِن آتا ہے جب خُداوند یسُوع اپنے مُقدّسین کے لئے دوبارہ آئے گا۔ اُس وقت ہم بھی "اُس کے ساتھ جلال میں ظاہر" کئے جائیں گے۔ اُس وقت لوگ ہمیں سمجھیں گے اور ہمارے رویّہ اور اندازِ زِندگی کو جانیں گے۔

۳: ۵۔ آیت تین ۳ میں بتایا گیا تھا کہ ہم "مر گئے"۔ یہاں بتایا گیا ہے کہ "اپنے اُن اعضا کو مُردہ کرو جو زمین پر ہیں"۔ اِن دو ۲ آیات میں ایک ایمان دار کی حالت اور حیثیت میں فرق کو بڑی اچھی طرح واضح کیا گیا ہے۔ اُس کی حیثیت یہ ہے کہ وہ مر گیا ہے۔ اُس کی حالت یہ ہونی چاہئے کہ وہ "اپنے اُن اعضا کو مُردہ" کر کے "جو زمین پر ہیں" اپنے آپ کو گُناہ کے اعتبار سے مُردہ شمار کرے۔ ہماری حیثیت وہ ہے جو ہمیں مسیح میں ہونے سے حاصل ہے۔ اور ہماری حالت وہ ہے جو ہم اپنے آپ میں ہیں۔ ہماری حیثیت خُداوند یسُوع مسیح پر ایمان کے وسیلے سے خُدا کی مُفت بخشش ہے۔ اور ہماری حالت وہ ہے جو خُدا کے فضل کے جواب میں ہمارے ردِّ عمل سے ظاہر ہوتی ہے۔

یہاں ہم کو شریعت اور فضل کے درمیان فرق پر بھی غور کرنا چاہئے۔ خُدا یہ نہیں کہتا کہ "اگر تُم گُناہ سے پاک زِندگی بسر کرو گے تو مَیں تُم کو مسیح کے ساتھ مرنے کا درجہ

دُوں گا"- یہ تو شریعت ہوگی - اِس صُورت میں ہماری حیثیت یا ہمارے دَرجے کا اِنحصار ہماری اپنی کوشِش پر ہوگا - اور یہ کہنے کی حاجت نہیں کہ کوئی انسان یہ حیثیت حاصِل نہیں کر سکے گا - بلکہ خُدا کہتا ہے کہ "جِتنے بھی خُداوند یسوع پر ایمان لاتے ہیں مَیں اُن سبھوں کو اپنی نظر میں مقبولیت کا درجہ مُفت دیتا ہُوں - اب جاؤ اور ایسی بُلند درجہ بُلاہٹ کے مُطابق زِندگی بسر کرو"- یہ ہے فضل!

جب رسُول کہتا ہے کہ "اپنے اُن اَعضا کو مُردہ کرو جو زمین پر ہیں" تو اُس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم لفظی معنوں میں اپنے جسمانی اعضا میں سے کِسی کو ضائع کر دیں - یہ تمثیلی اندازِ بیان ہے - آگے آنے والے جُملے اِس کی وضاحت کرتے ہیں - "اعضا" کا لفظ بیان کردہ مختلف قِسم کی رغبتوں اور شہوتوں کو بیان کرنے کے لئے اِستعمال ہُؤا ہے -

"حرامکاری" - اِس سے مُراد غیر قانونی جنسی تعلق یا بدکاری ہے خصُوصاً جو غیر شادی شُدہ افراد کرتے ہیں (متّی ۱۵ : ۱۹، مرقس ۷ : ۲۱) - بعض اوقات اِس کو وسیع تر معنوں میں بھی اِستعمال کیا جاتا ہے - اِس صُورت میں مطلب جِنسی بے راہروی ہوتا ہے - "ناپاکی" سے مُراد خیال، قول اور فعل کی ناپاکی یا گندگی ہے - اِس سے جِسمانی گندگی نہیں بلکہ اخلاقی گندگی کا بیان ہوتا ہے - "شہوت" کا لفظ بے لگام اور شدید گندی خواہشات کا بیان کرتا ہے - "بُری خواہش" سے مُراد شدید اور مُنہ زور رغبت ہے - "لالچ" کا عام مفہوم حِرص یا زیادہ سے زیادہ لے لینے کی خواہش ہے - لیکن یہاں مفہوم جِنسی بھُوک کو مِٹانے کی ناپاک خواہش بھی ہو سکتا ہے جِس کو "بُت پرستی" قرار دیا گیا ہے -

اِس فہرست کا آغاز اَعمال سے ہوتا ہے اور بات نیّتوں تک پہنچتی ہے - مُختلف قِسم کے جنسی گُناہوں کا بیان ہے - اِس کے بعد اُن کی جائے پَیدائش کی نشاندہی کی گئی، اور یہ ہے اِنسان کا حریص دِل - خُدا کا پاک کلام صفائی کے ساتھ تعلیم دیتا ہے کہ جِنسی طلب میں ذاتی طور پر کوئی خرابی نہیں - خُدا نے اِنسان کو افزائشِ نسل کی قُوّت کے ساتھ خلق کیا ہے - لیکن جو قُوّتیں خُدا نے بڑے فضل سے اپنی مخلوق کو عطا کی ہیں، جب اُن کو بدی کے لئے اور ناجائز طور پر اِستعمال کیا جائے تو گُناہ ہے - پَولُس کے زمانے میں جنسی گُناہ بُت پرستوں کا سب سے بڑا گُناہ تھا - اور بِلاشُبہ آج بھی یہی گُناہ اوّل نمبر پر ہے - جہاں ایمان دار رُوح کے تابع اور مطیع نہیں ہیں وہاں اکثر جنسی

گناہ اُن کی زِندگیوں میں آ داخل ہوتے اور اُن کے زوال کا باعث بنتے ہیں ۔

۳ : ۶ ۔ اِنسان سوچتا ہے کہ مَیں ایسے زبردست گناہوں کا ارتکاب کر کے بھی سزا سے بچ سکتا ہوں ۔ لگتا ہے جیسے آسمان خاموش ہے اور اِنسان کی جُرأت اَور بڑھ جاتی ہے ۔ لیکن خدا ٹھٹھوں میں نہیں اُڑایا جا سکتا ۔ "اُن ہی کے سبب سے خُدا کا غضب نافرمانی کے فرزندوں پر نازِل ہوتا ہے" ۔ اِن گناہوں کا اثر اور نتیجہ اِس زِندگی میں بھی ظاہر ہوتا ہے ۔ جنسی بے راہروی اور بداخلاقی کا پھل لوگ اپنے بدنوں میں بھی پاتے ہیں ۔ علاوہ ازیں مستقبل میں قیامت کے وقت بھی خوفناک فصل کاٹیں گے ۔

۳ : ۷ ۔ پولُس کلسیوں کو یاد دِلاتا ہے کہ ایمان لانے سے پہلے تم بھی اِن گناہوں میں زِندگی گزارتے تھے ۔ لیکن اُن پر خُدا کا فضل ہُوا جِس نے انہیں ناپاکی سے رہائی دِلائی ۔ اَب اُن کی زِندگی کا یہ باب بند ہو گیا ہے اور مسیح کے خون سے ڈھک گیا ہے ۔ اَب اُن کو نئی زِندگی حاصل ہے جس سے اُنہیں تقویت مِلتی ہے کہ خُدا کے لئے زِندگی گزاریں ۔ دیکھئے گلتیوں ۵ : ۲۵ "اگر ہم رُوح کے سبب سے زِندہ ہیں تو رُوح کے مُوافق چلنا بھی چاہئے" ۔

۳ : ۸ ۔ چونکہ اُن کا فدیہ اِتنی بڑی قیمت سے ادا کیا گیا ہے اور اُن کو رہائی مِلی ہے تو چاہئے کہ وہ اُن ساری باتوں کو گندے لباس کی طرح اُتار پھینکیں ۔ رسول نہ صرف آیت ۵ میں درج ناپاک شہوتوں کی فہرست کا حوالہ دیتا ہے بلکہ اِس شرآمیز نفرت کی طرف بھی توجہ دِلاتا ہے جس کا بیان وہ کرنے کو ہے ۔ اور جو کئی صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے ۔

"غصہ" ۔ بلاشبہ یہ ناپسندیدگی یا دُشمنی کا زبردست جذبہ ہے ۔ یہ اِنتقام کی رُوح ہے ۔ نفرت ہے ۔ "قہر" سے مُراد بہت شدید قسم کا غُصہ ہے جو غالباً شدید ہیجان کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے ۔ "بدخواہی" سے مُراد کِسی شخص کے ساتھ شرارت آمیز رویّہ ہے جِس میں نیّت اُس کی ذات یا شہرت کو نقصان پہنچانا ہوتی ہے ۔ یہ ایسی نفرت ہوتی ہے جو دُوسرے کو مصیبت یا نقصان اُٹھاتے دیکھ کر خوش ہوتی ہے ۔ "بدگوئی" کا مطلب ہے کِسی دُوسرے شخص کے خِلاف سخت، ناروا اور نقصان دہ زُبان اِستعمال کرنا ۔ کِسی کو سخت اور گستاخانہ انداز میں بُرا بھلا کہنا ۔ "مُنہ سے گالی بکنا" کا مطلب ہے ایسی باتیں کرنا جن سے شرم آئے ۔ ناشائستہ یا بُری زُبان استعمال کرنا ۔ نازیبا اور ناپاک الفاظ بولنا ۔

گناہوں کی اِس فہرست میں رسُول نیّت سے شرُوع کر کے عمل کی طرف آتا ہے۔ تلخی اِنسانی دِل کے اندر شرُوع ہوتی ہے اور پھر مُختلِف طریقوں سے اِس کا اِظہار ہوتا ہے۔ اور یہی طریقے رسُول نے بیان کئے ہیں۔

۹:۳۔ اِس آیت میں پولُس رسُول دراصل یہ کہہ رہا ہے کہ "تمہاری حالت تمہاری مسیح میں حیثیت کے مُطابق ہونی چاہئے"۔ "تم نے پُرانی اِنسانیت کو۔۔۔ اُتار ڈالا" ہے۔ اب اُس کو عملی طور سے بھی اُتار ڈالو اور جھُوٹ نہ بولو۔ جھُوٹ بولنا "پُرانی اِنسانیت" کی ایک خاصیت ہے جِسے خُدا کے فرزند کی زِندگی میں کوئی جگہ نہیں ملنی چاہئے۔ ہمیں زِندگی میں ہر روز آزمائش آتی ہے کہ سچ کو مسخ کر دیں۔ اِس آزمائش کی کئی صُورتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً اِنکم ٹیکس کے سِلسلے میں پُوری معلُومات نہ دیں، اِمتحان میں نقل کریں، یا کسی واقعہ کے بیان میں رنگ آمیزی اور مُبالغہ کریں۔ جھُوٹ بولنا اُس وقت اَور بھی سنجیدہ بات ہو جاتی ہے جب ہمارے کسی جھُوٹے بیان سے کسی کو نقصان پہنچتا ہو، یا غلط تاثر پیدا ہو۔

۱۰:۳۔ نہ صرف ہم نے پُرانی اِنسانیت کو اُتار دیا ہے، بلکہ "نئی اِنسانیت کو پہن لیا ہے جو معرفت حاصِل کرنے کے لئے اپنے خالِق کی صُورت پر نئی بنتی جاتی ہے"۔ پُرانی اِنسانیت سے مُراد وُہ سب کُچھ ہے جو ہم آدم کی اَولاد ہونے کے باعث ہیں۔ اِسی طرح "نئی اِنسانیت" سے مُراد ہماری وُہ نئی حیثیت ہے جو خُدا کے فرزند ہونے سے ہمیں حاصِل ہے۔ ہماری نئی تخلیق ہُوئی ہے اور ہم نئے مخلُوق بن گئے ہیں۔ خُدا کا مقصد یہ ہے کہ یہ نیا اِنسان ہمہ وقت ترقی کرتا اور خُداوند یسُوع مسیح کی مانند بنتا جائے۔ ہمیں اپنی موجُودہ کامیابیوں پر مُطمئن ہو کر نہیں بیٹھ جانا چاہئے، بلکہ اِس نِشانے یا منزِل کی طرف بڑھتے رہنا چاہئے کہ اپنے مُنجّی کی "صُورت پر" بنتے جائیں۔ وُہ ہماری زِندگی کے لئے نمُونہ اور قاعِدہ ہے۔ وُہ دِن آتا ہے جب ہم مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ اُس وقت ہمارا اِنصاف اِس معیار سے نہیں ہوگا کہ ہماری زِندگیاں کتنی بہتر ہو گئی تھیں بلکہ کہاں تک خُداوند یسُوع کی مانند ہو گئی ہیں۔

> خُدا کی شبیہ ہماری جِسمانی ساخت اور صُورت میں نہیں دیکھی جاتی، بلکہ ہماری عقل اور ہمارے دِل کے نئے ہو جانے کی خوبصُورتی میں نظر آتی ہے۔ خُدا کو پسندیدہ زِندگی پاکیزگی، محبّت، فروتنی، حلیمی، دردمندی اور مُعافی سے تشکیل

پاتی ہے ۔

۳ : ۱۱ ۔ نئی تخلیق یا نئی انسانیت جس کا بیان رسول کر رہا ہے، اُس میں "نہ یونانی رہا نہ یہودی، نہ ختنہ نہ نامختونی، نہ وحشی نہ سکوتی، نہ غلام نہ آزاد" بلکہ "مسیح سب کچھ اور سب میں ہے"۔ اِس میں قومیت، مذہب، ثقافت اور سماجی درجے کے اِمتیازات سب ختم ہو جاتے ہیں ۔ وُہ کسی شمار و قطار میں نہیں آتے ۔ جہاں تک خُدا کے سامنے حیثیت کا سُوال ہے، سارے ایماندار ایک ہی سطح پر ہیں ۔ مقامی کلیسیا میں بھی اِسی رویّہ پر کاربند ہونا چاہیئے ۔

اِس کا یہ مطلب نہیں کہ کلیسیا میں اِمتیازات نہیں ہوتے ۔ بعض کو مُبشّر ہونے کا اِمتیاز حاصل ہوتا ہے، بعض کو اُستاد یا پاسبان ہونے کا ۔ کلیسیا میں بعض افراد ایلڈر اور بعض ڈیکن ہوتے ہیں ۔ یہ آیت اِن اِمتیازات کی کم قدری نہیں کرتی ۔

اِس آیت سے یہ مطلب بھی نہیں لینا چاہیئے کہ جن امتیازات کا ذِکر ہُوا ہے وُہ کلیسیا کے باہر کی دُنیا میں ختم ہو گئے ہیں ۔ یہ بات نہیں ہے ۔ دُنیا میں "یُونانی" بھی ہیں اور "یہُودی" بھی ۔ "یُونانی" کا عام مطلب غیر قوم لوگ ہیں ۔ دُنیا میں "مختون" بھی ہیں اور "نامختون" بھی ۔ نئے عہد نامہ میں اِن تراکیب کا مطلب بالترتیب یہُودی اور غیر یہُودی ہے ۔ مگر اِس آیت میں شاید مفہوم وُہ رسم ہے جس پر یہُودی قوم عمل کرتی ہے اور غیر قومیں اُسے خاطر میں نہیں لاتیں ۔

دُنیا میں آج بھی "وحشی" بھی ہیں اور "سکُوتی" بھی ۔ یہاں یہ دونوں تراکیب ایک دُوسری کے مدِ مُقابل نہیں ہیں ۔ "سکوتی" بھی وحشی تھے، مگر اُن کو زیادہ اِنتہائی قِسم کے وحشی مانا جاتا تھا ۔ وُہ نہایت جنگلی اور ظالم تھے ۔ آخر میں تقابل "غُلام" اور "آزاد" میں کیا گیا ہے ۔ "آزاد" سے مُراد وُہ لوگ ہیں جو کبھی غُلام نہیں رہے بلکہ آزاد پیدا ہُوئے تھے ۔ مسیحی کے نزدیک یہ دُنیوی اِمتیازات کوئی اہمیّت نہیں رکھتے ۔ اصل اہمیّت مسیح کو حاصل ہے ۔ ایمان دار کے لئے وہی سب کچھ اور سب میں ہے ۔ وُہی مسیحی زندگی کا مرکز و محور ہے ۔

بشپ رائل اِس سچائی کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کرتا ہے :

> "سب کچھ مسیح" ـــــ یہ تین لفظ مسیحیت کا جوہر ہیں ۔ اگر ہمارے دِل حقیقت میں اِن کے ساتھ چلتے ہیں تو ہماری رُوحوں کی

> بھی بھلائی ہے ۔ ۔ ۔ بہُت سے لوگ اپنے مذہب میں تو مسیح کو ایک خاص مقام دیتے ہیں مگر وُہ مقام نہیں دیتے جو خُدا چاہتا ہے کہ اُس کو دیا جائے۔ اُن کی زِندگی میں مسیح "سب میں سب کچھ" نہیں ہوتا۔ نہیں! یہ نہیں کہ مسیح اور کلیسیا —— یا مسیح اور سیکرامنٹ —— یا مسیح اور اُس کے مخصوص کردہ خادم —— یا مسیح اور اُن کی توبہ —— یا مسیح اور اُن کی نیکی —— یا مسیح اور اُن کی دُعائیں —— یا مسیح اور اُن کی نیک نیّتی اور محبّت یا خیرات —— جس پر اُن کی رُوحیں عملی طور پر تکیہ اور بھروسا کر سکیں ۔

۱۲:۳ - آیت دسؔ میں پولُسؔ نے کہا تھا کہ ہم نے نئی انسانیت کو پہن لیا ہے ۔ اب وُہ کچھ عملی طریقے بیان کرتا ہے جن سے یہ بات ہماری روزمرّہ زندگی میں رُونما ہو سکتی ہے ۔ پہلے تو وُہ کلسّیوں کو "خُدا کے برگزیدوں" کی حیثیت سے مخاطب کرتا ہے ۔ یہ اِس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ خُدا نے ابتدائے آفرینش سے پہلے اُن کو مسیح میں چُن لیا تھا۔ خُدا کا اِنتخاب کرنے والا فضل الٰہی مکاشفہ کا ایک بھید ہے ۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ پاک کلام صاف صاف تعلیم دیتا ہے کہ خُدا نے اپنے اختیارِ مُطلق سے اِنسانوں کو چُن لیا ہے کہ مسیح کے ہوں ۔ ہم یہ یقین نہیں رکھتے کہ خُدا کِسی کو کبھی لعنتی ہونے یا ہلاک ہونے کے لئے چُنتا ہے ۔ ایسی تعلیم پاک کلام کے بالکُل مُخالف ہے ۔ جس طرح ہم خُدا کے اِنتخاب کرنے والے فضل پر یقین رکھتے ہیں اُسی طرح ہم اِنسان کی ذِمّہ داری پر بھی یقین رکھتے ہیں ۔ خُدا انسان کو اُس کی مرضی کے خِلاف نجات نہیں دیتا۔ جو بائبل مقدس یہ کہتی ہے کہ "خُدا باپ کے علمِ سابق کے مُوافق ۔ ۔ ۔ برگزیدہ ہُوئے"۔ وُہی یہ بھی فرماتی ہے کہ "جو کوئی خُداوند کا نام لے گا نجات پائے گا"۔

اِس کے بعد پولُسؔ کلسّیوں کو "پاک اور عزیز" کہتا ہے ۔ "پاک" کا مطلب ہے تقدیس کیا گیا یا خُدا کے لئے دُنیا سے الگ کیا گیا (مقدّس کا مترادف)۔ ہم حیثیت یا مقام کے لحاظ سے پاک ہیں، اور چاہئے کہ اپنی زِندگیوں میں بھی عملی طور پر پاک ہوں۔ چونکہ ہم خُدا کی محبّت کے لئے وقف ہیں، اِس لئے ہم میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ ہر طرح سے اُس کو خُوش کریں اور پسند آئیں ۔

آب پولُسؔ اُن مسیحی فضائل کا بیان کرتا ہے جن کو ہمیں "لباس" کی طرح پہن

لینا چاہیئے۔ "دردمندی" سے دَرد بھرے یعنی ہمدرد دِل کا بیان ہوتا ہے۔ "مہربانی" سے مُراد دُوسروں کے کام آنے کی بے لوث رُوح ہے۔ یہ اُلفت اور خیر خواہی کا رویّہ ہے۔ "فروتنی" کا مطلب ہے خاکساری، دُوسروں کو برتر سمجھنے اور حلیمی اختیار کرنے پر آمادگی۔ "حلم" سے مُراد کمزوری دِکھانا نہیں، بلکہ اپنے آپ کا اِنکار کرنے کی ہمّت اور جُرأت کرنا اور سارے لوگوں کے ساتھ فضل سے پیش آنا ہے۔ وائن کہتا ہے:

> عام خیال یہ ہے کہ جب کوئی شخص حلیم ہوتا ہے، اِس کی وجہ بے بسی ہوتی ہے۔ لیکن ہمارا خُداوند حلیم تھا کیونکہ خُدا کے لامحدُود وسائل اُس کے تابع فرمان تھے۔ اگر منفی انداز میں بیان کیا جائے تو حلم متضاد ہے خُود رائے اور خود غرض ہونے کا۔ یہ اُس رُوح کی متحمل مزاجی ہے جو نہ مغرور ہوتی ہے نہ مایُوس، اِس لئے کہ اُسے اپنے آپ سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔

اگر "فروتنی" کا مطلب "غرُور کا نہ ہونا" ہے تو "حلم" کا مطلب "غضب کا نہ ہونا" ہے۔ "تحمل" کا مطلب ہے اِشتعال کے باوجود صبر کرنا اور حملوں کے باوجُود برداشت کرتے رہنا۔ اِس میں دُوسروں کے لئے خُوشی اور مہربانی اور دُکھوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا شامِل ہے۔

۱۳:۳ - "ایک دُوسرے کی برداشت"۔ ہمارے بہن بھائیوں میں اکثر خامیاں کمزوریاں ہوتی ہیں۔ اُن کے طور طریقے فرق یا عجیب ہوتے ہیں۔ پولُس اِن باتوں پر صبر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ جب ہم دُوسروں کے ساتھ رہتے ہیں تو اُن کی خامیوں اور کمزوریوں سے واسطہ پڑنا ناگزیر ہوتا ہے۔ دُوسروں کے انفرادی مزاج کو برداشت کرنے کے لئے خُدا کے فضل کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر لازم ہے کہ ہم "ایک دُوسرے کی برداشت" کریں۔ اور "اگر کِسی کو دُوسرے کی شکایت ہو تو ... ایک دُوسرے کے قصُور مُعاف کرے"۔ خُدا کے لوگوں کے درمیان کم ہی ایسے جھگڑے اور اِختلافات ہوں گے جن کا تصفیہ جلدی نہیں ہو سکتا بشرطیکہ اِن ہدایات پر عمل پیرا ہوں۔ جب بھی کوئی ناراضی کا باعث ہو تو مُعافی کو برُوئے کار لایا جائے۔ ہم اکثر یہ شکایت سُنتے ہیں کہ "مگر مجھے غُصّہ تو اُس نے دِلایا تھا..." اور یہی صُورتِ حال ہے جس میں ہمیں مُعاف کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اگر دُوسرے

شخص نے ہم کو ناراض نہ کیا ہو تو مُعافی کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ اگر ہم نے کسی کو ناراض کیا ہو تو چاہیئے کہ ہم جاکر مُعافی مانگیں۔ برداشت اور صبر کا مطلب ہے ناراض نہ ہونا۔ اور مُعافی کا مطلب ہے ناراضی کو قائم نہ رکھنا۔ مُعافی کے لئے جو ترغیب اِس آیت میں ہے اِس سے بڑی اور کوئی ترغیب ہو نہیں سکتی۔ "جیسے خُداوند نے تمہارے قصور مُعاف کئے ویسے ہی تم بھی کرو"۔ مسیح نے ہمارے قصور کیسے مُعاف کئے؟ اُس نے بلاوجہ ہی مُعاف کئے۔ ہمیں بھی ایسے ہی کرنا چاہیئے۔ اُس نے ہمیں مُفت مُعافی دی۔ ہمیں بھی ایسے ہی کرنا چاہیئے۔ اُس نے ہمارے قصور مُعاف کئے اور بُھلا دیئے۔ ہمیں بھی ایسے ہی کرنا چاہیئے۔ انداز اور وُسعت میں ہماری مُعافی بھی ایسی ہی ہونی چاہیئے۔ اِس رویّہ میں ہمیں اپنے مُبارک خُداوند کی پُوری پُوری پیروی کرنی چاہیئے۔

۳: ۱۴۔ یہاں "محبّت" کو اُوپر پہننے کا ایک لباس یا "پٹکا" کہا گیا ہے۔ یہ پٹکا سارے فضائل کو اِس طرح اکٹھا باندھ دیتا ہے کہ "کمال" کو پُہنچا دیتا ہے۔ یہ پٹکا مسیحی کردار کے سارے حِصّوں کو یکجا رکھتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص مذکورہ بالا فضائل کا مظاہرہ کرتا رہے مگر اُس کے دِل میں محبّت نہ ہو۔ اِس لئے پَولس زور دیتا ہے کہ ہم جو کُچھ بھی کریں، وُہ اپنے بھائیوں کے لئے حقیقی "محبّت" کی رُوح میں کریں۔ ہمارے کاموں میں حسد نہ ہو، بلکہ سب کُچھ پُوری دِلی محبّت اور اُلفت کے ساتھ کریں۔ غناسطی علم کو "کمال کا پٹکا" سمجھا کرتے تھے۔ لیکن پَولس اِس نظریہ کی درستی کرکے اِصرار کے ساتھ کہتا ہے کہ "محبّت" "کمال کا پٹکا" ہے۔

۳: ۱۵۔ "مسیح کا اِطمینان" ہمارے "دِلوں پر" امپائر یا حاکم ہونا چاہیئے۔ اگر کِسی بات کے بارے میں ہمیں شک ہو، تو ہمیں اپنے آپ سے پُوچھنا چاہیئے کہ کیا اِس سے اِطمینان ہوگا؟ یا "اگر مَیں اِسے کروں تو کیا میرے دِل میں اِطمینان ہوگا؟"

یہ آیت اُس حالت میں خاص طور پر مددگار ہوتی ہے جب خُداوند سے ہدایت اور راہنمائی حاصل کرنی ہو۔ اگر خُداوند چاہتا ہے کہ آپ کِسی خاص کام کو کریں تو وُہ یقیناً اُس کے لئے آپ کو "اِطمینان" دے گا۔ اگر آپ کو یہ اِطمینان حاصل نہیں تو اِس کام میں ہاتھ مت ڈالیں۔ کِسی نے کیا خُوب کہا ہے "آگے بڑھنے کے لئے (شک کا) اندھیرا دراصل رُکے رہنے کے لئے روشنی ہوتا ہے۔"

مسیح نے ہمیں بُلایا ہے کہ اُس کے اِطمینان سے لُطف اُٹھائیں۔ یہ بات اِنفرادی بھی ہے اور کلیسیائی بھی۔ آیت کے اگلے حِصّے کی اہمیّت کو نظرانداز نہ کریں "جس کے لئے تُم ایک بدن ہو کر بُلائے بھی گئے"۔ اِس اِطمینان سے لُطف اُٹھانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باقی مسیحیوں سے الگ تھلگ رہیں۔ لیکن یہ خُدا کا اِرادہ اور مقصد نہیں ہے۔ اُس نے تنہائی پسندوں کو بھی خاندانوں میں رکھا ہوُا ہے۔ خُدا چاہتا ہے کہ ہم مقامی کلیسیاؤں میں اکٹھے ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ دُوسرے مسیحیوں کے ساتھ رہتے ہوئے کبھی کبھی ہمارے صبر کا اِمتحان بھی ہو۔ مگر اِس طرح خُدا ایک مسیحی میں خُوبیوں کو ترقی دے سکتا ہے جو کہ کسی اَور طریقے سے پَیدا نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ ہمیں اپنی مقامی کلیسیا میں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے پہلُوتہی نہیں کرنی چاہئے اور نہ رُوٹھ کر یا غُصّے میں آکر اِن کو چھوڑ دینا چاہئے، بلکہ کوشش کرنی چاہئے کہ دُوسرے مسیحیوں کے ساتھ مِل جُل کر رہیں اور ہر کام میں اُن کی مدد کریں۔

"اور تُم شُکرگزار رہو"۔ پولُس کی تحریروں میں شُکرگزاری کا موضُوع بار بار اُبھرتا ہے۔ اِس کی کوئی بہُت اچھی وجہ ہو گی۔ خُدا کا رُوح "شُکرگزار" رُوح کو بہُت اہم سمجھتا ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ شُکرگزاری نہ صِرف اِنسان کی شخصی رُوحانی زِندگی کے لئے بلکہ اُس کی جِسمانی بہتری کے لئے بھی اہمیّت رکھتی ہے۔ جس بات کی تعلیم کلام صدیوں سے دیتا آیا ہے آج ڈاکٹر بھی اِس کی صَداقت کی توثیق کرتے ہیں کہ خُوش دِل اور شُکرگزار رویّہ جسم اور ذہن دونوں کے لئے مفید ہوتا ہے۔ اور تفکرات، آزُردگی، دباؤ اور شکوہ شکایت کی رُوح صِحّت کے لئے یقیناً مُضِر ہوتی ہے۔ اکثر ہم سوچتے ہیں کہ شُکرگزاری ایسی بات ہے جس کا تعیّن ہمارے فوری حالات سے ہوتا ہے۔ مگر یہاں پَولُس بتاتا ہے کہ یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو سیکھنی پڑتی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ "شُکرگزار" ہوں۔ دُنیا بھر کے لوگوں میں صِرف ہم ہیں جن کے پاس سب سے زیادہ ہے۔ چنانچہ ہمیں اِس کے لئے شکرگزار رہنا چاہئے (بمقابلہ استثنا ۳۳:۲۹)۔ اگر کوئی کمی ہے تو ہمارے خُودغرض دِلوں میں ہوتی ہے۔

۳:۱۶ ۔ اِس آیت میں الفاظ کی ترتیب پر اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔ اَصل زبان میں نئے عہدنامہ میں وقفوں یعنی رُموزِ اَوقاف کا اہتمام نہیں تھا۔ اِس لئے بعض

اوقات الفاظ اور تراکیب کے مفہوم میں اِس وجہ سے تبدیلی آ جاتی ہے کہ کسی لفظ کو کس لفظ یا مجموعۂ الفاظ کے ساتھ مِلایا جائے۔ چُنانچہ ایک لحاظ سے ترجمہ یُوں بھی ہو سکتا ہے کہ "مسیح کے کلام کو کمال دانائی کے ساتھ اپنے دِلوں میں کثرت سے بسنے دو۔ آپس میں تعلیم (دو) اور نصیحت کرو ... الخ"۔

چنانچہ اِس آیت کے تین حصّے بن جاتے ہیں : (۱) "ہم مسیح کے کلام کو ... اپنے دِلوں میں کثرت سے بسنے" دیں۔ "مسیح کے کلام" سے مُراد مسیح کی وُہ تعلیم ہے جو بائبل میں موجُود ہے۔ چاہیئے کہ ہمارے دِل و دماغ اُس کے پاک کلام سے لبریز ہوں اور ہم اُس کی تابع فرمانی میں چلنے کی کوشش کریں۔ اِسی صُورت میں مسیح کا کلام ہمارے دِلوں میں کثرت سے بس سکتا ہے۔

(۲) "کمال دانائی سے آپس میں تعلیم اور نصیحت کرو"۔ اِس سلسلے میں ہر ایماندار مسیح میں اپنے بھائی بہنوں کا ذمّہ دار ہے۔ "تعلیم" کا تعلق عقیدے سے ہے اور "نصیحت" کا تعلق فرائض سے ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اپنے بھائیوں کو پاک کلام کے اپنے علم میں شریک کریں اور اچھّی اور عملی صلاح سے اُن کی مدد کرنے کی کوشش کریں۔ جب "تعلیم اور نصیحت" "کمال دانائی" کے ساتھ دی جائیں تو قابلِ قبول بھی ہوں گی۔ مگر جب بات تو زوردار ہو مگر دانائی اور محبّت سے خالی ہو تو اثر مشکوک ہو گا۔

(۳) "اپنے دِلوں میں فضل کے ساتھ خُدا کے لئے مزامیر اور گیت اور رُوحانی غزلیں گاؤ"۔ "مزامیر" سے مُراد وُہ الہامی باتیں ہے جو بائبل میں "زبُور" کے نام سے درج ہیں، اور اِسرائیلی عبادت میں گائے جاتے تھے۔ "گیت" سے مُراد عام طور پر وُہ نغمات اور گیت ہیں جو خدا باپ یا خداوند یسوعؔ مسیح کی حمد و ستائش کے لئے گائے جاتے ہیں مثلاً

اے میرے ربّ، جب حیرت میں مَیں دیکھتا
اور سوچتا تیری قدرت کا کمال
آسمان کے تارے بادلوں کی گرج میں
مَیں دیکھتا عالم میں تیرا جلال
کورس : تب گاتی میری رُوح تیری ثنا
تُو ہے عظیم، کِتنا عظیم

"گیت" اُس مفہوم میں الہامی نہیں ہوتے جس مفہوم میں "زبُور" الہامی ہیں۔

"رُوحانی غزلوں" سے مُراد وہ مسیحی شاعری ہے جس میں مسیحی تجربات کا بیان ہوتا ہے ۔ مثال کے طور پر یہ گیت پیش کیا جا سکتا ہے :

مُبارک ساعت دُعا کی جب چھوڑ کے فکریں دُنیاوی
مَیں اپنے باپ کے پاک حضُور سب اُس سے مانگوں جو ضرور

(سیالکوٹ کنونیشن گیت کی کتاب ۔ نمـ ۱۳۲)

یہ مُختلف قسم کے گیت گاتے ہوئے ہم "اپنے دِلوں میں" "شُکر گزاری" اور "فضل کے ساتھ" خُداوند کی حمد و ثنا کریں ۔ اِس موقع پر ہم یہ کہنا مناسب سمجھتے ہیں کہ مسیحیوں کو امتیاز کرنا چاہیئے کہ کس قسم کی موسیقی اِستعمال کرتے ہیں ۔ آج کل جس موسیقی کو "مسیحی موسیقی" کہا جاتا ہے اس کا کچھ حصہ گھٹیا اور محض "جھاگ" ہے ۔ بہت سا حصہ پاک کلام کے مخالف ہے، اور بقیہ حصہ اِس دُنیا کے "پوپ اور راک" میوزک کے مشابہ ہے ۔ یہ مسیح کے نام کی بدنامی کا باعث بنتا ہے ۔

زیرِ نظر آیت اِفسیوں ۵ : ۱۸، ۱۹ سے بہت مُشابہ ہے جہاں لکھا ہے "شراب میں متوالے نہ ہو ۔ کیونکہ اس سے بدچلنی واقع ہوتی ہے ۔ بلکہ رُوح سے معمُور ہوتے جاؤ اور آپس میں مزامیر اور گیت اور رُوحانی غزلیں گایا کرو ۔ اور دِل سے خُداوند کے لئے گاتے بجاتے رہا کرو" ۔ کُلسّیوں ۳ : ۱۶ (زیرِ نظر) میں بڑا فرق یہ ہے کہ "رُوح سے معمُور ہوتے جاؤ" کی بجائے پَولُس رسُول یہ کہتا ہے کہ "مسیح کے کلام کو اپنے دِلوں میں کثرت سے بسنے دو" ۔ دُوسرے لفظوں میں ایک مسرت بھری، مفید اور پھلدار زِندگی بسر کرنے کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ ہم "رُوح سے معمُور ہوتے جائیں" اور اِس کے ساتھ "مسیح کے کلام کو اپنے دِلوں میں کثرت سے بسنے" دیں ۔ ہم رُوح سے اُس وقت تک معمُور نہیں ہو سکتے جب تک خُدا کے کلام سے لبالب نہ بھرے ہوں ۔ اور خُدا کے کلام کا مُطالعہ اُس وقت تک مؤثر نہیں ہو گا جب تک ہم اپنے باطن کو رُوح القدس کے تابع اور مُطیع نہیں کریں گے ۔ تو کیا ہم اِس نتیجے پر نہیں پہنچتے کہ رُوح سے معمُور ہونے کا مطلب خُدا کے کلام سے معمُور ہونا ہے؟ یہ کوئی پُراسرار اور جذباتی نازک موڑ نہیں جو ہماری زِندگی میں آتا ہے، بلکہ مُراد ہے کہ ہر روز پاک کلام کی خوراک کھائیں، کلام کی باتوں پر غور و فکر کریں، اِن کی فرمانبرداری کریں اور ان کے مُطابق زندگی بسر کریں ۔

۱۷:۳۔ یہ آیت ایک جامع اُصول یا قاعدہ ہے جس سے بہ حیثیتِ مسیحی ہمارے کردار کو پرکھا جاتا ہے۔ آج کل کی نوجوان نسل کو یہ فیصلہ کرنے میں خاص مشکل پیش آتی ہے کہ کونسی بات درُست اور اچھّی ہے، اور کونسی بات غلط اور بُری ہے۔ اگر اِس آیت کو زُبانی یاد کر لیا جائے تو اِس قِسم کی ساری مشکلات اور مسائل کے حل کی کُنجی ثابت ہوگی۔ عظیم معیار یا کسوٹی یہ ہے کہ جو کُچھ مَیں کرنے لگا ہُوں کیا اُسے "خُداوند یسوع" مسیح" کے نام سے" کر سکتا ہُوں؟ کیا یہ کام اُس کے جلال کے لئے ہوگا؟ کیا مَیں اُمید کر سکتا ہُوں کہ اِس پر اُس کی برکت ہوگی؟ کیا جب وُہ دوبارہ آئے گا تب بھی میں یہ کام کرنا چاہوں گا؟ غور کریں کہ یہ ہمارے مُنہ کے الفاظ اور ہمارے سارے کاموں کے لئے کسوٹی ہے۔ اِس حُکم کی پیروی ساری زِندگی کو اعلیٰ و ارفع بنا دے گی۔ یہ ایک انمول بھید ہے کہ ہر مسیحی یہ سیکھ لے کہ مَیں جو کُچھ بھی کرتا ہُوں وُہ خُداوند اور اُس کے جلال کے لئے کروں۔ رسُول پھر وُہی بات کہتا ہے: "اُسی کے وسیلہ سے خُدا باپ کا شُکر بجا لاؤ۔" شُکر، شُکر، "شُکر"۔ جتنے لوگوں نے فضل کے وسیلے سے نجات پائی ہے، یہ اُن سب کا دائمی اور مسلسل فرض ہے، کیونکہ اُن کی منزلِ مقصود آسمانی مقام ہے۔

ب۔ مسیحی گھرانے کے اراکین کا موزُوں کردار (۱:۴-۱۸:۳)

اَب پولُس رسُول مسیحی گھرانے کے افراد کو کُچھ نصیحتیں کرتا ہے۔ یہ سِلسلہ ۱:۴ تک چلتا ہے۔ وُہ بیویوں اور شوہروں، بچّوں اور والدین، اور نوکروں اور مالکوں کو ہدایت اور نصیحت کرتا ہے۔ سرسری نِگاہ میں ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ پولُس اپنا موضُوع چھوڑ کر گھریلُو زِندگی کے مُعاملات جیسے موضُوع پر بات کرنے لگا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ بات بھی نہایت اہم ہے۔

مسیحی گھر

خُدا گھر کو مسیحی زِندگی میں ایک اہم قُوّت سمجھتا ہے۔ مشہور مقُولہ ہے "جو ہاتھ جھُولا جھُلاتا ہے دُنیا پر حُکمرانی کرتا ہے"۔ اِس مقُولے میں گہری سچّائی پوشیدہ ہے۔ خُدا نے خاندان کو اِس لئے قائم کیا تاکہ زِندگی کی بہُت سی قابلِ قدر چیزیں محفُوظ اور قائم رہیں۔

تیمتھیس کے نام پَولُس کا پہلا خط خصُوصیّت سے یہ تعلیم دیتا ہے کہ خُدا نے گھریلُو زندگی کو رُوحانی خصُوصیات کی ترقی کے لئے مقرر اور مخصُوص کیا ہے تاکہ اِنسان کلیسیا میں قیادت سنبھالنے کے لائق ہو جائے۔ اور یہ اسی صورت میں مُمکن ہے کہ گھر کے اندر اُس کا کردار اور چال چلن درست ثابت ہو۔

ہم جن آیات پر غور کرنے والے ہیں اُن میں چند بُنیادی اصُول پائے جاتے ہیں جو مسیحی گھر کے قیام اور نظام کے لئے راہنمائی مُہیّا کرتے ہیں۔ پاک کلام کے اِس حِصّے کا مُطالعہ کرتے ہُوئے ہم کو مندرجہ ذیل اہم باتوں کا دھیان رکھنا چاہئے۔

(۱) خاندانی عبادت ۔ ہر روز وقت مقرر ہو جب پُورا خاندان کلامِ پاک پڑھنے اور دُعا مانگنے کے لئے جمع ہو۔

(۲) باپ کا اِختیار۔ گھر میں باپ کا حُکم اور اِختیار چلے۔ اور لازم ہے کہ وُہ اپنے اختیار کا اِستعمال دانائی اور محبّت کے ساتھ کرے۔

(۳) بیوی اور ماں کی ذمّہ داری۔ بیوی اور ماں کی پہلی ذمّہ داری خُدا اور اپنے خاندان کے لئے اپنے گھر میں ہوتی ہے۔ عام طور پر مناسب نہیں کہ بیوی گھر سے باہر مُلازمت کرے۔ مگر بے شک اِستثنائی حالات بھی ہوتے ہیں۔

(۴) مسیحی نمونہ۔ میاں اور بیوی دونوں کو بچّوں کے لئے خُدا پرستی اور خُدا خوفی کا نمُونہ ہونا چاہئے۔ ہر بات میں اُن کا اِتفاقِ رائے ہو۔ اِس میں حسبِ ضرورت بچّوں کی تربیّت، تادیب اور سرزنش بھی شامِل ہے۔

(۵) خاندانی اِتحاد۔ خاندان میں اِتحاد و اتفاق قائم رہے۔ عین مُمکن ہے کہ آپ کاروبار، مُعاشرتی زندگی، بلکہ مسیحی خدمت میں اتنے مصرُوف اور مگن ہو جائیں کہ بچّے آپ کی شفقت اور محبّت، رفاقت، ہدایت و راہنمائی اور تادیب و تربیّت سے محرُوم رہ جائیں۔ کسی بیٹے یا بیٹی کی خودسری اور بے راہروی کے سِلسلے میں اکثر والدین کو افسوس، بلکہ آنسوؤں کے ساتھ اِقرار کرنا پڑتا ہے کہ "جب تیرا خادم اِدھر اُدھر مصرُوف تھا وُہ چلتا بنا" (۱-سلاطین ۲۰: ۴۰)۔

(۶) بچّوں کی تادیب اور سرزنش ۔ اِس سِلسلے میں تین بُنیادی اصُول مانے گئے ہیں۔ کبھی غُصّے میں سزا نہ دیں۔ کبھی بے اِنصافی سے سزا نہ دیں ۔ بغیر وجہ

بتائے کبھی سزا نہ دیں۔

(۷) بچّوں میں احساسِ ذمہ داری — اچھّی بات ہے کہ بچّے جوانی میں "جُوا اُٹھانا" (دیکھیئے ریفرنس بائبل کا حاشیہ) یعنی فرمانبرداری سیکھیں (نوحہ ۳ : ۲۷)۔ اُن کو کام کے اُصول اور نظام کے مُطابق چلنا چاہیئے۔ ذمّہ داری اُٹھائیں اور پیسے کی قدر کرنا سیکھیں۔

(۸) ۔حد سے زیادہ اُونچی اُمنگوں سے اِحتراز — مسیحی والدین کو اپنے بچّوں کے لئے دُنیاوی اور جسمانی اُمنگوں سے بچنا چاہیئے۔ بلکہ اُن کو ہر وقت سِکھانا اور سمجھانا چاہیئے کہ خُداوند کی خِدمت ہی سب سے زیادہ مفید اور منافع بخش کام ہے، اور ساری زِندگی اُسی کے لئے وقف ہونی چاہیئے۔ ہوسکتا ہے بعض ایک کے لئے اِس کا مطلب کُل وقتی خِدمت ہو۔ دُوسروں کے لئے غیر مذہبی ماحول میں مُلازمت یا کاروبار کے دَوران خُداوند کی خِدمت اور گواہی ہو۔ صُورتِ حال کچھ بھی ہو اوّل و آخر خُداوند کی خِدمت پر توجّہ دینا ضرُوری ہے۔ گھر میں ہوں یا کام کے مقام پر، ہمیں ہر لمحہ اِس حقیقت کا شعُور اور احساس رہنا چاہیئے کہ ہم اپنے مسِیح کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اِس لئے ہمارا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرکت اُس کے لائق اور اُسی کے زیرِ ہدایت و حُکم ہو۔

۱۸:۳۔ رسُول کی پہلی ہدایت یا نصیحت کی مخاطب "بیویاں" ہیں۔ وُہ کہتا ہے "اے بیویو! جیسا خُداوند میں مناسب ہے اپنے شوہروں کے تابع رہو"۔ اِلٰہی منصُوبے کے مُطابق شوہر گھر اور خاندان کا سر ہے۔ عَورت کو اپنے شوہر کی اطاعت کا مقام دِیا گیا ہے۔ اُس کے لئے مُناسب نہیں کہ حُکم چلائے یا راہنمائی کرے، بلکہ اُس کا فرض ہے کہ شوہر کی قیادت میں چلے بشرطیکہ اُسے مسِیح کے ساتھ وفاداری کے بدلے کوئی مفاہمت نہ کرنی پڑے۔ بے شک ایسے مواقع بھی ہوتے ہیں جب ایک عَورت مسِیح سے بے وفائی کئے بغیر اپنے شوہر کا حُکم نہیں مان سکتی۔ ایسی صُورت میں اُس کی اوّلین وفاداری خُداوند یسوعؔ کے ساتھ ہوتی ہے۔ جب کِسی مسیحی عَورت کا شوہر پس ماندہ ہو وہاں یہ آیت سِکھاتی ہے کہ بیوی اُسے سِکھائے کہ خاندان اور گھر میں اُس کا مُناسب مقام اور کام کیا ہے۔ اُسے ہرگز نہیں چاہیئے کہ اپنی ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہُوئے شوہر کے مقام اور درجے پر غاصبانہ قبضہ کرے۔

۱۹:۳ - خُدا کا کلام نہایت خوبصُورت توازُن پیش کرتا ہے۔ رسُول صرف بیویوں

کو نصیحت کر کے خاموش نہیں ہو جاتا، بلکہ بتاتا ہے کہ شوہروں کی بھی کچھ ذمّہ داری ہے۔ اِس لئے وُہ کہتا ہے کہ "اے شوہرو! اپنی بیویوں سے محبّت رکھّو، اور اُن سے تلخ مزاجی نہ کرو"۔ اگر اِن سادہ سے احکام کی پیروی کی جائے تو ازدواجی زِندگی کے بہُت سے مسائل ختم ہو جائیں گے اور گھر اور خاندان خُداوند میں خُوش و خرّم اور شادمان ہوں گے۔ دراصل کوئی بیوی جو اپنے شوہر سے محبّت کرتی ہے، وُہ اُس کے تابع رہنے سے نہیں ہچکچائے گی، نہ اِعتراض کرے گی۔ غور کریں کہ یہ نہیں کہا گیا کہ شوہر اپنی بیوی سے اپنا حُکم منوائے۔ اگر وُہ ایسا نہیں کرتی تو شوہر کو یہ مُعاملہ خُداوند کے حضُور لے جانا چاہئے۔ تابع فرمائی اُس کا رضاکارانہ فعل ہونا چاہئے۔ "جیسا خُداوند میں مُناسب ہے"۔

۳:۲۰ - اِس آیت میں بچّوں کو خبردار کیا گیا ہے: "اے فرزندو! ہر بات میں اپنے ماں باپ کے فرمانبردار رہو کیونکہ یہ خداوند میں پسندیدہ ہے"۔ ہر زمانے میں خاندان دو سادہ سے اصُولوں کی بنا پر اکٹھے رہے ہیں اور رہتے ہیں — اِختیار اور فرمانبرداری۔ یہاں دُوسرا اصُول پیشِ نظر ہے۔ غور کریں کہ یہ فرمانبرداری "ہر بات میں" ہے۔ مطلب ہے کہ فرمانبرداری صِرف خوشگوار اور دلپسند باتوں ہی میں نہیں بلکہ اُن باتوں میں بھی ہونی چاہئے جو فِطری طور پر پسند نہیں ہوتیں۔

وُہ مسیحی بچّے جن کے والدین غیر نجات یافتہ ہوتے ہیں اُن کو اکثر مُشکل صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وُہ خُداوند کے وفادار رہنا چاہتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اُن کو اپنے والدین کے مُطالبات کا بھی سامنا ہوتا ہے۔ عمومی لحاظ سے ہم سمجھتے ہیں کہ اگر وُہ اپنے والدین کا احترام کریں گے تو خُدا اُن کا احترام کرے گا۔ جب تک وُہ اپنے والدین کے گھر میں رہتے ہیں اُن پر بڑا واضح فرض عائد ہوتا ہے۔ بے شک اُن کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جو مسیح کی تعلیمات کے مخالف ہو۔ اکثر اُن کو ایسے کام کرنے کو کہا جائے گا جو اُنہیں قطعاً پسند نہیں ہوں گے۔ لیکن اگر یہ واضح طور پر غلط یا گناہ نہ ہوں تو وُہ اُن کو ایسے ہی کر سکتے ہیں جیسے خُداوند کے لئے کر رہے ہیں۔ اِس طرح وُہ اپنے والدین کے لئے اچھّی گواہی ہوں گے اور اِسی طرح وہ اُن کو خُداوند کے لئے جیتنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔

۳:۲۱ - اب رسُول والدین سے مخاطب ہوتا ہے۔ "اے اولاد والو! اپنے فرزندوں کو دِق نہ کرو تاکہ وُہ بے دِل نہ ہو جائیں"۔ اصل زبان میں رسُول "باپوں" سے مخاطب ہے۔ یہ

بات دلچسپ ہے کہ وُہ ماؤں کو مخاطب نہیں کرتا۔ کیا اِس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ماں کی نسبت باپ کے لئے ایسی غلطی کرنے کا خطرہ زیادہ ہے؟

۳:۲۲۔ آیت ۲۲ سے لے کر باب کے آخر تک خُدا کا رُوح "نوکروں" یا غُلاموں سے مخاطب ہے۔ غَور کریں کہ نئے عہدنامہ میں غُلاموں کے لئے کِتنی جگہ وقف کی گئی ہے۔ اِس کی بھی ایک اہمیّت ہے۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کِسی اِنسان کی مُعاشرتی حیثیت کیسی ہی کم کیوں نہ ہو، مگر وُہ خُدا کے کلام کا وفادار ہو کر مسیحی زِندگی میں بُلند ترین رُتبہ حاصِل کر سکتا ہے۔ غالباً اِس سے خُدا کا علمِ سابق بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسیحیوں کی اکثریت اِختیار اور حاکم کے درجے پر نہیں بلکہ خادم کے درجے پر پائی جائے گی۔ مثال کے طور پر نئے عہدنامہ میں قوموں کے حاکموں کے لئے نصیحتیں بہُت کم ہیں۔ اِس کے برعکس اُن کے لئے زیادہ ہیں جنہوں نے اپنی زِندگیاں دُوسروں کی خِدمت کے لئے وقف کر رکھی ہوں۔ پَولُس کے زمانے میں غُلاموں کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ اور بلا شُبہ ابتدائی مسیحیوں کو یہ بات بہُت غیر معمُولی معلُوم ہُوئی ہوگی کہ اِن خطُوط میں غُلاموں کی طرف اِتنی توجہ دی گئی ہے۔ عِلاوہ ازیں اِس سے یہ پتہ بھی چلتا ہے کہ خُدا کا فضل اِنسانوں تک کس طرح پہنچتا ہے، خواہ اُن کی حیثیت کِتنی ہی کم تر کیوں نہ ہو! سی۔ ایچ۔ میکنٹاش کہتا ہے: "غُلام پر خُدا کی خِدمت کے دروازے بند نہیں ہیں۔ وُہ خُدا کی نظر میں اپنے فرض کو سر انجام دے کر اپنے عقیدے کو آراستہ کر سکتا اور خُدا کو جلال دے سکتا ہے"۔

پَولُس نوکروں سے کہتا ہے کہ "جو جِسم کی رُو سے تمہارے مالِک ہیں، سب باتوں میں اُن کے فرمانبردار رہو"۔ یہاں اشارتاً یاد دلایا گیا ہے کہ یہ مالِک صِرف "جِسم کی رُو سے ... مالِک ہیں"۔ اُن کا ایک اَور مالِک بھی ہے جو سب سے اُوپر ہے اور اُن ساری باتوں پر نظر رکھتا ہے جو اُس کے کمترین فرزند کے ساتھ روا رکھی جاتی ہیں۔ غَور کریں کہ نوکروں (غلاموں) کو کِس طرح خِدمت بجا لانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ "آدمیوں کو خوش کرنے والوں کی طرح دِکھاوے کے لئے نہیں بلکہ صاف دِلی اور خُدا کے خَوف سے"۔ (اِس کی ایک بہُت اچھی مثال پُرانے عہدنامہ میں پیدائش ۲۴: ۳۳ میں مِلتی ہے)۔ خصُوصاً جب کِسی شخص پر سختی اور ظُلم ہو تو آزمائش ہوتی ہے کہ مالِک نہ دیکھ رہا ہو تو کام میں سُستی کی جائے۔ مگر مسیحی نوکر کو احساس ہوگا کہ میرا مالِک (خُدا) ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ اِس لئے خواہ اُس کے دُنیاوی

حالات بہت تلخ ہوں وہ ایسے ہی کام کرے گا جیسے خداوند کے لئے کرتا ہے"۔ "بلکہ صاف دلی سے" کا مطلب ہے کہ اُس کی نیت صاف ہو گی — کہ صرف خداوند یسوع کو خوش کرنا ہے ۔

یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ نئے عہد نامہ میں غلامی کی صریح ممانعت نہیں ہے۔ انجیل کسی انقلاب کے ذریعے سے سماجی اداروں کا تختہ نہیں اُلٹتی۔ تاہم جہاں کہیں انجیل کی خوشخبری گئی ہے، وہاں سے غلامی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور ختم کر دیا گیا ہے ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب یہ ہدایات ہمارے لئے بے معنی ہو گئی ہیں۔ جو کچھ بھی یہاں کہا گیا ہے اُس کا آجر اور اجیر پر اطلاق بڑی خوبی سے کیا جا سکتا ہے ۔

۳: ۲۳ — "جو کام کرو جی سے کرو۔ یہ جان کر کہ خداوند کے لئے کرتے ہو، نہ کہ آدمیوں کے لئے"۔ جس لفظ کا ترجمہ "جی" کیا گیا ہے اُس کا لغوی مطلب "رُوح" ہے۔ مسیحی خدمت کی ہر صورت میں، بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں بہت سے کام ہیں جو معیوب اور ناپسندیدہ لگتے ہیں۔ ہم ان سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہ آیت ہمیں یہ ضروری سبق سکھاتی ہے کہ اگر ہم معمولی سے معمولی اور کمترین کام کو بھی "خداوند کے لئے" کریں تو وہ بھی باعزت اور شاندار ہو سکتا ہے۔ اِس مفہوم میں دینی اور دنیاوی کام میں کوئی فرق نہیں۔ سارے کام ہی مقدس ہیں۔ آسمان (بہشت) میں اجر وفاداری اور صاف دلی کے لئے ہو گا۔ چنانچہ کئی گمنام افراد اُس دن بہت کچھ پا لیں گے۔ وہ صرف اِس لئے کہ انہوں نے اپنے فرائض ایسی ذمہ داری سے ادا کئے جیسے "خداوند کے لئے" کرتے ہیں۔ کسی بہن نے اپنے باورچی خانے میں یہ مقولہ لٹکا دیا: "یہاں دن میں تین دفعہ خدا کی خدمت کی جاتی ہے"۔

۳: ۲۴ — اِس وقت بھی "خداوند" حساب کتاب رکھ رہا ہے۔ اور ہر وہ کام جو اِس طرح کیا جاتا ہے جیسے اُس کے لئے ہو، وہ اُس کی توجہ کھینچ لے گا۔ "خدا کی مہربانی انسانوں کی مہربانی کا بدلہ دے گی"۔ جن لوگوں کے پاس دنیاوی میراث نہ ہونے کے برابر ہے اُن کو آسمان میں "میراث ملے گی"۔ آئندہ ہمیں جب کوئی ایسا کام کرنے کو کہا جائے جو ہمیں پسند نہیں تو ہم اِس بات کو یاد رکھیں۔ یہ موقع کلیسیا میں بھی آ سکتا ہے، گھر میں بھی اور ملازمت یا کاروبار کی جگہ پر بھی۔ اِسس کو بے چوں و چرا کرنا، حتی الامکان اچھی طرح سے کرنا مسیح کے لئے گواہی ہے ۔

۳:۲۵۔ پَولُس واضح نہیں کرتا کہ یہ آیت لکھتے وقت اُس کے ذہن میں کون ہے۔ شاید کوئی بے اِنصاف مالِک ہو جو اپنے نوکروں پر سختی اور جبر کرتا ہو۔ شاید کوئی مسیحی نوکر اُس کے ناروا مُطالبات پُورے کرتے کرتے تنگ آ چُکا ہو۔ پَولُس کہتا ہے، "کُچھ پروا نہ کرو — خُداوند سب کُچھ جانتا ہے۔ وُہ زیادتیوں اور غلطیوں کا بدلہ بھی دے گا۔"

اگرچہ اِس میں مالِک بھی شامِل ہو سکتے ہیں، مگر بُنیادی طور پر اِس کے مخاطِبین نوکر ہیں۔ نیم دِلانہ خِدمت، دھوکا، ٹال مٹول یا بَدنیّتی کی اور صُورتیں، خُداوند سب کُچھ دیکھتا ہے۔ "وہاں کِسی کی طرف داری نہیں۔" وُہ سب کا مالِک ہے۔ اور جو اِمتیازات اِنسانوں کے درمیان روا رکھے جاتے ہیں اُس کے نزدیک بے معنی ہیں۔ اگر نوکر اپنے مالِک کی چوری کرتا ہے (جَیسا غالباً اُنیسمس نے کِیا تھا) تو اُسے خُداوند کو حساب دینا پڑے گا۔

۴:۱۔ منطقی طور پر اِس آیت کا تعلق تیسرے باب کی آخری آیت کے ساتھ ہے۔ مالکوں کو "اپنے نوکروں کے ساتھ ... عدل و انصاف" کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔ اُن کی جائز مزدُوری نہ روکیں، بلکہ اُن کے کام کے لئے اچھّی اُجرت دیں۔ یہ بات مسیحی مالکوں کو براہِ راست مخاطب کر کے کہی گئی ہے۔ خُدا کو غریبوں پر ظُلم اور سختی سے نفرت ہے۔ خُداوند اُس شخص کے ہدیئے اور نذرانے بھی قبول نہیں کرتا جو مزدُوروں اور نوکروں کا حق مار کر امیر ہو گیا ہے۔ خُدا تو یہ کہتا ہے "اپنی دولت اپنے پاس رکھو۔ جِس طرح تم نے یہ دَولت اِکٹھی کی وُہ مجھے پسند نہیں" (دیکھئے یعقوب ۵: ۱-۴)۔ مالکوں کا دماغ آسمان پر نہیں ہونا چاہئے بلکہ اُن کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ "آسمان پر ہمارا بھی ایک مالِک ہے"۔ اور مالِک بھی وُہ جو اپنی سب راہوں میں عادِل اور راست ہے۔

اِس حِصّے سے آگے بڑھنے سے پہلے یہ غور کرنا بھی دِلچسپی کا باعث ہے کہ پَولُس روزمرّہ کی اِن باتوں کو کِس طرح بار بار مسیح کی خُداوندیت کی روشنی میں لاتا ہے۔

(۱) بیویوں کو — "جَیسا خُداوند میں مُناسب ہے" (آیت ۱۸)۔ (۲) بچّوں کو — "یہ خُداوند میں پسندیدہ ہے" (آیت ۲۰)۔ (۳) نوکروں کو — "خُدا کے خوف سے" (آیت ۲۲)۔ (۴) نوکروں کو — "یہ جان کر کہ خُداوند کے لئے کرتے ہو"۔

ج۔ ایمان دار کی دُعائیہ زِندگی اور کردار و گفتار سے گواہی

(۴: ۲ - ۶)

۴: ۲۔ پَولُس خُدا کے بندوں کو یہ نصیحت اور تلقین کرتے ہُوئے نہیں تھکتا کہ دُعائیہ زِندگی میں جانفشانی کرو۔ جب ہم آسمان پر جائیں گے تو بے شک ایک پچھتاوا جو ہم کو ہوگا وُہ یہی ہوگا کہ ہم نے دُعا میں زیادہ وقت نہ گزارا۔ خصُوصاً جب ہم کو یہ معلُوم ہو جائے گا کہ ہماری دُعاؤں کا کِس قدر جواب مِلتا رہا۔ دُعا کے سارے موضُوع کے گِرد ایک بڑا راز ہے۔ بہُت سے سُوال ہیں جِن کے جواب معلُوم نہیں۔ لیکن ایک مسیحی کے لئے بہترین روّیہ یہ ہے کہ تجزیہ نہ کرے۔ اِس کی چِیر پھاڑ نہ کرے، اور دُعا کے گہرے اسرار کو سمجھنے کی کوشِش نہ کرے۔ اچھّا طریقہ یہی ہے کہ سادہ ایمان کے ساتھ دُعا مانگنے میں لگا رہے اور اپنے ذہنی شکوک کو خاطر میں نہ لائے۔

نہ صِرف ہمیں "دُعا کرنے میں مشغُول" رہنا ہے بلکہ اُس میں "بیدار" بھی رہنا ہے۔ اِس سے ہمیں فوراً گتسمنی باغ میں خُداوند یسُوع کی شاگردوں سے درخواست یاد آجاتی ہے کہ "جاگو اور دُعا کرو تاکہ آزمائِش میں نہ پڑو" (متّی ۲۶: ۴۱)۔ وُہ جانفشانی نہیں کر رہے تھے، اِس لئے گہری نیند سو گئے۔ ہمیں نہ صِرف نیند سے خبردار رہنا ہے، بلکہ آوارہ خیالی، کاہلی اور غیر حقیقی باتوں سے بھی ہوشیار رہنا ہے۔ اور ہمیں نظر رکھنا ہے کہ ہمارا دُعا کا وقت چِھین نہ لیا جائے (افسیوں ۶: ۱۸)۔ اِس کے ساتھ ہی ہماری دُعائیں "شُکرگزاری کے ساتھ" ہوں۔ نہ صرف ماضی میں دُعاؤں کے جوابوں کے لئے شُکر ادا کریں، بلکہ ایمان کے ساتھ ہم اُن دُعاؤں کے لئے بھی خُداوند کا شُکر کر سکتے ہیں جِن کا جواب ابھی نہیں مِلا۔ گائے کنگ اِس بات کو نہایت خوبصُورتی سے بیان کرتا ہے: "اُس کی محبّت ہمارے لئے بہترین چیزیں چاہتی ہے۔ اُس کی حِکمت جانتی ہے کہ ہمارے لئے کیا بہترین ہے۔ اور اُس کی قدرت ہمیں بہترین چیزیں مُہیّا کرتی ہے۔"

۴: ۳۔ پَولُس کُلسّیوں سے درخواست کرتا ہے کہ میرے لئے بھی اور خُداوند کے اُن خادِموں کے لئے بھی "دُعا کرو" جو میرے ساتھ رومؔ میں ہیں۔ غور کریں کہ یہ کِتنی خوبصُورت بات ہے کہ وُہ قید سے اپنی رہائی کے لئے دُعا مانگنے کو نہیں کہتا بلکہ یہ کہ "خُدا ہم پر کلام کا دروازہ

کھولے تاکہ مَیں مسیح کے اُس بھید کو بیان کرسکوں"۔ رسُول چاہتا ہے کہ خدُا اُس کے لئے دروازے کھولے۔ اِس میں ہمارے لئے کِتنا اہم سبق ہے! خطرہ ہے کہ ہم اپنے لئے مسیحی خِدمت کے دروازے خود کھولیں، مگر اِس خطرے سے بچنا چاہیئے۔ اگر خداوند ہمارے لئے دروازے کھولتا ہے تو یہ جانتے ہُوئے کہ وُہ آگے آگے چل رہا ہے ہم پُورے اعتماد کے ساتھ اُن دروازوں میں داخِل ہو سکتے ہیں۔ دُوسری طرف اگر ہم اپنے لئے خوُد دروازے کھولتے ہیں تو ہمیں یقین نہیں ہو سکتا کہ ہم خُداوند کی مرضی اور ارادہ کے مرکز میں ہیں۔ اور مُمکن ہے کہ بہُت جلد ہمیں جسمانی ذرائع کی طرف جُھکنا پڑے تاکہ خُداوند کے اِس مبینہ کام کو جاری رکھ سکیں۔ پَولُس کی خاص درخواست یہ ہے کہ "خدُا ہم پر کلام کا دروازہ کھولے تاکہ مَیں مسیح کے اُس بھید کو بیان کرسکُوں جِس کے سبب سے قید بھی ہُوں"۔ اِس آیت میں "مسیح کے ... بھید" کا مطلب کلیسیا ہے۔ اور خاص کر اِس کا وُہ پہلُو ہے جِس کا بیان اِن الفاظ میں کیا جا سکتا ہے: "مسیح، غیر قوموں کے لئے"۔ یہی انجیل کا خاص پہلُو تھا جو پَولُس کے سپُرد کیا گیا تھا کہ اِس کی منادی کرے۔ اُس نے دلیری سے بتایا کہ غیر قوم بھی اُسی طرح نجات پا سکتے ہیں جِس طرح یہوُدی۔ اور اِسی وجہ سے یہوُدی لیڈر بالآخر کامیاب ہُوئے تھے کہ اُسے قیدی کی حیثیت میں روم بھیجا جائے۔

بعض لوگ تعلیم دیتے ہیں کہ کلیسیا کا عظیم بھید پَولُس پر اُس وقت ظاہر کیا گیا جب وُہ قیدخانے میں تھا۔ اور اِسی سبب سے وُہ "قید خانے کے خطوط" پر بہُت زور دیتے ہیں۔ یُوں لگتا ہے کہ وُہ اناجیل اور نئے عہدنامہ کی دُوسری کتابوں کی اہمیّت کو کم کر رہے ہیں۔ لیکن اِس آیت سے صاف معلُوم ہوتا ہے کہ اِس بھید کی منادی ہی اُس کی قید کا مُوجب تھی۔ اِس لئے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ بھید اُس پر قید ہونے سے پہلے منکشف ہُوا تھا۔

۴:۴۔ پَولُس کو بڑی آرزُو ہے کہ اِس بھید کو "ظاہر" کرے یعنی اِس کی منادی اِس طرح سے کرے کہ لوگ اِس کی حقیقت اور ماہیّت کو سمجھ جائیں۔ یہی خواہش ہر اُس مسیحی کی بھی ہونی چاہیئے جو چاہتا ہے کہ لوگ مسیح کو جان لیں۔ "گہرائی" میں جلنے میں کوئی خوُبی نہیں ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ ہم عام لوگوں تک پہنچیں۔ اِس لئے ضرُوری ہے کہ پیغام سادگی اور صفائی سے پیش کیا جائے۔

۴:۵۔ پَولُس مسیحیوں کو خاص اور واضح نصیحت کرتا ہے کہ "باہر والوں کے ساتھ ہوشیاری سے برتاؤ کرو"۔ مسیحیوں کو شعُور ہونا چاہیئے کہ بے ایمان لوگ ہم پر

کڑی نظر رکھے ہُوئے ہیں۔ دُنیا ہماری باتوں کی نسبت ہمارے چال چلن میں زیادہ دلچسپی رکھتی ہے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک مسیحی اپنی زُبان سے مسیح کا اِقرار نہ کرے، بلکہ نکتہ یہ ہے کہ اُس کی چال اُس کی زبان کے مُطابق ہونی چاہئے۔ کوئی اُس کے بارے میں یہ نہ کہنے پائے کہ اُونچی دُکان پھیکا پکوان۔

"وقت کو غنیمت جان کر۔۔۔" مطلب ہے موقع کی قدر و قیمت کو پہچاننا۔ ہمیں زندگی میں ہر روز مواقع مِلتے ہیں کہ خُداوند یسوع مسیح کی نجات بخش قُدرت کی گواہی دیں۔ ہمیں تیار رہنا چاہئے کہ موقع مِلتے ہی اِس سے فائدہ اُٹھائیں۔ لفظ "غنیمت" میں یہ مطلب مضمر ہے کہ وقت "قیمت" رکھتا ہے۔ اِسے "خریدنا" پڑتا ہے، یعنی یہ قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ یہ قیمت کُچھ بھی ہو، ہمیں ہر موقع پر تیار رہنا چاہئے کہ اُن لوگوں کو اپنے انمول منجّی کے بارے میں بتائیں جو اُس کو نہیں جانتے۔

۴: ۶ "تُمہارا کلام ہمیشہ ایسا پُرفضل اور نمکین ہو کہ تُمہیں ہر شخص کو مناسب جواب دینا آ جائے"۔ ہماری گفتگو اسی صُورت میں "پُرفضل" ہو سکتی ہے کہ مودّب، عاجزانہ اور مسیح جیسی ہو۔ اِس میں زٹل بازی، اوچھاپن، بے ہُودگی، گندہ پن اور تلخی نہیں ہونی چاہئے۔ "نمکین"۔ اِس اصطلاح کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ بعض مُفسّرین سوچتے ہیں کہ اگرچہ ہمارا کلام، ہماری زُبان، ہماری گفتگو پُرفضل ہونی چاہئے مگر ساتھ ہی دیانت دارانہ ہونی چاہئے۔ اِس میں منافقت اور ریاکاری ہرگز نہ ہو۔ کُچھ مُفسّرین "نمک" کو ایسی چیز سمجھتے ہیں جو مزہ میں اضافہ کرتی ہے۔ اِس لئے پَولُس کہہ رہا ہے کہ ہماری گفتگو کبھی بے لُطف، بے مزہ یا رُوکھی پھیکی نہیں ہونی چاہئے بلکہ مُفید اور قابلِ قدر ہونی چاہئے۔ زیرِ غور اِصطلاح کی تشریح کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ خُداوند یسوع کی زبان کو بغور دیکھا جائے۔ جو عورت زِنا میں عین فعل کے وقت پکڑی گئی تھی اُس سے خُداوند نے فرمایا "مَیں بھی تجھ پر حُکم نہیں لگاتا۔ جا پھر گُناہ نہ کرنا"۔ پھر خُداوند نے یعقوب کے کُنوئیں پر عورت سے کہا "مُجھے پانی پلا ۔۔۔ جا، اپنے شوہر کو یہاں بُلا لا"۔ پہلے حِصّے میں فضل ہے۔ دُوسرا حِصّہ ہمیں نمک یاد دلاتا ہے۔

"تاکہ تُمہیں ہر شخص کو مناسب جواب دینا آ جائے"۔ غالباً یہاں پَولُس غناسطیوں کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ وُہ بڑے قابلِ قبول عقائد لے کر کُلسّیوں کے پاس آئے تھے۔ کُلسّیوں کو تیار ہونا چاہئے تاکہ اُن جھوٹے اُستادوں کو حکمت اور وفاداری کے کلام سے

"جواب" دے سکیں۔

د۔ پولس کے چند ساتھیوں کی جھلکیاں (۴: ۷-۱۴)

۴: ۷۔ "تخکس"۔ لگتا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جس کو پولس نے روم سے خط کلسّے پہنچانے کے لئے چنا تھا۔

یہاں پولس مقدسین کو باور کراتا ہے کہ جب تخکس تمہارے پاس آئے گا تو "میرا سارا حال تمہیں بتا دے گا"۔ یہ بھی قابلِ غور بات ہے کہ پولس اِس بھائی کو کن القاب سے یاد کرتا ہے۔ وہ اُسے "پیارا بھائی اور دیانت دار خادم جو خداوند میں ہمخدمت ہے" کہتا ہے۔ آج ہم کلیسیائی عہدیداروں کو بڑے بڑے لقب دیتے ہیں۔ لیکن اِن کے مقابلے میں تخکس کے لقب کتنے اعلیٰ ہیں!

۴: ۸۔ تخکس کے کلسّے کے سفر سے دو مقصد پورے ہونے تھے۔ اوّل تو وہ وہاں کے مقدسین کو پولس اور روم میں اُس کے ساتھ موجود ساتھیوں کے بارے میں تازہ ترین حالات بتلائے گا۔ دوسرے وہ مقدسین کے "دلوں کو تسلّی" دے گا۔ یہاں بھی "تسلّی" میں تقویت دینے" یا "حوصلہ افزائی" کا مفہوم زیادہ ہے (دیکھئے ۲: ۲) اور تسلّی تشفی کا مفہوم کم۔ اُس کی خدمت سے اُن کی مدد ہو گی کہ وہ مروّجہ غلط تعلیم کے مقابلے میں ثابت قدم رہ سکیں گے۔

۴: ۹۔ "انیسمس" کا نام سامنے آتے ہی ہماری آنکھوں میں وہ خوبصورت تصویر گھوم جاتی ہے جس پر سے پولس فلیمون کے نام خط میں پردہ اُٹھاتا ہے۔ انیسمس بھاگا ہوا غلام تھا۔ وہ سزا سے بچنے کے لئے روم کو بھاگ گیا تھا۔ کسی طرح اُس کی ملاقات پولس سے ہو گئی اور پولس نے اُس کی راہنمائی مسیح کے قدموں تک کی۔ اب انیسمس سفر کر کے کلسّے میں اپنے مالک فلیمون کے پاس جانے والا ہے۔ وہ فلیمون کے لئے پولس کا خط اور تخکس "کلسّے کی کلیسیا کا خط لے جائے گا۔ تصور کریں کہ جب یہ دونوں بھائی پولس کے خط لے کر کلسّے پہنچیں گے تو وہاں کے ایمان داروں میں کیسی خوشی اور جوش پیدا ہو گا! یقیناً وہ رات گئے تک بیٹھے روم کے حالات اور نجات دہندہ کی خدمت میں پولس کی ہمت اور دلیری کے بارے میں پوچھتے رہے ہوں گے۔

۴ : ۱۰۔ "اَرِسترخُس" کے بارے میں کُچھ خاص معلُومات نہیں ہیں۔ صِرف اِتنا عِلم ہے کہ اُسے خداوند کی خدمت کے سِلسلے میں پہلے گرِفتار کیا گیا تھا۔ یہ بات اعمال ۱۹ : ۲۹ میں درج ہے۔ اب وُہ روم میں پَولُس "کے ساتھ قید ہے"۔

یہاں "مرقس" کو "برنباس کا رشتہ کا بھائی" بتایا گیا ہے۔ اِس نوجوان نے پَولُس اور برنباس کے ساتھ تبلیغی محنت شروع کی تھی۔ اُس کی ناکامی کے باعث پَولُس نے فیصلہ کیا تھا کہ اُسے گھر ہی پر چھوڑ دیا جائے، لیکن برنباس نے اُسے ساتھ لے جانے پر اِصرار کیا تھا۔ اِس وجہ سے دونوں پُرانے کارِندوں میں اِختلاف اور جھگڑا ہُوا۔ مگر یہ جاننا کیسی اچھی بات ہے کہ مرقس کی ناکامی حتمی اور آخری ناکامی نہ تھی۔ اُس کا پیارے پَولُس کے ساتھ دوبارہ میل ہو گیا اور پَولُس کا اُس پر اعتماد بحال ہو گیا۔

پَولُس کُلسّے کے ایمانداروں کو تاکید کرتا ہے کہ "اگر وُہ (مرقس) تمہارے پاس آئے تو اُس سے اچھی طرح مِلنا۔" "جس کی بابت تمہیں حکم مِلے تھے"۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اہلِ کُلسّے کو مرقس کے بارے میں پہلے ہدایات دی گئی تھیں۔ اِشارہ پَولُس کی اُن ہدایات کی طرف ہو سکتا ہے جو وُہ اب دے رہا ہے۔ "اگر وُہ آئے ۔۔۔ اچھی طرح مِلنا"۔ یہاں جو فعل اِستعمال کیا گیا ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک کُلسّی یہ خط پڑھیں گے اُن کو یہ ہدایات مِل چُکی ہوں گی۔

۴ : ۱۱۔ پَولُس کے ایک اَور ہم خدمت کا ذکر اِن لفظوں میں کیا گیا ہے: "یسُوع جو یُوستُس کہلاتا ہے"۔ اُس زمانے میں "یسُوع" ایک عام نام تھا۔ آج بھی بعض مُلکوں میں یہ نام رکھا جاتا ہے۔ یہ عبرانی نام "یشوع" کا یُونانی مترادف ہے۔ یقیناً اُس شخص کو "یُوستُس" اِس لئے کہا جاتا تھا کہ اُس کے مسیحی دوست محسُوس کرتے تھے کہ خُدا کے بیٹے کے نام کے ساتھ مُطابقت غلط فہمی پیدا نہ کرے۔

مذکورہ بالا تینوں افراد یہُودی تھے جو مسیح خُداوند پر ایمان لائے تھے، بلکہ حقیقت میں صِرف یہی تین سابق یہُودی "خُدا کی بادشاہی کے لئے" پَولُس کے "ہمخدمت اور" اُس کی تسلّی کا باعث" تھے۔

۴ : ۱۲۔ پَولُس خط کا اختتام کرنے کو ہے۔ "اِپفراس" جو کُلسّے کا رہنے والا ہے پَولُس سے درخواست کرتا ہے کہ کُلسّے کے عزیزوں کو میرا شخصی سلام بھی لکھو۔ وُہ

مُقدسین کے لئے "دُعا کرنے میں ہمیشہ جانفشانی کرتا" تھا۔ اور خُداوند سے درخواست کرتا تھا کہ وُہ "کامل ہو کر پُورے اعتقاد کے ساتھ خُدا کی پُوری مرضی پر قائم" رہیں۔

۴:۱۳۔ پَولُس اِس حقیقت کی گواہی دیتا ہے کہ اپفراس نہ صِرف کُلسّے کے ایمانداروں کے لئے بلکہ "ہیراپُلِس اور لَودیکیہ کے لوگوں کے واسطے" بھی دُعا میں "بڑی کوشش کرتا ہے"۔ یہ شخص اپنے واقف خُدا کے لوگوں میں ذاتی دِلچسپی رکھتا تھا۔ بلاشُبہ اُس کی دُعائیہ فہرست بہت لمبی تھی۔ اور کوئی حیرانی کی بات نہیں کہ وُہ ہر روز ایک ایک کو دُعا میں یاد کیا کرتا تھا۔ غور کریں "وُہ تمہارے لئے دُعا کرنے میں ہمیشہ جانفشانی کرتا ہے تاکہ تُم کامِل ہو کر پُورے اعتقاد کے ساتھ خدا کی پُوری مرضی پر قائم رہو"۔

۴:۱۴۔ اب پَولُس "پیارا طبیب لُوقا اور دیماس" کی طرف سے سلام لکھتا ہے۔ یہاں ہم کو اِن دونوں میں قطعی مختلِف کردار نظر آتے ہیں۔ "لُوقا" پَولُس کے بہت سے سفروں میں اُس کے ساتھ ساتھ رہا تھا۔ اور غالباً بیماری، ایذارسانی اور قید کے دَوران اُس کی روحانی اور جسمانی خِدمت بھی کیا کرتا تھا۔

دُوسری طرف "دیماس" نے کُچھ مُدت تک رسُول کا ساتھ دِیا۔ لیکن ایک وقت آیا کہ پَولُس اُس کے لئے یہ کہنے پر مجبُور ہو گیا تھا کہ "دِیماس نے اِس موجُودہ جہان کو پسند کر کے مجُھے چھوڑ دیا اور تھسلُنیکے کو چلا گیا" (۲-تیمتھیس ۴:۱۰)۔

۵۔ سلام اور ہدایات (۴:۱۵-۱۸)

۴:۱۵۔ اب پَولُس "لَودیکیہ میں کے بھائیوں اور نُمفاس اور اُن کے گھر کی کلیسیا" کو سلام لکھتا ہے۔ ہم مکاشفہ ۳:۱۴-۲۲ میں بھی لَودیکیہ کی کلیسیا کے بارے میں پڑھتے ہیں۔ یہ کلیسیا خُدا کی باتوں میں نیم گرم ہو گئی تھی۔ بالکُل مادّہ پرست اور اپنے آپ سے مُطمئن ہو گئی تھی۔ اِس کلیسیا کے اراکین سوچتے تھے کہ سب اچھّا ہے اور اپنے ننگے پن کو نہیں دیکھتے تھے۔ مُسوّدوں میں کُچھ اختلاف کی وجہ سے معلُوم نہیں ہوتا کہ یہاں نُمفاس (مَرد) یا نُمفیہ (عورت) کو مُخاطب کیا گیا ہے۔ مگر اِتنا جان لینا ہی کافی ہے کہ کُلسّے کے اِس گھر میں ایک کلیسیا قائم تھی۔ اُس زمانے میں مسیحیوں کے پاس ایسی بڑی بڑی اور شاندار عبادت گاہیں نہ تھیں جیسی آج کل زیرِ استعمال ہیں۔ البتہ ہم سب اِتفاق کریں گے کہ کسی بھی مقامی کلیسیا

میں پُرتکلف عمارت اور آرائش و زیبائش کی نسبت خُدا کی قوّت اور قُدرت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اُس قوّت اور قُدرت کا انحصار اِن باتوں پر نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات یہ سدِ راہ ثابت ہوتی ہیں۔

۴: ۱۶۔ پَولُس ہدایت کرتا ہے کہ "جب یہ خط تُم میں (کُلُسّے میں) پڑھ لیا جائے تو ایسا کرنا کہ لَودیکیہ کی کلیسیا میں بھی پڑھا جائے"۔ بے شک ایسا ہی کیا گیا ہوگا، مگر جو بیان ہم مکاشفہ باب ۳ میں پڑھتے ہیں اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لودیکیہ والوں نے اِس پیغام پر کان نہ دھرا۔ کم سے کم اِس کلیسیا کے آخری دِنوں کی تاریخ سے یہی معلُوم ہوتا ہے۔ پَولُس یہ تاکید بھی کرتا ہے کہ "اُس خط کو جو لودیکیہ سے آئے تُم بھی پڑھنا"۔ یہ معلُوم کرنا ناممکن ہے کہ اشارہ کون سے خط کی طرف ہے۔ بعض عُلما کہتے ہیں کہ جس خط کو "اِفسیوں کے نام کا خط" کہا جاتا ہے یہ وُہی خط ہے۔ بعض قدیم مسودات میں اِفسیوں ۱: ۱ میں "اِفسُس میں" کے الفاظ موجُود نہیں۔ اِس وجہ سے بعض مُفسّرین کہتے ہیں کہ افسیوں کے نام کا خط دراصل گشتی مراسلہ تھا۔ اِس کا مقصد تھا کہ مُتعدد کلیساؤں میں پڑھا جائے مثلاً اِفسُس، لودیکیہ اور کُلُسّے۔ اِس نظریہ کو اِس حقیقت سے بھی تقویت ملتی ہے کہ اِفسیوں کے خط میں کُلُسّیوں کی نِسبت شخصی حوالہ جات[۱] بہت کم ہیں۔

۴: ۱۷۔ یہاں "اَرخِپُّس" کو خاص تلقین کی گئی ہے کہ "جو خِدمت خُداوند میں تیرے سپُرد ہُوئی ہے۔ اُسے ہوشیاری کے ساتھ انجام دے"۔ یہاں بھی ہمیں واضح طور پر نہیں بتایا گیا کہ اُس کی "خِدمت" کیا تھی۔ بہت سے مُفسّرین یقین رکھتے ہیں کہ "اَرخِپُّس" فلیمون کا بیٹا تھا اور کہ وُہ کُلُسّے کی کلیسیا میں بہت سرگرم تھا۔ اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ ہمارا نام "اَرخِپُّس" ہے تو یہ آیت ہمارے لئے بہت ہی بامعنی ہو جائے گی۔ کیونکہ اِس صُورت میں ہم سُنیں گے کہ رُوح القُدس ہم سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے کہ "جو خِدمت خُداوند میں تیرے سپُرد ہُوئی ہے اُسے ہوشیاری کے ساتھ انجام دے"۔ ہم میں سے ہر ایک کو خُداوند نے کوئی نہ کوئی خِدمت دے رکھی ہے۔ اور وُہ دِن آتا ہے کہ ہمیں اِس کا حِساب دینا ہوگا۔

---

[۱] اس کمی کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پَولُس نے اِفسُس میں تین برس قیام کیا تھا۔ چنانچہ اُس کے واقف کاروں اور شناساؤں کی تعداد خاصی زیادہ تھی۔ اور اُن میں سے مُٹھی بھر کا بنام ذِکر کرنا مستحسن نہ ہوتا۔

۱۸:۴۔ اِس مرحلے پر پَولُس "قلم اپنے ہاتھ" میں لیتا ہے اور اپنا غیر قَوم والا نام "پَولُس" اِستعمال کرتے ہُوئے "سلام" لکھتا اور دستخط کرتا ہے۔ ایسا کرتے ہُوئے اُس کے ہاتھوں میں پڑی ہُوئی "زنجیریں" بلاشُبہ باعثِ دقّت اور رُکاوٹ بنتی ہوں گی۔ اِسی وجہ سے وُہ کُلسّیوں سے کہتا ہے کہ "میری زنجیروں کو یاد رکھنا۔" "قلم اور زنجیروں کی ملی جُلی آوازیں آخری نشان ہیں کہ مُبشّر کی زنجیریں خُدا کے کلام کو باندھ کر نہیں رکھ سکتیں۔" پَولُس خط کو "تُم پر فضل ہوتا رہے" کے اَلفاظ سے ختم کرتا ہے۔ اے۔ ٹی۔ رابرٹسن لکھتا ہے کہ "لفظ 'فضل' سے زیادہ پُرمعنی لفظ اَور کوئی نہیں کیونکہ اِس میں خُدا کی ساری محبّت بھری ہے جو اُس نے اپنے بیٹے میں ہم پر مُفت بخشش کی صُورت میں لُٹا دی۔" "آمین۔"

تھسلنیکیوں کے نام پہلا خط

تعارف

> پولُس رسُول کے سارے خطوط میں سے یہ وُہ خط ہے جو سادگی، ملائمت اور لطافت کے خصائص سے بدرجۂ اُتم مُزیّن ہے ... اِس بات پر کوئی اِختلافِ رائے نہیں ہے۔
>
> ڈبلیو۔ گراہم سکروجی

۱۔ کُتُبِ مُسلّمہ میں بے مثال مقام

کِسی نامور مُصنّف کی پہلی کتاب عموماً بہت قدر و منزلت کی نِگاہ سے دیکھی جاتی ہے، کیونکہ اِس میں مُصنّف کے اَبلاغ اور اوّلین تاکیدِ لفظی کا اِظہار ہوتا ہے۔ عَین ممکن ہے کہ تھسلنیکیوں کے نام پہلا خط پولُس کی اوّلین الہامی تحریر ہے۔ تھسلنیکے میں رسُول کا قیام اگرچہ مختصر تھا، لیکن اِس مختصر عرصے میں اُس نے گراں قدر مسیحی تعلیم دی۔ اِس تعلیم کا مُواد اور مقدار بھی خاصی زِیادہ ہے۔ اِس کا اندازہ اِس حقیقت سے ہوتا ہے کہ اِس خط میں وُہ متعدد عقائد پر بحث کرتا ہے جن سے تھسلنیکے کے ایماندار مُتعارف تھے۔

آج کے زمانے میں انجیلی مسیحی فضائی اِستقبال اور آمدِ ثانی پر ایمان رکھتے اور اِن کے مُنتظر ہیں، مگر ہمیشہ سے یہ حال نہیں رہا۔ پچھلی صدی میں اِس عقیدہ میں دِلچسپی کی بحالی کی بُنیاد زیادہ تر تھسلنیکیوں کے پہلے خط پر ہے۔ اگر یہ خط نہ ہوتا تو ہم مسیح کی آمدِ ثانی کے مُختلف پہلوؤں کو سمجھنے سے بُری طرح قاصر اور محرُوم رہ جاتے۔

۲۔ مُصنِّف

بائبل مُقدّس کا کوئی عالم اِنکار نہیں کرتا کہ تھسلنیکیوں کے پہلے خط کا مُصنّف پولُس ہی ہے۔ جے۔ ای۔ فریم کہتا ہے: "اِس حقیقت سے اُس وقت تک اِنکار مُمکن نہیں جب تک کوئی اِصرار کرنے پر تیار نہ ہو کہ پولُس کبھی تھا ہی نہیں، یا اُس نے

کبھی کوئی خط لکھا ہی نہیں"۔

پولُس کے اس خط کے مُصنِّف ہونے کی خارجی شہادت پالیکارپ، اِغناطیُوس اور یُوستِین سے مِلتی ہے۔ مزید برآں مرقیونی فہرست کُتبِ مسلّمہ اور مرتوروی فہرست (مسیحی کُتبِ مقدّسہ کی قدیم فہرستیں — ایک بِدعتی دُوسری راسخ العقیدہ) سے بھی یہ شہادت مِلتی ہے۔

داخِلی شہادت میں پولُس کا ذخیرۂ الفاظ اور اُسلوبِ بیان شامِل ہیں۔ اِس کے ساتھ ایک رُوحانی باپ کی نرم دلی اور اُلفت بھی اِس کی گواہ ہے۔ تارِیخی اِشارے کتابِ اعمال کی کتاب سے مُطابقت رکھتے ہیں۔ ۱:۱ اور ۲:۱۸ میں دونوں جگہ مُصنِّف خُود کو "پولُس" کہتا ہے۔

۲۔ سنِ تصنِیف

تھسلُنیکیوں کا پہلا خط کرنتھس میں پولُس کے ڈیڑھ سالہ قیام کے دَوران لِکھا گیا۔ اُس وقت تیمتھیُس کو پولُس کے پاس آئے زیادہ عرصہ نہیں ہُوا تھا (۱۔ تھسلنیکیوں ۳:۶؛ ۲:۱۷)۔ مانا جاتا ہے کہ گلیو سنہ ۵۱ء کے موسمِ گرما کے اوائِل میں حاکِم ہو کر آیا تھا۔ اِس لئے پولُس سنہ ۵۰ء کے اَوائِل میں وہاں آیا ہو گا۔ اور اِس کے جلد بعد ہی یہ خط لِکھا تھا۔ تقریباً تمام عُلما تھسلنیکیوں کے پہلے خط کو سنہ ۵۰ء کے اوائِل کی تحریر قرار دیتے ہیں۔ لِہٰذا وثُوق سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ خط سنہ ۵۰ء یا سنہ ۵۱ء میں لِکھا گیا، یعنی ہمارے خُداوند کے آسمان پر جانے کے صِرف بِیس ۲۰ برس بعد۔

۴۔ پس منظر اور موضُوعات

پولُس کے دُوسرے بشارتی سفر کے دَوران انجیل کی روشنی نے تھسلنیکے کو مُنوّر کیا (اعمال ۱۷:۱-۱۰)۔

فِلپّی کے قید خانے سے رہا ہونے کے بعد پولُس اور سیلاس امفپلس اور اپلونیہ سے ہوتے ہُوئے تھسلُنیکے پُہنچے تھے۔ اُس زمانے میں تھسلنیکے تجارتی اور سیاسی دونوں لحاظ سے بہت اہم شہر تھا۔ اپنے دستُور کے مُطابق پولُس یہُودیوں کے عبادت خانے میں گیا اور پُرانے عہد نامہ سے ثابت کرنے لگا کہ مسیح کو دُکھ اُٹھانا، مَرنا اور مُردوں میں سے

جی اُٹھنا ضرور تھا۔ اِس کے بعد اُس نے اِعلان کیا کہ یسوعؔ ناصری ہی مسیحِ موعُود ہے ۔ تین سبتوں تک یہ سِلسلہ چلتا رہا ۔ کُچھ یہُودیوں نے اِن باتوں کا یقین کیا اور پَولُسؔ اور سیلاسؔ کے ساتھ مِل گئے کہ ہم بھی مسیحی ایمان دار ہیں ۔ اِس کے عِلاوہ بُہت سے یُونانی نَومُرید اور شہر کی بُہت سی شریف عورتیں بھی اُن کی شریک ہو گئیں ۔ اَب رَدِ عمل شرُوع ہو گیا ۔ اُن یہُودیوں نے جو ایمان نہیں لائے تھے، کئی بَدمُعاشوں اور بازاری آدمیوں کو اپنے ساتھ ملایا اور شہر میں فساد کرنے لگے ۔ اُنہوں نے یاسُونؔ کے گھر کو گھیر لیا کیونکہ پَولُسؔ اور سیلاسؔ وہاں ٹھہرے ہُوئے تھے ۔ جب یہ مُبشّرِین اُن کو اُس گھر میں نہ ملے تو وُہ یاسونؔ کو پکڑ کر گھسیٹتے ہُوئے شہر کے حاکموں کے پاس لے گئے اور اُن پر الزام لگایا کہ اِنہوں نے جہان کو باغی کر دیا ہے ۔ ہمارے نقطۂ نظر سے یہ غیر ارادی طور پر پَولُسؔ اور سیلاسؔ کی تعریف تھی ۔ اِس کے ساتھ ہی اُنہوں نے تمام مسیحیوں پر بھی اِلزام لگایا کہ یہ قیصر کے خِلاف سازِش کر کے یسوعؔ نامی ایک اَور شخص کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں ۔ شہر کے حاکم گھبرا گئے اور تقاضا کرنے لگے کہ یاسُونؔ اور اُس کے ساتھی اپنی ضمانت کرائیں ۔ اور غالباً یہ سخت حکم بھی جاری کیا کہ یاسونؔ کے مہمان شہر سے چلے جائیں ۔ ضمانت لینے کے بعد یاسُونؔ اور باقیوں کو چھوڑ دیا گیا ۔ تھسلنیکےؔ کے مسیحی بھائیوں نے فیصلہ کیا کہ اِن مُبشّروں کا شہر سے چلے جانا ہی بہتر ہے ۔ چنانچہ وُہ راتوں رات روانہ ہو کر بیریہؔ چلے گئے ۔

قابِلِ قدر بات یہ ہے کہ پَولُسؔ اور سیلاسؔ وہاں سے چلے تو گئے لیکن ایمانداروں کی ایک جماعت پیچھے چھوڑ گئے ۔ اِس جماعت نے مسیحی عقائد کی تعلیم پائی تھی ۔ وُہ اِتنے مُستحکم تھے کہ ظلم اور اذیّت اُن کے ایمان کو ہلا نہ سکی ۔ اعمال ۱۷ : ۲ سے ہم اِس نتیجے پر پُہنچتے ہیں کہ پَولُسؔ اور سیلاسؔ کا تھسلنیکےؔ میں قیام صِرف تین سبتوں کا تھا ۔ لیکن مُمکن ہے کہ یہ عرصہ صِرف اُن کے عبادت خانے میں تعلیم دینے ہی کا ہو ۔ ہو سکتا ہے کہ پَولُسؔ اور اُس کے ساتھی تین ۳ ماہ تک اِس شہر میں رہے ہوں ۔ پَولُسؔ کے خطُوط سے پتہ چلتا ہے کہ تھسلنیکےؔ کے مسیحی عقیدے اور ایمان سے وسیع واقفیت رکھتے تھے ۔ اِتنی تعلیم صِرف تین ۳ یا چار ۴ ہفتوں میں حاصِل نہیں ہو سکتی ۔

بیریہؔ سے پَولُسؔ اتھینےؔ چلا گیا (اعمال ۱۷ : ۱۵) ۔ وہاں اُس کو خبر مِلی کہ تھسلنیکےؔ کے

اِیمان داروں کو ایذائیں پُہنچائی جا رہی ہیں ۔ اُس نے اُن سے مِلنے کی کوشش کی مگر شیطان نے اُسے روکے رکھا (۱۔تھسلنیکیوں ۲: ۱۷، ۱۸)۔ چُنانچہ اُس نے تیمتھیُس کو اُن کے پاس بھیجا (۳: ۱، ۲)۔ تیمتھیُس نے واپس آ کر کافی حوصلہ افزا رپورٹ دی (۳: ۶-۸) اور اِسی سے پَولُس کو خط لکھنے کی تحریک ہُوئی۔ اِس خط میں وُہ اپنے اُوپر لگائے گئے اِلزامات کے سِلسلے میں اپنا دِفاع کرتا ہے۔ وُہ مسیحیوں سے کہتا ہے کہ اِس ثقافت کی مُروجہ بداخلاقی اور بدکاری سے الگ رہو۔ ایمان داروں میں مسیح میں مرنے والوں کے بارے میں کُچھ خدشات پائے جاتے تھے۔ پَولُس اِن خدشات کا ازالہ کرتا ہے۔ وُہ اُن لوگوں کو جِھڑکتا ہے جنہوں نے مسیح کی دُوسری آمد کے پیشِ نظر کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اور مُقدّسین کو تاکید کرتا ہے کہ اپنے رُوحانی پیشواؤں کی عِزّت کرو۔

ا۔تھسلنیکیوں کا ایک اہم موضُوع خُداوند یسوعؔ کی دُوسری آمد ہے۔ اِس کا ذِکر ہر باب میں ایک دفعہ ضرُور آیا ہے۔ جی۔ آر۔ ہارڈنگ وُوڈ نے اِن حوالوں کو یکجا کر کے ایک خوبصُورت خُلاصہ تیار کیا ہے جو یُوں ہے :

> وُہ مسیحی جو خُداوند یسوعؔ کی دوبارہ آمد کا مُنتظِر ہے، اُس کے پاس اِن باتوں کے لئے کوئی جگہ نہیں : (۱) دِل میں بُتوں کے لئے (۱: ۹، ۱۰)۔ (۲) خِدمت میں کوتاہی اور سُستی کے لئے (۲: ۹، ۱۹)۔ (۳) رفاقت میں فرقہ بندی کے لئے (۳: ۱۲، ۱۳)۔ (۴) ذہن میں کسی قسم کی افسُردگی اور پریشانی کے لئے (۴: ۱۳-۱۸)۔ (۵) زِندگی میں گناہ کے لئے (۵: ۲۳)۔

خاکہ

۱۔ سلام (۱:۱)

۲۔ تھسلنیکیوں کے ساتھ پولُس کے ذاتی تعلقات (۱:۲ - ۳:۱۳)
  ا۔ پولُس تھسلنیکیوں کی تعریف کرتا ہے (۱:۲-۱۰)
  ب۔ تھسلنیکے میں پولُس کی خدمت، پیغام اور کردار کا جائزہ (۲:۱-۱۲)
  ج۔ خوشخبری پر تھسلنیکیوں کے ردِّعمل کا جائزہ (۲:۱۳-۱۶)
  د۔ دوبارہ تھسلنیکے نہ آسکنے کے بارے میں پولُس کی وضاحت (۲:۱۷-۲۰)
  ہ۔ تھسلنیکے کے لئے تیمتھیُس کا مشن (۳:۱-۱۰)
  و۔ پولُس کی خصوصی دُعا (۳:۱۱-۱۳)۔

۳۔ عملی نصیحتیں (۴:۱- ۵:۲۲)
  ا۔ وہ تقدیس جو خدا کی مرضی کو پورا کرتی ہے (۴:۱-۸)
  ب۔ محبت جو دوسروں کا سوچتی ہے (۴:۹، ۱۰)
  ج۔ زندگی جو باہر والوں سے ہمکلام ہوتی ہے (۴:۱۱، ۱۲)
  د۔ اُمید جو ایمانداروں کو تسلی دیتی ہے (۴:۱۳-۱۸)
  ہ۔ خداوند کا دن (۵:۱-۱۱)
  و۔ مقدسین کو مختلف نصیحتیں (۵:۱۲-۲۲)

۴۔ تھسلنیکیوں کو الوداعی سلام (۵:۲۳-۲۸)

تفسیر

۱۔ سلام (۱:۱)

خط کا آغاز اُن تین۳ افراد کے ناموں سے ہوتا ہے جن پر "جہان کو باغی" کر دینے (اعمال ۱۷: ۶) کا اِلزام لگایا گیا تھا۔ اگرچہ یہ الزام اُن کو بدنام کرنے کی غرض سے لگایا گیا تھا، لیکن درحقیقت یہ اُن کی تعریف و توصیف تھی۔

"پولُس" اِس خط کا مُصنّف ہے۔ اُس وقت "سِلوانُس" اور "تیمُتھیُس" اُس کے ہمسفر تھے۔ اِس لئے اُس نے اُن کے نام بھی شامل کر لئے۔ "سِلوانُس" غالباً سیلاس ہی ہے جس نے فِلپی کے قید خانے میں پولُس کے ساتھ مِل کر حمد کے گیت گائے تھے (اعمال ۱۶: ۲۵)۔ "تیمُتھیُس" وہ چھوٹا بھائی ہے جو لُسترہ سے پولُس کے ساتھ اُس وقت مِلا جب وہ تھسلنیکے کے دَورہ پر روانہ ہونے والا تھا (اعمال ۱۶: ۱)۔

یہ خط "تھسلنیکیوں کی کلیسیا کے نام" لِکھا گیا "جو خُدا باپ اور خُداوند یسوع مسیح میں ہے"۔ جس لفظ کا ترجمہ ہم "کلیسیا" کرتے ہیں اُس زمانے میں یہ لفظ ہر قسم کی جماعت کے لئے اِستعمال ہوتا تھا۔ اِس لئے پولُس واضح کرنا چاہتا ہے کہ یہ کوئی بے دِینوں کی جماعت نہیں، بلکہ ایسی جماعت ہے جو "خُدا" کو "باپ" اور "یسوع مسیح" کو "خُداوند" مانتی ہے۔

سلام کے الفاظ "فضل اور اطمینان" میں وہ بہترین برکات شامل ہیں جو اِس زِندگی میں اِنسان کو مُیسّر آسکتی ہیں۔ "فضل" سے مُراد خُدا کی وہ مہربانی اور شفقت ہے جو وہ بے دریغ ہم پر کرتا ہے۔ "اِطمینان" وہ تسلّی اور سکون ہے جس میں اِس دُنیا کے کُچل ڈالنے والے شور و شر سے بھی کوئی خلل نہیں پڑتا۔ فضل سبب ہے اور اطمینان نتیجہ۔ پولُس دُہرے اِلٰہی نام کو دوبارہ استعمال کرتا ہے، کیونکہ دونوں یکساں طور پر ساری برکات کا سرچشمہ ہیں۔

۲۔ تھسلنیکیوں کے ساتھ پولُس کے ذاتی تعلقات

(۲:۱ - ۳:۱۳)

ا۔ پولُس تھسلنیکیوں کی تعریف کرتا ہے (۲:۱ - ۱۰)

۲:۱تا۳۔ پولُس دُعاؤں میں تھسلنیکیوں کو ہمیشہ یاد رکھتا تھا (کیا ہم اپنے مسیحی بھائیوں بہنوں کو ایسی وفاداری سے یاد رکھتے ہیں؟) اور ہمیشہ اُن کے "ایمان کے کام، محبّت کی محنت اور اُمید کے صبر کو یاد کر کے شکرگزاری کی دُعا مانگتا تھا۔

"ایمان کے کام" سے مُراد غالباً زیادہ تر اُن کا تبدیل ہو کر (ایمان لا کر) خُدا کے پاس آنا ہے۔ یہاں "ایمان" کو "کام" کہنے سے ہمیں وُہ موقع یاد آتا ہے جب کُچھ لوگوں نے یسوع سے پُوچھا تھا کہ "ہم کیا کریں تاکہ خُدا کے کام انجام دیں؟" اور یسوع نے جواب میں اُن سے کہا تھا کہ "خُدا کا کام یہ ہے کہ جسے اُس نے بھیجا ہے اُس پر ایمان لاؤ" (یُوحنّا ۶: ۲۸-۲۹)۔ اِس مفہوم میں ایمان ایک عمل یا کام ہے۔ لیکن یہ ایسی محنت نہیں ہے جس سے اِنسان کوئی ثواب کماتا ہے یا جس پر فخر کر سکتا ہے۔ درحقیقت فقط یہی ایک کام ہے جس کے کرنے سے اِنسان نجات دہندہ مسیح کا جلال کم نہیں کرتا اور نہ اپنے بےبس اور لاچار گنہگار ہونے کا اِنکار کرتا ہے۔ ایمان ایک بے ثواب کام ہے جس کے وسیلے سے مخلوق اپنے خالق کو اور گنہگار اپنے منجّی کو تسلیم کر لیتا ہے۔ "ایمان کے کام" کی اِصطلاح میں ایمان کی "زندگی" بھی شامل ہے جو ایمان لانے کے بعد شروع ہوتی ہے۔

اُن کے "ایمان کے کام" کے عِلاوہ پولُس اُن کی "محبّت کی محنت" کو بھی یاد کرتا ہے۔ اِس سے مُراد خُدا کے لئے وہ خدمت ہے جس کی محرک خُداوند یسوع کے لئے "محبّت" ہے۔ مسیحیت ایسی زندگی نہیں جسے فرض سمجھ کر برداشت کرنا پڑتا ہے بلکہ محبّت کی خاطر ایک شخص کی خدمت ہے۔ اُس کی غلامی کامل آزادی ہے اور اُس کی محبّت "غیر دلچسپ چاکری کو بھی اِلٰہی لطافت عطا کر دیتی ہے"۔ محبّت کے مُقابلے میں نفع کی غرض نہایت گھٹیا اور بے ڈھنگی ترغیب ہے۔ مسیح کی محبّت اُس خدمت کی ترغیب دیتی ہے جس کی تحریک روپیہ پیسہ نہیں دے سکتا۔ تھسلنیکے کے مسیحی اِس حقیقت کی جیتی جاگتی شہادت تھے۔

پھر پولُس اُن کی "اُمید کے صبر" کے لئے شکرگزاری کرتا ہے۔ اِس سے مُراد ہے

کہ وُہ مُستقل مزاجی سے یسوع کا اِنتظار کرتے تھے۔ اُنہوں نے مسیح کا دلیرانہ اِقرار کیا تھا۔ اِسی وجہ سے ایذا رسانی میں سے گُزر رہے تھے۔ لیکن اُن کی ثابت قدمی میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی تھی۔

اِس یادگاری کی اہمیّت اِن الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے کہ "اپنے خُدا اور باپ کے حضور"۔ جب پولُس دُعا میں خُدا کی حضوری میں داخل ہوتا تھا تو وُہ مُقدسوں کی رُوحانی پیدائش اور ترقی کو یاد کرتا اور اُن کے ایمان، محبّت اور اُمید کے لئے شُکرگزاری کرتا تھا۔

۱:۴۔ رسُول کو یقین ہے کہ خُدا نے اِن مُقدسوں کو دُنیا کی تخلیق سے پہلے چُن لیا اور "برگزیدہ" کیا تھا۔ لیکن اُس کو کیسے معلوم ہُوا؟ کیا اُسے کوئی فوق الفطرت بصیرت حاصل تھی؟ نہیں۔ بلکہ جس طرح اُنہوں نے خُوشخبری کو قبول کیا تھا اُسی سے پتہ چلتا تھا کہ وُہ برگزیدہ ہیں۔

"برگزیدگی" کے عقیدے کی تعلیم کی رُو سے خُدا نے دُنیا کی بُنیادیں رکھنے سے پہلے ہی بعض لوگوں کو مسیح میں چُن لیا ہے (اِفسیوں ۱:۴)۔ تاہم یہ تعلیم نہیں مِلتی کہ اُس نے بعض کو ہلاک ہونے کے لئے چُن لیا۔ اگر اِنسان بالآخر ہلاک ہوتا ہے تو صِرف اپنے گُناہ اور بے اعتقادی کے باعث ہوتا ہے۔

جو بائبل برگزیدگی کی تعلیم دیتی ہے وُہی بائبل اِنسان کی ذمّہ داری یا آزادیٔ اِنتخاب کی تعلیم بھی دیتی ہے۔ خُدا ہر جگہ اِنسانوں کو نجات کی سچّی پیشکش کرتا ہے۔ جو کوئی مسیح کے پاس آتا ہے اُس کا گرمجوشی سے اِستقبال کیا جاتا ہے۔

یہ دو عقائد یعنی برگزیدگی اور آزادیٔ انتخاب اِنسانی ذہن میں ایسی کشمکش پیدا کر دیتے ہیں جن میں مصالحت ممکن نہیں۔ بائبل مقدس دونوں کی تعلیم دیتی ہے اور ہمیں دونوں پر ایمان رکھنا چاہئے خواہ اِن میں ہم آہنگی پیدا نہ کر سکیں۔

ہمیں معلوم نہیں کہ یہ چُنے ہُوئے لوگ کون ہیں۔ اِس لئے ہمارا فرض ہے کہ دُنیا میں ہر جگہ خُوشخبری پھیلائیں۔ گُنہگاروں کو برگزیدگی کے عقیدہ کو ایمان نہ لانے کے لئے عُذر کے طور پر اِستعمال نہیں کرنا چاہئے۔ اگر وُہ توبہ کریں اور خُداوند یسوع مسیح پر ایمان لائیں تو خُدا اُنہیں نجات دے گا۔

۱:۵ - "ہماری خوشخبری" سے پولُس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اُس کا پیغام دُوسرے رسُولوں سے الگ اور فرق ہے - مواد ایک ہی ہے، صرف پیغام لانے والے الگ الگ ہیں - تھسلنیکیوں نے اِس پیغام کو صرف ایک مذہبی وعظ نہیں جانا تھا - اُن تک یہ خوشخبری اگرچہ لفظی طور پر پہنچی تھی، مگر صرف لفظ ہی لفظ نہیں تھی -

یہ خوشخبری قدرت اور رُوح القُدس اور پُورے اعتقاد کے ساتھ اُن تک پہنچی تھی (۱) "قُدرت کے ساتھ" - اِس پیغام نے فوق الفِطرت طاقت کے ساتھ اُن کی زِندگیوں میں کام کیا تھا جس سے گُناہ کی قائلیت اور توبہ اور نئی پیدائش رُونما ہُوئی تھی - (۲) "رُوح القُدس کے ساتھ" - یہ طاقت رُوح القُدس نے پیدا کی تھی - (۳) "پُورے اعتقاد کے ساتھ" - پولُس اپنے پیغام پر اعتقاد رکھتا اور پُورے اعتماد کے ساتھ اُس کی منادی کرتا تھا - اور تھسلنیکیوں نے اسے "پُورے اعتقاد" کے ساتھ خُدا کا کلام مانا تھا - نتیجہ یہ ہُوا کہ اُن کی زندگی میں ایمان کا پُورا اعتقاد پیدا ہُوا -

اب پولُس اُن کو اپنا کردار یاد دِلاتا ہے جو اُن کے درمیان رہتے ہُوئے اُس نے دِکھلایا تھا - نہ صرف وہ خوشخبری کی منادی کرتا تھا، بلکہ اُس کے مُطابق زِندگی بھی گزارتا تھا - پاکیزہ زِندگی سب سے مؤثر وعظ ہوتی ہے -

۱:۶ - چُنانچہ پولُس کہہ سکتا ہے کہ "تُم ... ہماری اور خُداوند کی مانند بنے" - توقع تو کی جا سکتی کہ وہ کہتا کہ "تُم ... خُداوند کی اور ہماری مانند بنے" - یعنی خُداوند کو اوّل مقام دیتا - لیکن یہاں وہ اُس ترتیب کو پیش کرتا ہے جو اُن کے تجربے کے مُطابق ہے - خُداوند یسوع کے ساتھ اُن کا اوّلین تعارف اِس رسُول کی زِندگی کے وسیلے سے ہُوا تھا -

یہ کتنا سنجیدہ خیال ہے کہ لوگ ہم میں مسیح کو دیکھنا چاہتے ہیں - اِسی طرح وہ لوگ خُداوند اور رسُولوں کے نمونے کی پیروی کرتے تھے - باہر تو "مُصیبت" تھی، لیکن اندر (دِلوں میں) "خوشی" تھی - یہ بالکل غیر معمولی میل (امتزاج) ہے - اِس دُنیا کے آدمی کے لئے مُصیبت اور خوشی کو بہ یک وقت محسُوس کرنا ناممکن ہے - اُس کے لئے تو غم خوشی کی ضِد ہے - مسیحی کو "رُوح القُدس کی وہ خوشی" حاصِل ہوتی ہے جو حالات سے آزاد اور بالا ہوتی ہے - اُس کے لئے خوشی کی ضِد گُناہ ہوتا ہے -

"مُصیبت" جو وہ برداشت کر رہے تھے، ایمان لانے کے باعث ایذا رسانی کی

مُصیبت تھی۔

۱:۷ - تھسلنیکے کے مسیحی ایک نمونہ بن گئے۔ اوّل، ایذا رسانی کے درمیان اُن کی خوشی "مکدنیہ اور اخیہ" کے ایمان داروں یعنی سارے یونان کے مسیحیوں کے لئے ایک نمونہ تھی۔

۱:۸ - لیکن اُن کی گواہی یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی تھی، بلکہ وُہ اَوروں کو مسیح کے پاس لانے کے لئے مسیحی تھے۔ تالاب میں لہروں کی طرح "خُداوند کا کلام" وسیع سے وسیع تر حلقوں میں پھیلتا گیا۔ پہلے "مکدنیہ اور اخیہ" میں پھر "ہر جگہ" یہ پہنچ گیا۔ بہت جلد "خُدا پر" اُن کے "ایمان" کی شہرت اِتنی پھیل گئی کہ پولُس کو حاجت نہ رہی کہ اُس کا بیان کرے۔ لوگوں کو پہلے ہی معلوم ہوتا تھا۔

ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ برکتیں ہم تک آ کر رُک جائیں، بلکہ ہم کو وُہ ذریعہ ثابت ہونا چاہئے جس سے برکتوں کا دھارا دُوسروں کی طرف بہے۔ خُدا ہمارے دِلوں میں اِس لئے چمکتا ہے کہ نُور کی کرنیں دُوسروں تک پہنچیں (۲-کرنتھیوں ۴:۶)۔ اگر ہم نے واقعی آبِ حیات پیا ہے تو ہم سے زندگی کے پانی کی ندیاں جاری ہوں گی (یُوحنا ۷: ۳۷-۳۸)۔

۱:۹ - یہ بات عام مشہور ہو گئی تھی کہ تھسلنیکے میں رسُول اور اُس کے ہم خِدمتوں کا شاہانہ استقبال کیا گیا تھا۔ اور اِس بات کا بھی چرچا تھا کہ بہت سے لوگوں کی زندگی میں زبردست تبدیلی آ گئی تھی۔ وُہ اپنے بے دِینی کے بُتوں کو چھوڑ کر خُدا کی طرف پھرے تھے اور اپنی مرضی اور ارادہ کو غلاموں کی طرح خُدا کے تابع کر دیا تھا۔

غور کریں کہ وُہ "بُتوں سے پھر کر خُدا کی طرف رجُوع ہوئے"۔ یہ نہیں کہ وُہ بُتوں سے اکتا گئے تھے اور اُنہوں نے سوچا کہ چلو خُدا کو بھی موقع دے کر دیکھ لیتے ہیں۔ نہیں، بلکہ وُہ خُدا کی طرف رجُوع ہوئے اور اُن کو تسلّی اور سیری حاصل ہوئی۔ خُدا کو ایسا خاطر خواہ پایا کہ اُنہوں نے بُتوں کو ترک کر دیا۔

وُہ نظر جس نے پطرس کو پگھلا دِیا۔
وُہ چہرہ جو ستِفنُس نے دیکھا۔
وُہ دِل جو مریم کے ساتھ مِل کر رو دِیا۔

صرف وُہی ہمیں بُتوں سے دُور ہٹا سکتا ہے۔

اِس بیان میں ایک اِستعجاب اور لرزہ کا اِحساس ہوتا ہے۔ ہمیں یہ اِحساس ہمیشہ رہنا چاہئے۔ دو آدمی خُداوند کا کلام لئے ہُوئے ایک بُت پرست شہر میں آتے ہیں۔ وُہ رُوح کی قوّت میں انجیل کی خوشخبری کی منادی کرتے ہیں۔ نئی پیدائش کا معجزہ رُونما ہوتا ہے۔ مَرد و زَن نجات دہندہ میں اِتنے مسرُور اور بےخُود ہو جاتے ہیں کہ اپنے بُتوں کو ترک کر دیتے ہیں۔ پھر ایمان داروں کی مقامی جماعت خُدا کی حمد وستائش کر رہی ہے۔ پاکیزگی کی زِندگی بسر کر رہی ہے۔ بڑی دلیری سے اذیتوں کو برداشت کر رہی ہے اور دُوسروں کو مسیح کے لئے جیت رہی ہے۔ واقعی خُداوند کی خِدمت بُلاہٹوں کی شہزادی ہے۔

۱:۱۰۔ تھسلنیکے کے ایمان دار نہ صرف زِندہ اور حقیقی خُدا (مقابلے میں بُت بے جان اور جھُوٹے ہوتے ہیں) کی عبادت (اور خدمت) کرتے تھے، بلکہ خُداوند یسوع کا اِنتظار کرتے تھے۔ اُن کی توقعات کی تفصیل پر غور کریں:

۱- شخص — "خُدا کا بیٹا"
۲- مقام — "آسمان پر سے"
۳- اِقرار — "جِسے اُس نے مُردوں میں سے جلایا"
۴- قیمتی نام — "یسوع"
۵- اُمید — "وُہ ہم کو آنے والے غضب سے بچاتا ہے"

اِس طرح ہمیں آیات ۹ اور ۱۰ میں تھسلنیکیوں کے تجربے کے تین پہلو نظر آتے ہیں:

۱- پھرنا ("ایمان کے کام" سے مشابہت دیکھیں - آیت ۳)
۲- بندگی (عبادت/ غُلامی) کرنا ("محبت کی محنت" سے مشابہت دیکھیں - آیت ۳)
۳- اِنتظار ("اُمید کے صبر" سے مشابہت دیکھیں - آیت ۳)

جی- آر- ہارڈنگ وُوڈ مندرجہ ذیل تجزیہ پیش کرتا ہے:

پیروی کرنا	خُدا کی طرف دیکھنا
خِدمت کرنا	کھیتوں پر نظر کرنا

اِنتظار کرنا ـــــــ یسوع کی راہ دیکھنا

تھسلنیکے کے ایمان دار خُدا کے بیٹے کے آسمان پر سے آنے کے منتظر تھے۔ اِس میں یہ مفہُوم مُضمر ہے کہ اُن کی زِندگی ہی میں بلکہ زِندگی میں کِسی بھی لمحے اُس کے آنے کا اِمکان ہے۔ مسیحی کی اُمید ہی یہ ہے کہ خُداوند یسوع بہُت جلد آنے والا ہے۔ نئے عہدنامہ کے کئی حوالوں میں اِس کا بیان ہے۔ اِن میں سے چند ایک یہ ہیں:

لُوقا ۱۲: ۳۶۔ "تم اُن آدمیوں کی مانند بنو جو اپنے مالِک کی راہ دیکھتے ہوں"۔

رومیوں ۸: ۲۳۔ "... لے پالک ہونے یعنی اپنے بدن کی مخلصی کی راہ دیکھتے ہیں"۔

۱۔ کرنتھیوں ۱۱: ۲۶۔ "کیونکہ جب کبھی تم یہ روٹی کھاتے اور اِس پیالے میں سے پیتے ہو تو خُداوند کی موت کا اظہار کرتے ہو جب تک وُہ نہ آئے"۔

۲۔ کرنتھیوں ۵: ۲۔ "چنانچہ ہم اِس میں کراہتے اور بڑی آرزُو رکھتے ہیں کہ اپنے آسمانی گھر سے ملبّس ہو جائیں"۔

گلتیوں ۵: ۵۔ "کیونکہ ہم رُوح کے باعث ایمان سے راست بازی کی اُمید بر آنے کے مُنتظِر ہیں"۔

فِلپّیوں ۳: ۲۰۔ "ہم ایک مُنجّی یعنی خُداوند یسوع مسیح کے وہاں سے آنے کے اِنتظار میں ہیں"۔

فلپّیوں ۴: ۵۔ "خُداوند قریب ہے"۔

طِطُس ۲: ۱۳۔ "اُس مُبارک اُمید یعنی اپنے بُزرگ خُدا اور مُنجّی یسوع مسیح کے جلال کے ظاہر ہونے کے مُنتظِر رہیں"۔

عبرانیوں ۹: ۲۸۔ "مسیح ... دُوسری بار بغیر گُناہ کے نجات کے لئے اُن کو دِکھائی دے گا جو اُس کی راہ دیکھتے ہیں"۔

یعقُوب ۵: ۷-۹۔ "پس اے بھائیو! خُداوند کی آمد تک صبر کرو ... کیونکہ خُداوند کی آمد قریب ہے ... دیکھو مُنصِف دروازے پر کھڑا ہے"۔

۱۔ پطرس ۴: ۷۔ "سب چیزوں کا خاتمہ جلد ہونے والا ہے"۔

۱۔ یُوحنّا ۳: ۳۔ "جو کوئی اُس سے یہ اُمید رکھتا ہے اپنے آپ کو ویسا ہی پاک کرتا ہے

جیسا وُہ پاک ہے"۔

یہُوداہ ۲۱ - "... ہمیشہ کی زِندگی کے لئے ہمارے خُداوند یسُوع مسیح کی رحمت کے مُنتظر رہو"۔

مکاشفہ ۳: ۱۱ - "مَیں جَلد آنے والا ہُوں"۔

۲۲: ۷ - "دیکھ، مَیں جَلد آنے والا ہُوں"۔

۲۲: ۱۲ - "دیکھ، مَیں جَلد آنے والا ہُوں"۔

۲۲: ۲۰ - بیشک مَیں جَلد آنے والا ہُوں - آمین - اے خُداوند یسُوع آ"۔

ہر مسیحی جانتا ہے کہ مُجھے مَوت میں سے گُزرنا ہو گا - لیکن یہ بھی جانتا ہے کہ خداوند کِسی بھی لمحہ آ جائے گا اور ایسی صُورت میں مَیں بغیر مَرے آسمان میں داخل ہُوں گا۔

اِس سے پیشتر کہ مسیح اپنے لوگوں کی خاطر آئے کِسی نبوّت کے پُورے ہونے کی ضرُورت نہیں - یہ خُدا کے پروگرام میں اگلا عظیم واقعہ ہے۔

اگر کِسی واقعہ یا وقفۂ وقت نے مداخلت کرنی ہے تو ہم یہ اُمید نہیں رکھ سکتے کہ خُداوند کِسی بھی لمحہ آ جائے گا - بڑی مُصیبت سے پہلے فضائی اِستقبال کی اُمید ہی ایک چیز ہے جو ایمان دار کو اجازت دیتی ہے کہ آج ہی اُس کی آمد کی راہ دیکھے - باقی نظریات اُس کی جلد آمد کی اُمید کو ترک کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

ہم جِس ہستی کے "آنے کے منتظر" ہیں وُہ یسُوع ہے "جو ہم کو آنے والے غضب سے بچاتا ہے"۔ آنے والے منجّی کے اِس بیان کو دُو طرح سے سمجھا جا سکتا ہے :

۱۔ وُہ ہم کو ہمارے گُناہوں کی ابدی سزا سے بچاتا ہے - صلیب پر اُس نے ہمارے گناہوں کے خِلاف خُدا کے "غضب" کو برداشت کِیا - اُس پر ایمان کے وسیلے سے اُس کی قُربانی ہمارے حِساب میں شمار ہوتی ہے - چنانچہ اب سے ہم پر سزا کا حُکم نہیں اِس لئے کہ ہم مسیح یسُوع میں ہیں (رومیوں ۸: ۱)۔

۲۔ وُہ ہمیں عدالت کے اُس دَور سے بھی بچاتا ہے جب اِس دُنیا پر جِس نے خُدا کے بیٹے کو رَدّ کیا خُدا کا "غضب" اُنڈیلا جائے گا - اُس زمانے کو بڑی مُصیبت اور یعقوب کی مُصیبت کا زمانہ کہا جاتا ہے (دانی ایل ۹: ۲۷؛ متّی ۲۴: ۴-۲۸؛ ۱۔تھسلنیکیوں ۵: ۱-۱۱؛ ۲۔تھسلنیکیوں ۲: ۱-۱۲؛ مکاشفہ ۶: ۱ - ۱۹: ۲۰)۔

ب۔ تھِسلنیکے میں پولُس کی خِدمت، پیغام اور کردار کا جائزہ (۲: ۱- ۱۲)

۲:۱۔ ۱:۵ کے آخری حِصّے میں پولُس نے تھِسلنیکے میں اپنے قیام کے دَوران اپنے ذاتی کردار کی طرف اِشارہ کیا ہے۔ اب وہ اپنے طرزِ زندگی، پیغام اور خِدمت کا ایک تفصیلی جائزہ پیش کرتا ہے۔

نُکتہ یہ ہے کہ ایک مسیحی کی بُنیادی خِدمت اُس کے کِردار کی خِدمت ہے (یعنی وُہ خِدمت جو وُہ اپنے کِردار سے کرتا ہے)۔ جو کُچھ ہم ہیں وُہ اُس سے کہیں زیادہ اہم ہے جو کُچھ ہم کہتے ہیں۔ ہمارا غیر ارادی اثر ہمارے ارادی اثر سے زیادہ بلند آواز ہوتا ہے۔ جیمز ڈینی کہتا ہے کہ:

> ایک مسیحی کا کِردار ہی اُس کا سرمایہ ہوتا ہے۔ کئی دُوسرے کاموں میں اِنسان کا کِردار کُچھ بھی ہو، اگر اُس کا بینک بیلنس کافی ہو تو اُس کا کام چلتا رہتا ہے۔ لیکن اگر ایک مسیحی کا کِردار جاتا رہے تو اُس کا سب کُچھ جاتا رہتا ہے۔

شہید مشنری جِم ایلیئٹ اپنے جریدے میں لِکھتا ہے کہ:

> اگر کسی اَور جگہ نہیں تو رُوحانی کام میں کارِندے کا کِردار اُس کے کام کے معیار کا تعین کرتا ہے ... پَولُس تھِسلنیکیوں سے جو کُچھ کہتا ہے اُس کے ثبوت میں اپنا کِردار اور طرزِ زِندگی پیش کرتا ہے۔ اِس پہلے خط میں وُہ نو ۹ دفعہ "تم آپ جانتے ہو" کہتا ہے اور یُوں اُن کی طرف سے اپنی شخصی اور مُعاشرتی زِندگی کا حوالہ دیتا ہے۔ پَولُس نے تھِسلنیکے میں وُہ زِندگی بسر کی جو اُس کی تعلیمات کی بھرپُور مثال دیتی تھی۔ مثال ہی کیا بلکہ ایسا ثبوت فراہم کرتی تھی جو قائل کر دیتا ہے۔ اگر بادشاہی میں اِتنا کام گھٹیا اور غیر معیاری ہے تو حیرانی کیسی۔ کارِندے کے اخلاقی کِردار کو تو دیکھو۔

اِن آیات میں رسُول شاید اُن لوگوں کے خِلاف اپنا دِفاع کر رہا ہے جو اُس پر جُھوٹے اِلزامات لگاتے تھے۔ کُچھ بھی ہو، پہلے وُہ تھِسلنیکیوں کو یاد دِلاتا ہے کہ میری خِدمت کامیاب ہے۔ تُم خود زِندہ ثبُوت ہو کہ اِس کا کام پھلدار رہا ہے۔ تُم آپ جانتے ہو کہ

میرا آنا "بے فائدہ" نہیں گیا - تُم ایمان لائے اور ایک کلیسیا قائم ہو گئی -

۲:۲ - پھر اُس کی خِدمت دلیرانہ خِدمت تھی - "فلپّی میں" اُس کی سخت مخالفت ہُوئی اور اُس سے بہُت بُرا سلُوک کِیا گیا تھا - اُسے اور سیلاس کو قید کر دیا گیا - لیکن وُہ اِس سے نہ ڈرے، نہ بے حوصلہ اور خوفزدہ ہُوئے، بلکہ وُہ تھسلنیکے میں آ گئے اور یہاں مخالفت کے باوجود اُس دلیری کے ساتھ جو صِرف خُدا دیتا ہے "خوشخبری" سُناتے رہے - کوئی کمزور دِل شخص ہوتا تو ہم مزاج سامعین میں خِدمت کرنے کی کوشش کرتا - مگر پَولُس ایسا نہیں! وُہ زبردست مُخالفت کے باوجُود بے خوف ہو کر انجیل کی منادی کرتا ہے - یہ رُوح القُدس کی معمُوری کا نتیجہ تھا -

۲:۳ - رسُول انجیل پر ایمان لانے کی "نصیحت" کرتا ہے - اُس کی نصیحت کا سرچشمہ سچّا، نیّت صاف اور طریقہ قابلِ اعتماد تھا - جہاں تک سرچشمے کا تعلق ہے تو یہ نصیحت کِسی جھُوٹے عقیدے سے نہیں نِکلی بلکہ اِس کی بنیاد خُدا کی سچائی پر ہے - جہاں تک نیّت کا تعلق ہے، رسُول تھسلنیکیوں کو بے غرض اور بے لوث نظروں سے دیکھتا ہے - اُسے کوئی خواہش نہیں کہ بعد میں نفع حاصل ہو گا، بلکہ اُسے صِرف اُن کی بھلائی مقصُود ہے - لگتا ہے کہ اُس کے دُشمن اُس پر بدعت پھیلانے، مکر و فریب کرنے اور نفسانی خواہشات کا اِلزام لگا رہے تھے -

۲:۴ - پَولُس خِدمت کو ایک مُقدّس مُختاری سمجھتا تھا - وُہ مختار تھا جِسے خُدا نے "مقبول" کیا تھا - اور انجیل یعنی "خوشخبری" وُہ قیمتی خزانہ ہے جو خُدا نے اُس کے "سپُرد" کیا تھا - اُس کی ذمّہ داری تھی کہ دیانتداری سے پیغام دُوسروں تک پہنچائے - اور پروا نہ کرے کہ اِنسان کا ردِّ عمل کیا ہوتا ہے - وُہ جانتا تھا کہ مَیں خُدا اور اِنسان دونوں کو خوش نہیں کر سکتا - چنانچہ اُس نے خُدا کو خوش کرنے کا چناؤ کیا "جو ہمارے دِلوں کو آزماتا" اور اُس کے مطابق اجر دیتا ہے -

مُختار کا فرض ہوتا ہے کہ جو اُسے تنخواہ دیتا ہے اُس مالِک کو خوش کرے - مُبشّروں اور مُبلّغوں کو کئی دفعہ آزمائش آتی ہے کہ پُوری سچّائی کا بیان نہ کریں - اُنہیں مالی اِمداد کرنے والوں کی طرف سے ردِّ عمل کا خوف ہوتا ہے لیکن مالک تو خُدا ہے اور وُہ جانتا ہے کہ کِن موقعوں پر پیغام کو دبا دیا گیا ہے -

۵:۲ - آیات ۵ تا ۱۲ میں پولس تھسلنیکے میں اپنے کردار کا بیان کرتا ہے ۔ اسی طرح اُس نے مسیح کے تمام خادموں کے لئے ایک قابلِ قدر اور قابلِ تقلید نمونہ چھوڑا ہے ۔

اوّل - اُس نے نتائج حاصل کرنے کے لئے کبھی خوشامد اور ریاکاری سے کام نہیں لیا ۔ اُس کی باتیں سچّی اور صاف ہوتی تھیں ۔ اُس کی نیّت میں کوئی کھوٹ نہیں ہوتا تھا ۔

دوم - اُس نے خُداوند کے کام کو اپنی خُودغرضانہ اور لالچی خواہشات کو پُورا کرنے کے لئے کبھی "پردہ" نہیں بنایا ۔ اُس کی خدمت مطلب براری کا لبادہ نہیں تھی ۔ خوشامد کے الزام کے سلسلے میں وُہ مقدسین سے اپیل کرتا ہے ۔ لیکن لالچ اور حرص کے الزام کے جواب میں وُہ خُدا سے اپیل کرتا ہے ، کیونکہ صرف وہی دِلوں کو پڑھ سکتا ہے ۔

۶:۲ - یہاں اِس عظیم مردِ خُدا کے کردار کے بارے میں ہمیں ایک اَور بصیرت حاصل ہوتی ہے ۔ "مسیح کے رسُول ہونے کے باعث" پولُس اور اُس کے ہم خدمت تھسلنیکیوں سے مالی اِمداد (یہاں "بوجھ ڈالنا" کہا گیا ہے) حاصِل کرنے کا حق رکھتے تھے ۔ لیکن اُنہوں نے اُن پر بوجھ نہ ڈالنے کا ارادہ کر رکھا تھا ۔ اِس لئے وُہ اپنی ضرُوریات پُوری کرنے کے لئے دِن رات محنت کرتے تھے ۔ لیکن کرنتھس میں مُعاملہ فرق تھا ۔ وہاں پولُس کے ہاتھ سے محنت کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اُس کے نکتہ چینوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ پولُس روپیہ پیسہ کی خاطر منادی کرتا پھرتا ہے ۔ لیکن تھسلنیکے میں اِس لئے اپنے ہاتھوں سے محنت کرتا تھا کہ وہاں کے مقدسین غریب اور ایذا رسیدہ تھے ۔ وُہ اُن کے بوجھ میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا تھا ۔

۷:۲ - وُہ خُدا کی میراث پر رُعب نہیں ڈالتا ، بلکہ "نرمی کے ساتھ" اُن کو پالتا ہے "جس طرح ماں اپنے بچّوں کو پالتی ہے" ۔ پولُس کو احساس تھا کہ نومُریدوں کو "پالنے" کی ضرُورت ہے ۔ چنانچہ وُہ ماں کی سی فِکرمندی کے ساتھ خِدمت کرتا ہے ۔

۸:۲ - اُن کے لئے اُس کی محبّت بھری فِکرمندی اِتنی گہری تھی کہ وُہ اُن سے کُچھ لینے کی بجائے اُن کو دینا چاہتا تھا ۔ وُہ "خُدا کی خُوشخبری" سردمہری اور بے توجہی سے نہیں دیتا تھا ، بلکہ یہ خوشخبری اُس کے دِل وجان سے اُٹھتی تھی ۔ وُہ اُن سے محبّت رکھتا تھا

اور محبّت قیمت کی پروا نہیں کیا کرتی ۔ اپنے مالک کی طرح وُہ اِس لئے نہیں آیا تھا کہ خِدمت لے بلکہ اِس لئے کہ خِدمت کرے اور اپنی جان دے (مرقس ۱۰: ۴۵)۔

۲: ۹ ۔ پَولُس کی بے لوثی اور بے غرضی کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ وُہ اپنے گزارے کے لئے خیمہ دوزی کرتا ہؤا نظر آتا ہے تاکہ (خوشخبری کے لئے) "وُہ کِسی پر بوجھ" نہ بنے۔ بیشک یہ دُرست ہے کہ خوشخبری کے خادِم کا حق ہے کہ دُوسرے مسیحیوں سے مالی امداد حاصِل کرے، لیکن اگر وُہ کبھی ضرُورت کے وقت اپنے اس حق سے دستبردار ہو جائے تو بہت قابِلِ قدر اور قابِلِ تعریف بات ہے ۔ مسیح کا سچّا خادم خوشخبری سُناتا رہتا ہے ۔ اُسے فِکر نہیں ہوتی کہ پَیسے مِلتے ہیں یا مجُھے اپنی ضروریات کے لئے خُود کمانا پڑتا ہے۔ اِن الفاظ پر غور کریں کہ "محنت اور مشقت" اور "رات دِن"۔ خوشخبری پر تھسلنیکیوں کا کُچھ خرچ نہ آیا، لیکن پَولُس کو بہت خرچ کرنا پڑا۔

۲: ۱۰ ۔ ایمان دار گواہی دے سکتے تھے کہ ہمارے ساتھ پَولُس کا سلُوک مثالی رہا ہے ۔ اور "خُدا بھی" گواہ ہے کہ وُہ پاکیزہ، راست باز اور بے عیب ہے ۔ پاکیزہ سے مُراد ہے کہ خُدا کے لئے گُناہ سے الگ کیا ہؤا ہے ۔ راست بازی یعنی کردار اور برتاؤ میں بالکُل دُرست ۔ بے عیب یعنی خُدا اور اِنسان کی نظر میں بے الزام ۔ اگر پاکیزگی بہترین وعظ ہے تو پَولُس عظیم واعظ تھا ۔ وُہ کِسی ایسے واعظ کی مانند نہ تھا جِس کی خُوش کلامی اور خوش تقریری اُس کے کِردار سے بڑھ کر ہوتی ہے ۔

۲: ۱۱ ۔ آیت ۷ میں پَولُس نے اپنے آپ کو ایک فِکرمند ماں کے مشابہ ٹھہرایا تھا ۔ اب وُہ مشفق باپ کے مُشابہ ٹھہراتا ہے ۔ ماں نرمی اور شفقت کی تصویر ہے تو "باپ" حِکمت اور نصیحت کا منبع ہوتا ہے ۔ "باپ کی طرح" وُہ انہیں پاک زِندگی بسر کرنے کی "نصیحت" کرتا اور حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ مُصیبتوں اور اذیتوں کے باوجُود خُداوند میں قائم رہیں ۔ اور گواہی دیتا ہے کہ خُدا کی مرضی اور کلام کی فرمانبرداری باعثِ برکت ہوتی ہے ۔

۲: ۱۲ ۔ پَولُس کی خِدمت کا مقصد یہ تھا کہ مُقدسین کا "چال چلن" "خُدا کے بُلاوے کے لائق ہو" جِس نے اُن کو "اپنی بادشاہی اور جلال میں" شامِل ہونے کے لئے بُلایا ہے ۔ اپنے آپ سے ہم خُدا کے لائق یا آسمان میں جگہ پانے کے لائق نہیں ہو سکتے ۔

ہماری اہلیّت یا لیاقت صِرف خُداوند یسوؔع مسیح میں ہے۔ لیکن چونکہ ہم خُدا کے فرزند ہیں اِس لئے توقع کی جاتی ہے کہ ہم اپنے اعلیٰ بُلاوے کے مُطابق زِندگی گُزاریں۔ اور یہ اُسی صُورت میں مُمکن ہے کہ اپنے آپ کو رُوحُ القُدس کے تابع کر دیں اور اپنے گُناہوں کا اِقرار کر کے اُن کو چھوڑ دیں۔

تمام نجات یافتہ لوگ خُدا کی "بادشاہی" کی رعیّت ہیں۔ اِس زمانے میں یہ بادشاہی نادیدنی ہے اور بادشاہ موجُود نہیں ہے۔ لیکن بادشاہی کی اخلاقی تعلیمات کا اِطلاق ہم سب پر ہوتا ہے۔ جب خُداوند یسوؔع بادشاہی کرنے کو واپس آئے گا تو سلطنت (بادشاہی) دیدنی طور پر قائم ہوگی۔ اُس دِن ہم بادشاہ کے جلال میں شریک ہوں گے۔

ج۔ خوشخبری پر تھسلُنیکیوں کے ردِّ عمل کا جائزہ (۲: ۱۳-۱۶)

۲: ۱۳۔ اَب پَولُسؔ پھر اُس موضُوع کو چھیڑتا ہے جس کا اِشارہ ۱: ۵ میں کیا تھا: یعنی خوشخبری کی منادی پر تھسلنیکیوں کا ردِّ عمل۔ جب اُنہوں نے پیغام سُنا تو اُسے آدمیوں کے نہیں بلکہ خُدا کے کلام کے طور پر قبول کیا۔ پَولُسؔ اِس بات کو بڑے مؤثر انداز میں پیش کرتا ہے:

> اِس واسطے ہم بھی بلاناغہ خُدا کا شُکر کرتے ہیں کہ جب خُدا کا پیغام ہماری معرفت تمہارے پاس پہنچا تو تُم نے اُسے آدمیوں کا کلام سمجھ کر نہیں بلکہ (جیسا حقیقت میں ہے) خُدا کا کلام جان کر قبول کیا اور وُہ تُم میں جو ایمان لائے ہو تاثیر بھی کر رہا ہے۔

پَولُسؔ بے حد شُکر گزار ہے کہ اُنہوں نے کلام کو سُنا اور قبول کیا۔ یہ اُس کی بے لَوثی کی ایک اَور مثال ہے۔ ہم میں سے اکثر چاہتے ہیں کہ دُوسرے لوگ ہماری بات کو صِرف اِس لئے قبول کریں کہ ہم نے کہی ہے۔ لیکن اِنسانی باتیں ایمان کے لئے لڑکھڑاتی ہُوئی بُنیاد فراہم کرتی ہیں۔ صِرف خُدا پر پُورا بھروسا کیا جا سکتا ہے۔ اور دِلوں اور زِندگیوں میں تاثیر بھی صِرف اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب اُس کے کلام پر بھروسا کیا جاتا ہے۔ تھسلنیکیوں کے ساتھ یہی کُچھ ہُوا تھا۔ کلام اُن کی زِندگیوں میں اِس لئے تاثیر کر رہا تھا کہ وُہ ایمان لائے تھے

والٹر سکاٹ رقمطراز ہے کہ :-

> خُدا کا کلام ــــ بائبل مقدس ــــ کی ساری کتابیں اور ایک ایک حِصّہ اِلہامی ہے، یعنی خُدا کی تحریک "خُدا کے دم" سے لِکھا گیا ہے - ہمارے لئے تمام باتوں، تمام حالات اور تمام زمانوں میں صِرف یہی ایک سَند ہے - ایک ایسی نسل کی ضرورت ہے جو خُدا کے کلام پر لرزاں ہو گی - یہ کلام ہماری زندگی کی دستاویز، ہماری ہدایت، ہمارا نُور، اور ہماری اخلاقیات کا تحفظ ہے - اِس مُقدس کتاب کے لئے خُدا کا شُکر ہو -

۲:۱۴- اِن ایمان داروں کی زِندگیوں میں بائبل مُقدس نے کیا نتائج پَیدا کئے تھے؟ نہ صِرف یہ کہ اُنہوں نے نجات پائی، بلکہ اُن کو ہمّت اور حوصلہ مِلا کہ سخت اذیتوں کا مضبوطی سے مُقابلہ کرسکیں - اپنے اِستقلال، ثابت قدمی اور برداشت کے باعث وُہ اُن کلیسیاؤں کی مانند بن گئے جو "یہوُدیہ میں" تھیں - فرق صِرف اِتنا تھا کہ یہوُدیہ کی کلیسیاؤں کو یہوُدی ستاتے تھے، جبکہ تھسلنیکیوں کو ستانے والے اُن کے غیر قوم ہم وطن تھے -

۲:۱۵- یہوُدیوں کے اِس ذِکر سے پَولُس اُن پر یہ اِلزام لگاتا ہے کہ وُہ انجیل کے سب سے بڑے مخالِف ہیں - اِس بات کو پَولُس سے بہتر کون جانتا تھا؟ ایک وقت وُہ خود اُن لوگوں کا سرغنہ تھا جو مسیحی ایمان کو مِٹا دینے کی کوشش میں تھے - پھر اپنی تبدیلی کے بعد اُن کے ظُلم و سِتم کا خود بھی نشانہ بنا تھا -

یہوُدیوں کا سب سے بڑا گُناہ یہ تھا کہ اُنہوں نے "خداوند یسوُع" کو مار ڈالا تھا - اگرچہ صلیب دینے کا کام رومیوں نے سرانجام دیا تھا، مگر کروایا تو یہوُدیوں ہی نے تھا - وُہ اِسرائیلی قوم میں بھیجے جانے والے "نبیوں" کو صدیوں سے ستاتے آئے تھے - یسوُع کو صلیب دینا اِس ظلم و سِتم کا نقطۂ عروج تھا (متی ۲۱: ۳۳ - ۳۹)-

مسیحی دَور میں وُہ پَولُس اور دُوسرے رسُولوں کو "ستاتے" تھے - وُہ اِس غلط فہمی میں مُبتلا تھے کہ اِس طرح ہم "خدا" کو خُوش کرتے ہیں، حالانکہ اُن کی یہ حرکتیں خُدا کو سخت ناپسند تھیں - اور وُہ "سب آدمیوں کے مخالِف" تھے -

۲:۱۶- اُن کو اِتنے میں صَبر نہیں آیا کہ خُود خوشخبری کو رَدّ کر دیا ہے، بلکہ تُل گئے تھے کہ پَولُس اور اُس کے ساتھیوں کو "غیر قوموں" میں منادی کرنے سے روکیں گے - اُن کو

سب سے زیادہ تاؤ یہی سُن کر آتا تھا کہ یہُودیوں کی طرح غیر قومیں بھی نجات پا رہی ہیں۔

خُدا کی مرضی کی مخالفت میں وُہ اُسی کام کو جاری رکھے ہُوئے تھے جو اُن کے باپ دادا نے شُروع کیا تھا "تاکہ اُن کے گُناہوں کا پیمانہ ہمیشہ بھرتا رہے"۔ گویا وُہ مصمّم ارادہ کئے ہُوئے تھے کہ ہمارے گُناہوں کا پیمانہ ہمیشہ لبریز رہنا چاہیئے۔

لیکن اُن کے انجام کا فیصلہ ہو چُکا ہے کہ "اُن پر انتہا کا غضب آ گیا" ہے۔ پَولُس وضاحت نہیں کرتا کہ اِس "غضب" سے کیا مُراد ہے۔ شاید یہ آنے والی عدالت ہے جو قصُوروں کا پیمانہ بھر جانے کا نتیجہ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ بیس۲۰ برس کے اندر اندر (سنہ ۷۰ء) یروشلیم تباہ و برباد ہو گیا اور بقیہ یہُودی ساری دُنیا میں تتر بتر ہو گئے۔

زیرِ نظر حِصّہ اور اِسی قِسم کے دِیگر حِصّوں کی بُنیاد پر بعض لوگ یہ رائے دیتے ہیں کہ پَولُس سامی لوگوں کا مخالف تھا اور نیا عہد نامہ بھی سامی لوگوں کی مخالف کتاب ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پَولُس اپنے ہموطنوں یعنی یہُودیوں سے گہری محبّت رکھتا تھا، یہاں تک کہ اُن کی نجات کی خاطر خُود نجات سے محرُوم ہو جانے پر تیار تھا (رومیوں ۹: ۱-۳)۔ اگرچہ اُس کی خدمت بنیادی طور پر غیر قوموں میں تھی، لیکن اُسے یہُودیوں میں منادی کرنے کا ہمیشہ بوجھ رہا۔ بلکہ بعض اوقات تو محسُوس ہوتا ہے کہ یہ بوجھ اُس کے اوّلین مقصد پر بھی سبقت لے جا رہا ہے۔

یہاں رسُول یہُودی لیڈروں کے خِلاف جو کُچھ کہہ رہا ہے وُہ تواریخی حقیقت ہے، ذاتی ملامت نہیں۔ اور ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس نے جو کُچھ لکھا خُدا کے الہام سے لکھا۔ یہُودیوں کی مخالفت غیر مسیحی بات ہے اور کِسی بھی صُورت میں اِسے دُرست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن یہ کہنے میں کسی طرح بھی یہُود مخالفت کا پہلو نہیں نکلتا کہ اُن پر خُدا کے بیٹے کو مار ڈالنے کا الزام ہے (اعمال ۲: ۲۳)۔ اِسی طرح غیر قوموں کو بھی اُن کے حِصّے کے مطابق ذمّہ دار ٹھہرایا گیا ہے (۱-کرنتھیوں ۲: ۸)۔

د- دوبارہ تھسلنیکے نہ آسکنے کے بارے میں پَولُس کی وضاحت (۲: ۱۷-۲۰)

۲: ۱۷- اگلی چار۴ آیات میں پَولُس وضاحت کرتا ہے کہ تھسلنیکے واپس کیوں نہ آسکا۔ شاید

اُس کے عیب گیر اور نکتہ چِین اِلزام لگاتے تھے کہ وُہ بُزدِل ہے اور وہاں اپنی مخالفت کا سامنا کرنے سے کتراتا ہے۔

پہلے پَولُس واضح کرتا ہے کہ یہ جُدائی صِرف جِسمانی ہے۔ "تُم سے جُدا ہو گئے" کا مطلب ہے کہ وُہ اپنے رُوحانی باپ کے چلے جانے سے یتیم ہو گئے تھے۔ لیکن اُن کے لئے اُس کی مشفقانہ دِلچسپی میں کوئی کمی نہیں آئی۔ غور کریں کہ وُہ اپنی محبّت کی شِدت کِن اُلفاظ میں ظاہر کرتا ہے "کمال آرزُو سے۔۔۔ اور بھی زیادہ کوشش کی"۔

۱۸:۲۔ اُس نے تھسلنیکے واپس جانے کی دو دفعہ کوشش کی، مگر دونوں دفعہ "شیطان نے روکے رکھا"۔ کئی دفعہ شیطان کی مخالفت کی صحیح نوعیّت کو جاننا ممکن نہیں ہوتا۔

ہم یہ بھی نہیں جان سکتے کہ پَولُس کو کیسے معلُوم ہُؤا کہ رُکاوٹ شیطان کی طرف سے تھی نہ کہ خُداوند کی طرف سے۔ اعمال ۶:۱۶ میں ہم پڑھتے ہیں کہ رُوح القُدس نے اُن کو آسیہ میں کلام سُنانے سے منع کیا تھا۔ اگلی آیت میں وُہ بِتُونیہ جانا چاہتے تھے مگر رُوح القُدس نے وہاں جانے کی بھی اِجازت نہ دی۔ ہم کِس طرح جان سکتے ہیں کہ کب رُکاوٹ شیطان کی طرف سے ہے اور کب رُوح القُدس کی طرف سے؟ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ جب ہمیں عِلم ہو کہ ہم خُدا کی مرضی کے ماتحت ہیں تو ایسی صُورت میں جو رُکاوٹیں کھڑی ہوتی ہیں وُہ رُوح کا نہیں بلکہ شیطان کا کام ہیں۔ پھر یہ بھی پتہ ہونا چاہیئے کہ جب خُدا برکت دیتا ہے تو شیطان رُکاوٹ ڈالتا ہے۔ لیکن خُدا شیطان کی مخالفت پر ہمیشہ غالب آتا ہے۔ اِس خاص واقعہ میں پَولُس کے تھسلنیکے نہ جانے کا نتیجہ یہ ہُؤا کہ یہ خط لِکھا گیا۔ اور یہ خط خُدا کے جلال اور ہمارے لئے برکت کا باعث ثابت ہُؤا۔

۱۹:۲۔ رسُول تھسلنیکے کے ایمانداروں کے پاس واپس جانے کا اِتنا آرزُومند کیوں تھا؟ کیونکہ وُہ خُداوند میں اُس کے فرزند تھے۔ اُس نے اُن کی مسیح تک راہنمائی کی تھی۔ اور محسُوس کرتا تھا کہ مَیں اُن کی رُوحانی نشوونما اور ترقی کے لئے ذمّہ دار ہُوں۔ اُسے معلُوم تھا کہ آنے والے دِن میں مجھے اُن کا حِساب دینا ہو گا۔ وُہ مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے اُس کے اجر کی "اُمّید" تھے۔ وُہ اُن میں شادمان ہونا چاہتا تھا۔ خُداوند یسُوع کی آمد پر اُس کے "سامنے" وُہ اُس کی "خُوشی کا تاج" ہوں گے۔

اِس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ پَولُس کو توقع ہے کہ آسمان میں تھسلنیکیوں

کو پہچان لوُں گا۔ اِس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ آسمان میں ہم بھی اپنے عزیزوں کو پہچان لیں گے۔

اُنیسویں آیت میں پَولُس اپنے ایمان کے فرزندوں کو اپنا "تاج" کہتا ہے۔ نئے عہدنامہ میں ہم دُوسرے تاجوں کے بارے میں بھی پڑھتے ہیں۔ مثلاً راستبازی کا تاج (۲۔تیمتھیُس ۴: ۸)، زِندگی کا تاج (یعقوب ۱: ۱۲، مکاشفہ ۲: ۱۰)، جَلال کا تاج (۱۔پطرس ۵: ۴)۔ اور یہ سارے تاج غیرفانی (نہ مُرجھانے والے) ہیں (۱۔کرنتھیوں ۹: ۲۵)۔

۲: ۲۰۔ یہ مُقدسین پَولُس کا جلال اور خوشی ہیں۔ اُس نے اِنسانی شخصیات میں سرمایہ کاری کی تھی۔ اُس کا انعام وُہ رُوحانی بیٹے اور بیٹیاں ہیں جو ابد تک خُدا کے برّہ کی پرستش اور عبادت کریں گے۔

خُداوند کی دُوسری آمد کا تفصیلی بیان

اُنیسویں آیت میں پہلا موقع ہے کہ تھسلنیکیوں کے پہلے خط میں مسیح کی دوبارہ آمد کے سِلسلے میں لفظ "آنے" اِستعمال ہُوا ہے۔ اِس خط کا کلیدی مضمون بھی یہی ہے۔ اِس لئے ہم تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اِس موضُوع پر پاک کلام کی تعلیم کیا ہے۔

مسیح کی دُوسری آمد کے سِلسلے میں نئے عہدنامہ میں یُونانی زبان کے تین اہم لفظ اِستعمال ہُوئے ہیں:

۱۔ پارُوزیہ ۔ آنا اور اِس کے بعد موجُود رہنا۔
۲۔ اپوکالُوپسِس ۔ بے نقاب ہونا۔ منکشف ہونا۔ (مکاشفہ)
۳۔ اِپی فانیہ ۔ ظہُور۔

جو لفظ سب سے زیادہ اِستعمال ہُوا ہے وُہ پارُوزیہ ہے۔ اِس کا مطلب ہے حاضری یا ساتھ آجانا۔ وائن کہتا ہے کہ اِس کا مفہُوم "پہنچنا۔ آمد" اور اِس کے نتیجے میں "حاضری/ موجُودگی" ہے۔ جب ہم خُداوند کے آنے کا سوچتے ہیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ کوئی لمحاتی واقعہ نہیں، بلکہ ایک زمانہ یا دَور ہے۔

اُردو زبان میں بھی "آنا/ آمد" اِسی مفہُوم میں اِستعمال ہوتا ہے، مثلاً "مسیح کی گلیل میں آمد سے بہتوں کو شفا ملی"۔ یہاں یہ مُراد نہیں کہ جس دِن وُہ گلیل میں پہنچا/ آیا، بلکہ

وُہ سارا عرصہ جو وُہ اُس علاقے میں رہا۔ اِس لئے جب ہم مسیح کی آمد کے بارے میں سوچتے ہیں تو اِسے ایک تنہا واقعہ نہیں بلکہ ایک عرصۂ وقت سمجھیں ۔

اب اگر ہم نئے عہد نامہ میں پارُوزیہ کے سارے واقعات پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ وُہ ایک عرصۂ وقت کا بیان کرتے ہیں جس میں (۱) آغاز (۲) واقعات کا بہاؤ (۳) ظہُور اور (۴) نُقطۂ عرُوج شامل ہیں ۔

۱۔ پارُوزیہ کا آغاز فضائی اِستقبال سے ہوتا ہے ۔ اِس کا بیان مندرجہ ذیل حوالوں میں آیا ہے (پارُوزیہ کے ترجمے کے نیچے خط کھینچا گیا ہے) ۔

اور جیسے آدم میں سب مرتے ہیں ویسے ہی مسیح میں سب زِندہ کئے جائیں گے ۔ لیکن ہر ایک اپنی اپنی باری سے ۔ پہلا پھل مسیح ، پھر مسیح کے 'آنے' پر اُس کے لوگ (۱۔کرنتھیوں ۱۵: ۲۲-۲۳) ۔

اے بھائیو! ہم نہیں چاہتے کہ جو سوتے ہیں اُن کی بابت تُم ناواقف رہو تاکہ اَوروں کی مانند جو نااُمید ہیں غم نہ کرو ۔ کیونکہ جب ہمیں یہ یقین ہے کہ یسوع مر گیا اور جی اُٹھا تو اُسی طرح خُدا اُن کو بھی جو سو گئے ہیں یسوع کے وسیلہ سے اُسی کے ساتھ لے آئے گا ۔ چنانچہ ہم تُم سے خُداوند کے کلام کے مُطابق کہتے ہیں کہ ہم جو زِندہ ہیں اور خُداوند کے 'آنے' تک باقی رہیں گے سوئے ہُوؤں سے ہرگز آگے نہ بڑھیں گے ۔ کیونکہ خُداوند خُود آسمان سے للکار اور مقرب فرشتہ کی آواز اور خُدا کے نرسنگے کے ساتھ اُتر آئے گا ۔ اور پہلے تو وُہ جو مسیح میں موئے جی اُٹھیں گے ۔ پھر ہم جو زِندہ باقی ہوں گے اُن کے ساتھ بادلوں پر اُٹھائے جائیں گے تاکہ ہوا میں خُداوند کا اِستقبال کریں اور اس طرح ہمیشہ خُداوند کے ساتھ رہیں گے ۔ پس تُم اِن باتوں سے ایک دوسرے کو تسلّی دیا کرو (۱۔تھسلنیکیوں ۴: ۱۳-۱۸) ۔

اے بھائیو! ہم اپنے خُداوند یسوع مسیح کے 'آنے' اور اُس کے پاس اپنے جمع ہونے کی بابت تُم سے درخواست کرتے ہیں (۲۔تھسلنیکیوں ۲:۱) ۔

پس اے بھائیو! خُداوند کی 'آمد' تک صبر کرو ۔ دیکھو کسان زمین کی قیمتی پیداوار کے اِنتظار میں پہلے اور پچھلے مینہ کے برسنے تک صبر کرتا رہتا

> ہے۔ تم بھی صبر کرو اور اپنے دلوں کو مضبوط رکھو، کیونکہ خداوند کی آمد قریب ہے (یعقوب ۵: ۷-۸)۔
>
> غرض اے بچو! اُس میں قائم رہو تاکہ جب وہ ظاہر ہو تو ہمیں دلیری ہو۔ اور ہم اُس کے 'آنے' پر اُس کے سامنے شرمندہ نہ ہوں (۱۔یوحنا ۲: ۲۸)۔
>
> بھلا ہماری اُمید اور خوشی اور فخر کا تاج کیا ہے؟ کیا وہ ہمارے خداوند یسوع کے سامنے اُس کے 'آنے' کے وقت تم ہی نہ ہوگے (۱۔تھسلنیکیوں ۲: ۱۹)۔
>
> خدا جو اطمینان کا چشمہ ہے، آپ ہی تم کو بالکل پاک کرے۔ اور تمہاری رُوح اور جان اور بدن ہمارے خداوند یسوع مسیح کے 'آنے' تک پورے پورے اور بے عیب محفوظ رہیں (۱۔تھسلنیکیوں ۵: ۲۳)۔

ب۔ پارُوزیہ کے واقعات کے بہاؤ میں شامل ایک واقعہ غالباً برّہ کی شادی کی ضیافت ہوگی۔ مُکاشفہ کی کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ مسیح کی جلالی حکمرانی سے پہلے ہوگا۔ ہم اِسے بھی یہاں شامل کرتے ہیں اگرچہ اِس کے سِلسلے میں 'آنے' کا لفظ اِستعمال نہیں ہؤا۔

> پھر مَیں نے بڑی جماعت کی سی آواز اور زور کے پانی کی سی آواز اور سخت گرجوں کی سی آواز سُنی کہ ہللُویاہ! اِس لئے کہ خداوند ہمارا خدا قادرِ مُطلق بادشاہی کرتا ہے۔ آؤ ہم خوشی کریں اور نہایت شادمان ہوں اور اُس کی تمجید کریں۔ اِس لئے کہ برّہ کی شادی آ پہنچی اور اُس کی بیوی نے اپنے آپ کو تیار کر لیا۔ اور اُس کو چمکدار اور صاف مہین کتانی کپڑا پہننے کا اِختیار دیا گیا۔ کیونکہ مہین کتانی کپڑے سے مقدس لوگوں کی راست بازی کے کام مُراد ہیں۔ اور اُس نے مجھ سے کہا لکھ۔ مُبارک ہیں وہ جو برّہ کی شادی کی ضیافت میں بُلائے گئے ہیں (مکاشفہ ۱۹: ۶-۹)۔

ج۔ مسیح کی آمد کے 'ظہور' سے مُراد اُس کا بڑی قدرت اور بڑے جلال کے ساتھ زمین پر آ کر بادشاہوں کے بادشاہ اور خداوندوں کے خداوند کے طور پر بادشاہی کرنا ہے۔ دُنیا فضائی اِستقبال کو نہیں دیکھ پائے گی۔ یہ ایک لمحہ بھر میں ہو جائے گا۔ لیکن جب مسیح بادشاہی کرنے آئے گا تو ہر ایک آنکھ اُسے دیکھے گی۔ اِس لئے اُس کو

اُس کی آمد (پاروُزیہ) کا ظہور کہا گیا ہے۔ یہ اُس کی آمد کا تیسرا مرحلہ ہے۔

> اور جب وُہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا اُس کے شاگردوں نے الگ اُس کے پاس آکر کہا ہم کو بتا کہ یہ باتیں کب ہوں گی، اور تیرے ’آنے‘ اور دُنیا کے آخر ہونے کا نِشان کیا ہوگا؟ (متّی ۲۴: ۳)۔
>
> کیونکہ جیسے بجلی پُورب سے کَوند کر پچّھم تک دِکھائی دیتی ہے، وَیسے ہی ابنِ آدم کا ’آنا‘ ہوگا (متّی ۲۴: ۲۷)۔
>
> جیسا نوحؔ کے دِنوں میں ہُوا ویسا ہی ابنِ آدم کے ’آنے‘ کے وقت ہوگا (متّی ۲۴: ۳۷)۔ اور جب تک طُوفان آکر اُن سب کو بہا نہ لے گیا اُن کو خبر نہ ہُوئی۔ اُسی طرح ابنِ آدم کا ’آنا‘ ہوگا (متّی ۲۴: ۳۹)۔
>
> تاکہ وُہ تمہارے دِلوں کو ایسا مضبُوط کر دے کہ جب ہمارا خُداوند یسوؔع اپنے سب مقدسوں کے ساتھ ’آئے‘ تو وُہ ہمارے خُدا اور باپ کے سامنے پاکیزگی میں بے عیب ٹھہریں (۱۔تھسلنیکیوں ۳: ۱۳)۔
>
> اُس وقت وُہ بے دِین ظاہر ہوگا جِسے خُداوند یسوؔع اپنے مُنہ کی پھُونک سے ہلاک اور اپنی ’آمد‘ کی تجلّی سے نیست کرے گا (۲۔تھسلنیکیوں ۲: ۸)۔
>
> کیونکہ جب ہم نے تمہیں اپنے خُداوند یسوؔع مسیح کی قُدرت اور ’آمد‘ سے واقف کیا تھا تو دغابازی کی گھڑی ہُوئی کہانیوں کی پیروی نہیں کی تھی۔ بلکہ خُود اُس کی عظمت کو دیکھا تھا۔ (۲۔پطرس ۱: ۱۶)۔ [یہاں پطرؔس مسیح کی آمد کے اُس ظہور کا بیان کر رہا ہے جِس کی پیشگی جھلک اُس پہاڑ پر دِکھائی گئی تھی جہاں یسوؔع کی صُورت جلالی ہوگئی تھی]۔

۵۔ آخر میں ’آمد‘ کا نقطۂ عرُوج آتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت میں اِس کی طر
اِشارہ کیا گیا ہے:

> اور کہیں گے کہ اُس کے ’آنے‘ کا وعدہ کہاں گیا؟ کیونکہ جب سے باپ دادا سوئے ہیں اُس وقت سے اب تک سب کچھ ویسا ہی ہے جیسا خِلقت کے شرُوع سے تھا (۲۔پطرس ۳: ۴)۔

۲۔ پطرس کے اِس باب میں اُن ہنسی ٹھٹھا کرنے والوں کا بیان ہے جو آخری زمانے میں اُٹھ کھڑے ہوں گے اور مسیح کی دُوسری آمد کے اِمکان کا اِنکار کریں گے۔ اُن کی مُراد "آمد" کے کون سے پہلُو (مرحلہ) سے ہو گی؟

کیا وُہ فضائی استقبال کی بات کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اُنہیں اِس کا علم نہیں۔ سیاق و سباق سے واضح ہوتا ہے کہ وُہ اُس آخری سزا کا مذاق اُڑاتے ہیں جو خُداوند سارے بدکرداروں کو دے گا۔ اُن کی مُراد اِس زمین پر خُدا کی آخری اور نقطۂ عرُوج کی عدالت سے ہے جِس کو "دُنیا کا آخر" بھی کہا جاتا ہے۔ اُن کی دلیل یہ ہے کہ ہمیں کِسی بات کی فِکر نہیں۔ خُدا نے ماضی میں کوئی مداخلت نہیں کی اور وُہ مُستقبل میں بھی مداخلت نہیں کرے گا۔ اِس لئے وُہ محسُوس کرتے ہیں کہ ہم آزاد ہیں۔ ہر طرح کی بُری باتیں اور بُرے کام جاری رکھ سکتے ہیں۔

اپوکالُوپسس کا مطلب پردہ اُٹھانا (بے نقاب کرنا) یا منکشف کرنا ہے۔ بائبل مُقدّس کے عُلما میں اِس بات پر اِختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا اِس سے ہمیشہ مُراد مسیح کی آمد کا تیسرا مرحلہ ہوتی ہے یا نہیں۔ تیسرا مرحلہ قُدرت اور جلال کے ساتھ زمین پر واپس آنے کا ہے۔ یا شاید اِس کا اِشارہ فضائی استقبال کی طرف بھی ہے جب مسیح کلیسیا پر ظاہر کیا جائے گا۔

مندرجہ ذیل آیات میں اشارہ فضائی اِستقبال یا زمین پر بادشاہی کرنے کے لئے واپس آنے کی طرف ہو سکتا ہے:

> تُم کِسی نعمت میں کم نہیں اور ہمارے خُداوند یسُوع مسیح کے ظہُور کے منتظر ہو (۱۔ کرنتھیوں ۱: ۷)۔
>
> اور یہ اِس لئے ہے کہ تُمہارا آزمایا ہُوا ایمان جو آگ سے آزمائے ہُوئے فانی سونے سے بھی بہت ہی بیش قیمت ہے یسُوع مسیح کے ظہُور کے وقت تعریف اور جلال اور عزت کا باعث ٹھہرے (۱۔ پطرس ۱: ۷)۔
>
> اِس واسطے اپنی عقل کی کمر باندھ کر اور ہوشیار ہو کر اُس فضل کی کامِل اُمید رکھو جو یسُوع مسیح کے ظہُور کے وقت تُم پر ہونے والا ہے (۱۔ پطرس ۱: ۱۳)۔

> مسیح کے دُکھوں میں جُوں جُوں شریک ہو خوشی کرو تاکہ اُس کے جلال کے ظُہور کے وقت بھی نہایت خوش و خرم ہو (۱۔پطرس ۴: ۱۳)۔

ایک اَور حوالہ میں یہ لفظ واضح طور پر اُس واقعے کی طرف اِشارہ کرتا ہے جب مسیح بادشاہی کرنے آئے گا۔

> اور تم مُصیبت اُٹھانے والوں کو ہمارے ساتھ آرام دے جب خُداوند یسوع اپنے قوی فرشتوں کے ساتھ بھڑکتی ہُوئی آگ میں آسمان سے ظاہر ہو گا (۲۔تھسلنیکیوں ۱: ۷)۔

اِپی فانیہ کا مطلب ہے "ظہور" یا "ظاہر ہونا"۔ یہاں بھی کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اِس سے مُراد مسیح کا اپنے مقدّسوں کے واسطے ظاہر ہونا ہے۔ جبکہ دوسروں کا خیال ہے کہ مُراد مسیح کا اپنے مُقدسوں کے ساتھ ظہور ہے۔ یہ لفظ مندرجہ ذیل حوالوں میں پایا جاتا ہے:

> اُس وقت وُہ بیدین ظاہر ہو گا جسے خُداوند یسوع اپنے مُنہ کی پھُونک سے اور اپنی آمد کی تجلّی (لغوی معنی ظُہور) سے نیست کرے گا (۲۔تھسلنیکیوں ۲: ۸)۔

> ہمارے خُداوند یسوع مسیح کے اُس ظُہور تک حُکم کو بے داغ اور بے اِلزام رکھ (۱۔تیمتھیس ۶: ۱۴)۔

> خُدا اور مسیح یسوع کو جو زِندوں اور مُردوں کی عدالت کرے گا گواہ کر کے اور اُس کے ظُہور اور بادشاہی کو یاد دِلا کر مَیں تجھے تاکید کرتا ہُوں ... (۲۔تیمتھیس ۴: ۱)۔

> آئندہ کے لئے میرے واسطے راست بازی کا وُہ تاج رکھا ہُوا ہے جو عادِل مُنصِف یعنی خُداوند مجھے اُس دِن دے گا، اور صِرف مجھے ہی نہیں بلکہ اُن سب کو بھی جو اُس کے ظُہور کے آرزومند ہوں
>
> (۲۔تیمتھیس ۴: ۸)۔

> اُس مُبارک اُمید یعنی اپنے بزرگ خُدا اور مُنجّی یسوع مسیح کے جلال کے ظاہر ہونے کے مُنتظِر رہیں (طِطُس ۲: ۱۳)۔

پہلی اور تیسری آیات واضح طور پر بیان کرتی ہیں کہ مسیح دُنیا پر ظاہر ہوگا۔ باقی آیات کا اشارہ فضائی اِستقبال کی طرف بھی ہوسکتا ہے۔ البتہ ایک بات بالکل واضح ہے کہ فضائی استقبال اور بادشاہی کرنے کے لئے مسیح کی آمد دونوں کو ایمان دار کے سامنے ایسے واقعات کے طور پر رکھا گیا جن کا اُسے بڑی شدت سے اِنتظار ہے۔ فضائی اِستقبال کے وقت وُہ مُنجّی کو دیکھے گا اور جلالی بدن حاصِل کرے گا۔ جب مسیح زمین پر واپس آئے گا تو ایمان دار اُس کے ساتھ جلال میں ظاہر کیا جائے گا (کلسیوں ۳: ۴)۔ اور یہی وقت ہے جب ایمان داروں کے اجر بھی ظاہر کئے جائیں گے۔ یہ اجر پہلے مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے دِئے جائیں گے، مگر سارے ایمان دار اُن کو اُس وقت دیکھیں گے جب مسیح بادشاہی کرنے کو آئے گا۔ یہ اجر کیا ہیں؟ لُوقا ۱۹: ۱۷-۱۹ میں یہ اِشارہ مِلتا ہے کہ اِن کا تعلق ہزار سالہ بادشاہی کے دَوران مقامی طور پر بادشاہی کرنے سے ہے۔ ایک شخص کو دسؔ شہروں پر اور دُوسرے کو پانچ شہروں پر حاکمیت دی جاتی ہے۔

خُداوند کی آمد کے بارے میں مُختلف حوالہ جات کے مُطالعہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ایک واحِد واقعہ نہیں بلکہ وقت کا عرصہ ہے۔ اور اِس عرصۂ وقت کے کئی مرحلے ہیں۔ اِس کا آغاز ہے، واقعات کا بہاؤ ہے، ظہور ہے اور پھر نقطۂ عرُوج ہے۔ اِس کا آغاز فضائی اِستقبال سے ہوتا ہے۔ اِس میں مسیح کا تختِ عدالت شامِل ہے۔ جب مسیح زمین پر واپس آئے گا تو اُسے دیدنی طور پر ظاہر کیا جائے گا۔ اور خاتمہ اُس وقت ہوگا جب یہ آسمان اور زمین جن سے ہم واقف ہیں آگ سے نیست کئے جائیں گے۔

۵۔ تھسلنیکے کے لئے تیمتھیس کا مِشن (۳: ۱-۱۰)

تیسرے باب میں "تمہارے ایمان" کے الفاظ پانچ ۵ مرتبہ آئے ہیں (۲، ۵، ۶، ۷، ۱۰)۔ یہ اِس حِصّے کو سمجھنے کی کلید ہیں۔ تھسلنیکے کے ایمان دار سخت ایذا رسانی میں سے گزر رہے تھے۔ لہٰذا پولُس کو یہ جاننے کی بڑی آرزُو تھی کہ اُن کا ایمان ایسی آزمائش کا کیسے سامنا کر رہا ہے۔ اِس لئے یہ باب کِسی کام کی بعد میں نگہداشت کی اہمیّت کے بارے میں ایک سبق کی حیثیت رکھتا ہے۔ اِتنا ہی کافی نہیں کہ گنہگاروں کو مُنجّی کے قدموں میں لایا جائے،

بلکہ ضروری ہے کہ فضل میں بڑھنے اور خُداوند کے عِرفان میں ترقی کرنے میں بھی اُن کی مدد کی جائے۔

۳:۱- پَولُس رسُول تھِسلنیکے کے مقدسین میں غیر فانی دِلچسپی رکھتا تھا۔ تیسرے باب میں یہی دِلچسپی جاری وساری نظر آتی ہے۔ جب وُہ اتھینے میں تھا اُسے یہ جاننے کی ناقابلِ برداشت آرزُو ہوئی کہ اِن نَومُریدوں کا کیا حال ہے۔ شیطان نے اُسے خُود آنے سے روک رکھا۔ لیکن وُہ ایسی بے عملی برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ چنانچہ اُس نے تیمتھیُس کو تھِسلنیکیوں کے پاس بھیجنے کا فیصلہ کیا اور خود اتھینے میں اکیلا رہ گیا۔ یہ سوچ کر اُداسی ہوتی ہے کہ وُہ وہاں اکیلا تھا۔ ایک عظیم اور بڑے شہر کے مناظر اُس کے لئے کوئی کشش نہیں رکھتے تھے۔ اُس کے دِل پر کلیسیاؤں کا بوجھ تھا۔

۳:۲- تیمتھیُس کے لئے تعارفی اور توصیفی الفاظ پر غور کریں۔ "ہمارا بھائی اور مسیح کی خوشخبری میں خُدا کا خادم"۔ یہاں اور نئے عہدنامہ کے دِیگر مقامات پر "خادِم" کا مطلب ہے "نوکر"۔ خادمانِ دِین کے الگ طبقے (اُسقفی طبقہ) کا تصوُّر بعد کے سالوں میں پیدا ہُؤا۔

تیمتھیُس کے لئے عزیز بھائی پَولُس کی شاگِردی میں رہنا کتنا بڑا اعزاز تھا! اُس نے ثابت کر دیا کہ مَیں ایک لائق شاگرد ہُوں۔ چنانچہ اب اُسے تھِسلنیکے میں ایک مِشن پر اکیلے ہی بھیجا جاتا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ وُہ مُقدسین کو "مضبُوط کرے" اور اِیمان کے سِلسلے میں اُنہیں "نصیحت کرے"۔ مسیح کا اِقرار کرنے کے سبب سے اُن پر ظُلم وسِتم ہو رہا تھا۔ اِن نومُریدوں کے لئے یہ وقت بہت نازُک تھا۔ شاید شیطان بڑی عیاری سے اُن کے دِلوں میں وَسوسے ڈال رہا تھا کہ ہم نے مسیحیّت کو قبول کر کے شاید غلطی کی ہے۔

تیمتھیُس اُن کو بتاتا ہوگا کہ مخالفت کی توقع رکھیں، اور دلیری کے ساتھ برداشت کریں، بلکہ اُس سے خُوش ہوں۔ کاش ہم اُس کی باتیں سُن سکتے! اُن کو حوصلہ افزائی کی ضرُورت تھی تاکہ مخالفت کے دباؤ تلے ہمّت نہ ہار بیٹھیں۔

۳:۳- ایذارسانی کے اِس طُوفان میں تھِسلنیکے کے ایمان دار بآسانی یہ سوچ سکتے تھے کہ کتنی عجیب بات ہے کہ ہم پر شدید ظلم وسِتم توڑے جا رہے ہیں۔ شاید خُدا ہم سے ناراض ہے۔ تیمتھیُس اُن کو یاد دِلاتا ہے کہ یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ مسیحیوں کے لئے

یہ معمول کی بات ہے۔ چُنانچہ وُہ "گھبرا" نہ جائیں اور دِل نہ چھوڑ بیٹھیں۔

۳:۴ - پولُس اُن کو یاد دلاتا ہے کہ جب مَیں خُود تھسلنیکے میں تھا تو تُم کو بتایا کرتا تھا کہ مسیحی مُصیبتیں اُٹھانے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ میری پیشین گوئی تُمہاری زِندگی ہی میں سچی ثابت ہُوئی ہے۔ تُم اِس بات کو کِتنی اچھّی طرح جانتے ہو!

آزمائشیں اور مُصیبتیں ہماری تربیّت کا ضرُوری حِصّہ ہیں:

۱- اِن سے ہمارے ایمان کی حقیقت ثابت ہوتی ہے اور جو صرف زبانی اقرار کرنے والے ہیں اُن کو نِکال باہر کرتی ہیں (۱-پطرس ۱:۷)۔

۲- اِن سے ہم اِس لائق ہو جاتے ہیں کہ جو لوگ مُصیبتوں میں سے گُزر رہے ہیں اُن کو تسلّی اور حَوصلہ دے سکیں (۲-کرنتھیوں ۱:۴)۔

۳- اِن سے کِردار کے بعض خصائِص اور فضائِل کی ترقی ہوتی ہے۔ مثلاً قُوتِ برداشت (رومیوں ۵:۳)۔

۴- وُہ انجیل کو پھیلانے کے لئے ہمارے جوش و ولولہ کو بڑھاتی ہیں (اعمال ۴:۲۹؛ ۵:۲۷-۲۹؛ ۸:۳، ۴)۔

۵- ہماری زِندگی کی کدُورت اور فضُول باتوں کو دُور کرتی ہیں (ایوب ۲۳:۱۰)۔

۳:۵ - یہاں رسُول آیت ۱ اور ۲ کی بات دُہراتا ہے۔ "جب" وُہ مزید اِنتظار نہ کر سکا تو اُس نے تیمتھیُس کو بھیجا تاکہ معلُوم کرے کہ وَہاں مسیحی مصائب کے طُوفان کا کِس طرح مُقابلہ کر رہے ہیں۔ اُس کو تشویش تھی کہ شیطان کے دھوکے میں آ کر اُنہوں نے زوردار مسیحی گواہی کو چھوڑ کر مصائِب اور اذیت میں کمی اور رعایت کو قبول نہ کر لیا ہو۔ یہ آزمائش ہمیشہ موجُود رہتی ہے کہ اِنسان ذاتی آرام و سکُون کی خاطر مسیح کی گواہی کو ترک کر دے اور تاج کے پیچھے جاتے جاتے صلیب سے ہٹ کر گُزر جائے۔ ہم میں سے کون ہے جِسے یہ دُعا نہیں مانگنی پڑتی کہ "اے خُداوند مَیں کئی دفعہ شاگِردیت کے دُکھوں اور قُربانیوں سے بچنے کی راہیں ڈھونڈتا ہُوں۔ مُجھے مُعاف فرما۔ آج مُجھے طاقت دے کہ خواہ کِتنی ہی قیمت ادا کرنی پڑے مَیں تیرے ساتھ ساتھ چلوں"۔

اگر ابلیس مُقدّسوں کو برگشتگی پر راغب کر لیتا تو پولُس ضرُور محسُوس کرتا کہ وہاں میری محنت و مشقت رائیگاں گئی ہے۔

۳:۶ ۔ "تیمتھیس" تھسلنیکے سے اچھی خبر لے کر کرنتھس واپس آیا۔ سب سے پہلے اُس نے پولُس کو اُن کے "ایمان اور محبّت" کے بارے میں یقین دہانی کرائی۔ نہ صرف وُہ مسیحی ایمان کی تعلیم پر درستی سے قائم تھے بلکہ محبّت کی خوبی بھی امتیازی طور پر ظاہر کرتے تھے۔ اور حقیقت کی پہچان اور امتحان بھی یہی ہے۔ صرف یہی نہیں کہ مسیحی عقیدے کو قبول کر لیا، بلکہ ایسا ایمان ہو جو "محبّت کی راہ سے اثر کرے" (گلتیوں ۵:۶)۔ نہ صرف یہ کہ "خُداوند یسوع پر ایمان" ہو، بلکہ "مُقدّسوں کے ساتھ محبّت" بھی ہو (افسیوں ۱:۱۵)۔

کیا اِس بات کی کُچھ اہمیّت بھی ہے کہ تیمتھیس نے اُن کے "ایمان اور محبّت" کا بیان کیا لیکن اُن کی اُمید کا کوئی ذِکر نہ کیا؟ کیا شیطان نے مسیح کی دُوسری آمد کے بارے میں اُن کے یقین کو متزلزل کر دیا تھا؟ بالکُل ممکن ہے۔ ولیم لنکن کہتا ہے کہ "ابلیس کو یہ عقیدہ ایک آنکھ نہیں بھاتا کیونکہ وُہ ہماری زندگی میں اِس کی قوّت کو جانتا ہے"۔ اگر اُن کی اُمید میں فرق آ گیا تھا تو پولُس اُمید کے اِس خط میں اُسے بحال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

تیمتھیس نے یہ خبر بھی دی کہ تھسلنیکے کے ایمان دار پولُس اور دُوسرے دوستوں اور ساتھیوں کو محبّت سے یاد کرتے ہیں۔ نیز دوبارہ مُلاقات کے ایسے ہی مشتاق ہیں جیسے پولُس، تیمتھیس اور سیلاس خُود ہیں۔

۳:۷ ۔ یہ خبر پولُس کی پیاسی رُوح کے لئے ٹھنڈے پانی کی مانند ہے (امثال ۲۵:۲۵)۔ اپنی ساری مُصیبت اور پریشانی میں اُن کے "ایمان" کی اِس خبر سے اُسے تسلّی اور حوصلہ حاصِل ہُوا۔

۳:۸ ۔ پولُس پُکار اُٹھتا ہے کہ "اگر تُم خُداوند میں قائم ہو تو ہم زندہ ہیں"۔ اُن کی خبر نہ مِلنے سے اُسے جو تذبذب تھا وُہ مارے ڈالتا تھا۔ اُن کی خیریت کی خبر سے اُس کی جان میں جان آ گئی۔ یہ عظیم مردِ خُدا کیسی بے لوث محبّت رکھتا اور دِلی طور پر اُن کا دِلدادہ تھا۔

۳:۹ ۔ پولُس کا دِل خُدا کے لئے بے بیان شُکر گزاری سے بھر گیا۔ وُہ جب بھی "خُدا" کے حضُور اُنہیں یاد کرتا ہے "خُوشی" کا جام چھلکنے لگتا ہے۔

۳:۱۰ ۔ دُعا پولُس کی زِندگی کی طبع ثانیہ تھی۔ وُہ "رات دِن" دُعا مانگتا رہتا تھا

اور اُس کی دُعا نہایت دِلسوز ہوتی تھی۔ وُہ خصُوصی دُعائیں مانگتا تھا کہ اُن کی "صُورت" دوبارہ دیکھے۔ اُسے اُن کا خیال رہتا تھا تاکہ اُن میں "ایمان کی کمی پُوری" کر سکے۔

و۔ پولُس کی خصُوصی دُعا (۳: ۱۱-۱۳)

۳: ۱۱- اِس باب کا اِختتام پَولُس کی خاص دُعا سے ہوتا ہے۔ وُہ اُن سے دوبارہ مِلنے اور اُن کے دِلوں میں محبّت کی افزُونی کی دُعا مانگتا ہے۔ وُہ "خُود خدا اور ہمارے خُداوند یسُوع" سے مخاطب ہوتا ہے۔ غور کریں کہ جُملے کا فاعل جمع ہے جبکہ فعل واحد ہے۔ اِس سے مسیح کی الوہیّت اور خدا کی ذات کے ساتھ یگانگت کا اظہار ہوتا ہے۔

۳: ۱۲- تھسلنیکے کے مسیحی اِس لئے قابلِ تعریف تھے کہ وُہ سچّی مسیحی محبّت کا اِظہار کرتے تھے۔ مگر ترقی کی گُنجائش تو ہمیشہ رہتی ہے۔ اِسی لئے پَولُس دُعا مانگتا ہے کہ اُن کی "محبّت ... زیادہ ہو اور بڑھے"۔ اور اِس میں ہم ایمان اور دشمنوں سمیت سارے اِنسان شامل ہوں۔ اُن کی محبّت رسُولوں کی محبّت کے نمُونے پر ہو۔ "جس طرح ہم کو تُم سے محبّت ہے"۔

۳: ۱۳- اِس دُنیا میں محبّت کا نتیجہ اگلی دُنیا میں "بے عیب" ہونے کی صُورت میں نِکلتا ہے۔ اگر ہم ایک دُوسرے سے اور سارے اِنسانوں سے محبّت رکھتے ہیں تو یسُوع کی دوبارہ آمد پر "خُدا اور باپ کے سامنے پاکیزگی میں بے عیب ٹھہریں" گے کیونکہ محبّت شریعت کی تکمیل ہے (رومیوں ۱۳: ۸؛ یعقوب ۲: ۸)۔

کِسی نے اِس دُعا کو سلیس زُبان میں یُوں پیش کیا ہے: "خُداوند تُم کو زیادہ سے زیادہ توفیق دے کہ دُوسروں کی بھلائی کے لئے زِندگی بسر کرو، تاکہ وُہ تمہیں مسیحی کردار و سیرت میں ایسا مستحکم و مضبُوط کرے کہ تُم اپنے خِلاف ہر مُمکنہ الزام سے بَری ٹھہر سکو ..."۔

باب ۲ میں ہم نے دیکھا تھا کہ مسیح کی دُوسری آمد کے کئی مرحلے یا منازل ہیں۔ آغاز، عمل کا جاری رہنا، ظہور اور نقطۂ عرُوج ــــــ آیت ۱۳ میں تیسرے مرحلے کا ذِکر ہے "جب ہمارا خُداوند یسُوع اپنے سب مُقدسوں کے ساتھ آئے گا"۔ اِس سے پہلے مسیح کے تختِ عدالت والی کارروائی آسمان میں ہو چُکی ہو گی۔ اجر دِئے جا چُکے ہوں گے۔ لیکن یہ اجر سب کے سامنے اُس وقت ظاہر ہوں گے جب ہمارا مُنجّی بادشاہوں کے بادشاہ اور خداوندوں

کے خُداوند کی حیثیت میں زمین پر واپس آئے گا۔

یہاں مُقدسین سے مُراد غالباً وہ ایمان دار ہیں جو فضائی استقبال (۱۔ تھِسلنیکیوں ۴: ۱۶) کے وقت آسمان پر اُٹھا لئے جائیں گے۔ بعض مُفسّرین کا خیال ہے کہ اِن سے مُراد فرِشتے ہیں۔ لیکن وِنسنٹ کہتا ہے کہ اِن سے مُراد خُدا کے پاک اور جلال یافتہ لوگ ہیں۔ وُہ کہتا ہے کہ اِس خط میں فرِشتوں کا کِسی بات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن جِس موضُوع کے بارے میں تھِسلنیکے کے ایمان دار پریشان تھے جلال یافتہ ایمان داروں کا اُس کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ وُہ مزید کہتا ہے کہ "جب خُداوند آئے گا تو فرِشتے بھی اُس کے ساتھ ہوں گے۔ لیکن جب پَولُس اُن کی حاضری کا ذِکر کرتا ہے تو وُہ کہتا ہے "اپنے قوی فرِشتوں کے ساتھ" (۲۔ تھِسلنیکیوں ۱: ۷)۔

۳۔ عملی نصیحتیں (۴: ۱ — ۵: ۲۲)

ا۔ وُہ تقدیس جو خُدا کی مرضی کو پُورا کرتی ہے (۴: ۱-۸)

۴: ۱۔ لفظ "غرض" سے ظاہر ہوتا ہے کہ پَولُس اب موضُوع بدلنے لگا ہے۔ چنانچہ اب وہ عملی نصیحتیں لِکھتا ہے۔ تیسرے باب کے آخر میں تین ۳ اہم لفظ آئے ہیں یعنی پاکیزگی، محبّت اور یسوع کا دوبارہ آنا۔ اور یہ تینوں ہی چَوتھے باب کے اہم موضُوع ہیں: (۱) پاکیزگی (آیات ۱-۸) (۲) محبّت (آیات ۹، ۱۰) اور (۳) یسوع کا آنا (آیات ۱۳-۱۸) ایک اور اہم موضُوع "محنت" ہے۔

چَوتھا باب اِس درخواست کے ساتھ شرُوع ہوتا ہے کہ پاک بنو اور اِس طرح خُدا کو خُوش کرو۔ اور اختتام پر مقدسوں کے بادلوں پر اُٹھائے جانے کا بیان ہے۔ یہ سُطُور لکھتے وقت پَولُس غالباً حنوک کو یاد کر رہا تھا۔ مشابہات پر غور کریں: (۱) حنوک خُدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا (پیدائش ۵: ۲۴)۔ (۲) خُدا حنوک سے خوش تھا (عبرانیوں ۱۱: ۵)۔ (۳) حنوک آسمان پر اُٹھا لیا گیا (پیدائش ۵: ۲۴ ب؛ عبرانیوں ۱۱: ۵)۔ پَولُس رسُول عملی پاکیزگی کے لئے مقدسین کی تعریف کرتا ہے، مگر اُکساتا بھی ہے کہ کامیابی کے نئے معیار حاصِل کریں۔ پاکیزگی کوئی معرکہ نہیں بلکہ ایک عمَلِ مُسلسل ہے۔

۴: ۲۔ جب پَولُس اُن کے ساتھ تھا تو ”خُداوند یسوع“ کے اِختیار سے اُن کو اِس ذِمّہ داری کا احساس دِلاتا رہتا تھا کہ عملی پاکیزہ زِندگی سے خُدا کو خوش کریں۔

۴: ۳۔ اپنے لوگوں کے لئے ”خُدا کی مرضی یہ ہے“ کہ وُہ ”پاک“ یا مقدس بنیں۔ تقدیس کرنے کا مطلب ہے الٰہی اِستعمال کے لئے الگ یا مخصُوص کر دینا۔ ایک لحاظ سے تمام ایمان داروں کو خُداوند کی خِدمت کے لئے دُنیا سے الگ کِیا گیا ہے۔ یہ حیثیت کے لحاظ سے اُن کی تقدِیس ہے اور یہ کامل اور پُوری ہے (۱۔کرنتھیوں ۱: ۲؛ عبرانیوں ۱۰: ۱۰)۔ لیکن ایک اور پہلُو سے ضرُوری ہے کہ ایمان دار اپنی تقدیس کریں یعنی ہر قسم کے گُناہ سے الگ اور دُور رہیں۔ اِس کو عملی یا ترقی پذیر تقدِیس کہا جاتا ہے اور یہ عمل ایماندار کی مَوت یا خُداوند کی دوبارہ آمد تک جاری رہتا ہے۔ آیت ۳ میں یہ لفظ اِسی مفہُوم میں اِستعمال ہُؤا ہے (۵: ۲۳ کی تفسیر میں تقدِیس پر بحث ملاحظہ فرمائیں)۔

وُہ خاص گُناہ جِس سے پَولُس رسُول خبردار کرتا ہے وُہ حرامکاری ہے۔ اِسی کو زِنا بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بے دِین اور بُت پَرست دُنیا کا سب سے بڑا گُناہ ہے۔ ”حرامکاری سے بچے رہو“۔ یہ نصیحت اور تنبیہ آج بھی اتنی ہی ضرُوری ہے جِتنی پہلی صدی کی کلیسیا کے لئے ضروری تھی۔

۴: ۴۔ مسیحی روّیہ یہ ہے کہ ہر فَرد ”پاکیزگی اور عزّت کے ساتھ اپنے ظرف کو حاصِل کرنا جانے“۔ یہاں ظرف سے مُراد اپنی بِیوی بھی ہو سکتا ہے اور اپنا بدَن بھی۔ ۱۔پطرس ۳: ۷ میں یہ لفظ ’بیوی‘ کے لئے اِستعمال ہُؤا ہے اور ۲۔کرنتھیوں میں یہی لفظ یعنی ’برتن‘ بدَن کے مفہوم میں استعمال ہُؤا ہے۔

سیاق وسباق کے مُطابق ”ظرف“ کا مطلب ’بیوی‘ ہی ہے۔ سبق یہ ہے کہ ہر مَرد کا فرض ہے کہ بِیوی کے ساتھ عِزّت اور شائستگی سے سلوک کرے اور ازدواجی بے وفائی کی پستی میں نہ گرے۔ اِس سے اِس حقیقت کی تصدیق ہوتی ہے کہ خُدا کی مرضی ہے کہ اِنسان یک زوجگی (ایک بِیوی رکھنا) کو اِختیار کرے (۱۔کرنتھیوں ۷: ۲ بھی دیکھئے)۔

۴: ۵۔ شادی کے بارے میں مسیحی نظریہ غیر مسیحی نظریات کے بالکُل متضاد ہے۔ ایک مُفسّر کہتا ہے کہ ”لُوقا ۱۳: ۱۳ میں جب یسوع نے عورت پر ہاتھ رکھا تو وُہ سِیدھی ہو گئی۔ جب کوئی بے دین شخص عَورت پر ہاتھ رکھتا ہے تو وُہ کُبڑی ہو جاتی ہے۔“

بُت پرست اقوام جِنسی اختلاط کو شہوانی ہیجان کی تشفی کا ایک ذریعہ سمجھتی ہیں۔ اُن کے نزدیک پاکدامنی کو کمزوری شمار کیا جاتا ہے۔ اور شادی کرنا بدکاری کو قانونی شکل دینے کا نام ہے۔ وُہ گندی اور شرم کی باتوں پر فخر کرتے ہیں۔

۴:۶۔ جِنسی بے راہروی خُدا کے رُوح کے خِلاف گُناہ ہے (۱۔کرنتھیوں ۶:۱۹) اور اپنے بدن کے خِلاف بھی گُناہ ہے (۱۔کرنتھیوں ۶:۱۸) — لیکن یہ دُوسرے لوگوں کے خِلاف بھی گناہ ہے — : ”کوئی شخص اپنے بھائی کے ساتھ اِس امر میں زیادتی اور دَغا نہ کرے“۔ دُوسرے لفظوں میں کوئی مسیحی مَرد شادی کی حدُود سے تجاوز نہ کرے اور بھائی کی بیوی کو اپنی طرف راغب کر کے ”بھائی کے ساتھ دَغا نہ کرے“۔ جِنسی گناہ زِندگی میں جِسمانی اور ذہنی ابتری پَیدا کرتے ہیں جِن کے نتائج ہولناک ہوتے ہیں۔ یہ تو اِس زِندگی کی بات ہے، لیکن ابدی نتائج کے مُقابلے میں یہ ہولناکی کُچھ بھی نہیں۔ ضرُورت ہے کہ اِن کا اِقرار کر کے خُدا سے مُعافی حاصِل کی جائے۔

برطانیہ کا انیسویں صَدی کا ایک دانشور مُصنّف جِنسی گُناہ میں پڑ گیا۔ انجامِ کار اُسے جیل کی ہوا کھانی پڑی۔ وُہ لِکھتا ہے :

> دیوتاؤں نے مُجھے تقریباً سب کُچھ دے رکھا ہے۔ لیکن مَیں احمقانہ نفس پرستی اور شہوت پرستی میں پڑ گیا۔ مَیں بُلندیوں سے اُکتا گیا اور نئی نئی لذتوں کے پیچھے دانستہ پستیوں میں جا گرا . . . مُجھے دُوسروں کی زِندگیوں کی کوئی پَروا نہ رہی۔ جہاں دِل چاہتا عیاشی کے ذریعہ خُوشی حاصِل کرتا اور آگے بڑھ جاتا۔ مَیں بھُول گیا کہ چھوٹے سے چھوٹا فِعل بھی کِردار کو بناتا یا بِگاڑتا ہے۔ چنانچہ جو کُچھ اِنسان پوشیدگی میں کرتا ہے ایک دِن چھت پر کھڑے ہو کر پُکار پُکار کر اُسی کا اعلان کرنا پڑتا ہے۔ مُجھے اپنے آپ پر ضبط اور قابُو نہ رہا۔ مَیں اپنی رُوح کا کپتان نہ رہا۔ مُجھے اِس بات کی خبر تک نہ ہُوئی۔ مَیں نے خوش وقتی اور عیاشی کو اپنے اُوپر غالب کر لیا۔ اور انجامِ کار ایسی المناک شرمندگی کو پُہنچا۔

وُہ دُوسروں کی زِندگیوں سے بے پروا ہو گیا یا پَولُس کے لفظوں میں اپنے بھائی سے ”زیادتی اور دَغا“ کی۔

۴:۷ ۔ "خُدا نے ہم کو اخلاقی ناپاکی کے لئے نہیں بُلایا" بلکہ اِس لئے کہ ہماری زِندگیاں "پاک" اور خالِص ہوں ۔ اُس نے ہم کو گندگی کے گڑھے سے نکالا اور ہمارے اندر ایک عمل شرُوع کیا ہے جو زِندگی بھر جاری رہے گا ۔ اِس عمل سے وہ ہمیں زیادہ سے زیادہ اپنی مانند بناتا ہے ۔

۴:۸ ۔ جو کوئی بھی اِس ہدایت کو "نہیں مانتا" وہ صِرف ایک "آدمی" مثلاً پُولُس کی تعلیم کی حقارت نہیں کرتا ، بلکہ وُہ خُود "خدا" کی مخالفت ، تحقیر اور تردید کرتا ہے ۔ اور خُدا نے ہمیں اپنا "پاک رُوح" بھی دِیا ہے ۔ یہاں لفظ "پاک" خاص اہمیّت رکھتا ہے ۔ جِس شخص میں "پاک رُوح" سکونت کرتا ہو ، وُہ کِس طرح جنسی گناہ میں پڑ سکتا ہے ؟

غور کریں کہ اِس پیرے میں تثلیث کے سارے اقانیم کا ذِکر آیا ہے ۔ باپ (آیت ۳) بیٹا (آیت ۲) اور "پاک رُوح" (آیت ۸) ۔ کیسا شاندار خیال ہے ! ایمان دار کی تقدیس میں ذاتِ الٰہی کے تینوں اقانیم دِلچسپی رکھتے اور شامِل ہیں !

اب شہوت پرستی (۱ : ۸) سے بدل کر محبّت (۹ - ۱۲) کا موضُوع شرُوع ہوتا ہے ۔ پہلے ممانعت کی نصیحت تھی اب بڑھنے اور ترقی کرنے کی نصیحت کی جاتی ہے ۔

ب ۔ محبّت جو دُوسروں کا سوچتی ہے (۴:۹تا۱۰)

۴:۹ ۔ ایمان دار کو نہ صِرف بدن پر ضبط اور قابُو رکھنا ہے بلکہ خُداوند میں اپنے بھائیوں کے لئے محبّت بھرا دِل بھی رکھنا ہے ۔ جَیسے گناہ بے دینی کے لئے کلیدی لفظ ہے اُسی طرح "محبّت" مسیحیت کے لئے کلیدی لفظ ہے ۔

تھسلنیکے کے ایمان داروں کو اِس نیک خصلت کے بارے میں "لِکھنے کی حاجت نہیں" تھی ۔ وُہ "خُدا سے برادرانہ محبّت کی تعلیم پا چُکے" تھے ۔ الٰہی جبلت (۱-یُوحنّا ۲ : ۲۰ ، ۲۷) اور مسیحی اُستادوں کی تعلیم دونوں کے وسیلے سے اُن میں یہ خصُوصیّت پَیدا ہوئی تھی ۔ تھسلنیکے کے ایمان داروں کو یہ اِمتیاز حاصِل تھا کہ وُہ مکِدنیہ کے تمام مسیحیوں سے محبّت رکھتے تھے ۔ اُن کی تعریف کر کے پَولُس ہمیشہ کے لئے اُن کی یاد قائم کر دیتا ہے ۔

۴ : ۱۰ ۔ جیسا کہ پہلے ذِکر ہُوا، برادرانہ حُسنِ سلوک کوئی معرکہ نہیں بلکہ ایسی چیز ہے جس پر مسلسل عمل کرنا ضرُوری ہے۔ چنانچہ پَولُس نصیحت کرتا ہے کہ اِس خُوبی میں بڑھتے اور "ترقی کرتے جاؤ"۔

"برادرانہ محبّت" اِتنی اہم کیوں ہے؟ اِس لئے کہ جہاں محبّت ہو وہاں اتحاد اور یگانگت ہوتی ہے۔ اور جہاں یگانگت ہو وہاں خُدا کی برکت ہوتی ہے (زبُور ۱۳۳ : ۱، ۳)۔

ج۔ ایسی زِندگی جو باہر والوں سے ہمکلام ہوتی ہے (۴ : ۱۱، ۱۲)

۴ : ۱۱ ۔ پَولُس مقدسین کی حَوصلہ افزائی کرتا ہے کہ تین باتوں کی آرزو کریں۔ آج کل کے طرزِ کلام میں اِس آیت میں پائے جانے والے تین ۳ حکم یُوں ہوں گے :

۱۔ شُہرت اور ناموری کے پیچھے نہ پڑو۔ اِس بات پر قناعت کرو کہ "تم چھوٹے اور گُمنام ہو۔ یسوع تمہاری قدر کرتا اور تُم سے محبّت رکھتا ہے"۔
۲۔ اپنے کام سے کام رکھو۔ دُوسروں کے کام میں دخل اندازی مت کرو۔
۳۔ خُود کفیل بنو۔ دُوسروں پر بوجھ نہ بنو۔ طفیلی بن کر دُوسروں کی کمائی پر ہاتھ صاف نہ کرو۔

۴ : ۱۲ ۔ ہم مسیحی ہیں اور مسیح کی دُوسری آمد کی راہ دیکھتے ہیں، مگر یہ حقیقت ہمیں روزمرّہ زِندگی کی ذِمّہ داریوں سے فارِغ نہیں کر دیتی۔ یاد رکھیں کہ دُنیا ہم کو دیکھ رہی ہے۔ لوگ ہمارے "مُنجی" کا اندازہ ہم سے لگاتے ہیں۔ ضرُور ہے کہ باہر والوں یعنی غیر ایمان داروں کے ساتھ ہمارا رویّہ اور "برتاؤ شائستہ" اور مَوزُوں ہو۔ مالی طور سے ہم اُن کے مُحتاج نہ ہوں۔

د۔ وُہ اُمید جو ایمان داروں کو تسلّی دیتی ہے (۴ : ۱۳ - ۱۸)

۴ : ۱۳ ۔ مَوت کے وقت اِنسان پر کیا بیتتی ہے؟ اِس کے بارے میں پُرانے عہدنامہ کے لوگوں کا عِلم ناقِص اور اَدھُورا تھا۔ اور شیول (پاتال، عالِمِ ارواح) کا لفظ ہی سارے مطلب پُورے کرتا تھا۔ وُہ سمجھتے تھے کہ ایمان داروں اور بے ایمانوں

سب کی رُوحیں بے بدنی کی حالت میں وہاں رہتی ہیں۔

وُہ ایمان رکھتے تھے کہ بالآخر ہر فردِ بشر مرے گا۔ اور دُنیا کے آخر میں سب کی قیامت (جی اُٹھنا) ہوگی اور اِس کے بعد عدالت ہوگی۔ مرتھا اِسی ادھورے سے خاکے کی عکاسی کرتی ہے۔ اُس نے کہا "مَیں جانتی ہُوں کہ قیامت میں آخری دِن (لعزر) جی اُٹھے گا" (یوحنا ۱۱: ۲۴)۔ لیکن یسوع نے "زِندگی اور بقا کو اُس خوشخبری کے وسیلے سے روشن کر دیا" (۲-تیمتھیس ۱: ۱۰)۔ آج ہم جانتے ہیں کہ مَوت کے باعث جب ایمان دار اِس دُنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو مسیح کے پاس پہنچتا ہے (۲-کرنتھیوں ۵: ۸؛ فلپیوں ۱: ۲۱، ۲۳) اور بے ایمان عالمِ ارواح میں چلا جاتا ہے (لُوقا ۱۶: ۲۲، ۲۳)۔ ہم جانتے ہیں کہ سارے ایمان دار نہیں مریں گے بلکہ سب بدل جائیں گے (۱-کرنتھیوں ۱۵: ۵۱) اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ قیامتیں ایک سے زیادہ ہوں گی۔ فضائی اِستقبال کے وقت صِرف ایمان دار زِندہ کِئے جائیں گے (۱-کرنتھیوں ۱۵: ۲۳)، بدکار مُردے مسیح کی ہزار سالہ بادشاہی کے اِختتام پر زندہ کئے جائیں گے (مکاشفہ ۲۰: ۵)۔

جب پولُس پہلی دفعہ تھسلنیکے گیا تو اُس نے وہاں کے مسیحیوں کو مسیح کی دُوسری آمد اور اُس کے بعد ہونے والے واقعات کے بارے میں تعلیم دی۔ لیکن اِس دَوران اُن مقدسین کے بارے میں مسئلہ پیدا ہو گیا جو مر چکے تھے۔ کیا اُن کے بدن آخری دِن تک قبروں ہی میں رہیں گے؟ کیا وُہ مسیح کی آمد اور جلالی بادشاہی سے باہر رہیں گے؟ اُن کے سوالات کا جواب دینے اور اُن کی تشویش کو دُور کرنے کی خاطر پولُس اُن واقعات کی ترتیب کا بیان کرتا ہے جو اُس وقت رُونما ہوں گے جب مسیح اپنے لوگوں کے واسطے آئے گا۔

پولُس رسُول ایک خاص ترکیب اِستعمال کرتا ہے یعنی "اے بھائیو! ہم نہیں چاہتے کہ تم ... ناواقف رہو"۔ اِس سے وُہ قارئین کو ہوشیار اور متوجہ کرتا ہے کہ کوئی اہم بات بیان ہونے لگی ہے۔ یہاں بیان اُن کے بارے میں ہے "جو سوتے ہیں"۔ یعنی وُہ ایمان دار جو مر گئے تھے۔ اِنتقال کئے ہُوئے مسیحیوں کے بدنوں کی حالت کو بیان کرنے کے لئے "نیند" یا "سونے" کا لفظ اِستعمال ہُوا ہے۔ رُوحوں یا جانوں کے لئے یہ لفظ کبھی اِستعمال نہیں ہُوا۔ نیند یا سونا مَوت کے لئے موزُوں تشبیہ ہے۔ اُردو زبان میں ہم قبرستان کے لئے اکثر

"شہرِ خموشاں" (خاموشاں) کی ترکیب اِستعمال کرتے ہیں۔ ہم نیند یا سونے کی تشبیہ سے بھی مانوس ہیں کیونکہ ہر رات ہم موت کی اِس علامت پر عمل کرتے اور اِس میں سے گزرتے ہیں۔ اور ہر صبح قیامت (جی اُٹھنے) کی مانند ہوتی ہے۔

بائبل مقدس یہ نہیں سکھاتی کہ موت کے وقت رُوح (جان) سو جاتی ہے۔ امیر آدمی اور لعزر موت کی حالت میں پُورے طور پر ہوش (شعُوری حالت) میں تھے (لُوقا ۱۶:۱۹–۳۱)۔ جب ایمان دار مر جاتا ہے تو "خُداوند کے وطن" میں چلا جاتا ہے (۲-کرنتھیوں ۵:۸)۔ مرنے کا مطلب "مسیح کے پاس ہونا" ہے۔ اِس حالت کو پَولُس "نفع" اور "بہت ہی بہتر" کہتا ہے (فلپیّوں ۱:۲۱، ۲۳)۔

بائبل مُقدس "نیستی" یا "معدُومیت" (فنا) کی تعلیم بھی نہیں دیتی۔ موت سے وجُود کا عدم (نیست) نہیں ہو جاتا۔ ایمان دار ابدی زِندگی سے لُطف اندوز ہوتا ہے (مرقس ۱۰:۳۰) اور بے ایمان ابدی سزا پاتا ہے (مرقس ۹:۴۸؛ مُکاشفہ ۱۴:۱۱)۔

جو مقدسین مر گئے ہیں اُن کے بارے میں پَولُس رسُول کہتا ہے کہ اُن کے لئے نااُمید ہو کر غم کھانے کی کوئی ضرُورت نہیں۔ وُہ غم کو بالکل ہی قلم زد نہیں کر دیتا۔ یسوع بھی لعزر کی قبر پر رویا تھا حالانکہ وُہ جانتا تھا کہ چند منٹوں بعد مَیں اُسے زِندہ کر دُوں گا (یُوحنّا ۱۱:۳۵–۴۴)۔ ہاں، وُہ نااُمیدی والے غم کو قلم زد کر دیتا ہے، کیونکہ ایماندار آسمان میں اُن سے دوبارہ مُلاقات اور ساتھ رہنے سے نااُمید نہیں ہو سکتا۔

"جو نااُمید ہیں"۔ اِن الفاظ سے مجُھے ایک جنازے کی یاد آتی ہے۔ غمزدہ رِشتے دار ایک ایسے عزیز کے تابُوت کے گِرد جمع تھے جو بے ایمانی کی حالت میں مر گیا تھا۔ وُہ اِتنا ماتم کر رہے تھے کہ کِسی طرح تسلّی نہ پاتے تھے۔ میں اُس منظر کو کبھی نہیں بھُول سکتا۔ اُن کی نااُمیدی کو کم کرنے کا کوئی طریقہ یا ذریعہ نہ تھا۔

۴:۱۴۔ ایمان دار کی اُمید کی بُنیاد مسیح کی قیامت ہے۔ جِس طرح ہم پُختہ ایمان رکھتے ہیں کہ "یسوع مر گیا اور جی اُٹھا" اُسی طرح یہ یقین بھی رکھتے ہیں کہ جو مسیح یسوع میں سو گئے ہیں وُہ زِندہ کئے جائیں گے اور اُس کی آمدِ ثانی میں شرِیک ہوں گے۔ "اور جَیسے آدم میں سب مرتے ہیں ویسے ہی مسیح میں سب زِندہ کئے جائیں گے" (۱-کرنتھیوں ۱۵:۲۲)۔ اُس کی قیامت ہماری قیامت کی ضمانت اور ثبوت ہے۔

اِن الفاظ پر غور کریں کہ "جو سو گئے ہیں"۔ اصل زبان میں ہے "جو یسوع کے وسیلے سے سو گئے ہیں" (ریفرنس بائبل کا حاشیہ)۔ اور سلیس اُردو میں ہم "مسیح میں سو گئے ہیں" کہتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہماری رُوحوں (جانوں) سے محبّت کرنے والا اپنے پیاروں کے بدنوں کو سُلا دیتا ہے۔ اِس یقین کے باعث مَوت کا ڈر اور خوف جاتا رہتا ہے۔

جو مسیح میں مَر گئے ہیں اُن کے بارے میں ہمارا پُختہ یقین یہ ہے کہ خُدا اُن کو بھی "اُسی کے ساتھ لے آئے گا"۔ اِس کو سمجھنے کے دو پہلو ہیں۔

۱- ایک مفہُوم تو یہ ہو سکتا ہے کہ فضائی اِستقبال کے موقع پر خُدا ایمانداروں کے بدنوں کو زِندہ کرے گا اور اُن کو خُداوند یسوع کے ساتھ آسمان پر واپس لائے گا۔

۲- دُوسرا مفہُوم یہ ہو سکتا ہے کہ جب مسیح بادشاہی کرنے کو زمین پر واپس آئے گا تو خُدا اُن لوگوں کو اُس کے ساتھ واپس لائے گا جو ایمان میں مرے ہیں۔ دُوسرے لفظوں میں رسُول کہہ رہا ہے کہ "اِس بات کی فِکر نہ کرو کہ جو مَر گئے ہیں وُہ آنے والی بادشاہی کے جلال سے محرُوم رہ جائیں گے۔ جب یسوع قُدرت اور جلال کے ساتھ واپس آئے گا تو خُدا اُن کو اُس کے ساتھ واپس لائے گا"۔ (اِس مفہُوم کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے)۔

لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اِس وقت اُن کے بدن قبروں میں پڑے ہیں۔ وُہ یسوع کے ساتھ کیسے واپس آ سکتے ہیں؟ جواب آیات ۱۵-۱۷ میں دِیا گیا ہے۔ بادشاہی کرنے کو آنے سے پہلے مسیح واپس آئے گا اور اپنے لوگوں کو آسمانی وطن میں لے جائے گا۔ اور پھر بعد میں کسی وقت وُہ اُن کے ساتھ واپس آئے گا۔

۴: ۱۵- پَولُس کو یہ حقیقت کیسے معلُوم ہُوئی؟ اِس کا جواب ہے کہ "ہم تُم سے خُداوند کے کلام کے مُطابق کہتے ہیں"۔ خُداوند نے اُسے براہِ راست مکاشفہ دِیا تھا۔ ہمیں بتایا نہیں گیا کہ کیسے دیا تھا۔ رویا کے وسیلے سے یا آواز کے ساتھ یا رُوح القُدس کے باطنی طور پر اثر کے وسیلے سے۔ لیکن بالیقین یہ حقیقت ہے، اگرچہ اُس وقت تک لوگوں کو اِس کا علم نہیں تھا۔

اِس کے بعد پَولُس واضح کرتا ہے کہ مسیح کی آمد پر زِندہ مقدسین کو سوئے ہُوئے مقدسین پر کوئی سبقت یا برتری حاصِل نہیں ہو گی۔

اِس آیت میں پَولُس اپنے متعلق یُوں بات کرتا ہے کہ مسیح کی آمد کے وقت "زِندہ"

ہوگا (۱- کرنتھیوں ۱۵: ۵۱، ۵۲ بھی ملاحظہ کریں) - البتہ ۲- کرنتھیوں ۴: ۱۴ اور ۵: ۱ میں وُہ اِس اِمکان کا اظہار کرتا ہے کہ اُن مُقدسین میں شامِل ہوگا جن کو زِندہ کیا جائے گا - اِس سے واضح نتیجہ یہی اخذ ہوتا ہے کہ ہمیں اِنتظار میں رہنا چاہیئے کہ مسیح کِسی لمحہ بھی آجائے گا - لیکن یہ اِحساس بھی رکھنا چاہیئے کہ مَوت کے وسیلے ہمیں آسمان میں بُلا لیا جائے گا -

۴: ۱۶ - اب مسیح کی آمد پر واقعات کی حتمی ترتیب بیان ہوتی ہے - "خُداوند خُود آسمان سے ... اُتر آئے گا" - کِسی فرشتے کو نہیں بھیجے گا، بلکہ بہ نفسِ نفیس خُود آئے گا - اِس کے ساتھ "للکار، مُقرّب فرشتہ کی آواز اور خُدا کا نرسنگا" ہوگا - اِن زوردار آوازوں کی اہمیت کے بارے میں مُختلف نظریات ہیں - دراصل حتمی طور پر کُچھ کہنا ممکن نہیں -

۱- بعض لوگوں کا خیال ہے کہ "للکار" خُود خداوند یسوع کی آواز ہے جس سے مُردے زِندہ ہوتے (یُوحنّا ۵: ۲۵؛ ۱۱: ۴۳، ۴۴) اور زِندہ بدل جاتے ہیں - بعض لوگ اِس کو مُقرّب فرشتے کی آواز سمجھتے ہیں -

۲- "مُقرّب فرشتے" میکائیل کی "آواز" کے بارے میں عام طور سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ چونکہ اِس کا بنی اِسرائیل کے ساتھ قریبی تعلق ہے اِس لئے یہ آواز پُرانے عہدنامہ کے مقدسین کو فراہم ہونے کا حکم دے گی (دانی ایل ۱۲: ۱؛ یہوداہ ۹؛ مکاشفہ ۱۲: ۴ - ۷) - بعض کا خیال ہے کہ اِس کا مقصد اِسرائیلی قوم کی بحالی ہے - اور بعض کا خیال ہے کہ مُقرّب فرشتے کی آواز دُوسرے فرشتوں کو بُلائے گی کہ فوجی دستے کی طرح خُداوند اور اُس کے مقدسین کے ہمرکاب دُشمن کے عِلاقے میں سے آسمان کی طرف واپس چلیں (بحوالہ لُوقا ۱۶: ۲۲) -

۳- "خُدا کا نرسنگا" - یہ ۱- کرنتھیوں ۱۵: ۵۲ میں مذکور آخری نرسنگا ہے جس کا تعلق فضائی اِستقبال کے موقع پر ایمان داروں کی قیامت سے ہے - یہ نرسنگا ایمان داروں کو ابدی برکت کے لئے بُلاتا ہے - اِس کو مکاشفہ ۱۱: ۱۵ - ۱۸ کے ساتویں نرسنگے کے ساتھ گڈمڈ نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ وُہ نرسنگا بڑی مُصیبت کے دَوران آخری غضب کے انڈیلنے کا اعلان کرتا ہے -

یہاں جس نرسنگے کا ذکر ہے وُہ کلیسیا کے لئے آخری نرسنگا ہوگا، جبکہ مُکاشفہ والا نرسنگا بے ایمانوں کے لئے آخری نرسنگا ہوگا۔ (اگرچہ اِسے خاص طور پر "آخری نرسنگا" نہیں کہا گیا)۔

پہلے تو اُن کے بدن "جی اُٹھیں گے جو مسیح میں مُوئے"۔ یہ مسئلہ متنازع ہے کہ اِن میں پُرانے عہد نامہ کے مقدسین شامل ہوں گے یا نہیں۔ جو سمجھتے ہیں کہ شامل ہوں گے وُہ کہتے ہیں کہ اِس وقت مُقرب فرشتے کی آواز سُنی جاتی ہے، اور اُس کا بنی اسرائیل کے مُقدّر سے گہرا تعلق ہے (دانی ایل ۱۲: ۱)۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ فضائی اِستقبال کے موقع پر پُرانے عہد نامہ کے مقدسین زندہ نہیں کئے جائیں گے وُہ یاد دِلاتے ہیں کہ کلیسیائی دَور سے پہلے کے ایمان داروں کے لئے "مسیح میں" (جو مسیح میں مُوئے) کے الفاظ کبھی اِستعمال نہیں ہُوئے۔ اُن ایمان داروں کو غالباً بڑی مُصیبت (دانی ایل ۱۲: ۲) کے اِختتام پر زندہ کیا جائے گا۔ بہر حال اِتنی بات واضح ہے کہ یقیناً یہ عام قیامت (جس میں سب زندہ کئے جائیں) نہیں ہوگی۔ اِس موقع پر تمام مُردوں کو نہیں بلکہ صِرف اُن کو جِلایا جائے گا "جو مسیح میں مُوئے"۔

۴: ۱۷۔ پھر "جو زندہ باقی ہوں گے اُن کے ساتھ بادلوں پر اُٹھائے جائیں گے تاکہ ہَوا میں خُداوند کا اِستقبال کریں"۔ یہ مسیح خُداوند کی آمد کا پہلا مرحلہ ہے۔ لاطینی متن میں اِس کے لئے جو فعل اِستعمال ہُوا ہے اُس کا مطلب ہے "اُوپر اُٹھایا گیا"۔ یا "جھپٹ لیا گیا"، اور اعمال ۸: ۳۹ میں فلپُّس کے لئے، ۲۔کرنتھیوں ۱۲: ۲،۴ میں پولُس کے لئے اور مُکاشفہ ۱۲: ۵ میں نرینہ بچے کے لئے استعمال ہُوا ہے۔ ہم اِس واقعہ کے لئے "ہَوائی یا فضائی اِستقبال" کی اِصطلاح اِستعمال کرتے ہیں۔

"ہَوا" میں شیطان کی عملداری ہے (افسیوں ۲: ۲)۔ چنانچہ فضائی استقبال ایک فاتحانہ اجتماع ہوگا اور شیطان کے قلعے میں کُھلم کُھلا جُرأت آزمائی ہوگی۔

ذرا اُن ساری باتوں پر غور کریں جو اِن آیات میں شامل ہیں! زمین اور سمندر اُن سب کی خاک دے دیں گے جو مسیح میں مُوئے۔ پھر تبدیل کرنے والا مُعجزہ ہوگا جس سے یہ خاک جلال یافتہ بدنوں میں بدل جائے گی۔ یہ بدن بیماری، درد اور موت سے آزاد ہوں گے۔ اور یہ سب کچھ پلک جھپکنے میں ہو جائے گا (۱۔کرنتھیوں ۱۵: ۵۲)۔

پیدائش باب ۱ اور ۲ میں تخلیقِ کائنات کا بیان درج ہے۔ لوگوں کو اِس بیان کو سمجھنا اور ماننا مُشکل لگتا ہے۔ اگر تخلیق کو سمجھنا مُشکل ہے تو فضائی اِستقبال کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے جب خُدا لاکھوں کروڑوں اِنسانوں کو اُس خاک سے دوبارہ اُٹھا کھڑا کرے گا جو زمین کی تہوں میں دفن ہے، جا بجا بِکھر گئی ہے، پراگندہ ہے، یا سمُندر کی تہ میں بیٹھ گئی ہے یا ساحلوں کے کنارے جا پڑی ہے۔

مسیح کی دوبارہ آمد کے سِلسلے میں ایک آواز ہے جو سُنی جائے گی، ایک منظر ہے جو دیکھا جائے گا، ایک مُعجزہ ہے جو محسُوس کیا جائے گا، ایک مُلاقات ہے جس سے شادمانی اور خُوشی ہوگی اور ایک تسلّی ہے جس کا تجربہ ہو گا۔

اِن آیات میں لفظ "خُداوند" کی تکرار پر غور کرنا بھی دِلچسپی سے خالی نہیں۔ "خُداوند کے کلام" (۱۵) "خُداوند کے آنے" (۱۵) "خداوند خُود" (۱۶) "خداوند کا اِستقبال" (۱۷) "ہمیشہ خُداوند کے ساتھ" (۱۷)۔

"ہمیشہ خداوند کے ساتھ"! اِن الفاظ میں جو مسرت و شادمانی اور برکت کی حالت پوشیدہ ہے، کون اُس کا بیان کر سکتا ہے!

۱۸:۴ "پَس تم اِن باتوں سے ایک دُوسرے کو تسلّی دیا کرو"۔ خُداوند کی آمد کے خیال اور یاد سے کسی ایمان دار کے دِل میں خوف یا دہشت پیدا نہیں ہوتی، بلکہ یہ اُمید، خُوشی اور تسلّی کا باعث ہوتی ہے۔

آخری ایام کی علامات کی تفصیل

بہُت سے نِشان اور علامات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ فضائی اِستقبال کا وقت قریب ہے۔ مندرجہ ذیل کو ہم اُن علامات کا آغاز سمجھتے ہیں۔

۱۔ ۱۹۴۸ء مملکتِ اِسرائیل کا قیام (لُوقا ۲۱: ۲۹)۔ انجیر کے درخت کی کونپلیں نِکل رہی ہیں، یعنی اُس کے پتے نِکل رہے ہیں (لُوقا ۲۱: ۲۹-۳۱)۔ صدیوں کے بعد پہلی دفعہ بنی اِسرائیل کو اپنے مُلک میں قومی تشخص حاصل ہُوا ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ خُدا کی بادشاہی نزدیک ہے۔

۲۔ بہُت سی دُوسری قوموں کا عرُوج (لُوقا ۲۱: ۲۹)۔ یسُوع نے نبوّت کی تھی کہ صرف

انجیر کے درخت کی نہیں بلکہ دوسرے درختوں کی کونپلیں بھی پھوٹیں گی۔ حال ہی میں ہم نے سامراجی حکومتوں کا حشر دیکھ لیا ہے۔ اور یہ بھی کہ دوسری قومیں کس طرح اُبھر رہی اور پر پُرزے نکال رہی ہیں۔ ایک نئی قومیت پرستی کا دَور آگیا ہے۔

۳۔ بے ایمانی کی حالت میں بنی اسرائیل کا وطن واپس آنا (حزقی ایل ۳۶: ۲۴، ۲۵)۔ حزقی ایل نے نبوت کی تھی کہ اپنے وطن میں واپس آجانے کے بعد اُن کو اُن کے گناہوں سے پاک صاف کیا جائے گا۔ آج اسرائیل بڑی حد تک لاادری[1] قوم ہے۔ بہت تھوڑے (لیکن نہایت مؤثر گروہ) یہودی ایمان میں کٹر ہیں۔

۴۔ تحریکِ اتحاد (عالمگیر کلیسیا) (مکاشفہ باب ۱۷، ۱۸)۔ عظیم بابل کو ہم ایک بڑا وسیع مذہب سمجھتے ہیں۔ یہ ایک سیاسی اور تجارتی نظام ہے جو ایسی برگشتہ مذہبی انجمنوں کے گٹھ جوڑ سے وجود میں آیا ہے جو مسیحی کہلاتی ہیں۔ مسیحی دُنیا تیزی سے برگشتگی کی طرف مائل ہوتی جا رہی ہے (۱۔ تیمتھیس ۴: ۱، ۲؛ ۲۔ تھسلنیکیوں ۲: ۳) اور ایک عالمگیر سُپر کلیسیا بننے کی طرف گامزن ہے۔

۵۔ ارواحیت (فنِ حاضرات) روز بروز ترقی کر رہی ہے (۱۔ تیمتھیس ۴: ۱-۳)۔ آج کل دُنیا کے اکثر خطوں میں اس کا بڑا زور ہے۔

۶۔ اخلاقی معیاروں اور قدروں کا انحطاط (۲۔ تیمتھیس ۳: ۱-۵)۔ اخبارات ہر روز اس کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔

۷۔ تشدد اور سول نافرمانی (۲۔ تیمتھیس ۲: ۷، ۸)۔ لاقانونیت کا دَور دَورہ ہے۔ گھروں میں، قومی زندگی میں، کلیسیا کے اندر بھی ہر جگہ یہی رُوح کارفرما نظر آتی ہے۔

۸۔ لوگوں میں دینداری کی وضع ہے، لیکن اس کی حقیقت اور قوت سے انکاری ہیں (۲۔ تیمتھیس ۳: ۵)۔

۹۔ مخالفِ مسیح کی رُوح زور پکڑ رہی ہے (۱۔ یوحنا ۲: ۱۸)۔ یہ اُن جھوٹے فرقوں (عقائد) کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے جو مسیحی ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر

---

[1] یہ عقیدہ کہ ہم مادی چیزوں سے آگے کچھ نہیں جان سکتے۔ علتِ اوّل اور نادیدنی دُنیا کو جاننا ممکن نہیں۔

ایمان کے بنیادی عقیدے کا اِنکار کرتے ہیں۔

۱۰۔ قوموں میں اِتحاد اور وفاق بنانے کا ایسا رُجحان بڑھ رہا ہے جو آخری ایام کی نِشان دہی کرتا ہے۔ مُمکن ہے کہ یورپین مُشترکہ منڈی جس کی بنیاد میثاق روم ہے رومی سلطنت کا پیش خیمہ ہو —— لوہے اور مِٹی کی مِلی جُلی اُنگلیاں —— (دانی ایل ۲: ۳۲ - ۳۵)۔

۱۱۔ اِس حقیقت سے اِنکار کہ بہُت جلد خُدا دُنیا کے مُعاملات میں مداخلت کر کے اِس کی عدالت کرے گا (۲-پطرس ۳: ۳، ۴)۔

اِن کے علاوہ اَور بہُت سے نِشان ہیں، مثلاً زلزلے، عالمگیر قحط کا خطرہ، اور قَوموں کے درمیان بڑھتے ہُوئے جھگڑے اور لڑائیاں (متّی ۲۴: ۶، ۷)۔ قانُون نافذ کرنے اور امن قائم رکھنے میں حکُومتوں کی ناکامی، بڑھتی ہُوئی دہشت گردی، اور ایسی فضا کہ کوئی عالمی آمر اُبھر آئے گا۔ ایٹمی ہتھیاروں کی ذخیرہ اندوزی وغیرہ۔ اب یہ سُوال بامعنی معلُوم ہونے لگا ہے "کہ کون اُس (حیوان) سے لڑ سکتا ہے؟" (مکاشفہ ۱۳: ۴)۔ ٹی۔ وی کا عالمگیر نِظام کلام کی اِس بات کو پُورا کرنے میں مُمِد و مُعاون بن سکتا ہے کہ کئی واقعات ساری دُنیا میں بہ یک وقت دیکھے جائیں گے (مکاشفہ ۱: ۷)۔

مندرجۂ بالا واقعات کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ یہ مسیح کے اِس دُنیا پر بادشاہی کرنے کو آنے سے پہلے رُونما ہونے والے ہیں۔ بائبل مقدّس یہ نہیں کہتی کہ یہ فضائی استقبال سے پہلے پیش آئیں گے بلکہ یہ کہتی ہے کہ مسیح کے جلال میں ظاہر ہونے سے پہلے ہوں گے۔ اگر ایسا ہے اور ہم اِن واقعات کے رُجحان کو بڑھتے ہُوئے دیکھ رہے ہیں تو نتیجہ یہی نِکلتا ہے کہ خُداوند کے اِستقبال کا وقت بالکل نزدیک ہے۔

۵۔ خُداوند کا دِن (۵: ۱ - ۱۱)

۵: ۱ - بائبل مقدس کے اُستاد اکثر ابواب کی تقسیم پر معذرت خواہ ہوتے ہیں کہ موضُوع کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن یہاں نئے باب کا آغاز بالکل موزُوں ہے۔ پَولُس ایک نیا موضُوع چھیڑتا ہے۔ وُہ فضائی اِستقبال کی بات چھوڑ کر "خُداوند کا دن"

کی بات کرتا ہے۔ جس یونانی لفظ کا ترجمہ "کی بابت" کیا گیا ہے اُس سے نئے خیال کے آغاز کا اِظہار ہوتا ہے۔ کرنتھیوں کے پہلے خط میں اکثر یہ انداز مِلتا ہے۔

سچے ایمان دار کے لئے فضائی اِستقبال ایک تسلّی بخش اُمید ہے۔ لیکن جو مسیح سے باہر ہیں اُن کے لئے اِس کا کیا مطلب ہوگا؟ اُن کے لئے اُس دَور کا آغاز ہوگا جِس کو "وقتوں اور موقعوں" کہا گیا ہے۔ یہ دَور اپنی نوعیّت کے لحاظ سے یہُودی دَور ہوگا۔ اِس دَور میں خُدا بنی اسرائیل سے اپنے تعلقات ازسرِ نَو اُستوار کرے گا اور آخری زمانے کے وہ واقعات رُونُما ہوں گے جِن کا ذِکر پُرانے عہدنامہ کے انبیاء نے کیا ہے۔ جب شاگردوں نے خُداوند سے پُوچھا کہ تُو اپنی بادشاہی کب قائم کرے گا تو اُس نے جواب دیا تھا کہ "اُن وقتوں اور میعادوں کا جاننا . . . تمہارا کام نہیں" (اعمال ۱:۷)۔ ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ "وقتوں اور میعادوں" سے مُراد وُہ دَور ہے جِس میں بادشاہی قائم کرنے سے پہلے کا عرصہ اور بادشاہی کا عرصہ شامل ہے۔

پَولُس یہ "حاجت" محسُوس نہیں کرتا کہ تھسلنیکیوں کو "وقتوں اور میعادوں" کے بارے میں لِکھا جائے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ مقدسین اِس سے متاثر نہیں ہوں گے۔ وُہ اِن یادگارِ زمانہ واقعات کے شرُوع ہونے سے پہلے ہی آسمان پر اُٹھا لئے جائیں گے۔

علاوہ ازیں "وقتوں اور میعادوں" اور "خُداوند کا دِن" وُہ موضُوعات ہیں جو پُرانے عہدنامہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ فضائی اِستقبال ایک "بھید" ہے (۱-کرنتھیوں ۱۵:۵۱) جو رسُولوں کے زمانے سے پہلے کبھی ظاہر نہیں کیا گیا۔

۵:۲۔ مقدسین کو "خُداوند کا دِن" کا پہلے ہی علم تھا۔ وُہ جانتے تھے کہ اِس کے صحیح وقت کا کِسی کو پتہ نہیں اور کہ وُہ نہایت غیر متوقع طور پر آجائے گا۔ لیکن پَولُس کا "خداوند کا دِن" سے کیا مُراد ہے؟ یقیناً اِس سے مُراد چَوبیس گھنٹے کا دِن نہیں، بلکہ وقت کا ایک عرصہ ہے جِس کی کُچھ خاص خصوصیات ہیں۔

پُرانے عہدنامہ میں اِس اصطلاح کے لئے مُختلف الفاظ اِستعمال ہُوئے ہیں مثلاً

عدالت/ غضب کا دن، تباہی و ویرانی کا دِن، تاریکی کا روز (یسعیاہ ۲:۱۲؛ ۱۳:۹-۱۶؛ یُوایل ۲:۱، ۲)۔ یہ وُہ دِن تھا جب خُدا بنی اسرائیل کے دُشمنوں کے خِلاف آگے بڑھا اور اُن کو فیصلہ کُن سزا دی (صفنیاہ ۳:۸-۱۲؛ یُوحنّا ۳:۱۴-۱۶؛ عبدیاہ ۱۵-۱۶؛ زکریاہ ۱۲:۸، ۹)۔

عِلاوہ ازیں یہ ہر وُہ موقع بھی تھا جب خُدا نے اپنے لوگوں کو بھی اُن کی بُت پرستی اور برگشتگی کے لئے سزا دی (یوایل ۱:۱۵-۲۰؛ عاموس ۵:۱۸؛ صفنیاہ ۱:۷-۱۸)۔ بنیادی طور پر یہ گُناہ کی عدالت، خُداوند کے کام میں فتحمندی (یوایل ۲:۳۱-۳۲) اور اِیمان دار لوگوں کے لئے بے بیان برکات کا عرصہ ہے۔

مُستقبِل میں "خُداوند کا دِن" تقریباً وہی زمانہ ہو گا جو "وقتوں اور میعادوں" کا ہے۔ یہ فضائیٔ اِستقبال کے بعد شرُوع ہو گا اور اس میں ذیل کے واقعات شامِل ہوں گے:

۱- مُصیبت یا یعقوُب کی مُصیبت کا زمانہ (دانی ایل ۹:۲۷؛ یرمیاہ ۳۰:۷؛ متّی ۲۴:۴-۲۸؛ ۲-تھسلنیکیوں ۲:۲؛ مکاشفہ ۶:۱-۱۹:۱۶)۔

۲- مسیح کی اپنے مقدسین کے ساتھ آمد (متّی ۴:۱-۳؛ ۲-تھِسلنیکیوں ۱:۷-۹)۔

۳- زمین پر مسیح کی ہزار سالہ بادشاہی (یوایل ۳:۱۸، آیت ۴ بھی ملاحظہ کریں۔ زکریاہ ۱۴:۸، ۹، آیت ا بھی دیکھئے)۔

۴- اور آسمان اور زمین کا قطعی نیست کیا جانا (۱-پطرس ۳:۷، ۱۰)۔

"خُداوند کا دِن" وُہ وقت ہے جب یہوواہ اِنسانی مُعاملات میں علانیہ دخل اندازی کرے گا۔ اِس کی خصوصیّت یہ ہے کہ اِسرائیل کے دشمنوں اور اسرائیلی قوم کے برگشتہ حصّے پر غضب نازِل ہو گا۔ خُداوند کے لوگ رہائی پائیں گے، مسیح کی پُرامن اور خوشحال بادشاہی قائم ہو گی اور خُود مسیح جلال پائے گا۔

رسُول اپنے قارئین کو یاد دِلاتا ہے کہ "خُداوند کا دِن" اِس طرح آئے گا جس طرح "رات کو چور" آتا ہے۔ قطعی طور پر غیر متوقع انداز میں آئے گا۔ لوگوں کو خیال تک نہیں ہو گا۔ دُنیا ہرگز تیار نہ ہو گی۔

۵:۳- یہ دِن ناگہاں اور اچانک آئے گا۔ بڑی تباہی مچے گی۔ یہ دن اٹل ہے۔ اس سے بچنا ممکن نہیں۔

دُنیا میں تو اعتماد اور احساسِ تحفّظ ہو گا۔ لیکن خُدا کا غضب نہایت تباہ کُن قوّت کے ساتھ اچانک نازل ہو گا۔ "ہلاکت" سے مُراد یہ نہیں کہ وجُود ختم ہو جائے گا، یا دُنیا فنا (معدوم) ہو جائے گی، بلکہ مُراد یہ ہے کہ خوشحالی، امن وسکون تباہ ہو جائے گا۔ یہ ایسا ہی اٹل ہے جیسے "حاملہ کو دردِ زِہ" ہوتا ہے۔ اِس سے بچ نہیں سکتے۔ بے ایمان لوگ

اِس غضب سے ہرگز نہ بچیں گے۔

۵:۴ ۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ گزشتہ آیات میں اسم ضمیر "وُہ" اور "اُن" ہیں جبکہ اگلی آیات میں "تم" اور "ہم" اِستعمال ہُوئے ہیں۔

غیر نجات یافتہ دُنیا کے لئے خداوند کا دِن قہر و غضب کا دِن ہو گا۔ لیکن ہمارے لئے اِس کی کیا اہمیّت ہوگی؟ جواب یہ ہے کہ ہمیں کوئی خطرہ نہیں اِس لئے کہ "ہم تاریکی میں نہیں"۔ "وہ دِن" اِس طرح آپڑے گا جس طرح رات کو چور آتا ہے (آیت ۲)، یعنی چور کی طرح آئے گا اور صرف اُن افراد کو آلے گا جو "رات" یعنی تاریکی میں ہیں یعنی جو ایمان نہیں لائے۔ یہ دِن ایمان داروں پر نہیں آپڑے گا کیونکہ وُہ "تاریکی میں نہیں"۔

پہلی نظر میں مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ "خُداوند کا دِن" ایمان داروں پر بھی آپڑے گا مگر چور کی طرح نہیں۔ لیکن حقیقت یُوں نہیں۔ یہ دِن مقدسین پر بالکل ہی نہیں آئے گا، کیونکہ جب چور اِس دُنیا کی رات میں آئے گا تو مقدسین ابدی نُور میں سکونت پذیر ہو چُکے ہوں گے۔

۵:۵ ۔ تمام سچے مسیحی "نُور کے فرزند اور دِن کے فرزند ہیں۔ وُہ "نہ رات کے ہیں نہ تاریکی کے"۔ اِس حقیقت کی وجہ سے وُہ اُس غضب سے مستثنیٰ ہوں گے جو خُدا اِس دُنیا پر جس نے اُس کے بیٹے کو رَدّ کر دیا ہے انڈیلے گا۔ خُدا کے دِن کے قہر و غضب کا نشانہ صرف وُہ لوگ ہوں گے جو اخلاقی رات اور رُوحانی تاریکی میں ہیں۔ جو لوگ خُدا سے دُور اور ناواقف ہیں۔

جب کلام کہتا ہے کہ مسیحی "دِن کے فرزند" ہیں تو اِس کا مطلب "خُداوند کا دِن" نہیں۔ "دِن کے فرزند" ہونے کا مطلب ہے اخلاقی طور پر راست دُنیا کے لوگ۔ خُداوند کا دِن تو عدالت/غضب کا دِن ہے اور اُن کے لئے ہے جو اخلاقی تاریکی کی دُنیا کے لوگ ہیں۔

۵:۶ ۔ اگلی تین آیات ایمان داروں کو اُس زندگی کی تاکید کرتی ہیں جو اُن کی سربلند حیثیت کے مُطابق ہے۔ اِس کا مطلب ہوشیاری و چوکسی اور پرہیزگاری و شائستگی ہے۔ ہمیں آزمائشوں، کاہلی، سُستی اور پریشان خیالی سے "ہوشیار" رہنا ہے۔ اور خاص طور پر اپنے منجّی کی آمد کے بارے میں چوکس رہنا ہے۔

یہاں شائستگی (متوالے نہ ہونا) کا مطلب صرف گفتگو ہی میں نہیں، عام عادات و

اطوار میں شائستہ ہونا مُراد ہے۔ اور کھانے پینے میں پرہیزگاری کو اپنانا مُراد ہے۔

۵: ۷۔ طبعی دُنیا میں "نیند" کی نسبت "رات" کے ساتھ ہے۔ اِسی طرح رُوحانی دُنیا میں غفلت اور بے پروائی تاریکی کے فرزندوں یعنی ایمان نہ لانے والوں کی خاصیت ہے۔ اِنسان مَے نوشی اور عیش کوشی کے لئے "رات" کو پسند کرتے ہیں۔ چونکہ اُن کے کام بُرے ہیں اِس لئے وُہ روشنی کی بجائے تاریکی کو پسند کرتے ہیں (یُوحنّا ۳: ۱۹)۔

۵: ۸۔ مگر جو "دِن کے ہیں" ضرُور ہے کہ وُہ اُسی طرح نُور میں چلیں جس طرح وہ نُور میں ہے۔ اِس کا مطلب ہے گُناہ کو پہچاننا اور ترک کرنا، ہر قسم کی بد پرہیزی سے بچنا۔ اور اِس کا مطلب ہے مسیحی ہتھیار باندھنا اور باندھے رکھنا۔ یہ ہتھیار "ایمان اور محبّت کا بکتر" اور "نجات کی اُمید کا خود" پر مشتمل ہیں۔ دُوسرے لفظوں میں ایمان، محبّت اور اُمید ہی ہتھیار ہیں۔ یہ مسیحی کردار اور سیرت کے بُنیادی عناصر ہیں۔ ضرُوری نہیں کہ "بکتر اور خود" کی تفاصیل بیان کی جائیں۔ رسُول صِرف یہ کہہ رہا ہے کہ نُور کے فرزندوں کو چاہئے کہ ایک مستقِل خُدا پرست زندگی کے حفاظتی غلاف پہنیں۔ دُنیا میں شہوت پرستی کے باعث جو بگاڑ ہے اُس سے ہمیں کیا چیز بچا سکتی ہے؟ ایمان یا خُدا پر بھروسا کرنا، ایک دُوسرے اور خُداوند سے محبّت۔ اور مسیح کی آمد کی اُمید۔

پانچویں باب میں اہم تقابُل

بے ایمان	ایمان دار
("وہ")	("تم")
سوتے ہیں	نہیں سوتے
متوالے	متوالے نہیں
تاریکی میں ہیں	تاریکی میں نہیں
رات اور تاریکی کے ہیں	روشنی کے فرزند اور دِن کے فرزند ہیں
خُداوند کا دِن چور کی طرح اُن پر اچانک آ پڑے گا	خُداوند کا دِن اُن پر غیر متوقع طور پر اور چور کی طرح نہیں

	آپڑے گا
ہلاکت ناگہاں آپڑے گی۔ اُٹا ہے۔ اچانک آئے گی جیسے حاملہ کو دردِ زہ لگتا ہے۔	اُن پر غضب نہیں ہوگا، بلکہ نجات پانے کے لئے مقرر و مخصوص ہیں۔

۵: ۹۔ فضائی اِستقبال کے دو پہلو ہیں "نجات" اور "غضب"۔ ایمان دار کے لئے آسمان میں اُس کی نجات کی تکمیل ہوگی۔ بے ایمان کے لئے زمین پر غضب کا دَور شروع ہو جائے گا۔

چونکہ ہم دِن کے فرزند ہیں اِس لئے خُدا نے ہمیں "غضب کے لئے مقرر نہیں کیا" جو کہ وُہ "بڑی مُصیبت" کے دَور میں نازِل کرے گا، بلکہ پُورے معنوں میں "نجات" کے لئے مُقرر کیا ہے۔ اور نجات کا مطلب ہے گُناہ کی مَوجودگی سے ہمیشہ کے لئے کامل خلاصی۔

بعض مُفسّرین سمجھتے ہیں کہ یہاں "غضب" سے مُراد وُہ سزا ہے جو بے ایمانوں کو جہنّم میں مِلے گی۔ بے شک یہ سچ ہے کہ خُدا نے ہمیں اُس کے لئے مُقرر نہیں کیا۔ لیکن یہاں اِس خیال کا اظہار کرنا بے دلیل بات معلُوم ہوتا ہے۔ پَولُس جہنم کی بات نہیں کر رہا، بلکہ مُستقبل میں زمین پر ہونے والے واقعات کا ذِکر کر رہا ہے۔ سیاق و سباق کا تعلق خُداوند کے دِن کے ساتھ ہے جو کہ بنی نوعِ اِنسان کی تارِیخ میں سب سے زیادہ "غضب" کا دَور ہوگا (متی ۲۴: ۲۱)۔ ہماری ملاقات جلّاد کے ساتھ نہیں بلکہ مُنجی کے ساتھ مُقرر ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ بڑی مُصیبت کا زمانہ شیطان کے غضب (مکاشفہ ۱۲: ۱۲) کا زمانہ ہے نہ کہ خدا کے غضب کا۔ اُن کا کہنا ہے کہ کلیسیا کو شیطان کے غضب کا سامنا ہوگا، لیکن مسیح کی دُوسری آمد کے موقع پر خُدا کے غضب سے آزاد ہوگی۔ تاہم مندرجہ ذیل آیات خُدا اور برّہ کے غضب کا بیان کرتی ہیں اور اُن کو مُصیبت کے ایام کے بیان کے ساتھ رکھا گیا ہے (مکاشفہ ۶: ۱۶، ۱۷؛ ۱۴: ۹، ۱۰، ۱۹؛ ۱۵: ۱، ۷؛ ۱۶: ۱، ۱۹)۔

۵: ۱۰۔ یہ آیت اُس نہایت بڑی قیمت پر زور دیتی ہے جو خُداوند یسوع مسیح کو ہمیں غضب سے چُھڑانے اور نجات کو یقینی بنانے کے لئے ادا کرنی پڑی "وُہ ہماری خاطر اِس لئے مُوا کہ ہم جاگتے ہوں یا سوتے ہوں سب مِل کر اُسی کے ساتھ جِئیں"۔

"ہم جاگتے ہوں یا سوتے ہوں"۔ اِن الفاظ کو سمجھنے کے دو پہلو ہیں: بعض علما کے مطابق

مطلب ہے کہ فضائی استقبال کے وقت "مُردہ ہوں یا زندہ ہوں"۔ وہ کہتے ہیں کہ اُس وقت ایمان داروں کے دو گروہ ہوں گے ۔ ایک وہ جو مسیح میں مَر گئے۔ دُوسرے وہ جو اُس وقت جیتے ہوں گے۔ چنانچہ خیال یہ ہُوا کہ مسیح کی دُوسری آمد کے موقع پر۔ ہم زِندوں میں ہوں یا مُردوں میں "ہم اُسی کے ساتھ جئیں" گے۔ جو مسیحی مَر جاتے ہیں اُن کو کچھ نقصان نہیں ہوتا ۔ خداوند نے مرتھا کو بھی یہی بات سمجھائی تھی کہ "قیامت اور زِندگی تو مَیں ہوں ۔ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے گو وہ مَر جائے (یعنی وہ مسیحی جو فضائی استقبال سے پیشتر مَر جاتا ہے) تو بھی زِندہ رہے گا (وہ مُردوں میں سے جلایا جائیگا) ۔ اور جو کوئی زِندہ ہے اور مجھ پر ایمان لاتا ہے (وہ ایماندار جو فضائی استقبال کے وقت زِندہ ہو گا) وہ ابد تک کبھی نہ مَرے گا . . ." (ا۔یوحنا ۱۱: ۲۵، ۲۶)۔

دُوسرے عُلما کا نُقطۂ نظر یہ ہے کہ "ہم جاگتے ہوں یا سوتے ہوں" کا مطلب ہے کہ ہم رُوحانی طور سے "ہوشیار" ہوں یا "اُونگھ" رہے ہوں، ہم خُداوند سے ملنے کو ہَوا میں اُٹھائے جائیں گے ۔ ہماری ابدی نجات کا اِنحصار اِس بات پر نہیں کہ اس زمین پر اپنے آخری لمحات کے دَوران ہم رُوحانی طور پر شائق اور چوکس ہیں یا نہیں ۔ اگر واقعی ہماری نئی پَیدائش ہو چکی ہوگی جب وہ دوبارہ آئے گا تو ہم "اُس کے ساتھ جئیں" گے ۔ ہماری رُوحانی حالت ہمارے اَجر کا تعین کرے گی ۔ لیکن ہماری نجات کا دار و مدار صرف مسیح پر ایمان پر ہے ۔

اِس نظریہ کے حامی کہتے ہیں کہ جس لفظ کا ترجمہ یہاں "جاگتے ہوں" کیا گیا اُسی کا ترجمہ آیت ۶ میں "ہوشیار رہو" کیا گیا ہے ۔ اور آیت ۶ اور ۷ میں "سونا" کا مطلب "الٰہی یا رُوحانی باتوں سے بے حِسی ہے جس میں دُنیا سے مُطابقت رکھنا بھی شامل ہے" (وائن) ۔ لیکن ۴: ۱۳، ۱۴، ۱۵ میں جہاں مطلب "موت" ہے یہ لفظ اِستعمال نہیں ہُوا ۔

۵: ۱۱ ۔ اِس بات کے پیشِ نظر کہ ہماری نجات اِتنی بڑی ہے، اور ہم اِتنے عظیم مُنجی سے محبّت رکھتے ہیں اور اِس حقیقت کی روشنی میں کہ وہ بہت جلد دوبارہ آنے کو ہے ہمیں چاہیئے کہ ایک دُوسرے کو تسلّی دیں ۔ اِس مقصد کے لئے ضرُوری ہے کہ ہم ایک دُوسرے کو سکھائیں، نمونہ بنیں، خُدا کے کلام اور شفقت کے وسیلے سے ایک دُوسرے کی ترقی کا باعث بنیں ۔ چونکہ اُس وقت ہم اُس کے ساتھ جئیں گے، اِس لئے ضرُوری ہے کہ اِس وقت یہاں ہم ایک دُوسرے کے ساتھ میل ملاپ اور تعاوُن کے ساتھ رہیں ۔

و۔ مُقدسین کو مختلف نصیحتیں (۵: ۱۲-۲۲)۔

۵: ۱۲۔ تھسلنیکے کی کلیسیا کے بزرگوں (ایلڈروں) نے شاید اُن لوگوں کو جھڑکا ہو جنہوں نے کام اور محنت کرنا چھوڑ دیا تھا اور دُوسروں کا خُون چُوس رہے تھے۔ اور اِس میں شک نہیں کہ مُفت خورے نصیحت اور جھڑکی کو کبھی پسند نہیں کرتے۔ شاید اسی وجہ سے پولُس نے لیڈروں اور اُن کے پیروؤں کو یہ نصیحت کی۔

جب پولُس مقدسین کو اُبھارتا ہے کہ "جو تم میں محنت کرتے ہیں ... اُنہیں مانو" تو اُس کا مطلب ہے اپنے رُوحانی پیشواؤں کی عزّت کرو اور اُن کی باتوں پر عمل کرو۔ یہ بات اِن الفاظ سے صاف ظاہر ہوتی ہے کہ وُہ "خُداوند میں تمہارے پیشوا ہیں اور تم کو نصیحت کرتے ہیں۔" کلیسیا کے بزرگ یا ایلڈر خُدا کی بھیڑوں کے نائب چرواہے ہوتے ہیں۔ اُن کی ذِمہ داری ہے کہ تعلیم دیں، حُکم دیں اور خبردار کریں اور تنبیہ کریں۔

نئے عہدنامہ میں اِس طرح کی بہُت سی آیات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدائی کلیسیاؤں میں کسی ایک آدمی کی حکمرانی نہیں ہوتی تھی۔ ہر کلیسیا میں بزرگوں (ایلڈروں) کا ایک گروہ ہوتا تھا جو مقامی گلّے کی گلّہ بانی کرتا تھا۔

۵: ۱۳۔ ایلڈرز خُداوند کے نمائندہ کی حیثیت سے خِدمت کرتے ہیں۔ اُن کا کام خُدا کا کام ہے۔ اِس وجہ سے وُہ "عزّت" اور "محبّت" کے حقدار ہیں۔ اِس لئے یہ نصیحت کہ "آپس میں میل مِلاپ رکھو" نہایت مُناسب ہے۔ ہر جگہ مسیحیوں کا اوّلین مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دُوسرے کے ساتھ مِل کر کیسے چلیں۔ ہر ایمان دار میں اِتنی جسمانیت ضرور ہوتی ہے کہ مقامی کلیسیا کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔ صِرف رُوح القُدس کی تقویت ہی سے ہم میں محبّت، دِل کی شکستگی، رواداری، مہربانی، نرم دِلی اور مُعافی آسکتی ہے جو کہ "میل مِلاپ" کے لئے ناگزیر ہیں۔ "میل مِلاپ" کے لئے خاص خطرہ جس سے پولُس خبردار کر رہا ہوگا، وُہ ہے لیڈروں کی قیادت میں گروہ بندیاں قائم کرنا۔

۵: ۱۴۔ معلُوم ہوتا ہے کہ اِس آیت میں کلیسیا کے رُوحانی لیڈروں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اُن کو بتایا گیا ہے کہ مسائل پیدا کرنے والے بھائیوں سے کیسا برتاؤ کرنا چاہئے۔

۱۔ "بے قاعِدہ چلنے والوں کو سمجھاؤ۔" جو دُوسروں کے شانہ بشانہ نہیں چلتے، بلکہ

اپنے غیر ذمہ دارانہ رویّہ سے کلیسیا کے امن وامان اور میل ملاپ کو خراب کرتے ہیں اُن کو سمجھاؤ۔ یہاں "بے قاعدہ چلنے والوں" سے مُراد وُہ افراد ہیں جو کام کرنے سے اِنکار کرتے ہیں۔ یہ وُہی ہیں جن کا بیان ۲۔ تھسلنیکیوں ۳: ۶-۱۲ میں بھی آیا ہے: "جو بے قاعدہ چلتا ہے ... جسے محنت کرنا منظور نہیں اور ... اَوروں کے کام میں دخل دیتا ہے"۔

۲۔ "کم ہمّتوں کو دِلاسا دو" جن کو اپنی مُشکلات پر قابُو پانے کے لئے مُستقِل نصیحت اور حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے تاکہ خُداوند کے ساتھ ثابت قدمی سے چل سکیں۔ اگر کوئی ذہنی طور پر بھی کمزور ہے تو اُسے بھی دِلاسے اور حوصلہ افزائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب انجیل کی منادی ہوتی ہے تو وُہ بھی سُننے کو آتے ہیں۔ کیا یہ بات انجیل اور کلیسیا کے لئے باعثِ تحسین نہیں؟ کم سے کم ایک حلقہ تو ایسا ہے جہاں اُن کو ہمدردی، محبّت اور توجّہ مِلتی ہے!

۳۔ "کمزوروں کو سنبھالو" یعنی جو رُوحانی، اخلاقی یا جسمانی لحاظ سے کمزور ہیں اُن کی مدد کرو۔ غالباً بنیادی تصوّر یہ ہے کہ کمزور افراد کو رُوحانی اور اخلاقی سہارا اور مدد دو۔ مگر ہم مالی مدد کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔

۴۔ "سب کے ساتھ تحمّل سے پیش آؤ" جب دُوسرے افراد آپ کو تنگ کریں اور چڑائیں تو صبر اور برداشت سے کام لو۔

۵: ۱۵۔ اب پَولُس عام مسیحیوں سے مخاطب ہوتا ہے۔ وُہ بُرائی کے عِوض بُرائی کرنے سے منع کرتا ہے۔ طبعی ردِّ عمل یہی ہوتا ہے کہ بدلہ لیا جائے۔ اینٹ کا جواب پتّھر سے دِیا جائے۔ لیکن ایک مسیحی کی خُداوند یسوؔع مسیح کے ساتھ رفاقت ایسی ہوتی ہے کہ فوق الفِطرت ردِّ عمل کا اِظہار کرے۔ دُوسرے لفظوں میں مہربانی اور محبّت اُس کی فِطرت کا خاصّہ ہوں۔ نہ صِرف دُوسرے ایمان داروں سے بلکہ غیر نجات یافتہ لوگوں سے بھی ایسا رویہ رکھیں۔

۵: ۱۶۔ نہایت مخالف اور تکلیف دِہ حالات میں بھی مسیحی کے لئے خُوشی ایک مستقِل تجربہ ہو سکتی ہے۔ اِس لئے کہ اِس خُوشی کا سرچشمہ اور مرکز مسیح ہے اور مسیح ہی سارے حالات پر اختیار اور قابُو رکھتا ہے۔ یونانی نئے عہدنامہ میں "ہر وقت خوش رہو"

سب سے چھوٹی آیت ہے۔

۵ : ۱۷۔ دُعا تو ایک مسیحی زِندگی کا رُجحان اور اوڑھنا بچھونا ہونی چاہیئے۔ مُراد یہ نہیں کہ وُہ روزمرّہ کی ذمّہ داریوں کو چھوڑ کر دُعا مانگنے ہی میں لگا رہے۔ بے شک وُہ باقاعِدہ اَوقات میں دُعا مانگتا ہے، لیکن جب بھی ضرُورت پڑتی ہے وُہ بے تامل اور بے ساختہ دُعا مانگتا اور خُداوند کے ساتھ رابطہ اور رفاقت سے متواتر خُوش ہوتا ہے۔

۵ : ۱۸۔ خُدا کی شُکر گزاری کرنا بھی ہر مسیحی کا قُدرتی جذبہ ہونا چاہیئے۔ اگر رُومیوں ۸ : ۲۸ سچ ہے تو ہمیں ہر وقت اور ہر موقع پر اور ہر بات کے لئے خُداوند کی حمد و ستائش کرنی چاہیئے۔ البتہ یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ گُناہ کو موقع نہ مِلے۔

اِن تین اچھی عادات کو کلیسیا کے تین دائمی حکم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یسُوع مسیح میں ہماری بابت خُدا کی کیا مرضی ہے۔ "یسُوع مسیح میں"۔ یہ الفاظ ہمیں یاد دِلاتے ہیں کہ خداوند نے اپنی زمینی زِندگی کے دَوران ہمیں یہ باتیں سِکھائی تھیں، اور وُہ خُود اِن باتوں کا جیتا جاگتا نمونہ تھا۔ اپنی تعلیم اور نمُونے سے اُس نے ہمیں دِکھایا کہ خُوشی، دُعا اور شُکر گزاری کے بارے میں خُدا کی کیا مرضی ہے۔

۵ : ۱۹۔ اگلی چار آیات جماعت میں برتاؤ اور سلُوک کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ "رُوح کو نہ بُجھاؤ" سے مُراد ہے اپنے درمیان رُوحُ القُدس کے کام کو نہ دبانا، اِس کے لئے رُکاوٹ پَیدا نہ کرنا، اِسے محدُود نہ کر دینا۔ گُناہ رُوح کو بُجھا دیتا ہے۔ روایات اُس کو بُجھا دیتی ہیں۔ عام عبادت کے لئے اِنسان کے وضع کردہ قانُون اور ضابطے رُوح کو بُجھا دیتے ہیں۔ نا اِتفاقی رُوح کو بُجھا دیتی ہے۔ کِسی نے کہا ہے کہ "سرد مہر نظریں، تحقیر آمیز الفاظ، خاموشی اور دانِستہ بے توجہی اِسے بُجھانے میں بڑا کردار ادا کرتی ہے۔ اور اِسی طرح نکتہ چینی بھی"۔ کِسی فرد یا کلیسیا میں جب رُوح کے کام کو دبا دیا جاتا ہے تو وُہ بُجھ جاتا ہے۔

۵ : ۲۰۔ اگر ہم اِس آیت کو گُزشتہ آیت کے ساتھ مِلائیں تو خیال یہ ہوگا کہ جب ہم "نبوّتوں کی حقارت" کرتے ہیں تو رُوح کو بُجھاتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کِسی نَوجوان بھائی سے وعظ کرتے وقت کوئی غلطی ہو جائے اور ہم اُس پر ایسی نکتہ چینی کرتے ہیں کہ وُہ مسیح کے لئے اپنی گواہی پر شرمِندہ ہونے لگتا ہے۔ اِس طرح ہم رُوح کو بُجھا دیتے ہیں۔

نئے عہد نامہ میں "نبوت" کا بنیادی مطلب ہے خُدا کے کلام کی باتیں کرنا۔ نبیوں کی اِلہامی باتیں ہمارے لئے بائبل مُقدّس میں محفوظ کر دی گئی ہیں۔ "نبوّت" کا ثانوی مطلب ہے بائبل میں ظاہر کی گئی خدا کی مرضی کا بیان کرنا۔

۵:۲۱ - ضرُور ہے کہ جو باتیں ہم سُنتے ہیں اُن کو جانچیں اور پرکھیں۔ اور جو باتیں "اچھّی"، اصلی اور سچّی ہیں اُن کو "پکڑے" رہیں۔ تعلیم اور منادی کی باتوں کو "آزمانے" کا پیمانہ اور معیار خدُا کا کلام ہے۔

ایک مُفکّر لکھتا ہے کہ:

> "موجودہ دَور میں کلیسیا کی بڑی ضرُورت یہ ہے کہ ... نبوّت کرنے کی آزادی ہو۔ ایسے اجتماع ہوں جن میں جس بھائی کو رُوح القدُس بولنے کی توفیق دے وہ کلام کر سکے۔"

۵:۲۲ - "ہر قسم کی بدی سے بچے رہو"۔ مُراد ہے جھُوٹی نبوتوں سے، جھوٹے طور پر غیر زبانیں بولنے سے یا عام بُری باتوں یا کاموں سے بچے رہو۔

اے۔ ٹی۔ پیٹرسن کہتا ہے کہ آیات ۱۶ سے ۲۲ میں مسیحیوں کے لئے سات قسم کے ذہنی رویّے صاف نظر آتے ہیں:

۱- حمد و ستائش کا رویّہ (۱۶) - کہ خدا ہمارے ساتھ جو بھی سلوک کرتا ہے نہایت عُمدہ ہوتا ہے۔

۲- دُعائیہ رویّہ (۱۷) - دُعا کبھی بھی غیر موزوں یا بے موقع نہیں ہوتی۔

۳- شکر گزاری کا رویّہ (۱۸) - ایسے حالات میں بھی جو دُنیاوی اور جسمانی لحاظ سے ناخوشگوار ہوں۔

۴- رُوحانی رویّہ (۱۹) - رُوح القدُس کو ہمارے اندر اور ہمارے وسیلے سے پوری آزادی حاصل ہونی چاہئے۔

۵- تعلیم پذیر رویّہ (۲۰) - خدُا جس ذریعے اور وسیلے سے بھی سکھائے ہم سیکھیں۔

۶- پرکھنے کا رویّہ (۲۱) - ۱-یُوحنّا ۴:۱ سے مُقابلہ کریں۔ ہر بات کو خدُا کے کلام کے ساتھ جانچنا اور پرکھنا۔

۷- پاکیزگی کا رویّہ (۲۲)- بدی اور بُرائی کی سوچ سے بھی بچنا۔

۴-تھسلنیکیوں کو الوداعی سلام (۵: ۲۳-۲۸)

۵: ۲۳- اب پَولُس رسُول مُقدسین کی تقدیس کے لئے دُعا مانگتا ہے۔ تقدیس یا پاکیزگی کا سرچشمہ "اِطمینان کا خُدا" ہے۔ اِس کی وُسعت لفظ "بالکل" میں پائی جاتی ہے۔ مُراد ہے "تمہارے وجُود کا ایک ایک حِصّہ"۔

بعض لوگ اِس آیت سے "کامل پاکیزگی" کے عقیدہ کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں ــــ یعنی ایمان دار اِسی زِندگی میں "کامِل بے گُناہی" حاصِل کر سکتا ہے۔ لیکن جب پَولُس یہ دُعا مانگتا ہے کہ "خُدا جو اطمینان کا چشمہ ہے آپ ہی تم کو بالکل پاک کرے" تو اُس کا ہرگز یہ مطلب نہیں۔ وُہ گناہ والی فِطرت کو بالکل مِٹا دینے کی دُعا نہیں کرتا، بلکہ یہ کہ اُن کے وجُود کا ہر حِصّہ ــــ "رُوح، جان اور بدن" ــــ پاک کِیا جائے۔

تقدِیس یعنی پاک ٹھہرائے جانے کی تفصیل

نئے عہدنامہ میں تقدیس کے چار مرحلے ہیں یعنی تبدیلی سے پہلے کا مرحلہ، مُقدس ٹھہرائے جانے کا مرحلہ، عملی یا تدریجی مرحلہ اور کاملیّت کا مرحلہ۔

۱- نجات پانے سے پہلے ہی خارجی استحقاق کی حیثیّت مِل جاتی ہے۔ چنانچہ ہم ۱-کرنتھیوں ۷: ۱۴ میں پڑھتے ہیں کہ "جو شوہر باایمان نہیں وُہ بیوی کے سبب سے پاک ٹھہرتا ہے ... وغیرہ"۔ یہ ایمان لانے سے پہلے کی تقدِیس ہے۔

۲- جب بھی کوئی شخص نئے سرے سے پَیدا ہوتا ہے وُہ مسیح کے ساتھ اپنی پیوستگی کے باعث حیثیت کے لحاظ سے پاک ٹھہرتا ہے۔ مُراد یہ ہے کہ اُسے دُنیا سے الگ کر کے خُدا کے لئے مخصُوص کر دیا جاتا ہے۔ اِس کا ذِکر اعمال ۲۶: ۱۸؛ ۱-کرنتھیوں ۱: ۲؛ ۶: ۱۱؛ ۲-تھسلنیکیوں ۲: ۱۳؛ عبرانیوں ۱۰: ۱۰، ۱۴ میں پایا جاتا ہے۔

۳- لیکن اِس کے ساتھ عملی یا تدریجی تقدیس بھی ہے، یعنی زمانۂ حال میں ایمان دار دُنیا، گُناہ اور خودی سے الگ ہو کر خُدا کے لئے مخصوص ہو جاتا ہے۔ یہ وُہ عمل ہے جس سے وُہ مسیح کے مشابہ ہوتا جاتا ہے۔ اور یہی تقدیس ہے جس کے لئے پَولُس یہاں تھسلنیکیوں کے لئے دُعا مانگتا ہے۔ ۱-تھسلنیکیوں ۴: ۳،۴ اور ۲-تیمتھیُس ۲: ۲۱ میں بھی اِسی تقدیس کا بیان ہے۔ جب ہم خُدا کے کلام کی فرمانبرداری کرتے ہیں تو رُوح القدس یہ تقدیس کرتا ہے (یُوحنّا ۱۷: ۱۷؛ ۲-کرنتھیوں ۳: ۱۸)۔ یہ عملی تقدیس وہ عمل ہے جو اُس وقت تک جاری رہنا چاہئے جب تک ایمان دار اِس دُنیا میں ہے۔ اُسے اِس زمین پر کبھی کاملیّت یا "بے گناہی" کی حالت حاصِل نہیں ہو گی، لیکن اُس کو ہر لمحے اُس منزِل کی طرف گامزن رہنا چاہئے۔

۴- کامِل تقدیس وُہ آخری حالت ہے جو ایماندار کو آسمان میں حاصِل ہو گی۔ جب وُہ خُدا کے پاس پہنچے گا تو اخلاقی لحاظ سے خُداوند کے مشابہ ہو گا۔ اور کامل اور حتمی طور پر گُناہ سے الگ ہو گا (۱-یُوحنّا ۳: ۱-۳)۔

پَولُس رسول یہ دُعا بھی مانگتا ہے کہ خُدا تھسلنیکیوں کو محفُوظ رکھے۔ اِس میں بھی پُورا وجُود —— "رُوح، جان اور بدن" شامِل ہے — ترتیب پر غور کریں۔ خُدا ہمیشہ "رُوح، جان اور بدن" کہتا ہے۔ اِبتدائی تخلیق میں رُوح کو اوّلین اہمیّت حاصِل تھی اور بدن کو آخری۔ گُناہ نے ترتیب اُلٹ دی۔ اِنسان بدن کے لئے جیتا اور رُوح کو نظر انداز کئے رکھتا ہے۔ جب ہم ایک دُوسرے کے لئے دُعا مانگیں تو بائبل کی ترتیب پر عمل کرنا چاہئے اور رُوحانی ترقی و بہبُود کو جسمانی ضرُوریات سے پہلے رکھنا چاہئے۔

اِس آیت اور کئی دیگر آیتوں سے واضح ہوتا ہے کہ ہم سہ جُزی وجُود رکھتے ہیں۔ ہماری "رُوح" وُہ حِصّہ ہے جس کے وسیلے سے ہم خُدا کے ساتھ رفاقت رکھ سکتے ہیں۔ ہماری "جان" کا تعلق ہمارے جذبات، خواہشات اور میلانات سے ہے (یُوحنّا ۱۲: ۲۷) اور ہمارا "بدن" وُہ مکان ہے جس میں ہماری شخصیّت سکُونت رکھتی ہے (۲-کرنتھیوں ۵: ۱)۔

ضرُورت ہے کہ ہمارے تمام اجزا پُورے طور پر محفُوظ رہیں، یعنی کامِل اور بالکُل درست حالت میں رہیں۔ ایک مُفسّر نے محفُوظ رکھنے کی ضرُوریات یُوں بیان کی ہیں:

۱- رُوح کو محفُوظ رکھنے کی ضرُورت ہے (ا) ہر اُس چیز سے جو اِسے آلودہ کرتی ہے

(۲-کرنتھیوں ۷: ۱) — (ب) ہر اُس چیز سے جو رُوح القدس کی اُس گواہی کو روکتی ہے جو مقدسوں سے خُدا کے ساتھ تعلق کے بارے میں ہوتی ہے (رومیوں ۸: ۱۶) یا (ج) ہر اُس چیز سے جو اُس عبادت میں رُکاوٹ ڈالتی ہے جو خُدا چاہتا ہے (یُوحنا ۴: ۲۳؛ فلپیوں ۳: ۳)۔

۲- جان کو محفُوظ رکھنے کی ضرُورت ہے (ا) بُرے خیالات سے (متی ۱۵: ۱۸، ۱۹؛ اِفسیوں ۲: ۳)۔ (ب) اُن جسمانی خواہشوں سے جو اُس سے لڑتی ہیں (۱-پطرس ۲: ۱۱) اور (ج) تفرقوں اور جھگڑوں سے (عبرانیوں ۱۲: ۱۵)۔

۳- بدن کو محفُوظ رکھنے کی ضرُورت ہے (ا) آلودگی اور حرامکاری سے (۱-تھسلنیکیوں ۴: ۳-۸) اور (ب) ناپاک حرکات و اعمال سے (رومیوں ۶: ۱۹)۔

بعض لوگ اِس بات سے اِنکار کرتے ہیں کہ غیر نجات یافتہ افراد میں بھی رُوح ہوتی ہے۔ شاید وُہ اِس بات کو بنیاد بناتے ہیں کہ ایسے لوگ رُوحانی طور پر مُردہ ہوتے ہیں (افسیوں ۲: ۱)۔ اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ غیر نجات یافتہ لوگ رُوحانی طور پر مُردہ ہوتے ہیں، لیکن اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اُن میں رُوح نہیں ہوتی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جہاں تک خُدا کے ساتھ رفاقت کا تعلق ہے وُہ مُردہ ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر جہاں تک سحر اور جادُو گری کا تعلق ہے اُن کی رُوحیں جیتی جاگتی ہیں، مگر خُدا کے لحاظ سے مُردہ ہوتی ہیں۔

لینسکی خبردار کرتا ہے کہ

> بہُت سے لوگ جُزوی مسیحیت سے مُطمئن رہتے ہیں۔ اُن کی زِندگی کے کُچھ حِصّے ابھی تک دُنیاوی ہوتے ہیں۔ رسُولوں کی نصیحتیں ہماری فِطرت کے ہر گوشے کی گہری تفتیش کرتی ہیں تاکہ پاک ہونے سے رہ نہ جائے۔

رسُول دُعا میں اِس خواہش کا اِظہار کرتا ہے کہ خدا اُن کی ذات کے ایک ایک حِصّے کو پاک کرے اور محفُوظ رکھے تاکہ جب ہمارا "خداوند یسُوع مسیح" آئے تو وہ "بے عیب" ہوں۔ لگتا ہے کہ اِس بات کا اِشارہ مسیح کے تختِ عدالت کی طرف ہے جو فضائی اِستقبال کے بعد کا واقعہ ہے۔ اُس وقت مسیحی کی زِندگی، خِدمت اور گواہی کا جائزہ لیا جائے گا اور اُسے یا تو اَجر مِلے گا یا وُہ نقصان اُٹھائے گا۔

۵: ۲۴- جیسا کہ ہم نے ۴: ۳ میں دیکھا کہ خُدا کی مرضی ہے کہ ہماری تقدیس ہو۔ اُس نے ہمیں بُلایا ہے کہ بالآخر اُس کے سامنے بے عیب کھڑے ہوں۔ اُسی نے ہم میں

یہ کام شروع کیا ہے اور وُہی پُورا کرے گا (فلپیوں ۱: ۶) - اور ہمارا "بُلانے والا" اپنا وعدہ پُورا کرنے میں "سچّا" اور وفادار ہے -

۲۵:۵ - خط کا اِختتام کرتے ہُوئے پَولُس مقدسوں سے درخواست کرتا ہے کہ "ہمارے واسطے دُعا کرو" - اُسے ہمیشہ دُعا کی ضرورت رہتی تھی - یہی حال ہمارا بھی ہے - ہم ایمان لوگوں کے لئے "دُعا" نہ کرنا گناہ ہے -

۲۶:۵ - اِس کے بعد پَولُس درخواست کرتا ہے کہ "پاک بوسہ کے ساتھ سب بھائیوں کو سلام کرو" - اُن دِنوں سلام کہنے کا یہی رواج تھا - آج کل اِس کی جگہ ہاتھ ملانے اور گلے ملنے نے لے لی ہے -

۲۷:۵ - رسُول بڑی سنجیدگی سے حُکم دیتا ہے کہ "یہ خط سب بھائیوں کو سُنایا جائے" - یہاں دو نکات قابلِ غور ہیں :

۱- پَولُس واضح کرتا ہے کہ اِس خط کا ہر لفظ خدا کے اِختیار سے رقم ہُوا ہے - پُرانا عہدنامہ یہُودی عبادت خانوں میں سب کے سامنے پڑھا جاتا تھا - اب یہ خط بھی ساری کلیسیاؤں میں بآوازِ بلند پڑھا جائے گا -

۲- بائبل مقدس کسی اندرونی حلقے یا مراعات یافتہ لوگوں کے لئے نہیں بلکہ تمام مسیحیوں کے لئے ہے - ساری سچّائیاں تمام مقدسین کے لئے ہیں -

ڈینی بڑی دانشمندی کے ساتھ تاکید کرتا ہے کہ :

> اگر انجیلِ مُقدّس کسی حکمت یا بھلائی کو کسی آدمی سے روکتی ہے تو اِس سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا - اور اگر کوئی کلیسیا ایسا کرتی ہے تو بے وفائی اور دغابازی کا ثبوت دیتی ہے، کیونکہ اِس طرح وہ اپنے اراکین کو ہمیشہ تک نابالغ اور ناسمجھ رکھتی ہے اور پاک صحائف کے آزادانہ اِستعمال کی حوصلہ شکنی کرتی ہے - نیز خیال رکھتی ہے کہ جو کچھ اُس میں موجود ہے اُسے تمام بھائی پڑھنے نہ پائیں -

غور کریں کہ آیات ۲۵-۲۷ میں کامیاب مسیحی زندگی کے تین گُر دِئے گئے ہیں: (۱) دُعا (آیت ۲۵) - (۲) ایمان دار بھائیوں کے لئے محبّت، جو رفاقت وشراکت کی مظہر ہے (آیت ۲۶) اور (۳) کلام کا مُطالعہ اور اِس پر غور وخوض (آیت ۲۷) -

۵:۲۸ - آخر میں پولُس اپنے مخصوص انداز سے خط کو ختم کرتا ہے۔ اُس نے تھسلنیکیوں کے نام پہلے خط کا آغاز "فضل" اور اِطمینان کی دُعا سے کیا تھا اور اِسی دُعا کے ساتھ ختم بھی کرتا ہے۔ رسُولوں کے لئے مسیحیت شرُوع سے "آمین" تک فضل ہی فضل ہے۔ "آمین"۔

تھسلنیکیوں کے نام دوسرا خط

تعارف

> پہلے خط کی طرح پولس رسول آغاز ہی میں غلطی کے ساتھ دو دو ہاتھ نہیں کرتا، بلکہ مقدسین کے دلوں کو بتدریج اور ہر رخ سے تیار کرتا ہے تاکہ جیسے ہی غلطی سے پردہ اُٹھایا جائے وہ اُسے خارج کر کے سچائی کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔ یہ خدا کی حکمت اور فضل کا طریقہ ہے۔ صرف غلطی یا بدی کی نشان دہی نہیں کی جاتی بلکہ دل کو درست سمت پر ڈال دیا جاتا ہے۔
>
> ولیم کیلی

۱۔ کتبِ مسلّمہ میں بے مثال مقام

اِس چھوٹے سے خط میں کئی اہم سچائیاں پائی جاتی ہیں۔ اِن کا تعلق عقیدے سے بھی ہے اور یہ عمل بھی ہیں۔ تھسلنیکے کے مسیحی مسیح کی دوسری آمد کے بارے میں کچھ غلط فہمیوں کا شکار تھے۔ پولس اُن کی اصلاح کرتا اور گناہ کے شخص کے ظہور کی بھی وضاحت کرتا ہے۔ وہ اُن لوگوں کو بھی ٹھوس مشورہ دیتا اور نصیحت کرتا ہے جو مسیح خداوند کی دوسری آمد کو بہانہ بنا کر کام کرنا چھوڑ بیٹھے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ ایسے لوگ کھائیں بھی نہ۔

۲۔ مصنّف

۲۔ تھسلنیکیوں کے مصنّف کے سلسلے میں خارجی شہادتیں ۱۔ تھسلنیکیوں کے لئے شہادتوں سے بھی زیادہ مضبوط ہیں۔ نہ صرف قدیم ہی سے پولیکارپ، اغناطیسیوس

اور یوسطین نے اِس کی توثیق کی ہے (یہ شہادت مرقیونی دیباچے اور مرتوروی فہرستِ مسلّمہ میں بھی موجود ہے)۔ بلکہ ایرینیئس تو ۲۔تھسلنیکیوں کا نام لے کر اقتباس کرتا ہے ۔

چونکہ یہ خط بہت مختصر ہے اِس لئے اِس میں داخلی شہادت اُتنی نہیں جتنی ۱۔تھسلنیکیوں میں پائی جاتی ہے ۔ لیکن یہ اُس خط سے اِتنی مطابقت رکھتا اور اُس کی یہاں تک تکمیل کرتا ہے کہ شاید ہی کوئی عالِم ہوگا جو یہ تسلیم کرتے ہوئے ہچکچاتا ہو کہ یہ خط پولس کی تصنیف ہے ۔

۳۔ سنِ تصنیف

تھسلنیکیوں کے نام پہلے خط سے کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوگئی تھیں ۔ عِلاوہ ازیں کچھ اَور مسائل سامنے آ گئے تھے ۔ دُوسرا خط اِن ہی کے جواب میں لِکھا گیا ۔ دونوں خطوں کے تحریر ہونے میں چند مہینوں یا شاید چند ہفتوں کا وقفہ ہوگا ۔ پولس، سلوانس اور تیمتھیس ابھی تک اکٹھے تھے (۱:۱) اور کرنتھس ہی وہ واحد شہر ہے جہاں ہم اُن کے اکٹھے ہونے کا ذِکر پڑھتے ہیں (اعمال ۱۸: ۱-۵) ۔ اِس لئے یہ خط سن ۵۰ء کے عشرے کے اوائِل میں غالباً سن ۵۰ء یا ۵۱ء میں لِکھا گیا ۔

۴۔ پس منظر اور موضوعات

پہلے خط کے اِتنی جلدی بعد دُوسرا خط لِکھنے کی تین بڑی وجوہات تھیں ۔ مُقدسین کو ایذا رسانی کا نِشانہ بنایا جا رہا تھا ۔ اُن کی دِلجمعی اور حوصلہ افزائی کی ضرورت تھی (باب ۱) ۔ اُن کو خُداوند کے دِن کے بارے میں گُمراہ کیا جا رہا تھا ۔ اُن کو بتانے اور سمجھانے کی ضرورت تھی (باب ۲) ۔ بعض ایمان دار آمدِ ثانی کے پیشِ نظر کام کاج چھوڑ بیٹھے تھے ۔ اُن کی اِصلاح کی ضرورت تھی (باب ۳) ۔

جہاں تک خُداوند کے دِن کا تعلق ہے ایمان داروں کو خدشہ تھا کہ ہم اُسی دِن میں رہ رہے ہیں ۔ اُن کے خدشات کو اِن جھوٹی افواہوں سے بھی تقویت مِلتی تھی کہ پولس خود تعلیم دے رہا ہے کہ خُداوند کا دِن ابھی ہے ۔ چنانچہ پولس اِس بات کی وضاحت اور تصیح کرتا ہے ۔

یہ بات تو واضح ہونی چاہیئے کہ خُداوند کا دِن اور خُداوند کی (دوسری) آمد یعنی فضائی استقبال ایک ہی بات نہیں ہیں۔ مُقدسّین کو یہ ڈر نہیں تھا کہ خُداوند (دوبارہ) آچکا ہے، بلکہ اُن کو ڈر یہ تھا کہ ہم 'بڑی مُصیبت' میں ہیں جو کہ خُداوند کے دِن کا پہلا مرحلہ ہے۔

پَولُس نے پہلے کبھی یہ تعلیم نہیں دی تھی کہ فضائی اِستقبال سے پہلے کُچھ واقعات ظہور پذیر ہوں گے۔ لیکن اب وُہ تعلیم دیتا ہے کہ خُداوند کے دِن کے آنے سے پہلے بڑی برگشتگی ہوگی، رُکاوٹ دُور کر دی جائے گی اور گُناہ کا شخص ظاہر ہوگا۔

اِس خط کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے ضرُوری ہے کہ فضائی اِستقبال، خُداوند کے دِن اور خُداوند کے بادشاہی کرنے کو آنے میں فرق کو سمجھا جائے۔ خُداوند کے دِن کی وضاحت ۱-تھسلُنیکیوں ۵:۲ کی تفسیر میں کر دی گئی ہے۔ فضائی اِستقبال اور مکاشفہ میں فرق کی وضاحت ۲-تھِسلُنیکیوں ۱:۷ کی تشریح میں کی جائے گی۔

خاکہ

۱- سلام (۱:۱، ۲)

۲- پولُس اور تھسلُنیکیوں کے تعلقات (۱:۳-۱۲)

ا- پولُس شُکرگزاری کا قرض چُکاتا ہے (۱:۳-۵)

ب- خُدا کی راست عدالت (۱:۶-۱۰)

ج- مُقدّسین کے لئے پولُس کی دُعا (۱:۱۱، ۱۲)

۳- خُداوند کے دِن کا بیان (۲:۱-۱۲)

ا- اِستقلال کے لئے اپیل (۲:۱، ۲)

ب- گُناہ کا شخص (۲:۳-۱۲)

۴- شُکرگزاری اور دُعا (۲:۱۳-۱۷)

ا- پولُس شُکر ادا کرتا ہے کہ مُقدّسین عدالت سے بچ جائیں گے (۲:۱۳، ۱۴)

ب- پولُس کی دُعا کہ مُقدّسین تسلّی پائیں اور مستحکم ہوں (۲:۱۵-۱۷)

۵- عملی نصیحتیں (۳:۱-۱۵)

ا- ایک دُوسرے کے لئے دُعا مانگنے کی اپیل (۳:۱-۵)

ب- سرکشوں سے مُعاملہ کرنے کے لئے (۳:۶-۱۵)

۶- برکت اور سلام (۳:۱۶-۱۸)

تفسیر

۱- سلام (۱:۱، ۲)

۱:۱- جب کرنتھس سے "پولس" نے یہ خط لکھا تو "سلوانس اور تیمتھیس" اُس کے ساتھ تھے- یہ خط "تھسلنیکیوں کی کلیسیا کے نام" ہے- اِن باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِس خط کی جغرافیائی حدود کیا ہیں اور کہ اِسے اِنسانی ہاتھوں نے تالیف کیا ہے- "جو ہمارے باپ خدا ... میں ہے"- یہ الفاظ اِس جماعت کو بت پرستوں سے جدا اور ممیز کرتے ہیں- "اور خداوند یسوع مسیح میں ہے"- یہ الفاظ واضح کرتے ہیں کہ یہ جماعت مسیحی جماعت ہے-

۱:۲- رسول مقدسوں کے لئے شہرت، دولت یا مسرت کا خواہاں نہیں ہے بلکہ اُن کے لئے "فضل اور اِطمینان" کی دعا کرتا ہے- "فضل" اُن ساری باتوں کی توفیق دیتا ہے جو خدا کی مرضی کے مطابق ہوں- اور "اِطمینان" تمام قسم کے حالات میں سلیم الطبعی اور طمانیت بخشتا ہے- اِنسان اپنے اور دوسروں کے لئے اِس سے زیادہ کیا چاہ سکتا ہے!

"فضل اور اِطمینان" "خدا باپ اور خداوند یسوع مسیح کی طرف سے" ہیں- "فضل" "اِطمینان" سے پہلے ہے- ضرور ہے کہ ہم خدا کے "فضل" کو پہلے جانیں، اِس کے بعد ہی ہمیں "اِطمینان" کا تجربہ ہوگا- پولس "خدا ہمارے باپ اور خداوند یسوع مسیح" کا ذکر ایک ساتھ کرتا ہے اِس لئے کہ دونوں ایک ساتھ اِن برکتوں کا سرچشمہ ہیں- اِس طرح باپ اور بیٹے کی برابری بھی ظاہر ہوتی ہے-

۲- پولس اور تھسلنیکیوں کے تعلقات (۱: ۳ - ۱۲)

ا- پولس شکرگزاری کا قرض چکاتا ہے (۱: ۳ - ۵)

۱:۳- اِس خط کا آغاز مقدسین کے لئے شکرگزاری سے ہوتا ہے- اِس کو پڑھتے

ہُوئے مسیح کے سچّے خادِم کے دِل کی دھڑکن سُنائی دیتی ہے کہ وُہ اپنے رُوحانی فرزندوں کے لئے کیسا خُوش اور شادمان ہوتا ہے۔ وُہ خُدا کا شُکر کرنے کو ایک مُسلسل فرض سمجھتا ہے۔ مسیحیوں کے "ایمان" اور "مَحبّت" کے پیشِ نظر یہ بات بُہت مناسب بھی ہے۔ اُن کا "ایمان" حیرت افزا طور پر بڑھتا جاتا تھا اور ہر ایمان دار بلاتخصیص دُوسرے سے "مَحبّت" کرتا تھا۔ یہ سب کُچھ رسُول کی دُعا کا جواب تھا (۱-تھسلنیکیوں ۳: ۱۰، ۱۲)۔

ذرا ترتیب پر غور کریں۔ پہلے "ایمان" پھر "مَحبّت"۔ سی- ایچ- میکنٹاش رقمطراز ہے کہ "مَحبّت خُود خُدا کے اندر کی مَحبّت کے اَبدی چشمے سے ہمارا ربط کرا دیتی ہے۔ اور اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے دِل اُن سب کی مَحبّت سے سرشار ہُوئے رہتے ہیں جو اُس کے ہیں"۔

۱: ۴- تھسلنیکیوں کی رُوحانی ترقی کے باعث پَولُس اور اُس کے ساتھی "خُدا کی کلیسیاؤں میں" اُن پر "فخر کرتے ہیں"۔ وُہ سخت "ظُلم اور مُصیبتوں" کے باوجود اپنے "ایمان" میں ثابت قدم تھے۔ یہاں "صبر" سے مُراد ثابت قدمی یا مستقل مزاجی ہے۔

۱: ۵- وُہ ظُلم اور مُصیبتوں میں بھی دلیری اور ثابت قدمی سے قائم تھے۔ اِس حقیقت سے "خُدا کی سچی عدالت" کا اظہار ہوتا ہے۔ خُدا اُن کو سنبھالتا، اُن کی حمایت کرتا، اُن کی تقویت کرتا اور اُن کو ہمّت اور حوصلہ دیتا تھا۔ اگر اُن کو اِلٰہی حمایت اور طاقت حاصل نہ ہوتی تو وُہ مسیح کی خاطر اِتنا دُکھ، ظُلم اور مُصیبتیں اُٹھانے میں ایسے صبر کا مظاہرہ نہ کر سکتے۔

اپنی اِس دلیری اور بہادری کے سبب وُہ "خُدا کی بادشاہی کے لائق" ثابت ہُوئے۔ صرف مسیح کے نجات کے کام کے باعث ہی کوئی خُدا کی بادشاہی میں داخل ہونے کے لائق ہو سکتا ہے۔ لیکن جو لوگ بادشاہی کی خاطر دُکھ اُٹھاتے اور ظُلم سہتے ہیں وُہ ثابت کرتے ہیں کہ ہم اُن میں شامل ہیں جو آئندہ دِنوں میں اُس کے ساتھ بادشاہی کریں گے (رومیوں ۸: ۱۷؛ ۲-تیمتھیس ۲: ۱۲)۔

"تاکہ تم خُدا کی بادشاہی کے لائق ٹھہرو"۔ اِس جُملے پر تبصرہ کرتے ہُوئے ای- ڈبلیو- راجرز کہتا ہے:

> اِس کا تعلق اِنسانی ذِمہ داری سے ہے۔ جہاں تک خُدا کے اختیارِ مطلق

کا تعلق ہے ہم کو نور میں مقدسوں کے ساتھ میراث کا حصہ دار ہونے کے لائق ٹھہرا دیا گیا ہے۔ اور اِس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ہم مسیح کی موت اور جی اُٹھنے میں اُس کے ساتھ شامل ہوئے۔ ہم پر اُس عزیز میں فضل ہوا ہے۔ اور یہ ہماری کسی خوبی یا لیاقت کے باعث قطعاً نہیں۔ نہ نجات پانے سے پہلے ہم میں کوئی خوبی تھی، نہ بعد میں ہے۔ لیکن خدا اپنے لوگوں کو اذیتوں اور مصیبتوں میں سے گزرنے دیتا ہے تاکہ اُن میں وہ اخلاقی فضائل پیدا ہوں جن سے وہ اِس بادشاہی کے "لائق شہری" بن جائیں۔

بعض رسول اس بات پر خوشی مناتے تھے کہ ہم یسوع کی خاطر دکھ اُٹھانے کے لائق تو شمار ہوئے۔ پولس تھسلنیکیوں کے لئے دعا مانگتا تھا کہ وہ اپنی بلاہٹ کے لائق ثابت ہوں۔ لیکن اِس دعا کا مسیح کے کام میں اضافے کے ساتھ یقیناً کوئی تعلق نہیں۔ صلیب ہی ایمان دار کو بادشاہی کے لائق بناتی ہے لیکن مصیبتوں میں صبر اور ایمان سے ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ اخلاقی طور پر اِس کے لائق ہے۔ کسی بھی دنیاوی سوسائٹی میں ایسے ممبران بھی ہوتے ہیں جو اُس کا نام ڈبو دیتے ہیں۔ پولس دعا مانگتا ہے کہ اِن مقدسین کے درمیان ایسا نہ ہو۔

ب۔ خدا کی راست عدالت (۱: ۶-۱۰)

۱: ۶۔ "خدا کی سچی" کارروائی دو طریقوں سے نظر آتی ہے ۔۔ کہ ایذا دینے والوں کو سزا دے اور ایذا اُٹھانے والوں کو آرام دے۔

ولیمز کہتا ہے:

> خدا اِجازت دیتا ہے کہ اُس کے لوگ ظلم و ستم سے دوچار ہوں، اور اُن پر ظلم کرنے والے موجود رہیں۔ اِس میں اُس کا دُہرا مقصد ہوتا ہے ۔۔ اوّل، وہ آزماتا ہے کہ میرے لوگ بادشاہی کرنے کے لائق ہیں یا نہیں (آیت ۵)۔ دوم، وہ دِکھاتا ہے کہ اُن پر ظلم کرنے والے عدالت کے لائق ہیں۔

۱: ۷۔ جس طرح خدا اپنے لوگوں کے دشمنوں کو قرار واقعی سزا دے گا اُسی طرح اُن

کو جو اُس کی خاطر دُکھ اور مُصیبت اُٹھاتے ہیں "آرام" بھی دے گا۔

آیت ۷ سے ہمیں یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ دُکھ اُٹھانے والے مُقدّسین کو امتحان اور آزمائش سے اُس وقت تک آرام نہیں مِلے گا جب تک مسیح بھڑکتی ہوئی آگ کے ساتھ آسمان سے واپس نہیں آتا۔ جو ایماندار زِندہ ہوں گے وُہ فضائی استقبال کے وقت تمام دُکھوں اور دباؤ سے آرام پائیں گے۔ یہ آیت صِرف یہ کہہ رہی ہے کہ جب خُداوند اپنے مُخالِفوں پر قہر و غضب اُنڈیلے گا تو دُنیا دیکھے گی کہ مقدّسین "آرام" سے لُطف اندوز ہو رہے ہیں۔

خُدا کی سچّی عدالت کا وقت اُس وقت ہو گا "جب خُداوند یسوع اپنے قوی فرشتوں کے ساتھ بھڑکتی ہُوئی آگ میں آسمان سے ظاہر ہو گا"۔ بے خُدا لوگوں کے لئے سزا اور ایمانداروں کے لئے "آرام" مسیح کی دُوسری آمد میں شامل ہے۔ یہاں مسیح کی آمد کے کونسے مرحلے کی طرف اِشارہ ہے؟ صاف معلُوم ہوتا ہے کہ اِشارہ تیسرے مرحلے کی طرف ہے یعنی اُس کی آمد کا ظہور — جب وُہ اپنے مُقدّسوں کے ساتھ زمین پر واپس آئے گا۔

فضائی اِستقبال اور ظہور

مگر سُوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم کس طرح جانتے ہیں کہ فضائی اِستقبال اور مسیح کا ظہور دو الگ الگ واقعات ہیں؟ جواب یہ ہے کہ پاک کلام نے مندرجہ ذیل طریقے سے اِن میں فرق بیان کیا ہے:

فضائی اِستقبال	ظہور
۱- مسیح ہوا میں آتا ہے (۱-تھسلنیکیوں ۴: ۱۷)۔	۱- وُہ زمین پر آتا ہے (زکریاہ ۱۴: ۴)۔
۲- وُہ اپنے مُقدّسین کو لینے آتا ہے (۱-تھسلنیکیوں ۴: ۱۶، ۱۷)۔	۲- وُہ اپنے مُقدّسوں کے ساتھ آتا ہے (۱-تھسلنیکیوں ۳: ۱۳؛ یہوداہ ۱۴)۔
۳- فضائی استقبال ایک بھید ہے، یعنی ایسی سچائی جس کا پُرانے عہد نامہ میں علم نہ تھا (۱-کرنتھیوں ۱۵: ۵۱)۔	۳- ظہور کوئی بھید نہیں ہے، بلکہ یہ پُرانے عہد نامہ کی بہت سی نبوّتوں کا موضوع ہے (زبور ۷۲؛ یسعیاہ ۱۱؛ زکریاہ ۱۴)۔

۴- یہ کبھی نہیں کہا گیا کہ مسیح کے اپنے مُقدّسوں کو لینے کے لئے آنے سے پہلے آسمان پر نشان ظاہر ہوں گے۔	۴- مسیح کے اپنے مُقدّسوں کو لینے کے لئے آنے سے پہلے آسمان پر نشان ظاہر ہوں گے (متی ۲۴: ۲۹، ۳۰)۔
۵- فضائی استقبال کو مسیح کا دِن کہا گیا ہے (۱- کرنتھیوں ۱: ۸؛ ۲- کرنتھیوں ۱: ۱۴؛ فلپیوں ۱: ۶، ۱۰)	۵- ظہُور کو خُداوند کا دِن کہا گیا ہے (۲- تھسلنیکیوں ۲: ۱-۱۲)۔
۶- فضائی اِستقبال برکت کا موقع ہو گا (۱- تھسلنیکیوں ۴: ۱۸)۔	۶- ظہُور میں زیادہ زور عدالت پر ہے (۲- تھسلنیکیوں ۲: ۸-۱۲)۔
۷- فضائی اِستقبال ایک لمحہ بھر میں آنکھ جھپکنے میں وقُوع پذیر ہو گا (۱- کرنتھیوں ۱۵: ۵۲)۔ اِس میں خاص بات یہ مضمر ہے کہ دُنیا اُسے نہیں دیکھے گی۔	۷- ظہُور ساری دُنیا میں نظر آئے گا (متی ۲۴: ۲۷؛ مکاشفہ ۱: ۷)۔
۸- فضائی اِستقبال میں بُنیادی طور پر کلیسیا حِصّہ لے گی (یُوحنا ۱۴: ۱-۴؛ ۱- کرنتھیوں ۱۵: ۵۱-۵۸؛ ۱- تھسلنیکیوں ۴: ۱۳-۱۸)۔	۸- ظہُور میں پہلے اِسرائیل اور بعد میں غیر قومیں بھی شامل ہوں گی (متی ۲۴: ۱ — ۲۵: ۴۶)۔
۹- مسیح ایک روشن اور صُبح کے ستارے کی مانند آتا ہے (مُکاشفہ ۲۲: ۱۶)۔	۹- وُہ آفتابِ صداقت کی مانند آتا ہے اور اُس کی کرنوں میں شِفا ہو گی (ملاکی ۴: ۲)۔
۱۰- اناجیلِ متوافقہ میں فضائی اِستقبال کا ذِکر نہیں ہے۔ البتہ یُوحنا کی انجیل میں اِس کی طرف متعدد اِشارے پائے جاتے ہیں۔	۱۰- اناجیلِ متوافقہ میں ظہُور کا خاص ذِکر ہے۔ البتہ یُوحنا کی انجیل میں ذِکر نہیں آتا۔
۱۱- جو لوگ فضائی اِستقبال میں اُٹھائے جائیں گے، وُہ برکت کے لئے اُٹھائے جائیں گے (۱- تھسلنیکیوں ۴: ۱۳-۱۸) اور جو چھوڑے جائیں گے وُہ عدالت اور غضب کے لئے چھوڑے جائیں گے (۱- تھسلنیکیوں ۵: ۱-۳)	۱۱- جو اُٹھائے جائیں گے، وُہ عدالت کے لئے اور جو چھوڑے جائیں گے وُہ برکت کے لئے (متی ۲۴: ۳۷-۴۱)۔

۱۲- فضائی استقبال سے پہلے کے واقعات کے لئے تاریخوں کے تعین کا کوئی نظام نہیں چھوڑا گیا۔	۱۲- ظہور کے لئے تاریخوں کے تعین کا تفصیلی نظام موجود ہے مثلاً ۱۲۶۰ دِن ۴۲ ہفتے، ۳ ½ برس - دیکھئے دانی ایل ۷: ۲۵؛ ۱۲: ۷، ۱۱، ۱۲؛ مکاشفہ ۱۱: ۲؛ ۱۲: ۱۴؛ ۱۳: ۵ -
۱۳- فضائی اِستقبال والے کسی حوالے میں "ابنِ آدم" کا لقب اِستعمال نہیں ہُوا۔	۱۳- ظہور کو "ابنِ آدم" کی آمد کے طور پر بیان کیا گیا ہے (متی ۱۶: ۲۸؛ ۲۴: ۲۷، ۳۰، ۳۹؛ ۲۶: ۶۴؛ مرقس ۱۳: ۲۶؛ لوقا ۲۱: ۲۷)۔

مان لیا کہ یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں، مگر یہ کس طرح جان سکتے ہیں کہ دونوں تقریباً بہ یک وقت وقوع پذیر نہیں ہوں گے؟ ہم کیسے جانیں کہ اِن کے درمیان وقفہ بھی ہے؟ ثبوت کے لئے تین راہوں پر چل سکتے ہیں۔

۱- پہلی راہ کی بُنیاد دانی ایل کی سَتّر ہفتوں کی نبوّت ہے (دانی ایل ۹: ۲۵-۲۷)۔ ہمارا زمانہ کلیسیائی دَور کا وہ زمانہ ہے جو اُنہترویں اور سترّویں ہفتے کے درمیان کا زمانہ ہے۔ سترّواں ہفتہ سات سالہ بڑی مُصیبت کا زمانہ ہے۔ اِس بڑی مُصیبت کے زمانے سے پہلے کلیسیا آسمانی وطن میں اُٹھالی جائے گی (رومیوں ۵: ۹؛ ۱- تھسلُنیکیوں ۱: ۱۰؛ ۵: ۹؛ مکاشفہ ۳: ۱۰)۔ بادشاہی کرنے کے لئے مسیح کی آمد سترّویں ہفتے کے بعد ہوتی ہے (دانی ایل ۹: ۲۴؛ متی باب ۲۴)۔

۲- فضائی اِستقبال اور ظہور کے درمیان وقفہ کے ثبوت کے لئے دُوسری راہ کی بُنیاد مکاشفہ کی کتاب کے ڈھانچے پر ہے۔ پہلے تین ابواب میں کلیسیا زمین پر نظر آتی ہے۔ باب ۴ سے ۱۹: ۱۰ تک میں بڑی مُصیبت کے دَور کا بیان ہے جب خُدا کا غضب اِس دُنیا پر جس نے اُس کے بیٹے کو ردّ کر دیا اُنڈیلا جائے گا۔ کہیں ذِکر نہیں آتا کہ اُس دَور میں کلیسیا زمین پر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ باب ۳ کے اِختتام پر کلیسیا آسمان پر اُٹھالی گئی ہے۔ مکاشفہ ۱۹: ۱۱ میں مسیح زمین پر واپس آتا ہے تاکہ اپنے دشمنوں کو مطیع کرے اور اپنی بادشاہی قائم

کرے ــــــ اور یہ آمد بڑی مصیبت کے دور کے اختتام پر ہوتی ہے۔

۳- ایک اور ملاحظہ ہے جس کے مطابق مسیح کے مقدسین کو لینے کے لئے آنے اور مقدسین کے ساتھ آنے کے درمیان وقفہ ضروری ہے۔ فضائی استقبال کے وقت "سارے" ایمان داروں کو دنیا سے نکال لیا جاتا ہے اور ان کو جلالی بدن دئے جاتے ہیں۔ مگر جب مسیح بادشاہی کرنے کے لئے دنیا میں آتا ہے تو زمین پر وہ ایمان دار بھی موجود ہیں جن کے بدن ابھی تک جلالی نہیں ہوں گے۔ وہ ہزار سالہ بادشاہی کے دوران بیاہ شادیاں کریں گے اور ان کے بچے ہوں گے (یسعیاہ ۱۱: ۶۔۸)۔ یہ ایمان دار کہاں سے آجاتے ہیں؟ ضرور ہے کہ فضائی استقبال اور ظہور کے درمیان وقفہ ہے جس کے دوران یہ ایمان لاتے ہیں۔

اب آیت ۷ کی طرف واپس آتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ "خداوند یسوع" قدرت اور جلال کے ساتھ آتا ہے۔ "فرشتے" اس کے ہمرکاب ہیں جن کے وسیلے سے اس کی قوت بروئے کار آتی ہے۔

"بھڑکتی ہوئی آگ"۔ غالباً یہ اشارہ "شکینہ" کی طرف ہے۔ شکینہ وہ جلالی بادل ہے جو خدا کی حضوری کی نمائندگی کرتا ہے (خروج ۱۶: ۱۰) یا ممکن ہے کہ یہ اس آتشیں عدالت (غضب) کی تصویر ہے جو شروع کی جانے کو ہے (زبور ۵۰: ۳؛ یسعیاہ ۶۶: ۱۵)۔ خیال ہے کہ مراد یہی عدالت ہے۔

جب خدا "بدلہ" لیتا ہے تو انتقامی کارروائی نہیں کرتا بلکہ راستی سے اجر، بدلہ دیتا ہے۔ اس میں انتقام کی روح نہیں ہے بلکہ وہ وہی سزا دیتا ہے جس کا اس کی پاک اور راست ذات مطالبہ کرتی ہے۔ اسے بدکار کی ہلاکت سے خوشی نہیں ہوتی
(حزقی ایل ۱۸: ۳۲)۔

اگلی آیت میں پولس دو۲ طبقوں کا ذکر کرتا ہے جن کو بدلہ دیا جائے گا۔

۱: ۸- ۱- "جو خدا کو نہیں پہچانتے"۔ وہ جنہوں نے کائنات اور ضمیر (باطن) پر ظاہر ہونے والے سچے خدا کے عرفان کا انکار کیا (رومیوں باب ۱، ۲)۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے خوشخبری نہ سنی ہو۔

۲- جو "ہمارے خداوند یسوع کی خوشخبری کو نہیں مانتے"۔ جنہوں نے خوشخبری سنی اور اسے رد کر دیا۔ خوشخبری فقط واقعات اور حقائق کا بیان ہی نہیں جن کا یقین کر لیا

جائے، بلکہ یہ ایک 'شخص' کا بیان ہے جس کا حکم ماننا ضروری ہے۔ نئے عہدنامہ کے مفہوم میں ایمان میں فرمانبرداری شامل ہے۔

۱ : ۹ وہ "... سزا پائیں گے"۔ جو خدا گناہ کی سزا نہیں دیتا وہ ہرگز خدا نہیں۔ یہ نظریہ کہ محبت کے خدا کو گناہ کی سزا نہیں دینی چاہئے اِس حقیقت کو نظرانداز کر دیتا ہے کہ خدا قدوس ہے اور اُسے وہ بات کرنی لازم ہے جو اخلاقی لحاظ سے دُرست ہو۔

یہاں سزا کی نوعیت بیان کی گئی ہے کہ "ابدی ہلاکت" ہے۔ جس لفظ کا ترجمہ "ابدی یا "دائمی" کیا گیا ہے وہ نئے عہدنامہ میں ستّر دفعہ استعمال ہُوا ہے۔ تین دفعہ اِس کا مطلب ہے "محدود دورانیہ کے زمانے" (رومیوں ۱۶ : ۲۵ ؛ ۲- تیمتھیس ۱ : ۹ ؛ ططس ۱ : ۲)۔ دُوسرے مواقع پر اِس کا مطلب ہے ابدی یا لاانتہا۔ رومیوں ۱۶ : ۲۶ میں یہ لفظ خدا کے بے حد ہونے کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہُوا ہے۔

"ہلاکت" کا مطلب کبھی بھی نیستی یا "عدم" نہیں ہوتا۔ اِس کا مطلب موجود ہونے کے مقصد کے حوالے سے خیریت کا فقدان یا بربادی ہے۔ لُوقا ۵ : ۳۷ میں خداوند یسوع نے جن مشکوں کا ذکر کیا ہے وہ "برباد" (اِسی مادہ سے مشتق لفظ جو یہاں استعمال ہُوا ہے) ہو گئیں۔ اُن کا وجود ختم نہیں ہو گیا تھا۔ لیکن جہاں تک مزید افادیت یا کارآمد ہونے کا تعلق تھا وہ برباد ہو گئی تھیں۔

بعض علما اِس سے یہ مطلب لیتے ہیں کہ ایمان داروں کو اُس وقت تک آرام نہیں ملے گا، اور ظلم کرنے والوں کو بھی اُس وقت تک سزا نہیں ملے گی جب تک مسیح بادشاہی کرنے کو واپس نہیں آئے گا۔ اور یہ تو مانی ہوئی بات ہے کہ اُس کا واپس آنا بڑی مصیبت کے اختتام پر ہو گا۔ اِس لئے وہ اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ایمان داروں کی اُمید بڑی مصیبت کے بعد کے ساتھ وابستہ ہے۔

جو بات وہ دیکھ نہیں پاتے یہ ہے کہ جن تھسلنیکیوں کو یہ خط لکھا گیا تھا وہ سب مر گئے ہیں اور پہلے ہی آسمان پر خداوند میں آرام سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اِسی طرح اُن کو ستانے والے بھی سب مر گئے ہیں اور عالمِ ارواح میں دُکھ پا رہے ہیں۔

پھر پولس یہ کہتا ہُوا کیوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالات اُس وقت تک نہیں ہوں گے جب تک مسیح قوت اور جلال کے ساتھ نہیں آتا؟ وجہ یہ ہے کہ یہ وہ وقت ہو گا جب

یہ حالات "دُنیا پر کُھلم کُھلا ظاہر" ہوں گے۔ اُس وقت دُنیا دیکھے گی کہ تھسلنیکے کے ایمان دار دُرست تھے اور اُن کو ستانے والے غلطی پر تھے۔ نظر آئے گا کہ جب مُقدسین جلال میں مسیح کے ساتھ آئیں گے تو آرام سے لُطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ بڑی مُصیبت کے اِختتام پر خُداوند کے دُشمنوں کی "ہلاکت" اُن کی تباہی کا ساری دُنیا کے سامنے کُھلا مظاہرہ ہوگی۔ یعنی سارے زمانوں میں خُدا کے لوگوں کو ستانے والوں کی "ہلاکت" کو سب دیکھیں گے۔

یہ یاد رکھنا بہت مفید ہوگا کہ مسیح کا بادشاہی کرنے کو آنا "ظہور" کا وقت ہوگا۔ جو بات ہمیشہ سے سچ رہی ہے اُس پر سے پردہ اُٹھایا جائے گا تاکہ ساری دُنیا دیکھ سکے۔ یہ بات فضائی اِستقبال پر صادِق نہیں آتی۔

شریروں کی سزا میں یہ بھی شامل ہے کہ "وُہ خُداوند کے چہرہ اور اُس کی قدرت کے جلال سے دُور" کر دیئے جائیں گے۔ ہلاک ہونے کا مطلب ہے ہمیشہ کے لئے اُس کے بغیر رہنا یا اُس سے دُور رہنا۔

۱: ۱۰- اُس کی آمد کا وقت خُداوند کے لئے جلال کا اور دیکھنے والوں کے لئے حیرت اور تعجب کا وقت ہوگا۔

وُہ "اپنے مقدسوں میں جلال" پائے گا، یعنی اُس نے جو کچھ اُن میں اور اُن کے وسیلے سے کیا ہے اُس کے سبب سے عِزت پائے گا۔ اُن کی نجات، تقدیس اور جلال پانا اُس کے بے مثال فضل اور قُدرت کے لئے تحسین و آفرین کا باعث ہوگا۔

وُہ "سب ایمان لانے والوں کے سبب سے تعجب کا باعث" ہوگا۔ حیرت زدہ ناظرین یہ دیکھ کر دم بخود رہ جائیں گے کہ اُس نے گناہ کے ساتھ سمجھوتا نہ کرنے والے اِنسانوں سے کیا سلوک کیا ہے۔

اور اِس میں تھسلنیکے کے ایمان دار بھی شامل ہوں گے۔ اِس لئے کہ اُنہوں نے رسُولوں کی "گواہی" کو قبول کیا اور ایمان لائے۔ وُہ "اُس دِن" کے جلال اور فتحیابی میں حِصہ دار ہوں گے۔ "اُس دِن" سے مُراد یسوع مسیح کے ظہور کا دِن ہے۔

نظرِ ثانی کے طور پر ہم آیات ۵ — ۱۰ کو سلیس زبان میں یوں بیان کر سکتے ہیں:

"ہر طرح کے دُکھ اور مُصیبت کے دوران تمہارا صبر بہت نمایاں اور اہم ہے۔ اِس سارے عمل میں خُدا اپنے راست مقاصد/ ارادوں کو بروئے کار لا رہا ہے۔

تمہارے ایذا کو اِس طرح ثابت قدمی سے برداشت کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ تم اُن لوگوں میں شامل ہو جو مسیح کی آنے والی بادشاہی کے جلال اور شان و شوکت میں حِصّہ دار ہوں گے۔ ایک طرف تو خُدا اُن کی عدالت کرے گا (سزا دے گا) جو اِس وقت تم پر ظلم کرتے ہیں، دُوسری طرف وُہ تم کو، جو اِس وقت مُصیبت اُٹھاتے ہو، ہمارے یعنی پَولُس، سلوانُس اور تیمتھیُس کے ساتھ، آرام دے گا۔ جب وُہ اپنے فِرشتوں کے ہمراہ قُدرت اور بھڑکتی ہُوئی آگ کے ساتھ آئے گا تو تمہارے دُشمنوں کی عدالت کرے گا۔ اور جو دیدہ دانِستہ خُدا سے ناواقف ہیں اور جان بُوجھ کر خوشخبری کی نافرمانی کرتے ہیں اُن کو سزا دے گا۔ یہ اَبدی ہلاکت کا دُکھ پائیں گے اور خُداوند کے چہرے اور اُس کی قُدرت کے نظّارے سے دُور کر دِئے جائیں گے۔ جب وُہ تمام ایمان داروں میں جلال پانے کو واپس آئے گا، چونکہ تم اُس پیغام پر ایمان لائے جس کی منادی ہم کرتے ہیں تو تم بھی اُس میں حِصّہ دار ہو گے۔"

ج۔ مُقدّسین کے لئے پَولُس کی دُعا (۱: ۱۱، ۱۲)

۱: ۱۱۔ گزشتہ آیات میں پَولُس رسُول نے مُقدّسین کی جلالی بُلاہٹ کا بیان کیا ہے۔ اُن کو دُکھ اور مُصیبت اُٹھانے کے لئے بُلایا گیا ہے جس کے نتیجے میں وُہ بادشاہی کے لئے موزُوں بن جاتے ہیں۔ اب وُہ دُعا کرتا ہے کہ اِس دَوران اُن کی زِندگیاں اُس ارفع و اعلیٰ "بُلاوے کے لائق" ثابت ہوں۔ اور خُدا کی عظیم "قُدرت" اُن کو "نیکی کی ہر ایک خواہش" کو پُورا کرنے اور "ایمان" سے ہاتھ میں لئے ہُوئے "ہر ایک کام کو... پُورا" کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۱: ۱۲۔ اِس کا نتیجہ دُہرا ہو گا۔ اوّل، "ہمارے خُداوند یسُوع کا نام" اُن میں "جلال پائے گا"۔ مطلب یہ ہُوا کہ وُہ دُنیا میں اُس کی صحیح صحیح ترجمانی اور نمائندگی کریں گے اور اِس طرح اُس کے جلال کا باعث ہوں گے۔ دوم، وُہ خُود بھی "اُس میں" جلال پائیں گے۔ وُہ اُن کا سر ہے۔ اُس کے ساتھ پَیوستگی کے باعث مُقدّسین عِزّت پائیں گے، کیونکہ اُس کے بدن کے اَعضا ہیں۔

پہلا باب اِس بات کی یاد دہانی کے ساتھ ختم ہوتا ہے کہ اِس دُعا کا جواب صِرف اِسی صُورت میں مِل سکتا ہے کہ "ہمارے خُدا اور خُداوند یسُوع مسیح کے فضل کے موافق ہو"۔

یُوں پَولُس رسُول ایمان دار کی زِندگی میں دُکھوں کے مقصد اور اِس کے نتیجے کی خوبصورت تشریح پیش کرتا ہے۔ تصوّر کریں کہ جب تھِسلُنیکیوں نے یہ ہمّت افزا پیغام پڑھا تو اُن کے حوصلے کیسے بُلند ہو گئے ہوں گے۔

۳۔ خُداوند کے دِن کا بیان (۲: ۱-۱۲)۔

ا۔ اِستقلال کے لئے اپیل (۲: ۱، ۲)

۲: ۱۔ اَب پَولُس ایک غلط فہمی کا ازالہ یا تصحیح کرتا ہے۔ مُقدّسین کے ذہنوں میں "اپنے خُداوند یسوع مسیح کے آنے" اور خُداوند کے دِن کے بارے میں کچھ غلط تصوّرات پَیدا ہو گئے تھے۔ مُقدّسوں کو اِتنے شدید ظُلم اور بڑے دُکھوں کا سامنا تھا کہ وہ بآسانی یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ ہم خُداوند کے دِن یا بڑی مُصیبت کے زمانے کے پہلے حِصّے میں زِندگی گزار رہے ہیں۔ اور یہ افواہیں بھی ہر طرف گردش کر رہی تھیں کہ پَولُس رسُول خُود بھی ایمان رکھتا اور تعلیم دیتا ہے کہ خُداوند کا دِن آ چکا ہے۔ چُنانچہ ضروری تھا کہ وہ اِس غلط فہمی کا ازالہ کرے۔

پَولُس نے اِس پہلی آیت میں ایک چھوٹا سا لفظ (یُونانی، huper) "کی بابت" اِستعمال کیا ہے۔ اِس لفظ کے بارے میں ایک اہم سُوال پَیدا ہوتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ کیا وہ ہمارے خُداوند "کے آنے" کے "بارے میں" درخواست کر رہا ہے یا "ہمارے خداوند کے آنے کا واسطہ دے کر" درخواست کر رہا ہے؟ اگر پہلا مطلب سمجھا جائے تو پھر کلام کے اِس حِصّے سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ فضائی اِستقبال اور خُداوند کا دِن ایک ہی واقعہ ہیں۔ اِس لئے کہ اگلی آیات واضح طور پر خُداوند کے دِن کا بیان کرتی ہیں۔ اگر دُوسرا مطلب سمجھا جائے تو پَولُس اِس بُنیاد پر درخواست کر رہا ہے کہ فضائی اِستقبال پہلے ہو گا۔ اور اُن کو نہیں سوچنا چاہئے کہ ہم خُداوند کے دِن میں ہیں۔ یہ سُوال بحث طلب ہے۔ ولیم کیلی دُوسرے نظریہ کا حامی ہے اور ہم اُس کے ساتھ اِتفاق کرتے ہیں۔

> خُدا کے آنے کی تسلّی کو اُس بے چینی کو دُور کرنے کے محرّک اور وسیلے کے طور پر اِستعمال کیا گیا ہے۔ یہ بے چینی اِس لئے پَیدا ہُوئی کہ

غلط طور پر یہ بات پیش کی گئی کہ خُداوند کا دِن آ گیا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ پولُس کہہ رہا ہے کہ "مَیں فضائی استقبال کی بُنیاد پر تُم سے درخواست کرتا ہُوں کہ خوف نہ کرو کہ ہم خُداوند کے دِن میں ہیں۔ ضرُور ہے کہ فضائی اِستقبال پہلے ہو۔ اُس وقت خُداوند تمھیں آسمانی وطن میں لے جائے گا اور تُم خُداوند کے دِن کی ہولناکی سے بچ جاؤ گے"۔

"اپنے خُداوند یسُوع مسیح کے آنے اور اُس کے پاس اپنے جمع ہونے" یہ الفاظ یقینی طور پر فضائی اِستقبال کا بیان کرتے ہیں۔ یہی وُہ وقت ہو گا جب ہم کو جمع کیا جائے گا کہ ہَوا میں مسیح سے ملیں۔

۲:۲- یہ بات واضح طور پر معلُوم ہونی چاہئے کہ فضائی استقبال اور خُداوند کا دِن ایک ہی نہیں ہیں۔ تھسلنیکے کے اِیمان دار اِس بات پر فِکرمند اور پریشان نہ تھے کہ خُداوند آ گیا ہے۔ وُہ جانتے تھے کہ نہیں آیا۔ لیکن اِس بات پر فِکرمند تھے کہ خُداوند کا دِن شُروع ہو گیا ہے۔ وُہ سخت ایذا اور ظُلم برداشت کر رہے تھے۔ اور اِس وجہ سے سوچتے تھے کہ ہم بڑی مُصیبت کے زمانے میں ہیں جو کہ خُداوند کے دِن کا پہلا مرحلہ ہے۔

یہ افواہیں گردش کر رہی تھیں کہ پولُس نے خود کہا ہے کہ خُداوند کا دِن آ گیا ہے۔ عام افواہوں کی طرح اُن کو بھی اپنے مطلب کے مُطابق ڈھالا جا رہا تھا۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ پولُس کو "رُوح" نے بتایا ہے، یعنی اُس کو خصُوصی مکاشفہ دیا گیا ہے۔ دُوسرے کہتے تھے کہ یہ خبر "کلام" سے مِلی ہے، یعنی رسُول علی الاعلان تعلیم دیتا ہے کہ بڑی مُصیبت شُروع ہو چُکی ہے۔ "یا خط سے جو گویا ہماری طرف سے ہو"۔ اِن الفاظ سے بجا طور پر یہ مطلب اخذ کیا جاتا ہے کہ مُراد کسی جعلی خط سے ہے جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ پولُس نے لِکھا ہے جو کہ بیان کرتا ہے کہ خُداوند کا دِن شروع ہو چُکا ہے"۔ "گویا ہماری طرف سے ہو" یہ الفاظ "کسی رُوح یا کلام یا خط" سے تعلق رکھتے ہیں۔ مُراد یہ ہے کہ اِن ماخذوں میں سے کسی کا اعتبار نہ کیا جائے۔

مُقدّسوں کو فِکر اور پریشانی تھی کہ "مسیح" خُداوند کا دِن آ پہنچا ہے"۔ "مسیح کا دِن" یا اِس قسم کی اصطلاحات فضائی اِستقبال اور مسیح کے تختِ عدالت کی طرف اشارہ کرتی ہیں (۱-کرنتھیوں ۱:۸؛ ۵:۵؛ ۲-کرنتھیوں ۱:۱۴؛ فلپّیوں ۱:۶، ۱۰؛ ۲:۱۵، ۱۶)۔

مگر تھسلنیکیوں کو یہ خوف نہ تھا کہ مسیح کا دِن قریب ہے۔ اِس کا مطلب تو یہ تھا کہ مصیبتوں سے رہائی ہو گئی۔ جو علما اِس نظریہ کے حامی ہیں کہ مسیح کا دِن بڑی مصیبت سے پہلے ہے وہ اِسے یوں پڑھتے ہیں کہ "خداوند کا دِن آ گیا ہے"[1]۔ پولس کے قارئین فکر کرتے اور ڈرتے تھے کہ خدا کے غضب کا دِن شروع ہو گیا ہے۔

ب۔ گناہ کا شخص (۲: ۳-۱۲)

۲: ۳۔ اب رسول وضاحت کرتا ہے کہ وہ اُس "دِن" میں نہیں ہیں۔ کچھ واقعات کا پہلے رونما ہونا ضرور ہے۔ فضائی اِستقبال کے بعد ذیل کے واقعات ہونے شروع ہو جائیں گے۔

سب سے پہلے "برگشتگی" ہو گی۔ یعنی لوگ مذہب سے منحرف ہو جائیں گے[2]۔ اِس کا مطلب کیا ہے؟ ہم صرف یہی مطلب اخذ کر سکتے ہیں کہ لوگ بڑے پیمانے پر مسیحیت کو ترک کر دیں گے، مسیحی ایمان کو پوری طرح رد کر دیں گے۔

پھر ایک بہت بڑی دُنیوی ہستی نمودار ہو گی۔ جہاں تک اُس کے کردار کا تعلق ہے وہ "گناہ کا شخص" یا "لاقانونیت" ہے۔ یعنی وہ گناہ اور بغاوت کا مجسمہ ہو گا۔ جہاں تک اُس کے انجام کا تعلق ہے وہ "ہلاکت کا فرزند" ہے۔ اُس کا انجام ابدی ہلاکت ہے۔

پاک کلام میں اہم شخصیتوں کا بہت بیان ہے جو بڑی مصیبت کے دوران نمودار ہوں گی۔ مگر یہ جاننا مشکل ہے کہ کب مختلف ناموں کا اِطلاق ایک ہی شخص پر ہوتا ہے۔ بعض مفسّرین کا عقیدہ ہے کہ گناہ کا شخص یہودی مخالفِ مسیح ہو گا۔ دوسرے علما کا خیال ہے

---

[1] بعض علما "مسیح کا دِن" کو بڑی مصیبت کا آخری مرحلہ قرار دیتے ہیں۔ جو اُسی وقت شروع ہو سکتا ہے جب گناہ کا شخص ظاہر ہو چکے گا۔ بعض تھسلنیکی غلطی سے یہ سمجھتے تھے کہ یہ دور شروع ہو چکا ہے۔ پولس اِس مرحلے کو فضائی اِستقبال کے بعد کے دِنوں سے منسلک کرتا ہے۔ اِس طرح اُن کے اِس تصور کی تردید کرتا ہے۔

[2] علمِ الٰہیات کے بعض ماہرین apostasia کا ترجمہ "روانگی" کرتے ہیں اور اِس سے فضائی اِستقبال کا اِشارہ مراد لیتے ہیں۔ اگر اِس کو درست اور مستند مانا جائے تو پھر یہ آیت حتمی طور سے اِس بات کی حمایت کرتی ہے کہ فضائی اِستقبال بڑی مصیبت سے پہلے ہے۔

کہ وہ سلطنت روم کا غیر یہودی سردار ہوگا۔ آخری زمانے کے بعض عظیم حکمرانوں کے نام ذیل میں دیئے جاتے ہیں:

- گناہ کا شخص اور ہلاکت کا فرزند (۲-تھسلنیکیوں ۲: ۳)
- مخالفِ مسیح (۱-یوحنا ۲: ۱۸)
- چھوٹا سینگ (دانی ایل ۷: ۸، ۲۴ ب - ۲۶)
- تُرش رُو بادشاہ (دانی ایل ۸: ۲۳ - ۲۵)
- آنے والا بادشاہ (دانی ایل ۹: ۲۶)
- خُودرائے بادشاہ (دانی ایل ۱۱: ۳۶)
- نابکار چرواہا (زکریاہ ۱۱: ۱۷)
- سمندر میں سے نکلنے والا حیوان (مکاشفہ ۱۳: ۱ - ۱۰)
- زمین میں سے نکلنے والا حیوان (مکاشفہ ۱۳: ۱۱ - ۱۷)
- سات سروں اور دس سینگوں والا ارغوانی حیوان (مکاشفہ ۱۷: ۴، ۸ - ۱۴)
- شاہِ شمال (دانی ایل ۱۱: ۶)
- شاہِ جنوب (دانی ایل ۱۱: ۴۰)
- جُھوٹا نبی (مکاشفہ ۱۹: ۲۰؛ ۲۰: ۱۰)
- ماجُوج کی سرزمین کا جُوج (حزقی ایل ۳۸: ۲ - ۳۹: ۱۱) [اِس کو مکاشفہ ۲۰: ۸ کے جوج کے ساتھ گڈمڈ نہ کیا جائے۔ وہ ہزار سالہ بادشاہی کے بعد برپا ہوگا]۔
- اپنے ہی نام سے آنے والا (یُوحنّا ۵: ۴۳)

ماضی میں "گُناہ کے شخص" کی مُختلف اور پیچیدہ شناختیں کرائی گئی ہیں۔ کبھی اِسے رومن کیتھولک کلیسیا قرار دیا گیا تو کبھی پوپ، کسی نے کہا یہ رومی سلطنت ہے تو کسی نے مسیحیت کی اِنتہائی برگشتہ صُورت قرار دیا۔ کبھی کہا گیا کہ یہوداہ اِسکریوتی دوبارہ جنم لے گا تو کبھی نیرو کے دوبارہ جنم کی بات کی گئی۔ کسی نے کہا یہ یہودی حکومت ہوگی تو کسی نے مارٹن لُوتھر یا نپولین یا مسولینی کو "گُناہ کا شخص" نامزد کر دیا کہ یہ مجسّم شیطان ہیں۔

۲ : ۴۔ یہ شخص خُدا کی ہر قسم کی عبادت کی سخت مخالفت کرے گا۔ اور یروشلیم میں "خُدا کے مَقدِس میں بیٹھ کر اپنے آپ کو خُدا ظاہر" کرے گا۔ یہ بیان اُس کے مخالفِ مسیح ہونے کی صراحت کرتا ہے کہ وہ شخص جو مسیح کی مخالفت کرتا اور خود کو مسیح بناتا ہے وُہی ہے۔ دانی ایل ۹ : ۲۷ اور متّی ۲۴ : ۱۵ سے وضاحت ہوتی ہے کہ مخالفِ مسیح کا یہ کافرانہ عمل بڑی مُصیبت کے ایّام کے وسط میں رُونما ہوگا۔ جو اُس کی پرستش کرنے سے اِنکار کریں گے اُن کو ستایا جائے گا اور بُہتوں کو شہید کیا جائے گا۔

۲ : ۵۔ جب پَولُس تھسلُنیکیوں کے "پاس تھا" تو اُن سے "یہ باتیں کہا کرتا تھا"۔ لیکن چونکہ اُن کو متضاد تعلیم دی جا رہی تھی اور یہ غلط تعلیم اُن کی اُس مُصیبت کا بیان کرتی تھی جو وُہ اُن دِنوں اُٹھا رہے تھے اِس لئے وُہ پَولُس رسُول کی باتیں بُھلا بیٹھے تھے۔ ہم بھی بڑی آسانی سے بُھول جاتے ہیں۔ ضرُورت ہوتی ہے کہ پاک کلام کی سچائیاں ہمیں مُسلسل یاد دِلائی جاتی رہیں۔

۲ : ۶۔ وُہ جانتے تھے کہ گُناہ کے شخص کے علانیہ اور پُورے ظہُور کو کونسی "چیز ... روک رہی ہے" اور روکے رہے گی "تاکہ وُہ اپنے خاص وقت پر ظاہر ہو"۔

اب ہم تیسرے بڑے سُوال پر پُہنچتے ہیں جس کا جواب اِس باب میں دیا گیا ہے۔ پہلا سُوال ہے "برگشتگی کیا ہے؟" دُوسرا ہے "گناہ کا شخص کون ہے؟" اور تیسرا ہے کہ "روکنے والا کون یا کیا ہے؟" آیت ۶ کے پہلے حِصّے میں اُس کو غیر ذاتی طور پر "جو چیز اُسے روک رہی ہے ..." کہا گیا ہے۔ لیکن آیت ۷ میں وُہ ایک شخص نظر آتا ہے کہ "اب ایک روکنے والا ہے"۔ ای۔ ڈبلیو۔ راجرز وضاحت کرتا ہے:

> یہ کوئی چیز یا کوئی شخص ہے جو دیدہ و دانستہ بامقصد طریقے سے اور ارادۃً اِسے روکے ہوئے ہے تاکہ یہ بات یقینی ہو جائے کہ لاقانونیت یا بے دینی کا یہ شخص اپنے خاص وقت پر ظاہر کیا جائے۔

اِس روکنے والے کی شناخت کے بارے میں کئی نظریات ہیں۔ اِن میں سے سات مشہُور نظریات یہ ہیں۔ ۱۔ رُومی سلطنت ۲۔ یہودی ریاست ۳۔ شیطان ۴۔ اِنسانی حکومت میں پایا جانے والا امن وامان کا قانون ۵۔ خُدا ۶۔ رُوح القدس ۷۔ حقیقی کلیسیا جس میں رُوح سکونت کرتا ہے۔

روکنے والے کے بارے میں جو بیان مِلتے ہیں اُن کے مُطابق کلیسیا کے اندر اور اِنفرادی طور پر ایمان دار کے اندر سکُونت کرنے والا رُوح اِن وضاحتوں سے سب سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔ اِس باب میں روکنے والے کو کوئی چیز یا کوئی شخص کہا گیا اِسی طرح رُوح کا بیان یوحنّا ۱۴: ۲۶؛ ۱۵: ۲۶؛ ۱۶: ۸، ۱۳، ۱۴ میں مِلتا ہے جہاں اِس کے لئے کبھی بے جِنس اور کبھی مذکر[1] اِسمِ ضمیر اِستعمال ہُوا ہے۔ بہت شرُوع یعنی پیدائش ۶: ۳ میں رُوحُ القُدس کا ذِکر ہے کہ بدی کو روکتا ہے۔ آگے چل کر یسعیاہ ۵۹: ۱۹ ب، یُوحنّا ۱۶: ۷-۱۱ اور ۱-یُوحنّا ۴: ۴ میں وُہ یہی کِردار ادا کرتا نظر آتا ہے۔

اندر سکونت کرنے والے رُوح ہی کے باعث ایمان دار اِس زمین کا نمک (متّی ۵: ۱۳) اور دُنیا کا نُور (متّی ۵: ۱۴) ہیں۔ نمک چیزوں کو محفوظ رکھتا ہے اور خرابی کو پھیلنے سے بھی روکتا ہے۔ نُور تاریکی کو دُور کرتا ہے اور تاریکی ہی وُہ حلقہ ہے جس میں اِنسان بُرے کام کرنا پسند کرتا ہے (یُوحنّا ۳: ۱۹)۔ رُوحُ القُدس کلیسیا میں دائمی سکُونت کرتا ہے (۱-کرنتھیوں ۳: ۱۶) اور انفرادی طور پر ایمان دار میں بھی سکونت کرتا ہے (۱-کرنتھیوں ۶: ۱۹) مگر جب وُہ اپنی اِس حیثیت میں دنیا کو چھوڑ دیتا ہے تو بیدینی (لاقانونیت) کو روکنے والا موجُود نہیں رہتا۔

۲: ۷۔ "بے دِینی کا بھید تو اب بھی تاثیر کرتا جاتا ہے"۔ یعنی جس وقت پَولُس یہ سُطُور لِکھ رہا تھا اُس وقت بھی یہ عمل جاری تھا۔ یعنی خُدا کی نافرمانی کی زبردست رُوح در پردہ سرگرمِ عمل تھی۔ لیکن "بھید" کی صُورت میں کام کر رہی تھی۔ مطلب یہ نہیں کہ یہ پُراسرار تھی ما بلکہ یہ کہ پُورے طور پر ظاہر (نمایاں) نہیں ہوئی تھی۔ گویا ابھی تک ایک جرثُومے کی شکل میں تھی۔

اِس رُوح کے پُورے ظہُور کو کونسی چیز روکے ہُوئے ہے؟ ہم یقین رکھتے ہیں کہ کلیسیا میں اور فرداً فرداً ایمان داروں میں سکونت کرنے والا رُوحُ القُدس ہی وُہ قُوّت ہے جو اِسے روکے ہُوئے ہے۔ اور رُوحُ القُدس اُس وقت تک یہ کام جاری رکھے گا "جب تک

---

[1] آیت ۶ میں یُونانی میں بے جِنس صفتِ فعلی اور آیت ۷ میں مذکر صفتِ فعلی اِستعمال ہُوا ہے۔ جہاں رُوحُ القُدس کے لئے بے جِنس لفظ اِستعمال ہُوا ہے وُہ گرامر کی سخت پابندیوں کی وجہ سے ہُوا ہے۔ (لفظ pneuma بے جنس ہے)۔ مذکر اسم یا اسمِ ضمیر اُس کی شخصیت پر زور دینے کے لئے اِستعمال ہُوا ہے۔

کہ وُہ دُور نہ کیا جائے" گا، یعنی فضائی اِستقبال کے موقع تک۔

لیکن یہاں ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ رُوحُ القدُس کو دُنیا سے کیسے دُور کیا جا سکتا ہے؟ وُہ ذاتِ الٰہی کا ایک اقنُوم ہے تو کیا وُہ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہے؟ لہٰذا وُہ دُنیا کو کیسے چھوڑ سکتا ہے؟

بے شک رُوحُ القدُس ہر جگہ حاضِر و ناظر ہے۔ وُہ ہمیشہ ہر جگہ موجُود ہوتا ہے۔ لیکن اِس کے باوجُود وُہ ایک خاص مفہُوم میں پنتِکُست کے دِن اِس زمین پر 'آیا'۔ یسُوع نے بار بار وعدہ کیا تھا کہ مَیں اور باپ رُوح کو بھیجیں گے (یُوحنّا ۱۴: ۱۶، ۲۶؛ ۱۵: ۲۶؛ ۱۶: ۷)۔ چنانچہ رُوح کِس طرح آیا تھا؟ وہ کلیسیا اور ہر ایمان دار میں دائمی طور سے سکونت کرنے کے لئے آیا تھا۔ پنتِکُست سے پہلے بھی رُوحُ القدُس ایمان داروں کے 'ساتھ' تھا۔ لیکن پنتِکُست سے لے کر وُہ اُن کے 'اندر' سکونت کر رہا ہے (یُوحنّا ۱۴: ۱۷)۔ پنتِکُست سے پہلے رُوحُ القدُس ایمان داروں سے جُدا ہو جاتا تھا۔ اِسی لئے داؤد دُعا مانگتا تھا کہ "اپنی پاک رُوح کو مُجھ سے جُدا نہ کر" (زبُور ۵۱: ۱۱ب)۔ پنتِکُست کے بعد رُوحُ القدُس کلیسیائی زمانے میں ہمیشہ تک ایمان داروں کے اندر رہتا ہے (یُوحنّا ۱۴: ۱۶)۔

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ جِس مفہُوم میں رُوحُ القدُس پنتِکُست کے موقع پر 'آیا' تھا، اُسی مفہُوم میں دُنیا کو 'چھوڑ جائے گا' یعنی کلیسیا اور ہر ایمان دار میں سکونت کرنے والے کی حیثیت سے جُدا ہو جائے گا۔ وُہ پھر بھی دُنیا میں ہو گا اور اِنسانوں کو گُناہ کے بارے میں مُجرم ٹھہراتا اور نجات بخش ایمان میں مسیح کے پاس لاتا رہے گا۔ فضائی استقبال کے وقت اُس کے "دُور کئے جانے" کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ بڑی مُصیبت کے زمانے میں کوئی شخص نجات نہیں پائے گا۔ بلاشُبہ لوگ نجات پائیں گے، لیکن یہ لوگ کلیسیا کے ممبر نہیں ہوں گے بلکہ مسیح کی جلالی بادشاہی کی رعیّت ہوں گے۔

۲: ۸- جب کلیسیا فضائی اِستقبال میں آسمان پر اُٹھا لی جائے گی۔ "اُس وقت وُہ بے دین ظاہر ہو گا" یعنی دُنیا پر ظاہر ہو گا۔ اِس آیت میں پَولُس رسُول مخالِفِ مسیح کی رِوِش زِندگی کے بیان کو نظر انداز کر کے اُس کے آخری انجام اور حشر کا ذِکر کرتا ہے۔ ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ جُونہی وُہ ظاہر ہو گا اُسی وقت ہلاک کر دیا جائے گا۔ لیکن بے شک ایسا نہیں ہے۔ اُسے موقع دِیا جائے گا کہ آیات ۹-۱۲ میں مذکُور دہشت کے دَور کو پُورا کرے۔ اِس

کے بعد اُس کا زوال ہوگا اور مسیح بادشاہی کرنے کو آئے گا۔

اگر ہم یہ ایمان رکھنے میں حق بجانب ہیں کہ گُناہ کا شخص فضائی اِستقبال کے بعد ظاہر ہوگا اور مسیح کے ظہور تک کام کرتا رہے گا تو پھر اُس کا جُنونی دَور تقریباً سات سال تک چلتا ہے، اور بڑی مُصیبت کا دَورانیہ بھی یہی ہے۔

"خداوند یسوع" اِس گناہ کے شخص کو "اپنے مُنہ کی پھونک سے ہلاک اور اپنی آمد کی تجلّی سے نیست کرے گا"۔ (ملاحظہ کریں یسعیاہ ۱۱: ۴ اور مکاشفہ ۱۹: ۱۵)۔ اِس غضبناک اور جھنجھلائے ہُوئے دَغاباز (اور تخت کے جُھوٹے دعویدار) کی حکومت کو نیست کرنے کے لئے مسیح کے مُنہ کا ایک لفظ اور اُس کے ظہور (یونانی پاراوزیہ ظہورِ ثانی) کی چمک (یُونانی ایپی فانیہ) یا تجلی ہی کافی ہے۔ جیسا پہلے کہا گیا مسیح کی آمد کا ظہور وُہ موقع ہے جب وُہ اپنے تخت پر قبضہ کرنے اور ہزار سال تک بادشاہی کرنے کے لئے زمین پر واپس آئے گا۔

۲: ۹۔ اُس بیدین کی "آمد" "شیطان کی تاثیر کے موافق" ہے۔ اُس کی روشِ زندگی "شیطان کی روشِ زِندگی کے مشابہ ہے۔ اِس لئے کہ اُس کی توانائی اور تحریک شیطان سے ہے۔ وُہ "ہر طرح کی جُھوٹی قدرت اور نشانوں اور عجیب کاموں" کا مظاہرہ کرے گا۔

یہاں اِس بات پر توجہ دینا بے حد ضرُوری ہے کہ تمام مُعجزے خُدا کی طرف سے نہیں ہوتے۔ اِبلیس اور اُس کے کارِندے بھی مُعجزے کر سکتے ہیں۔ اور یہ گُناہ کا شخص بھی مُعجزے کرے گا (مکاشفہ ۱۳: ۱۳- ۱۵)۔

مُعجزہ فوق الِفطرت قوّت کا مظہر ہوتا ہے، مگر لازِم نہیں کہ یہ قُدرت خُدا کی ہو۔ ہمارے خُداوند کے مُعجزات نے ثابت کِیا کہ وُہ مسیحِ موعُود ہے۔ اِس لئے نہیں کہ وُہ فوق الفطرت مُعجزے تھے، بلکہ اِس لئے کہ اُنہوں نے نبوّتوں کو پُورا کیا اور ایسی اخلاقی نوعیّت کے تھے کہ شیطان اپنے مقصد یا بنائے دعویٰ کو نقصان پہنچائے بغیر ایسے مُعجزے کر ہی نہیں سکتا۔

۲: ۱۰۔ مخالفِ مسیح "ہلاک ہونے والوں" کو دھوکا اور فریب دینے کے لئے ہر قسم کی بَدی کو بروئے کار لائے گا ــــ "ہلاک ہونے والوں" سے مُراد وُہ لوگ ہیں

جنہوں نے فضل کے زمانے میں خوشخبری سُنی مگر "حق کی محبّت کو اختیار نہ کیا"۔ اگر وُہ ایمان لے آتے تو "نجات" پاتے۔ لیکن اب وُہ مُخالفِ مسیح کے مُعجزوں سے دھوکا کھائے ہُوئے ہیں۔

۲:۱۱ - دراصل "خدا اُن کے پاس گمراہ کرنے والی تاثیر بھیجے گا تاکہ وُہ جھُوٹ کو سچ جانیں"۔ بلاشُبہ "جھُوٹ" یہ ہے کہ مخالفِ مسیح خُدا ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ اِن لوگوں نے یہ قبول کرنے سے اِنکار کیا تھا کہ خُدا مسیح یسُوع میں مجسّم ہو کر ظاہر ہُوا ہے۔ جب وُہ اِس دُنیا میں تھا تو اُس نے لوگوں کو خبردار کیا کہ "مَیں اپنے باپ کے نام سے آیا ہُوں اور تُم مجھے قبول نہیں کرتے۔ اگر کوئی اَور اپنے ہی نام سے آئے تو اُسے قبول کر لوگے" (یوحنّا ۵:۴۳)۔ چنانچہ اب وُہ گناہ کے شخص کو قبول کرتے ہیں جو اپنے ہی نام سے آیا ہے اور خُدا کے طور پر پرستِش کا مُطالبہ کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے دِل میں بُت نصب کر لے تو خُدا اُس کو اُس کے بُت کے مُطابق جواب دے گا (حزقی ایل ۱۴:۴)۔

مخالفِ مسیح غالباً یہُودی ہو گا (حزقی ایل ۲۸ : ۹، ۱۰؛ دانی ایل ۱۱: ۳۷، ۳۸)۔ یہُودی اُس وقت تک کِسی کے فریب میں نہیں آئیں گے جب تک وُہ مسیحِ موعُود ہونے کے ساتھ ساتھ یہ دعویٰ نہ کرے کہ مَیں یہُوداہ کے قبیلے اور داؤد کے خاندان سے ہُوں۔

۲:۱۲ - کلام کے اِس حِصّے سے معلُوم ہوتا ہے کہ اِس فضل کے زمانے میں جو لوگ خوشخبری سُنتے ہیں مگر مسیح پر ایمان نہیں لاتے اُن کو فضائی اِستقبال کے بعد دُوسرا موقع نہیں مِلے گا۔ اگر لوگ اب خُداوند یسُوع پر ایمان نہیں لاتے، تو وُہ اُس وقت مُخالفِ مسیح پر ایمان لائیں گے۔ یہاں لِکھا ہے کہ "وُہ سب" سزا پائیں گے۔ وجہ؟ وُہ "حق کا یقین نہیں کرتے بلکہ ناراستی کو پسند کرتے ہیں"۔ اِس سے ہمیں لُوقا ۱۴:۲۴ یاد آجاتا ہے "کیونکہ مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ جو بُلائے گئے تھے اُن میں سے کوئی شخص میرا کھانا چکھنے نہ پائے گا"۔

ہم جانتے ہیں کہ بڑی مُصیبت کے دَور میں بہُت سے لوگ نجات پائیں گے۔ مثال کے طور پر ایک لاکھ چوالیس ہزار یہُودی بچائے جائیں گے اور ساری دُنیا میں بادشاہی کی خوشخبری کی منادی کرنے کے لئے خُدا کے ایلچی ہوں گے۔ اُن کی خِدمت کے وسیلے سے بہُت سے اَور لوگ نجات پائیں گے۔ مگر معلُوم ہوتا ہے کہ اُس وقت نجات پانے والے وہ لوگ ہوں گے جن کو اِس موجُودہ دَور میں خوشخبری نہیں

پہنچی اور جنہوں نے دیدہ دانستہ نجات دہندہ کا انکار نہیں کیا۔

۴۔ شکرگزاری اور دعا (۲: ۱۳-۱۷)

ا۔ پولس شکر ادا کرتا ہے کہ مقدسین عدالت سے بچ جائیں گے (۲: ۱۳-۱۴)

۲: ۱۳ - پہلی بارہ آیات میں پولس نے مخالفِ مسیح اور اُس کے پیروؤں کے انجام کا بیان کیا ہے۔ اب وُہ تھسلنیکے کے مسیحیوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اُس کے مقابلے میں اُن کی بلاہٹ اور انجام کی بات کرتا ہے۔ ایسا کرتے ہُوئے وُہ اُن کو "اے بھائیو! خداوند کے پیارو!" کہتا ہُوا اُن کے لئے خدا کا شکر کرتا ہے۔ پھر وُہ اُن کی نجات — ماضی، حال اور مستقبل میں اُن کی نجات کا خلاصہ پیش کرتا ہے۔

"خدا نے تمہیں ... چن لیا"۔ بائبل مقدس بڑی صفائی سے بتاتی ہے کہ خدا انسانوں کو نجات پانے کے لئے چنتا ہے۔ مگر یہ کہیں نہیں کہتی کہ وُہ انہیں ہلاکت کے لئے بھی چنتا ہے۔ انسان دیدہ دانستہ اپنی ہلاکت چنتا ہے۔ اگر خدا مداخلت نہ کرے تو سب ہلاک ہو جائیں۔ کیا خدا کو حق حاصل ہے کہ بعض کو نجات کے لئے چن لے؟ بنیادی طور پر اُس کی خواہش ہے کہ سب نجات پائیں (۱-تیمتھیس ۲: ۴؛ ۲-پطرس ۳: ۹)۔ مگر بائبل "عالمگیر نجات" کی تعلیم نہیں دیتی۔ اس نظریہ کے مطابق بالآخر سارے بنی نوع انسان نجات پائیں گے۔

"ابتدا ہی سے"۔ اس کے دو مطلب ممکن ہیں۔ اول، کہ خدا نے بنائے عالم سے پیشتر ہی چناؤ کر لیا تھا (افسیوں ۱: ۴)۔ دوم، اس ترکیب کا مطلب "بطور پہلے پھل" بھی ہو سکتا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تھسلنیکی ایمان دار نجات میں اتنے پہلے داخل ہوئے تھے کہ وُہ رُوحوں کی اتنی بڑی فصل میں 'اول' ہوں۔

"نجات پاؤ"۔ اس کا مقابلہ گزشتہ آیات سے کرنا چاہئے۔ ایمان نہ لانے والوں کا انجام اُن کی بے اعتقادی کے باعث ہمیشہ کی ہلاکت ہے، جبکہ ایمان داروں کو "نجات"

کے لئے چُن لیا گیا ہے۔

"رُوح کے ذریعے سے پاکیزہ بن کر"۔ یہاں ہم کو رُوح القُدس کا وُہ کام نظر آتا ہے۔ جو وُہ اِنسان کے ایمان لانے سے پہلے کرتا ہے۔ وُہ اَفراد کو خُدا کے لئے دُنیا سے الگ کرتا ہے، اُن کو گُناہ کے بارے میں مُجرم ٹھہراتا ہے اور اُن کی راہنمائی مسیح کی طرف کرتا ہے۔ کِسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "اگر مسیح نہ ہوتا تو 'ضیافت' نہ ہوتی۔ اگر رُوح القُدس نہ ہوتا تو 'مہمان' نہ ہوتے۔"

"حق پر اِیمان لاکر"۔ پہلے نجات میں خُدا کا حِصّہ تھا۔ یہاں اِنسان کا حِصّہ ہے۔ دونوں ضرُوری ہیں۔ بعض لوگوں کو خُدا کا صرف چُناؤ (برگزیدگی) نظر آتا ہے اور وُہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اِنسان اِس میں کُچھ نہیں کرسکتا۔ دُوسرے ہیں کہ وُہ اِنسان کے حِصّے پر حد سے زیادہ زور دیتے ہیں اور خُدا کے "چُناؤ" کے مُطلق اور شاہانہ اِختیار کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ سچائی دونوں اِنتہاؤں میں ہے۔ "چُناؤ" (برگزیدگی) اور انسانی ذمّہ داری دونوں ہی بائبل مُقدّس کی تعلیم ہیں۔ اِن دونوں کو ماننا اور دونوں کی تعلیم دینا عُمدہ ترین بات ہے۔ خواہ ہم سمجھ نہ سکیں کہ دونوں کس طرح درُست اور سچ ہیں۔

۲: ۱۴ "جِس کے لئے اُس نے تمُہیں ہماری خوشخبری کے وسیلہ سے بُلایا"۔ خُدا نے اَزل میں ہم کو نجات کے لئے 'چُن لیا' اور ہمارے زمانے کے دَوران ہمیں اِس کے لئے "بُلایا"۔ بُلانا اُس لمحے کی نِشاندہی کرتا ہے جب کوئی شخص حق پر ایمان لاتا ہے۔ "ہماری خوشخبری" کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی اَور اصلی خوشخبریاں بھی ہیں۔ خوشخبری تو ایک ہی ہے مگر اِس کی منادی کرنے والے بہُت سے ہیں اور سُننے والے بھی بہُت سے ہیں۔ پَولُس کا اِشارہ خُدا کی "خوشخبری" کی طرف ہے جِس کی منادی اُس نے کی تھی۔

"تاکہ تُم ہمارے خُداوند یسوع مسیح کا جَلال حاصِل کرو"۔ یہاں رسُول مُستقبِل میں جھانکتا اور نجات کا آخری نتیجہ دیکھتا ہے یعنی ہمیشہ کے لئے مسیح کے ساتھ اور اُس کی مانند ہونا۔ یُوں آیات ۱۳ اور ۱۴ میں "علمِ الٰہیات کے نظام کا مُختصر سا عکس" پیش کیا گیا ہے۔ یعنی اپنے اِیمان داروں کے لئے خُدا کے اِرادوں (مقاصد) کی وُسعت کا حَیرت افزا خُلاصہ — اُس نے ہم پر ظاہر کر دیا ہے کہ نجات کا آغاز خُدا کے چُناؤ سے ہوتا ہے، خُدا کی قُدرت اِس کی تشکیل کرتی ہے اور خُدا کے پیغام سے مُؤثر ہوتی ہے اور خُدا کے جلال میں کمال کو

پہنچے گی۔

ب۔ پولس کی دعا کہ مقدسین تسلی پائیں اور مستحکم ہوں

(۲: ۱۵-۱۷)

۲: ۱۵۔ اُن کے نہایت افضل بُلاوے کے پیشِ نظر مُقدسوں کو نصیحت کی جاتی ہے کہ "ثابت قدم رہو اور جن روایتوں کی تم نے ... تعلیم پائی ہے اُن پر قائم رہو"۔ یہ تعلیم اُن کو رسولوں کی زبانی یا خطوں کے ذریعہ ملی تھی۔ یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ صرف وہی "روایتیں" قابلِ اعتماد اور معتبر و مستند ہیں جو رسولوں کی الہامی باتیں ہیں۔ یسوع نے فریسیوں اور فقیہوں کو ملامت کی تھی کہ وہ اپنی یا انسانی روایت سے خدا کا کلام باطل کر دیتے تھے (متّی ۱۵: ۶)۔ اور پولس نے کلسے کے ایمان داروں کو "انسانوں کی روایت" (کلسیوں ۲: ۸) سے خبردار کیا تھا۔ جن "روایتوں" پر ہمیں قائم رہنا چاہئے وہ عظیم سچائیاں ہیں جو پاک صحائف کے وسیلے سے ہم تک پہنچی ہیں۔

اِس آیت کو بعض اوقات کلیسیاؤں یا مذہبی لیڈروں کی روایات کو درست قرار دینے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے لیکن ہر وہ روایت جو خدا کے کلام کے خلاف ہو نکمی اور خطرناک ہو گی۔ اگر انسانی روایات کو بائبل مقدس کی روایات کے برابر مان لیا جائے تو کون ہے جو فیصلہ دے گا کہ کونسی روایت درست ہے اور کونسی غلط؟

۲: ۱۶۔ مُقدسوں کو اپنا پیغام سُنانے کے بعد اب رسول اِس کو دعا میں شامل کرتا ہے۔ وہ تعلیم دینے کے بعد عموماً دعا مانگا کرتا تھا (۱-تھسلنیکیوں ۵: ۲۳، ۲۴؛ ۲-تھسلنیکیوں ۳: ۱۶)۔ دعا میں پولس رسول جس کو پکارتا ہے وہ ہے "ہمارا خداوند یسوع مسیح خود اور ہمارا باپ خدا"۔ ہم اِس بات کے عادی ہیں کہ پولس ایک ہی سانس میں دونوں الٰہی اقانیم کا ذکر کرتا ہے۔ لیکن بیٹے کا ذکر پہلے کرنا اُس کا معمول نہیں ہے۔ بے شک وہ اِن دونوں کے اساسی اور ذاتی طور پر ایک ہونے اور کامل طور پر برابر ہونے پر زور دے رہا ہے۔ یونانی زبان میں جمع کے فاعل ("مسیح" اور "خدا") کے بعد چار واحد فعل ("محبت رکھی، بخشی، تسلی دے، مضبوط کرے") استعمال ہوئے ہیں (اُردو ترجمہ میں بھی حرفِ توضیح "جس نے" واحد آیا ہے ۔ مترجم)۔ اِس کا مقصد کیا ہے؟ صرف یہ کہ مزید ظاہر ہو جائے

کہ باپ اور بیٹے کی ذات میں کامل یگانگت ہے۔

خدا نے ماضی میں جو کچھ دیا اور کیا اُس کا بیان پہلے کیا گیا ہے تاکہ مستقبل میں حوصلہ اور قوت حاصل کرنے کے بارے میں یقین مضبوط ہو۔ اُس نے "ہم سے محبت رکھی اور فضل سے ابدی تسلی اور اچھی اُمید بخشی"۔ بلاشبہ اِس طرح خدا کی محبت کے عظیم مظاہرے پر نظر ڈالی گئی ہے — یعنی اُس نے ہم کو اپنا بیٹا بخش دیا۔ چونکہ ہم جانتے ہیں کہ اُس نے کلوری پر گناہ کے مسئلے کو حل کر دیا، اِس لئے اب ہم کو ابدی تسلی اور جلالی مستقبل کی "اُمید" حاصل ہے۔ اور یہ سب کچھ اُس کے شاندار "فضل" کے وسیلے سے ہے۔

۲: ۱۷- دُعا یہ ہے کہ خدا تھسلنیکے کے مُقدسوں کے "دلوں کو تسلی دے اور ہر ایک نیک کام اور کلام میں مضبوط کرے"۔ صرف یہی نہیں کہ مُصیبت میں حوصلہ افزائی ہو بلکہ جنگ میں آگے قدم بڑھانے کی طاقت بھی حاصل ہو۔ پولس رسول کے ذخیرۂ الفاظ میں "پسپائی" کا لفظ تھا ہی نہیں اور نہ ہماری لُغت میں ہونا چاہئے۔

"ہر ایک نیک کام اور کلام" - اِن الفاظ پر غور کرنا نہ بھولئے۔ ہمارے لبوں پر سچائی کا ہونا ہی کافی نہیں، بلکہ ہماری زندگی میں کارفرما ہونی چاہئے۔ چُنانچہ ہماری زندگی میں تعلیم دینے اور عمل کرنے، عقیدہ اور فرض، وعظ اور عملی کام دونوں کا ہونا ضروری ہے۔

۵- عملی نصیحتیں (۳: ۱-۱۵)

ا- ایک دُوسرے کیلئے دُعا مانگنے کی اپیل (۳: ۱-۵)

۳: ۱- پولس کو مُقدسوں کی دُعاؤں کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ اِس باب کے آغاز میں تین شعبوں میں دُعا مانگنے کی درخواست ہے۔ ۱- پیغام کی نشرواشاعت - ۲- پیغام کی فتح - ۳- پیغام سُنانے والوں کی حفاظت۔

اُس کی آرزو ہے کہ "خداوند کا کلام ایسا جلد پھیل جائے"۔ یہ الفاظ بڑی خوبصورت تصویر پیش کرتے ہیں کہ رکاوٹوں کے باوجود خوشخبری تیزی سے جگہ جگہ پھیل رہی ہے (دیکھئے زبور ۱۴۷: ۱۵)۔

اُس کی یہ تمنا بھی ہے کہ پاک کلام دُوسرے مقامات پر بھی ویسے ہی حیرت ناک

رُوحانی اور اخلاقی انقلاب پَیدا کرے جیسے تھسلنیکے میں کِئے ہیں۔

۳: ۲- تیسری درخواست یہ ہے کہ پولُس اور اُس کے ہمخدمت ساتھی "کج رَو اور بُرے آدمیوں سے ... بچے رہیں"۔ لگتا ہے کہ وُہ کِسی خاص مخالفت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ جو غالباً یہُودیوں کی طرف سے تھی (اعمال ۱۸: ۱-۱۸)۔ "کج رَو" کا لفظ بہُت ہی مُناسب اور موزُوں ہے۔ اِس سے زیادہ کج رَوی (اور نامعقولیت) کیا ہو گی کہ لوگ خوشخبری اور اُس کے پیغامبروں کی مخالفت کریں۔ ایسے لوگ سیاست، سائنس اور بے شمار دُوسرے مَوضُوعات پر تو بہُت مناسب اور معقول گفتگو کرتے ہیں مگر جب خوشخبری کی بات ہو تو اُن کی عقل جواب دے جاتی ہے۔

۳: ۳- آیت ۲ اور آیت ۳ میں نہایت خوبصورت تقابل ہے۔ "کیونکہ سب میں ایمان نہیں" اور "مگر خُداوند سچا ہے"۔ اِس سے ہم سیکھتے ہیں کہ بے ایمان لوگوں سے نظریں ہٹا کر اپنے خُدا کو دیکھتے رہیں جو کبھی بے وفا نہیں ہوتا۔ خُدا ہم کو آخر تک قائم رکھنے میں "سچّا" ہے (۱-کرنتھیوں ۱: ۹)۔ وُہ ہمیں آزمائش سے نکال لینے میں "سچّا" ہے (۱-کرنتھیوں ۱۰: ۱۳)۔ وُہ ہمارے گناہوں کو مُعاف کرنے اور ہمیں ساری ناراستی سے پاک کرنے میں "سچّا" اور عادِل ہے (۱-یُوحنّا ۱: ۹)۔ اور یہاں وُہ ہم کو "مضبوط" کرنے اور "اُس شریر سے محفوظ" رکھنے میں "سچّا" ہے (اِن سب حوالوں میں "سچّا" کا مفہُوم وفادار ہے۔ مُترجم)۔

۳: ۴- "سب میں ایمان نہیں" ... "مگر خُداوند سچّا ہے" ... "خُداوند میں ہمیں تم پر بھروسا (ایمان) ہے"۔ اب پولُس مقدّسین کو اُن کا فرض یاد دِلاتا ہے کہ "جو حُکم ہم تمہیں دیتے ہیں اُن پر عمل کریں"۔ یہاں بھی ہم کو انسان کی اور خُدا کی باتوں کا عجیب ملاپ نظر آتا ہے۔ خُدا تم کو مضبوط کرے گا — اب تم حُکموں پر عمل کرو۔ یہ وہی خیال ہے جو ۱-پطرس ۱: ۵ میں بھی پایا جاتا ہے کہ "تم ... خُدا کی قدرت سے ... حفاظت کئے جاتے ہو۔ (خدا کا حِصّہ) ... ایمان کے وسیلہ سے (ہمارا حِصّہ)"۔ اور فلپیوں ۲: ۱۲، ۱۳ میں بھی یہی خیال نظر آتا ہے کہ "اپنی نجات کے کام کئے جاؤ (ہمارا حِصّہ ... جو تُم میں نیّت اور عمل ... پیدا کرتا ہے وُہ خُدا ہے" (خُدا کا حِصّہ)۔

۳: ۵- ایذا رسانی اور مُصیبت کے ایام میں دُوسروں کے لئے تلخ خیالات اور رویّہ

اپنا لینا آسان ہوتا ہے۔ اور دُکھ کی شِدّت اور طوالت کے باعث دِل ہار جانا بھی آسان ہوتا ہے۔ اِسی لئے پَولُس رسُول دُعا مانگتا ہے کہ "خُداوند تمہارے دِلوں کو خُدا کی محبّت اور مسیح کے صبر کی طرف ہدایت کرے"۔ یعنی تھسلنیکے کے ایمان دار اُسی طرح محبّت رکھیں جیسے "خُدا" رکھتا ہے اور اُسی طرح ثابت قدم رہیں جیسے "مسیح" ثابت قدم رہا۔ اِس آیت میں "خُداوند" سے مُراد رُوحُ القُدس بھی ہو سکتا ہے۔ اور اِس طرح تثلیث کے تینوں اقانیم کا ذِکر آجاتا ہے جیسے کہ ۲: ۱۳ اور ۱۴ میں ہے۔

ب۔ سرکشوں سے مُعاملہ کرنے کے لئے (۳: ۶-۱۵)

۳: ۶ - صاف معلوم ہوتا ہے کہ تھسلنیکے کے بعض مُقدّسین نے روزی کمانے کے لئے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اِس لئے کہ وُہ خُداوند کی واپسی کا بڑی شِدّت سے اِنتظار کر رہے تھے۔ پَولُس رسُول ایسے روّیے کی حَوصلہ افزائی نہیں کرتا، بلکہ واضح ہدایات دیتا ہے کہ ایسے بھائیوں سے کیسے نمٹا جائے۔

رسُول کی ہدایات ایک حکم کی صُورت میں ہیں کہ "ہر ایک ایسے بھائی سے کنارہ کرو جو بے قاعدہ چلتا ہے"۔ یعنی ایسا بھائی جو دُوسروں کے ہمقدم نہیں چلتا، بلکہ کام کرنے سے اِنکار کرتا اور دُوسروں کی کمائی کھاتا ہے (دیکھئے آیات ۱۰، ۱۱)۔ ایمان داروں کو چاہئے کہ "ہر ایک ایسے بھائی" کے لئے ناپسندیدگی کا اظہار کریں اور اُس سے مِلنا جُلنا ترک کر دیں۔ یہ جُرم اِتنا سنگین نہیں کہ اُسے کلیسیا سے خارِج کر دیا جائے۔

تھسلنیکیوں کو جو "روایت" پَولُس سے پہنچی تھی وُہ اَن تھک محنت، مُسلسل مشقّت اور خود کفالت کی روایت تھی۔

۳: ۷ - اُس نے خُداوند کی آمدِ ثانی کے پیشِ نظر خیمہ دوزی ترک نہیں کی تھی۔ وُہ مُنتظِر تھا کہ مسیح کسی بھی لمحے دوبارہ آجائے گا۔ لیکن وُہ اِس احساس کے ساتھ خِدمت اور کام کئے جاتا تھا کہ ممکن ہے کہ خُداوند میری زندگی کے دَوران آجائے۔

۳: ۸ - کوئی بھی پَولُس کو قصُوروار نہیں ٹھہرا سکتا تھا۔ وُہ کسی کے گھر میں قیام کرتا اور وہیں سے کھاتا پیتا۔ وُہ خوشخبری سُناتا تھا، مگر اپنی روزی خود کماتا تھا۔ اِس کا مطلب تھا دِن کو طویل خِدمت اور رات کو تھکا دینے والی محنت۔ مگر پَولُس نے مصمم

اِرادہ کر رکھا تھا کہ "کِسی پر بوجھ" نہیں ڈالے گا۔

۹:۳- خوشخبری کا مُبشّر ہونے کی حیثیت سے رسُول کو حق حاصِل تھا کہ وُہ لوگ اُس کی کفالت کریں جو اُس کی خِدمت کے نتیجے میں ایمان لائے تھے (۱-کرنتھیوں ۹:۶-۱۴؛ ۱-تیمتھیس ۱۸:۵)- لیکن وُہ برضا و رغبت اپنے حق سے دستبردار ہو گیا تاکہ شریفانہ خُود اِنحصاری اور اَن تھک جانفشانی کا "نمُونہ" ٹھہرے۔

۱۰:۳- تھسلُنیکیوں کو پہلے ہی حُکم دِیا جا چُکا تھا کہ وہ کام چوروں کی کفالت نہ کریں۔ اگر کوئی اچھا بھلا صحت مند مسیحی کام کرنے سے اِنکار کرتا تو پَولُس کہتا ہے کہ "وہ کھانے بھی نہ پائے"۔ کیا یہ بات اِس حقیقت سے ٹکراتی نہیں کہ ایمان داروں کو ہمیشہ مہربان ہونا چاہئے؟ ہرگز نہیں! سستی اور کاہلی کی حوصلہ افزائی کرنا مہربانی نہیں۔ سپرجن کہتا ہے: "غلطی یا خطا کرنے والوں کے ساتھ سچّی محبّت یہ ہے کہ اُن میں اور اُن کے کاموں میں شریک نہ ہو جائیں بلکہ ہر بات میں مسیح کا وفادار رہنا چاہئے"۔

۱۱:۳- یہاں پَولُس نہایت خُوش کُن رعایتِ لفظی سے کام لیتا ہے تاکہ اِن بے قاعِدہ چلنے والے بھائیوں کی نقلی اور جعلی رُوحانیت کا بھانڈا پھوڑ دے۔ اُس کے الفاظ کو کئی مختلف طرح سلیس انداز میں پیش کیا گیا ہے:

۱- بعض جو کام پر توجہ نہیں دیتے بلکہ فضول دخل اندازی کرتے ہیں۔

۲- بعض جو مصرُوفِ کار نہیں ہوتے بلکہ فضُول دخل اندازی کرتے ہیں۔

۳- بعض جو اپنے کام میں مصرُوف نہیں رہتے، بلکہ دُوسروں کے کاموں میں حد سے زیادہ مصرُوف نظر آتے ہیں۔

۴- وُہ جو ہر کسی کے کام پر توجہ دیتے ہیں سوائے اپنے کام کے۔

۱۲:۳- تمام "ایسے شخصوں کو" "خُداوند یسوع مسیح میں حُکم" دِیا گیا ہے کہ بغیر دھوم دھڑکے "کام کر کے اپنی ہی روٹی کھائیں"۔ یہ اچھی گواہی ہے اور اِس سے خُدا کو جلال ملتا ہے۔

۱۳:۳- جو لوگ وفاداری سے کام اور محنت کرتے رہے ہیں اُن کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ قدم بڑھائے جائیں۔ دَوڑ کا اختتام اہم ہوتا ہے، اِس لئے وُہ "نیک کام کرنے میں ہمّت نہ ہاریں"۔

۱۴:۳- لیکن اُس آدمی کا کیا ہو گا جو پَولُس رسُول کی ہدایت کو "نہ مانے"؟ دُوسرے

مسیحی اُس کے ساتھ رفاقت رکھنے سے اِنکار کر کے اُس کی تربیّت کریں۔ اِس سزا یا تربیّت کا مقصد اُس کو اپنے کردار پر "شرمندہ" کرنا اور مجبُور کرنا ہے کہ اپنا طور طریقہ بدلے۔

۱۵:۳۔ لیکن یہ تربیّت اور سزا کلیسیا سے اخراج جیسی سخت نہیں۔ یہاں قصوروار کو اب بھی "بھائی" سمجھا جاتا ہے۔ اخراج کی صُورت میں اُس کو "غیر قوم والے اور محصُول لینے والے کے برابر" سمجھا جاتا ہے (متیؔ ۱۷:۱۸)۔

ایمان دار کی تنبیہ اور تادیب کے پیشِ نظر ہمیشہ یہ مقصد ہوتا ہے کہ وُہ خُداوند میں اور اُس کے لوگوں میں بحال ہو۔ یہ تادیب تلخی کی رُوح اور دشمنی کے جذبے کے ساتھ نہیں، بلکہ مسیحی اخلاق اور ثابت قدمی سے ہونی چاہئے۔ اُس کے ساتھ "دشمن" جیسا نہیں "بلکہ بھائی" جیسا سلوک روا رکھنا چاہئے۔

آج ہمیں یہ بات عجیب لگتی ہے کہ تھِسلُنیکے کے مسیحی خُداوند کی دوبارہ آمد کا اِتنی دِلسوزی اور شِدّت سے اِنتظار کر رہے تھے کہ اُنہوں نے روزمرّہ کے کام کاج اور فرائض چھوڑ دِئے۔ آج کی کلیسیا کو یہ خطرہ معلُوم نہیں ہوتا! ہم دُوسری اِنتہا تک پہنچ گئے ہیں۔ ہم کاروبار اور پیسہ کمانے میں اِتنے مگن اور مصرُوف ہو گئے ہیں کہ مسیح کی عنقریب آمد کی تازگی اور شوق اور سنسنی سے محرُوم ہو گئے ہیں۔

۶۔ برکت اور سلام (۱۸-۱۶ : ۳)

۱۶:۳۔ اِس آیت کو "طُوفانی خط کا پُرامن اِختتام" بھی کہا گیا ہے۔ اِس میں پَولُس دُعا مانگتا ہے کہ تھِسلُنیکے کے دُکھ اور مُصیبت اُٹھانے والے مُقدّسین کو "خُداوند جو اطمینان کا چشمہ ہے آپ ہی ... ہمیشہ اور ہر طرح سے اطمینان بخشے"۔

ایک مسیحی اِس دُنیا میں اِطمینانِ خاطر کے لئے کسی چیز پر انحصار نہیں کرتا۔ اِس کی بُنیاد کُلی طور پر خُداوند یسوؔع کی ذات اور کام پر ہے۔ دُنیا نہ یہ اِطمینان دے سکتی ہے اور نہ چھین سکتی ہے۔ لیکن ضرُور ہے کہ زِندگی کے تمام حالات میں ہم اِس کو اپنے تصرف میں لائیں۔ "اِطمینان اِیذا اور مُصیبتوں کا اختتام نہیں، بلکہ دِل کا وُہ سکُون ہے جو خُدا پر ایمان سے حاصِل ہوتا ہے اور ہر قسم کے حالات سے آزاد ہوتا ہے"۔

۳:۱۷، ۱۸۔ غالباً اِس مرحلے پر پَولُس نے اپنے کاتِب کے ہاتھ سے قلم لے لیا اور

آخری "سلام" اپنے ہاتھ سے لِکھا - وُہ کہتا ہے کہ "ہر خط میں میرا یہی نشان ہے"۔ بعض لوگ اِس کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ ہر خط کے آخر میں پَولُس کی اپنی لِکھائی ثبوت ہے کہ یہ خط اصل میں اُسی کے ہیں - دُوسرے علما کو یقین ہے کہ پَولُس کی مخصُوص برکت یہ "نشان" ہے - اور مخصُوص برکت ہے "ہمارے خداوند یسُوع مسیح کا فضل تم سب پر ہوتا رہے" (رومیوں ۱۶: ۲۴؛ ۱-کرنتھیوں ۱۶: ۲۳؛ ۲-کرنتھیوں ۱۳: ۱۴؛ گلتیوں ۶: ۱۸؛ اِفسیوں ۶: ۲۴؛ ۱-تیمتھیس ۶: ۲۱؛ ۲-تیمتھیس ۴: ۲۲؛ طِطُس ۳: ۱۵؛ فلیمون ۲۵؛ اور اگر عبرانیوں کا خط پَولُس نے لکھا ہے تو عبرانیوں ۱۳: ۲۵)۔ اِن تمام حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ اُس کے سارے خُطوط کا اِختتام "فضل" کی دُعا پر ہوتا ہے -

کلیسیا کا فضائی اِستقبال

خُداوند کی دُوسری آمد کی سچائی تھسلنیکیوں کے پہلے خط کے ہر ایک باب میں اور دُوسرے خط کے پہلے دو ابواب میں ہر جگہ موجُود ہے - یہ موضُوع اِن دونوں خطوں کو جوڑتا ہے اور دونوں خطُوط میں چلنے والا سُنہری دھاگا ہے - مگر ہم کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ نبُوّت کا مقصد ہماری ذہانت کو اُلجھانا یا ہمارے تجسُس کو چیلنج کرنا نہیں بلکہ ہماری زِندگیوں پر اثر ڈالنا ہے -

مسیح کی عنقریب آمد کی اُمید میں ایمان داروں کے لئے کئی اہم مُضمرات ہیں :

۱- چاہئے کہ اِس کے اثر سے ہماری زِندگیاں پاک ہوں (۱-تھسلنیکیوں ۵: ۲۳؛ ۱-یُوحنّا ۳: ۳)۔

۲- اِس سے ہمیں دُعا مانگنے کا اور کھوئے ہُوؤں کی نجات کے لئے کام کرنے کا بوجھ حاصل ہو (پیدائش ۱۹: ۱۴؛ حزقی ایل ۳۳: ۶؛ یہوداہ ۲۱ - ۲۳)۔

۳- اِس سے ہمیں حوصلہ اور ہمّت مِلنی چاہئے کہ مُصیبتوں اور آزمائشوں میں ثابت قدم رہ سکیں (رومیوں ۸: ۱۸؛ ۲-کرنتھیوں ۴: ۱۷؛ ۱-تھسلنیکیوں ۴: ۱۳- ۱۸)۔

۴- اِس سے ہمیں تحریک ہونی چاہئے کہ مادی چیزوں پر قبضہ چھوڑیں، جیسے جیسے مسیح کی آمد قریب آ رہی ہے اِن چیزوں کی قدر و قیمت کم ہوتی جا رہی ہے (دیکھئے

احبار ۲۵: ۸-۱۰، ۱۴-۱۶)۔

۵- چاہئے کہ مسیح کی آمد ہمیں مجبُور کرے کہ ہم نے جس کا قصور کیا ہے اُس سے مُعافی مانگیں اور ضرُوری ہو تو تلافی کریں (متّی ۵: ۲۴؛ یعقوب ۵: ۱۶)۔

۶- ہمیں اُبھارے کہ جانفشانی سے خُداوند کی خِدمت کریں یہ جانتے ہُوئے کہ وُہ رات آتی ہے جس میں کوئی کام نہیں کر سکتا (یُوحنّا ۹: ۴؛ ۱-تھِسلُنیکیوں ۱: ۹، ۱۰ ال)۔

۷- ہمیں اُمید اور اِنتظار کی حالت میں رکھّے (لُوقا ۱۲: ۳۶) تاکہ جب وُہ آئے تو ہمیں شرمندہ نہ ہونا پڑے (۱-یُوحنّا ۲: ۲۸)۔

۸- ہمیں جُرائت اور دلیری دے کہ مسیح کا اِقرار کریں (متّی ۸: ۳۸؛ لُوقا ۹: ۲۶)۔

۹- یہ ہمارے لئے تسلی بخش اُمید ثابت ہو (یُوحنّا ۱۴: ۱-۳، ۲۸؛ ۱-تھِسلُنیکیوں ۴: ۱۸؛ ۲-تھِسلُنیکیوں ۱: ۷؛ ۲-تیمتھیس ۲: ۱۲)۔

۱۰- اِس سے ہماری حوصلہ افزائی ہو کہ ہم اِعتدال پسند اور خلیق ہوں اور دِل پسند معقُولیت اختیار کریں (فلپیوں ۴: ۵)۔

۱۱- محبّت اور یگانگت کو پروان چڑھائے (۱-تھِسلُنیکیوں ۳: ۱۲، ۱۳)۔

۱۲- ایسے رویّے کی حوصلہ افزائی کرے کہ گویا ہم کِسی دُوسری دُنیا سے تعلق رکھتے ہیں (کلسیوں ۳: ۱-۴)۔

۱۳- ہمیں یاد دِلاتی رہے کہ ہمارا جائزہ لیا جائے گا اور اجر مِلے گا (رومیوں ۱۴: ۱۰-۱۲؛ ۱-کرنتھیوں ۳: ۱۱-۱۵؛ ۲-کرنتھیوں ۵: ۱۰)۔

۱۴- اِس کو خوشخبری کی منادی کے لئے زور دار اپیل کے طور پر استعمال کیا جانا چاہئے (اعمال ۳: ۱۹-۲۱؛ مکاشفہ ۳: ۳)۔

جو ایمان دار نہیں ہیں مسیح کی آمد کی حقیقت اُن کو گُناہوں سے توبہ پر راغب کرے اور وُہ اُسے خُداوند اور منجّی قبول کر کے اپنی زندگیاں پُورے طور پر اُس کے سپُرد کریں۔ فضائی استقبال کے موقع پر صرف وُہی اُس کے ساتھ رہنے کو اُٹھائے جائیں گے جو مسیح میں ہیں۔ باقی پیچھے چھوڑ دئے جائیں گے اور غضب کا شِکار ہوں گے۔

اگر وُہ آج ہی آ جائے تو کیا ہوگا؟

تھِسلُنیکیوں کے خطوط میں مسیح کی دوبارہ آمد کو بہت اہمیّت دی گئی ہے۔ اور مسیحی زندگی

میں بھی اِس کی بُہت اہمیت ہے ۔ اِس لئے ہم ذیل میں چند اہم باتوں کا مختصر بیان درج کرتے ہیں ۔

بڑی مُصیبت سے پہلے فضائی استقبال کے حق میں دلائل

۱۔ پہلی دلیل کی بنیاد اِس بات پر ہے کہ مسیح کی آمد فوری طور پر ہونے والی ہے ۔ پاک کلام میں بُہت سے حوالے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیحیوں کو توقع رکھنی چاہئے کہ خُداوند کسی بھی وقت آجائے گا ۔ ضرُور ہے کہ ہم ہوشیار رہیں ، خبردار رہیں اور انتظار کرتے رہیں کیونکہ ہم اُس کی آمد کے وقت کو نہیں جانتے ۔ اگر کلیسیا کو بڑی مُصیبت میں سے گزُرنا ہے تو پھر یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم اِنتظار کریں کہ وُہ کسی بھی وقت آجائے گا ۔ دراصل ایسی صُورت میں وُہ کم سے کم سات برس تک نہیں آسکتا ۔ اِس لئے کہ ابھی ہم بڑی مُصیبت کے دَور میں نہیں ہیں ، اور جب بڑی مُصیبت آئے گی تو سات برس تک چلے گی ۔ "بڑی مُصیبت سے پہلے فضائی اِستقبال" ہی وُہ واحد نظریہ ہے جس کو آپ مانتے ہوئے یہ ایمان بھی رکھ سکتے ہیں کہ وُہ کسی بھی لمحے آسکتا ہے ۔

یہاں ہم چند وُہ آیات پیش کرتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمیں خُداوند کی آمد کی راہ دیکھتے رہنا چاہیے ۔ اِس لئے کہ ہم اِس واقعہ کے وقت کو نہیں جانتے ۔

"اور نہ فقط وہی بلکہ ہم بھی جنہیں رُوح کے پہلے پھل مِلے ہیں آپ اپنے باطن میں کراہتے ہیں اور لے پالک ہونے یعنی اپنے بدن کی مخلصی کی راہ دیکھتے ہیں"

(رومیوں ۸ : ۲۳) ۔

"جب کبھی تم یہ روٹی کھاتے اور اِس پیالے میں سے پیتے ہو تو خُداوند کی موت کا اِظہار کرتے ہو جب تک وُہ نہ آئے" (۱- کرنتھیوں ۱۱ : ۲۶ - یہ بات جو کرنتھیوں کو لکھی گئی یہ مفہوم رکھتی ہے کہ شاید خُداوند اُن کی زندگی ہی میں آجائے) ۔

"چنانچہ ہم اِس میں کراہتے ہیں اور بڑی آرزُو رکھتے ہیں کہ اپنے آسمانی گھر سے ملبّس ہوجائیں" (۲- کرنتھیوں ۵ : ۲ - ایمان دار فضائی اِستقبال میں جلالی بدنوں سے ملبّس ہوں گے) ۔

"ہم رُوح کے باعث ایمان سے راستبازی کی اُمید بر آنے کے مُنتظِر ہیں"

(گلتیوں ۵: ۵۔ راست بازی کی اُمید خُداوند کی آمد اور وُہ جلالی بدن ہے جو ہمیں اُس وقت مِلے گا)۔

"ہمارا وطن آسمان پر ہے۔ اور ہم ایک منجّی یعنی خُداوند یسوع مسیح کے وہاں سے آنے کے اِنتظار میں ہیں۔ وُہ اپنی اُس قوت کی تاثیر کے موافق جس سے سب چیزیں اپنے تابع کرسکتا ہے ہماری پست حالی کے بدن کی شکل بدل کر اپنے جلال کے بدن کی صُورت پر بنائے گا" (فلپیوں ۳: ۲۰، ۲۱)۔

"تمہاری نرم مزاجی سب آدمیوں پر ظاہر ہو۔ خُداوند قریب ہے" (فلپیوں ۴: ۵)۔

"تم بُتوں سے پھر کر خُدا کی طرف رجُوع ہوئے تاکہ زندہ اور حقیقی خُدا کی بندگی کرو۔ اور اُس کے بیٹے کے آسمان پر سے آنے کے منتظر رہو جسے اُس نے مُردوں میں سے جِلایا یعنی یسوع کے جو ہم کو آنے والے غضب سے بچاتا ہے" (۱۔تھسلنیکیوں ۱: ۹، ۱۰)۔

"اُس مُبارک اُمید یعنی اپنے بزرگ خُدا اور منجّی یسوع مسیح کے جلال کے ظاہر ہونے کے منتظر رہیں" (طِطُس ۲: ۱۳)۔

"اُسی طرح مسیح بھی ایک بار بہت لوگوں کے گناہ اُٹھانے کے لئے قربان ہو کر دُوسری بار بغیر گُناہ کے نجات کے لئے اُن کو دِکھائی دے گا جو اُس کی راہ دیکھتے ہیں"
(عبرانیوں ۹: ۲۸)۔

"اب بہت ہی تھوڑی مُدت باقی ہے کہ آنے والا آئے گا اور دیر نہ کرے گا"
(عبرانی ۱۰: ۳۷)۔

"پس اے بھائیو! خُداوند کی آمد تک صبر کرو۔ دیکھو، کسان زمین کی قیمتی پیداوار کے اِنتظار میں پہلے اور پچھلے مینہ کے برسنے تک صبر کرتا رہتا ہے۔ تم بھی صبر کرو۔ اور اپنے دِلوں کو مضبُوط رکھو کیونکہ خُداوند کی آمد قریب ہے۔ اے بھائیو! ایک دُوسرے کی شکایت نہ کرو تاکہ تم سزا نہ پاؤ۔ دیکھو منصف دروازہ پر کھڑا ہے"
(یعقوب ۵: ۷-۹)۔

"سب چیزوں کا خاتمہ جلد ہونے والا ہے۔ پس ہوشیار رہو اور دُعا کرنے کے لئے تیار" (۱۔پطرس ۴: ۷)۔

"جو کوئی اُس سے یہ اُمید رکھتا ہے اپنے آپ کو ویسا ہی پاک کرتا ہے جیسا وُہ پاک

ہے" (۱۔یُوحنّا ۳: ۳)۔

"اپنے آپ کو خُدا کی محبّت میں قائم رکھو۔ اور ہمیشہ کی زندگی کے لئے ہمارے خُداوند یسوع مسیح کی رحمت کے مُنتظِر رہو" (یہُوداہ ۲۱)۔ یہاں ہمارے خُداوند یسوع مسیح کی رحمت اُس کی آمد ہے کہ وُہ اپنے خون خریدوں کو آسمانی وطن میں لے جانے کو آئے گا۔

"مَیں جلد آنے والا ہُوں۔ جو کُچھ تیرے پاس ہے اُسے تھامے رہ تاکہ کوئی تیرا تاج نہ چھین لے" (مکاشفہ ۳: ۱۱)۔

"دیکھ مَیں جلد آنے والا ہُوں۔ مُبارک ہے وُہ جو اِس کتاب کی نبُوّت کی باتوں پر عمل کرتا ہے" (مکاشفہ ۲۲: ۷)۔

"جو اِن باتوں کی گواہی دیتا ہے وُہ یہ کہتا ہے کہ بیشک مَیں جلد آنے والا ہُوں۔ آمین۔ اَے خُداوند یسوع آ" (مکاشفہ ۲۲: ۲۰)۔

کُچھ اور حوالے بھی ہیں جن میں فضائی اِستقبال کا اگرچہ براہِ راست ذِکر نہیں مگر وہ اِس عام تاثر میں اِضافہ کرتے ہیں کہ مسیح کی آمد بالکُل قریب ہے۔ اپنی ساری تاریخ میں ایمان دار کلیسیا اِس عقیدے پر قائم ہے کہ مسیح کی آمد کا وقت معلُوم نہیں۔ اِس لئے یہ کسی وقت بھی ہو سکتی ہے۔

"پس جاگتے رہو کیونکہ تُم نہیں جانتے کہ تُمہارا خُداوند کِس دِن آئے گا۔ لیکن یہ جان رکھو کہ اگر گھر کے مالک کو معلُوم ہوتا کہ چور رات کے کون سے پہر آئے گا تو جاگتا رہتا اور اپنے گھر میں نقب نہ لگانے دیتا۔ اِس لئے تُم بھی تیار رہو، کیونکہ جِس گھڑی تُم کو گمان بھی نہ ہو گا، ابنِ آدم آ جائے گا" (متّی ۲۴: ۴۲-۴۴)۔

"اُس دِن یا اُس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے، نہ بیٹا، مگر باپ ۔۔۔۔ یہ اُس آدمی کا سا حال ہے جو پردیس گیا ہُوا ہے اور اُس نے گھر سے رُخصت ہوتے وقت اپنے نوکروں کو اختیار دِیا، یعنی ہر ایک کو اُس کا کام بتا دیا اور دربان کو حُکم دیا کہ جاگتا رہے۔ پس جاگتے رہو، کیونکہ تُم نہیں جانتے کہ گھر کا مالک کب آئے گا۔ شام کو، یا آدھی رات کو، یا مُرغ کے بانگ دیتے وقت یا صُبح کو۔ ایسا نہ ہو کہ اچانک آ کر وُہ تُم کو سوتے پائے۔ اور جو مَیں تُم سے کہتا

ہوں، وُہی سب سے کہتا ہُوں کہ جاگتے رہو" (مرقس ۱۳: ۳۲-۳۷)۔

"تم اُن آدمیوں کی مانند بنو جو اپنے مالِک کی راہ دیکھتے ہوں کہ وُہ شادی میں سے کب لوٹے گا تاکہ جب وُہ آکر دروازہ کھٹکھٹائے تو فوراً اُس کے واسطے کھول دے" (لُوقا ۱۲: ۳۶)۔

"ہمارے خُداوند یسُوع مسیح کے ظہُور کے منتظِر ہو" (۱-کرنتھیوں ۱: ۷)۔

"... مسیح یسُوع کو جو زِندوں اور مُردوں کی عدالت کرے گا (یعنی کرنے کو ہے)" (۲-تیمتھیُس ۴: ۱ ل)۔

"اے لڑکو! یہ اخیر وقت ہے۔ اور جیسا تم نے سُنا ہے کہ مخالفِ مسیح آنے والا ہے اُس کے موافق اب بھی بہت سے مخالفِ مسیح پیدا ہو گئے ہیں۔ اِس سے ہم جانتے ہیں کہ یہ اخیر وقت ہے" (۱-یُوحنّا ۲: ۱۸)۔

"اگر تُو جاگتا نہ رہے گا تو مَیں چور کی طرح آجاؤں گا اور تجھے ہرگز معلُوم نہ ہوگا کہ کِس وقت تجھ پر آپڑوں گا" (مکاشفہ ۳: ۳ب)۔

"دیکھو مَیں چور کی طرح آتا ہوں۔ مُبارک وُہ ہے جو جاگتا ہے اور اپنی پوشاک کی حِفاظت کرتا ہے تاکہ ننگا نہ پھِرے اور لوگ اُس کی برہنگی نہ دیکھیں" (مکاشفہ ۱۶: ۱۵)۔

۲۔ دُوسری دلیل کی بنیاد اِس وعدے پر ہے کہ کلیسیا کو آنے والے غضب سے بچا لیا جائے گا۔ رومیوں ۵: ۹ میں پولُس کہتا ہے "... ہم ... اُس کے وسیلہ سے غضبِ الٰہی سے ضرُور ہی بچیں گے"۔ ۱-تھسلنیکیوں ۱: ۱۰ میں بیان ہُوا ہے کہ خُداوند یسوع ہم کو آنے والے غضب سے بچاتا ہے۔ اور ۱-تھسلنیکیوں ۵: ۹ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ خُدا نے ہمیں غضب کے لئے مُقرر نہیں کیا بلکہ اِس لئے مقرر کیا ہے کہ ہم اپنے خداوند یسوع مسیح کے وسیلے سے نجات پائیں۔ لفظ "غضب" سے مُراد بڑی مُصیبت کے دِنوں کا غضب ہو سکتا ہے۔ اور بے ایمانوں پر اُس کے ابدی غضب کا مفہُوم بھی ہو سکتا ہے۔ تھسلنیکیوں کے نام خطُوط کے سیاق و سباق سے بڑی مُصیبت کے غضب کی حمایت ہوتی ہے (ملاحظہ کریں ۱-تھسلنیکیوں ۵: ۲، ۳؛ ۲-تھسلنیکیوں ۱: ۶--۱۰؛ ۲: ۱۰-۲۱)۔

۳۔ مکاشفہ ۳: ۱۰ میں مسیح اپنے لوگوں کو آزمائش کے وقت سے (یُونانی "میں سے") بچانے کا وعدہ کرتا ہے۔ یہ آزمائش کا وقت زمین کے رہنے والوں کے آزمانے کے لئے

تمام دُنیا پر آنے والا ہے۔

۴- مکاشفہ کی کتاب کی ساخت ثابت کرتی ہے کہ فضائی اِستقبال بڑی مُصیبت سے پہلے ہو گا۔ باب ۲ اور ۳ میں کلیسیا زمین پر نظر آتی ہے، مگر باب ۳ کے بعد اِس کا کبھی ایسے ذکر نہیں آتا جیسے وُہ زمین پر ہے۔ باب ۴ اور ۵ میں مُقدّسین آسمان میں فاتحین کے تاج پہنے ہُوئے نظر آتے ہیں۔ اِس کے بعد ابواب ۶ – ۱۹ میں زمین پر بڑی مُصیبت آتی ہے۔ اُس وقت کلیسیا کے مُقدسین آسمان پر ہیں۔

۵- مُصیبت کا دَور اُس وقت تک شرُوع نہیں ہو گا جب تک گُناہ کا شخص ظاہر نہ ہو (۲-تھسلنیکیوں ۲:۳)۔ لیکن گُناہ کا شخص اُس وقت تک ظاہر نہیں ہو گا جب تک پہلے روکنے والا دُور نہ کیا جائے گا (۲-تھسلنیکیوں ۲:۷-۸)۔ "روکنے والا" رُوح القُدس ہو گا۔ جب تک کلیسیا اِس دُنیا میں ہے رُوح القُدس بُرائی کو حد سے زیادہ بڑھنے سے روکتا ہے۔ فضائی اِستقبال پر اِس کو کلیسیا کے ساتھ اُٹھا لیا جائے گا۔

ایک مفہوم میں رُوح القُدس ہمیشہ دُنیا میں تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ لیکن ایک خاص مفہوم میں وُہ پنتکُست کے موقع پر آیا۔ یعنی کلیسیا کے اندر اور ایمان دار کے باطن میں دائمی سکُونت کرنے والے کی حیثیت سے آیا۔ اور اِسی مفہوم میں وُہ فضائی اِستقبال پر ہٹا لیا جائے گا۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ خُدا کا رُوح مُصیبت کے ایام میں خدمت جاری نہیں رکھے گا۔ وُہ اَب بھی گنہگاروں کو مجرم ٹھہرائے گا اور تبدیل کرے گا۔ لیکن وُہ اُن کے باطن میں دائمی سکُونت نہیں کرے گا اور اُن کو کلیسیا میں ضم نہیں کرے گا۔ اُس کی خِدمت بڑی حد تک وُہی ہو گی جو پُرانے عہدنامہ کے زمانے میں تھی۔

۶- ۱-تھسلنیکیوں ۴:۱۸ میں فضائی اِستقبال کو تسلّی کی اُمید بیان کیا گیا ہے۔ خُداوند کا دِن تسلّی دینے والے کی طرح نہیں بلکہ رات کو چور کی مانند آتا ہے (۱-تھسلنیکیوں ۵:۲)۔ یہ ناگہاں ہلاکت (آیت ۳) اور غضب (آیت ۹) کا وقت ہو گا جس سے بچنا مُمکن نہ ہو گا (آیت ۳)۔ اِس کے برعکس فضائی اِستقبال روشن تر ہونے والی اُمید ہے۔ ایسی اُمید نہیں جو ہمیشہ ڈراتی رہے۔

۷- خُداوند کے اپنے مُقدّسوں کو لینے اور مُقدّسوں کے ساتھ آنے کے درمیان کُچھ وقفہ ضروری ہے۔ جب مسیح اپنے مُقدّسوں کو لینے آئے گا تو سارے ایمان داروں کو اِس

دُنیا میں سے نِکال لیا جائے گا اور اُن کو جلالی بدن دِیئے جائیں گے (۱-کرنتھیوں ۱۵: ۵۱)۔ مگر جب مسیح بادشاہی کرنے کو واپس آئے گا تو زمین پر نجات یافتہ لوگ ہوں گے جو اپنے فِطری بدنوں میں ہوں گے۔ جیسا کہ اِس حقیقت سے ثابت ہوتا ہے کہ لوگ بچّے پال پوس رہے ہوں گے (یسعیاہ ۶۵: ۲۰-۲۵؛ حزقی ایل ۸:۵)۔ اگر فضائی استقبال اور ظہور ایک ساتھ ہوں تو پھر یہ مُوخر الذکر لوگ کہاں سے آئیں گے؟

فضائی اِستقبال اور مسیح کے زمین پر بادشاہی کرنے کے درمیان وقفے کی ایک اور وجہ بھی ہے۔ ضرور ہے کہ آسمان میں مسیح کا تختِ عدالت فضائی اِستقبال کے بعد لگایا جائے جب خُداوند اپنے مُقدّسین کی وفاداری کا حساب کرے گا اور اُس کے مُطابق اُن کو اجر دے گا (۲-کرنتھیوں ۵:۱۰)۔ اِس موقع پر دِیئے گئے اجر سے تعیّن ہو گا کہ ہزار سالہ بادشاہی کے دَوران مُقدّسین کو فرداً فرداً کتنا عرصہ حکُومت کرنے کو مِلے گا (لُوقا ۱۹: ۱۷، ۱۹)۔ اگر فضائی اُستقبال اور مسیح کی دِیدنی بادشاہی بیک وقت ہوں تو مسیح کے تختِ عدالت کے اِنعقاد کے لئے کوئی وقت نہیں ہو گا۔

۸- خُداوند کا دِن جس طریقے سے کسی کو آئے گا، وُہ رات کو آنے والے چور کا طریقہ ہے (۱-تھسلنیکیوں ۵:۲)۔ مگر پَولُس رسُول بڑی صفائی سے بیان کرتا ہے کہ ایمان داروں پر یہ دِن چور کی طرح نہیں آپڑے گا (۱-تھسلنیکیوں ۵:۴) بلکہ ایمان داروں کو بالکُل ہی نہیں آلے گا۔ کیوں نہیں؟ اِس کی دو وجوہات دی گئی ہیں: (۱) ایمان دار رات کے نہیں بلکہ دِن کے فرزند ہیں (۱-تھسلنیکیوں ۵:۴-۵)۔ (۲) خُدا نے ایمان داروں کو غضب کے لئے مقرر نہیں کیا (۱-تھسلنیکیوں ۵:۹)۔

۹- یہ بات بالکُل واضح ہے کہ بڑی مُصیبت نوعیّت کے لحاظ سے یہُودی ہو گی۔ اِس کو "یعقُوب کی" مُصیبت کا وقت کہا گیا ہے (یرمیاہ ۳۰:۷)۔ متّی باب ۲۴ میں اُن اِشاروں پر غور کریں جو اِس کے یہُودی نوعیّت ہونے کی دلیل کی حمایت کرتے ہیں۔ یہُودیہ (آیت ۱۶)۔ سبت کا دِن (آیت ۲۰)۔ مُقدّس مقام (آیت ۱۵)۔ اِن اصطلاحات کا کلیسیا کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

۱۰- فضائی اِستقبال کے موقع پر ایمان دار باپ کے گھر میں چلے جائیں گے (یُوحنّا ۱۴:۳)۔ مگر اِستقبال کو مُصیبت کے ایام کے بعد ماننے والے افراد کہتے ہیں کہ وُہ زمین پر واپس آئیں گے۔

۱۱- پُرانے عہدنامہ کی کئی مثالوں سے اِشارہ مِلتا ہے کہ فضائی اِستقبال بڑی مُصیبت سے پہلے ہوگا۔ ہم مثیلوں کی بنیاد پر عقائد کی تشکیل نہیں کرتے۔ لیکن یہ مثیل اِس نظریہ سے بڑی مُطابقت رکھتے ہیں۔

حنوکؔ جو کلیسیا کا ایک مثیل ہے وُہ خُدا کے غضب کی بارِش برسنے سے پہلے آسمان پر اُٹھا لیا گیا تھا جبکہ نُوحؔ اور اُس کے خاندان کو جو کہ ایمان لانے والے یہُودی بقیہ کا مثیل ہے طُوفان میں محفُوظ رکھا گیا تھا۔

لُوطؔ کو سدُومؔ پر قہرِ و غضب کی آگ نازِل ہونے سے پہلے نِکال لیا گیا تھا۔

ابرہامؔ کا اپنے بیٹے اضحاقؔ کی قُربانی دینا مثیل ہے کہ خُدا اپنے بیٹے کو کلوری پر قُربان کرے گا۔ اِس واقعہ کے بعد اضحاقؔ کا پہلی دفعہ جو ذِکر آتا ہے اس واقعہ کے بعد ہے جب وُہ اپنی دُلہن کو مِلنے کو نِکلا اور اُسے اپنے گھر میں واپس لایا۔ اِسی طرح صعُود کے بعد مسیح کا پہلی دفعہ ظہُور اُس وقت ہوگا جب وُہ اپنی دُلہن کو آسمانی گھر میں واپس لے جانے کو آئے گا۔

ایلیاہؔ کو شرِیر ایزبلؔ کو سزا دینے سے پہلے آسمان پر اُٹھا لیا گیا تھا۔

۱۲- دانی ایلؔ کی نبوّت کے پہلے اُنہتّر ۶۹ ہفتوں (۹: ۲۴-۲۷) کا عرصہ ارتخششتا بادشاہ کے فرمان ۴۴۵ ق م سے لے کر مسیح کے مصلُوب ہونے تک مُحیط ہے۔ اِن ہفتوں کا کلیسیا کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ تو پھر کلیسیا ستّرویں ہفتہ میں کیوں مَوجُود ہوگی جو کہ بڑی مُصیبت کا دَور ہے (درحقیقت کلیسیائی دَور اُنہتّرویں ۶۹ اور ستّرویں ہفتوں کے درمیان واقع ہے مگر اِس کا ذِکر نہیں کیا گیا)۔

اِستقبال قبل از مُصیبت کے خلاف اور اِستقبال بعد از مُصیبت کے حق میں دلائل

۱- مکاشفہ ۳: ۱۰ میں یہ وَعدہ نہیں ہے کہ مُقدّسوں کو بڑی مُصیبت میں سے نِکال کر بچا لیا جائے گا، بلکہ یہ کہ اِس دَوران اُن کی حفاظت کی جائے گی (بمقابلہ یُوحنّا ۱۷: ۱۵)۔

جواب: آیت کے الفاظ پر غَور کریں "حفاظت کروں گا"۔ اصل زبان یُونانی میں حرفِ جار

(ek) استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ ہوگا "کے باہر"۔ چنانچہ خیال یہ نہیں کہ کلیسیا کو بڑی مصیبت کے دوران یا بڑی مصیبت میں محفوظ رکھا جائے گا بلکہ یہ کہ اُسے اِس سے بالکل "باہر" رکھا جائے گا۔

یوحنا ۱۷: ۱۵ میں بھی یہی الفاظ استعمال ہوئے ہیں جہاں یسوع دعا مانگتا ہے کہ "میں یہ درخواست نہیں کرتا کہ تو انہیں دنیا سے اُٹھا لے، بلکہ یہ کہ اُس شریر سے اُن کی حفاظت کر"۔ پلمر اس کی تفسیر یوں کرتا ہے کہ جس طرح مسیح وہ ہے جس "میں" شاگرد جیتے اور چلتے پھرتے ہیں ، اسی طرح شریر وہ ہے جس سے اُن کو باہر (ek) رکھنے کی درخواست یسوع کرتا ہے۔ اِس دعا کا جواب مل چکا ہے۔ ایمان داروں کو شیطان کی حکومت اور اختیار سے "باہر" رکھا گیا ہے۔ اُن کو خدا کے عزیز بیٹے کی بادشاہی میں آسمان پر اُٹھا لیا گیا ہے۔

۲- رومیوں ۵: ۳ میں کہا گیا ہے کہ "... مصیبت سے صبر پیدا ہوتا ہے"۔

جواب: پولس یہ نہیں کہہ رہا کہ جس مصیبت سے صبر پیدا ہوتا ہے وہ صرف وہی بڑی مصیبت ہے۔ اِس کی واضح دلیل یہ ہے کہ جس مصیبت سے ایمان دار اِس زندگی میں گزرتے ہیں وہ صبر پیدا کرتی ہے۔ یونانی زبان میں اسمائے خیالی کے ساتھ اکثر حرفِ تخصیص آتا ہے۔ مگر اِس وجہ سے اِس کا ترجمہ "وہ بڑی مصیبت" کرنا مناسب نہیں۔

۳- مسیحیوں کے ساتھ ہمیشہ مصیبت کا وعدہ کیا گیا ہے (یوحنا ۱۶: ۳۳)۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم اِس میں سے نہ گزریں۔

جواب: کوئی بھی اِس حقیقت سے انکار نہیں کرتا کہ "ضرور ہے کہ ہم بہت مصیبتیں سہ کر خدا کی بادشاہی میں داخل ہوں" (اعمال ۱۴: ۲۲)۔ مگر اُس مصیبت میں جو ہر ایمان دار کا حصہ ہے اور اُس بڑی مصیبت کے زمانے میں بڑا فرق ہے جو مسیح کو رد کرنے والی دنیا پر آنے والی ہے۔

۴- ۲-تھسلنیکیوں ۱: ۷ سے ثابت ہوتا ہے کہ مقدسوں کو اُس وقت تک آرام نہیں ملے گا جب تک خداوند یسوع بڑی مصیبت کے اختتام پر زمین پر واپس نہ آئے۔

جواب: جن تھسلنیکیوں کو یہ خط لکھا گیا تھا وہ پہلے ہی آسمانی آرام میں داخل ہو چکے ہیں۔ لیکن اُن کو ستانے والوں کا حشر اور مقدسوں کا اجر دنیا پر اُس وقت "ظاہر" ہوگا جب خداوند یسوع بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ واپس آئے گا۔

۵- اعمال ۳: ۲۱ کے مطابق ضرور ہے کہ مسیح آسمان میں اُس وقت تک رہے جب تک سب چیزیں بحال نہ ہو جائیں یعنی ہزار سالہ بادشاہی تک۔

جواب: یہ بات "اسرائیلیوں" سے کہی گئی تھی (آیت ۱۲) اور جہاں تک اسرائیلی قوم کا تعلق ہے یہ بیان درست ہے اور متّی ۲۳: ۳۹ میں نجات دہندہ کے اُن الفاظ سے متفق ہے جو اُس نے یروشلیم میں کہے تھے کہ "مَیں تم سے کہتا ہُوں کہ اب سے مجھے پھر ہرگز نہ دیکھو گے جب تک نہ کہو گے کہ مبارک ہے وُہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے"۔ یہ واقعہ بڑی مصیبت کے ایام کے اختتام پر ہوگا۔ لیکن کلیسیا تو اس سے سات سال پہلے فضائی استقبال میں آسمان پر جا چکی ہوگی۔

۶- زبور ۱۱۰: ۱ کہتا ہے کہ ضرور ہے کہ مسیح خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھے جب تک اُس کے سارے دشمن برباد نہ ہو جائیں۔ یہ بات بڑی مصیبت کے اختتام پر ہوگی۔

جواب: مکاشفہ ۲۰: ۸، ۹ میں ہم پڑھتے ہیں کہ ہزار سالہ بادشاہی کے اخیر میں کچھ لوگ مسیح کے دشمن ہوں گے۔ یعنی بڑی مصیبت کے ختم ہونے کے ایک ہزار سال بعد ـــــ خدا کے دہنے ہاتھ سے مراد عزت اور قوت کا مقام بھی ہے اور جغرافیائی مقام بھی۔

۷- ططس ۲: ۱۳ میں "مبارک اُمید" اور "جلال کا ظہور" ایک ہی چیز ہیں۔ اس لئے فضائی استقبال اور ظہور ایک ساتھ ہوں گے۔ اِس لئے ہم مصیبت سے پہلے استقبال کی راہ نہیں دیکھتے، بلکہ مسیح کے بادشاہی کرنے کے لئے آنے کے منتظر ہیں۔

جواب: اِس دلیل کی بنیاد یونانی زبان کے علم نحو کے ایک قاعدہ پر ہے۔ اِس اصول کے مطابق جب دو "اسم" "اور" سے مربوط ہوں اور دونوں ایک ہی حالت میں ہوں اور پہلے اسم سے پہلے حرفِ تخصیص ہو مگر دوسرے سے پہلے نہ ہو، تو دوسرا اسم اُسی شخص یا چیز کا بیان کرتا ہے جس کا بیان پہلا اسم کرتا ہو۔ اور اِس کا مزید بیان کرتا ہے۔ ططس ۲: ۱۳ میں لکھا ہے کہ "اپنے بزرگ خدا اور منجی یسوع مسیح کے جلال ..." لفظ 'خدا' اور 'منجی' لفظ 'اور' سے مربوط ہیں۔ دونوں ایک ہی حالت (حالتِ مفعولی) میں ہیں۔ یونانی زبان میں حرفِ تخصیص "خدا" سے پہلے آیا ہے مگر "منجی" سے پہلے نہیں۔ چنانچہ مذکورہ قاعدہ کے مطابق لفظ 'منجی' اُسی شخص کو بیان کرتا ہے جس کو لفظ 'خدا' بیان کرتا ہے اور اُسی کی مزید وضاحت یا بیان ہے۔ اور بے شک اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ منجی یعنی یسوع مسیح خدا ہے۔

اور اِسی آیت میں یُونانی زبان میں یہ کہا گیا ہے کہ "مُبارک اُمید اور جلال کے ظاہر ہونے کے مُنتظر رہیں"۔ چنانچہ مذکورہ قاعدہ کے مُطابق دعویٰ کیا جاتا ہے کہ 'مُبارک اُمید' اور 'جلال کا ظہُور' ایک ہی چیز ہے۔ اور چونکہ جلال کے ظہُور سے عام طور سے 'مسیح کا بادشاہی کرنے کو آنا' ہی سمجھا جاتا ہے اِس لئے ایمان دار کی اُمید بڑی مُصیبت سے پہلے فضائی اِستقبال نہیں بلکہ مسیح کا جلال میں زمین پر آنا ہے۔

اِس کے دو جواب ہیں: اوّل ہر اچھے قاعدے کی طرح مذکورہ قاعدے کی اِستثنائی صُورتیں بھی ہیں۔ ایک تو لُوقا ۱۴: ۲۳ میں ہے جہاں درج ہے "سڑکوں اور کھیتوں کی باڑوں کی طرف جا"۔ اگر یہ قاعدہ پکا ہے تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ سڑکیں اور کھیتوں کی باڑیں ایک ہی چیز ہیں! دُوسری اِستثنائی صُورت اِفسیوں ۲: ۲۰ میں ملتی ہے "رسُولوں اور نبیوں کی نیو"۔ مگر کوئی بھی مُحتاط عالِم نہیں کہے گا کہ رسُول اور نبی ایک ہی ہیں۔

لیکن اگر فرض کر بھی لیا جائے کہ مُبارک اُمید اور جلال کا ظاہر ہونا ایک ہی چیز ہیں تو کونسی بات ہمیں یہ سمجھنے سے روکے گی کہ فضائی اِستقبال کلیسیا پر مسیح کا جلالی ظہور ہے جبکہ ظہُور اُس کا دُنیا پر جلالی ظہور ہے۔ یہ الفاظ فضائی استقبال اور مسیح کی بادشاہی کے لئے ظہور کرنا دونوں کا بیان کر سکتے ہیں۔

۸۔ دُوسرے حوالے جو ظاہر کرتے ہیں کہ ایمان دار کی اُمید مسیح کا بادشاہی کرنے کو آنا ہے، یہ ہیں: ۱-کرنتھیوں ۱: ۷؛ ۱-تیمتھیس ۶: ۱۴؛ ۲-تیمتھیُس ۴: ۸؛ ۱-پطرس ۱: ۷، ۱۳؛ ۴: ۱۳۔

جواب: اِن حوالوں میں لفظ "ظہور" کا اِطلاق مسیح کا اپنے مقدّسوں کو لینے آنے اور مسیح کا اپنے مُقدّسوں کے ساتھ آنے دونوں پر ہو سکتا ہے۔ پہلے وُہ خُود کو کلیسیا پر ظاہر کرتا ہے، بعد میں دُنیا پر۔

لیکن اگر مندرجہ بالا تمام آیات مسیح کے بادشاہی کرنے کے لئے آنے کی طرف اشارہ کرتی ہیں تو یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ ایمان دار کی اُمید نبوتی مُستقبل کی ساری برکات کا احاطہ کرتی ہے۔ ہم مُنتظر ہیں فضائی اِستقبال کے، مسیح کے بادشاہی کرنے کے لئے آنے کے، ہزار سالہ بادشاہی کے اور ابدی حالت کے۔

۹۔ کلیسیا کی روایتی اُمید یہ نہیں رہی کہ فضائی استقبال بڑی مُصیبت سے پہلے ہوگا۔ اِس کا آغاز تقریباً ۱۶۰ سال بیشتر یا جے۔ این۔ ڈاربی کی تعلیم سے ہوا۔

سوال یہ ہے کہ "پاک کلام کی تعلیم کیا ہے؟" نہ کہ "فلاں فلاں کی تعلیم کیا ہے؟"

۱۰۔ ۱-کرنتھیوں ۱۵ : ۵۲ کا "پچھلا نرسنگا" اور "خدا کا نرسنگا" (۱-تھسلنیکیوں ۴ : ۱۶) دونوں کا تعلق فضائی استقبال سے ہے۔ اور یہ وہی ہیں جو مکاشفہ ۱۱ : ۱۵ کا "ساتواں نرسنگا" ہے۔ چونکہ ساتواں نرسنگا بڑی مصیبت کے اختتام پر پھونکا جاتا ہے جب "دنیا کی بادشاہی ہمارے خداوند اور اس کے مسیح کی ہو گئی" اس لئے لازم آتا ہے کہ مسیح کی واپسی بڑی مصیبت کے بعد ہو۔

جواب: یہ نرسنگے سب ایک نہیں ہیں۔ "پچھلا نرسنگا" تو وہی ہے جو "خدا کا نرسنگا" ہے۔ اس سے فضائی استقبال کا اعلان ہوتا ہے، اور یہ ایمان داروں کے جی اٹھنے اور آسمان پر باپ کے گھر جانے کا اشارہ ہے۔ یہ کلیسیا کے لئے "آخری نرسنگا" ہے۔ مکاشفہ ۱۱ : ۱۵ میں ساتواں نرسنگا بڑی مصیبت کے دوران غضب کے سلسلے میں آخری ترسنگا ہے۔ یہ ایمان نہ لانے والے اسرائیل اور ایمان نہ لانے والے غیر قوموں کے لئے آخری نرسنگا ہے۔ ۱-کرنتھیوں ۱۵:۵۲ کے "پچھلے نرسنگا" کو "خدا کا نرسنگا" بھی کہا گیا ہے (۱-تھسلنیکیوں ۴ : ۱۶)۔ یہ بڑی مصیبت سے پہلے وقوع پذیر ہو گا، جبکہ ساتواں نرسنگا بڑی مصیبت کے اختتام پر پھونکا جائے گا۔

۱۱۔ مکاشفہ ۲۰ : ۴، ۵ میں مذکور پہلی قیامت بڑی مصیبت کے اختتام پر ہوتی ہے، جبکہ استقبال قبل از مصیبت کے حامیوں کے مطابق یہ سات سال پہلے ہوتی ہے، جبکہ ایسا نہیں ہے۔

جواب: پہلی قیامت کوئی الگ تھلگ واقعہ نہیں ہے بلکہ ایک سلسلہ ہے۔ یہ مسیح کے جی اٹھنے کے ساتھ شروع ہوئی (۱-کرنتھیوں ۱۵ : ۲۳)۔ اگلا مرحلہ فضائی استقبال کے وقت ایمان داروں کی قیامت ہو گا۔ تیسرا مرحلہ دنیا میں مسیح کی واپسی کے وقت بڑی مصیبت کے دور کے مقدسین کی قیامت ہو گا (مکاشفہ ۲۰ : ۴، ۵)۔ دوسرے لفظوں میں پہلی قیامت میں مسیح کا اور سارے سچے ایمان داروں کا جی اٹھنا شامل ہے خواہ وہ کسی بھی وقت زندہ کئے جائیں۔ سارے بے ایمانوں کو ہزار سالہ بادشاہی کے خاتمے پر زندہ کیا جائے گا، تاکہ بڑے سفید تخت کے سامنے حاضر ہوں (مکاشفہ ۲۰ : ۱۱-۱۵)۔

۱۲۔ متی ۱۳ : ۲۴-۳۰ میں گیہوں اور کڑوے دانے زمانے کے آخر تک اکٹھے بڑھتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ بڑی مصیبت کے اختتام تک اکٹھے ہیں۔

جواب: یہ بات درست ہے۔ مگر یہ تمثیل کلیسیا کی نہیں بلکہ آسمان کی بادشاہی کا بیان کرتی ہے۔ بڑی مُصیبت کے اِختتام تک بادشاہی میں سچّے اور جھُوٹے لوگ موجُود ہوں گے۔

۱۳- فضائی اِستقبال کوئی خُفیہ واقعہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اِس میں للکار، مقرب فرِشتے کی پکار اور خُدا کا نرسنگا پھُونکنا ہوگا (۱- تھسلنیکیوں ۴: ۱۶)۔

جواب: فضائی استقبال کے خُفیہ ہونے کی تعلیم اِس حقیقت پر مبنی ہے کہ یہ واقعہ آنکھ جھپکنے کے وَقفے میں ہو جائے گا (۱- کرنتھیوں ۱۵: ۵۲)۔ دُنیا کو موقع ہی نہیں مِلے گا، وُہ جان ہی نہ سکے گی کہ کیا ہُوا۔

۱۴- جارج مُلر، سموئیل ٹریگلس، آسوالڈ سمتھ اور کئی دُوسرے مشہور عُلما اِستقبال بعد از مُصیبت کے نظریہ کے حامی ہیں۔

جواب: یہ دلیل کُچھ بھی ثابت نہیں کرتی۔ کئی بڑے بڑے علما مخالِف نظریہ کے بھی حامی ہیں۔

۱۵- مسیح خُداوند کی آمد کے بارے میں نئے عہدنامہ کے اکثر حوالے کہتے ہیں کہ وُہ بادشاہی کرنے کو آئے گا۔

جواب: اِس سے فضائی استقبال کا اِنکار تو نہیں ہوتا۔ آسمان کے بارے میں حوالے زیادہ ہیں اور دوزخ کے بارے میں بہت تھوڑے۔ اِس کا یہ مطلب تو نہیں کہ دوزخ ہے ہی نہیں۔

۱۶- کلیسیا بڑی مُصیبت کے دَوران خُدا کا غضب برداشت نہیں کرے گی۔ مگر مخالفِ مسیح یا شیطان کا غضب برداشت کرے گی۔

جواب: مکاشفہ کی کتاب میں چھ دفعہ بڑی مُصیبت کے زمانے کو "خُدا کا قہر" کہا گیا ہے:

۱- "پھر اِن کے بعد ایک اور تیسرے فرشتہ نے آکر بڑی آواز سے کہا کہ جو کوئی اُس حیوان اور اُس کے بُت کی پرستش کرے اور اپنے ماتھے یا اپنے ہاتھ پر اُس کی چھاپ لے لے وُہ خُدا کے قہر کی اُس خالِص مے کو پیئے گا جو اُس کے غضب کے پیالے میں بھری گئی ہے اور پاک فرِشتوں کے سامنے اور برّہ کے سامنے آگ اور گندھک کے عذاب میں مُبتلا ہوگا" (مکاشفہ ۱۴: ۹، ۱۰)۔

۲- "اُس فرِشتہ نے اپنی درانتی زمین پر ڈالی اور زمین کے انگُور کے درخت کی فصل کاٹ کر خُدا کے قہر کے بڑے حوض میں ڈال دی" (مکاشفہ ۱۴: ۱۹)۔

۳- "پھر مَیں نے آسمان پر ایک اور بڑا اور عجیب نِشان یعنی سات فرِشتے ساتوں

پچھلی آفتوں کو لئے ہوئے دیکھے، کیونکہ اِن آفتوں پر خُدا کا قہر ختم ہو گیا ہے" (مکاشفہ ۱۵:۱)۔

۴- "اُن چاروں جانداروں میں سے ایک نے سات سونے کے پیالے ابدُالآباد زِندہ رہنے والے خدُا کے قہر سے بھرے ہُوئے اُن ساتوں فرشتوں کو دِئے" (مکاشفہ ۱۵: ۷)۔

۵- "پھر مَیں نے مَقدِس میں سے کِسی کو بڑی آواز سے اُن ساتوں فِرشتوں سے یہ کہتے سُنا کہ جاؤ۔ خُدا کے قہر کے ساتوں پیالوں کو زمین پر اُلٹ دو" (مکاشفہ ۱۶: ۱)۔

۶- "اُس بڑے شہر کے تین ٹکڑے ہو گئے۔ اور قوموں کے شہر گِر گئے اور بڑے شہر بابُل کی خُدا کے ہاں یاد ہُوئی تاکہ اُسے اپنے سخت غضب کی مَے کا جام پلائے" (مکاشفہ ۱۶: ۱۹)۔

۱۷- جب یسوع کہتا ہے کہ "مَیں جلد آنے والا ہُوں" (مکاشفہ ۲۲: ۷، ۱۲، ۲۰) تو اِس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی بھی لمحہ، بلکہ یہ کہ اُس کی آمد اچانک ہو گی۔

جواب: یہ نکتہ بحث طلب ہے۔ اگر اِس کا مطلب "اچانک/ ناگہاں" بھی ہو، تو بھی عبرانیوں ۱۰: ۳۷ جیسی آیات موجود ہیں کہ "اب بہُت ہی تھوڑی مُدت باقی ہے کہ آنے والا آئے گا اور دیر نہ کرے گا"۔

۱۸- ۲-تھسلنیکیوں ۲: ۶- ۸ میں روکنے والا رُوحُ القُدس نہیں بلکہ رُومی حکومت یا خُدا کی قُدرت ہے۔

جواب: اِس پر بحث اِن آیات کی تفسیر میں ہو چُکی ہے۔

۱۹- مسیح کی آمد رسُولی زمانے میں عنقریب نہیں ہو سکتی تھی، کیونکہ پطرس اور پولُس دونوں جانتے تھے کہ ہم مَریں گے (یُوحنّا ۲۱: ۱۸، ۱۹؛ ۲-پطرس ۱: ۱۴، ۱۵؛ ۲-تیمتھیس ۴: ۶)۔

جواب: کئی دفعہ پولُس یُوں بات کرتا ہے کہ خُداوند کی واپسی پر مَیں زندہ ہُوں گا (۱-تھسلنیکیوں ۴: ۱۵) اور بعض دفعہ یُوں کہ جیسے وُہ اُن ایمان داروں میں شامِل ہو گا جو مَریں گے اور زندہ کئے جائیں گے (فلپّیوں ۳: ۱۰، ۱۱)۔ ہم سب کے لئے بھی یہی رویّہ مُناسب ہے۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ خُداوند ہماری زندگی کے دَوران آئے گا، لیکن یہ احساس بھی رکھتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ ہم فضائی اِستقبال سے پہلے مَر جائیں۔

پطرس کو یقین تھا کہ تمام چیزوں کا خاتمہ قریب ہے (۱-پطرس ۴: ۷) اور وُہ

اُن ٹھٹھا بازوں کو ملامت کرتا ہے جو خُداوند کی آمد کا اِنکار کرتے اور کہتے تھے کہ "جب سے باپ دادا سوئے ہیں اُس وقت سے اب تک سب کچھ ویسا ہی ہے جیسا خِلقت کے شرُوع سے تھا" (۲-پطرس ۳: ۴)۔

۲۰- خُداوند کی آمد کِسی بھی لمحے اِس لئے نہیں ہو سکتی کیونکہ ضرُور ہے کہ اُس کے آنے سے پہلے خُوشخبری ساری دُنیا میں پہنچے (متّی ۲۴: ۱۴)۔

جواب: اِس بات کا اِشارہ "بادشاہی کی خوشخبری" کی طرف ہے (آیت ۱۴) جو کہ بڑی مُصیبت کے دِنوں میں ساری دُنیا میں پہنچے گی۔ اِس خوشخبری کی شرائط یہ ہیں کہ "خُداوند یسوع مسیح پر ایمان لاؤ تو تم نجات پاؤ گے اور اُس کے ساتھ ہزار سالہ بادشاہی میں داخل ہو گے"۔ یہ نجات کا وُہ راستہ ہے جس کی منادی ہم کرتے ہیں۔ لیکن ہم فضائی اِستقبال کی راہ دیکھتے ہیں۔ دُوسرے لفظوں میں ہم کہتے ہیں کہ "خُداوند یسوع مسیح پر ایمان لاؤ تو تم نجات پاؤ گے۔ اور جب یسوع آئے گا تو تم اُس کے ساتھ باپ کے گھر جاؤ گے"۔

۲۱- متّی ۲۸: ۱۹، ۲۰ اور اعمال ۱: ۸ جیسے حوالہ جات بیان کرتے ہیں کہ خُوشخبری "ساری قوموں" اور "زمین کی اِنتہا" تک پہنچے گی۔ اِس حقیقت کے پیشِ نظر ممکن نہ تھا کہ خُداوند رسُول کی عینِ حیات میں دوبارہ آتا۔

جواب: کلسّیوں ۱: ۶، ۲۳ میں پولُس بیان کرتا ہے کہ "سارے جہان" اور "آسمان کے نیچے کی تمام مخلوقات" نے خُوشخبری سُن لی ہے۔ رومیوں ۱۰: ۱۸ میں بیان ہُوا ہے کہ خُوشخبری "دُنیا کی اِنتہا" تک پہنچی ہے۔ بے شک ہم جانتے ہیں کہ اِس سے مُراد اُس زمانے کی معلُومہ دُنیا سے ہے، یعنی وُہ ممالک جو بحیرۂ رُوم کے آس پاس واقع ہیں۔

۲۲- اعمال ۱۸: ۲۱؛ ۲۳: ۱۱؛ رومیوں ۱۵: ۲۲-۲۵، ۳۰، ۳۱ میں درج پولُس کے طویل المیعاد مِشنری منصُوبوں سے پتہ چلتا ہے کہ اُس کو یہ توقع نہیں تھی کہ خُداوند مُستقبلِ قریب میں آجائے گا۔

جواب: پولُس کے منصُوبے خُدا کی مرضی کے تحت بنائے گئے تھے (اعمال ۱۸: ۲۱؛ رومیوں ۱: ۱۰؛ ۱-کرنتھیوں ۴: ۱۹)۔ وُہ اِس لئے کام کرتا تھا جیسے خُداوند اُس کی زِندگی کے دَوران نہیں آئے گا۔ لیکن اس طرح مُنتظر اور ہوشیار تھا جیسے وُہ کِسی بھی لمحے آجائے گا۔

۲۳- پولُس آخری ایّام میں خطرناک زمانے کا ذکر کرتا ہے (۱-تیمتھیس ۴: ۱-۳؛ ۲-تیمتھیس ۳: ۱-۵)۔ اِس میں پہلے ہی فرض کیا گیا ہے کہ کچھ عرصہ ایسا بھی گُزرے گا جس کے دَوران

خُداوند نہیں آئے گا۔

جواب: پَولُس نے یہ بھی کہا ہے کہ "بے دینی کا بھید تو اب بھی تاثیر کرتا جاتا ہے" (۲۔ تھسلنیکیوں ۲: ۷) اور یُوحنّا نے کہا ہے کہ "یہ آخیر وقت ہے"۔ اِن شخصوں کو یہاں کوئی ایسا مَسئلہ یا مُشکل نظر نہیں آئی جو مسیح کی عنقریب آمد کی اُمید کو ناممکن بناتی۔

۲۴۔ متّی ۲۵: ۱۴۔ ۳۰ اور لُوقا ۱۹: ۱۱۔ ۲۷ کی تماثیل میں فرض کیا گیا ہے کہ خُداوند کی واپسی سے پہلے ایک طویل مُدت گزرے گی۔ اِس لئے ممکن نہیں کہ ابتدائی زمانے کے ایمان دار مُنتظِر رہتے کہ خُداوند کسی بھی لمحے آ جائے گا۔

جواب: بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی زمانے کے ایمان دار اپنے عقیدے کی بُنیاد تمثیلوں پر نہیں رکھتے تھے، کیونکہ وُہ فضائی اِستقبال کی راہ دیکھ رہے تھے (۱۔ تھسلنیکیوں ۱: ۱۰)۔ لیکن اِس سے قطع نظر متّی ۲۵: ۱۹ کی "بڑی مُدت" اِتنی غیر مُعیّن ہے کہ فوری واپسی کے اِمکان کو خارج نہیں کر سکتی۔ لُوقا کی انجیل میں دَرج تمثیل سکھاتی ہے کہ 'بادشاہی' فوری طور پر ظاہر نہیں ہو گی (لُوقا ۱۹: ۱۱)۔ لیکن اِس سے یہ اِمکان ختم نہیں ہو جاتا کہ کلیسیا کسی بھی لمحے فضائی اِستقبال کے تجربے سے دوچار ہو سکتی ہے۔

پاسبانی خطوط

تعارف

"پاسبانی خطوط نے کلیسیا کی تاریخ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یوں اُن کی نئے عہدنامہ کی مُستند کُتب میں شمولیت کی کماحقہ تصدیق ہُوئی ہے۔ اِن کی دلکشی اور جاذبیت اِس حقیقت میں ہے کہ اِن میں ٹھوس عملی نصیحت اور علمِ الٰہیات کا خوبصورت امتزاج ہے جو مسیحیوں کے لئے شخصی اور اجتماعی دونوں لحاظ سے انمول ثابت ہُوا ہے۔"

ڈونلڈ گتھری

۱۔ "پاسبانی خطوط" کی اِصطلاح کا مطلب و مفہوم

۱۷۰۳ء سے لے کر ۱۔تیمتھیس اور ۲۔تیمتھیس اور ططس کے خطوط کو "پاسبانی خطوط" کہا جاتا ہے۔ یہ نام گمراہ کُن بھی ہو سکتا ہے اور مددگار بھی۔ مگر اِس کا اِنحصار اپنے اپنے سمجھنے پر ہے۔

اگر اِس نام یا لقب سے یہ مفہوم سمجھ میں آئے کہ اِن خطوط میں خُداوند کی بھیڑوں کی نگہبانی اور نگہداشت کے لئے عملی مشورے درج ہیں تو درست ہے۔

اگر ان سے یہ مفہوم پیدا ہو کہ تیمتھیس اور ططس بالترتیب اِفسس اور کریتے میں پکّے خادمانِ دین تھے تو آپ غلط سمجھے ہیں۔

بدقسمتی یہ ہے کہ ایسی غلطیوں کا ازالہ کرنا بے حد مشکل ہو جاتا ہے۔ تیمتھیس اور ططس کو پولُس نے کلیسیاؤں میں عارضی مشن پر بھیجا تھا، تاکہ وہ ایمان داروں کو تعلیم دیں اور جھوٹے اُستادوں سے خبردار کریں۔

چونکہ بائبل مُقدس کے تمام عُلما اِس بات پر مُتفق ہیں کہ یہ تینوں خطوط ایک ہی زمانہ میں اور ایک ہی شخص کے ہاتھ سے لکھے گئے، اِس لئے ہم اِن کے مُصنّف اور اِن کے مُستند

ہونے کے نکات پر اکٹھی بحث کریں گے۔

۲- پاسبانی خطوط کا مصنّف

سنہ ۱۸۰۴ء میں شمڈ نامی ایک عالم نے اِس حقیقت سے اِنکار کیا کہ پولس اِن خطوط کا مصنّف ہے۔ لیکن اِس سے پہلے پُوری کلیسیا بلکہ غیر ایمان دار افراد بھی تسلیم کرتے تھے کہ یہ عظیم رسول ہی اِن کا مصنّف ہے۔

اِس کے بعد سے یہ رسم چل نکلی ہے کہ اِن خطوط کو 'جعلی مگر خدا پرستی' پر مبنی قرار دیا جانے لگا (گویا جعل سازی اور خدا پرستی ایک ساتھ چل سکتی ہیں!)۔ اکثر آزاد خیال علما اور کچھ قدامت پسند علما کو بھی اِن کو پولس کے اصل خطوط قرار دینا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ اِس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ یہ مکمل طور پر پولس کی تصنیف نہیں۔ چونکہ اِن خطوط میں کلیسیا کی راہنمائی کرنے کے طریقے کے بارے میں اور کئی دوسرے اہم عقائد پر گرانقدر تعلیم موجود ہے اِس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اِن خطوط کی سند پر ذرا تفصیل سے بات کریں۔ مزید برآں یہ خطوط آخری دِنوں میں بے دینی، بدعتوں اور بے ایمانی سے بھی بڑی شدومد سے خبردار کرتے ہیں۔ اِس لئے بھی اِن کی سند پر تفصیلی بحث کرنا ضروری ہے۔

۳- خارجی شہادتیں

پاسبانی خطوط کے حق میں خارجی شہادت بہت مضبوط ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر کسی کتاب کو قبول کرنے یا رد کرنے کا واحد معیار خارجی شہادت ہوتا، تو یہ شہادت بلا چون و چرا جیت جاتی۔

ایرینیس پہلا مشہور مصنّف ہے جس نے اِن خطوط سے براہِ راست اقتباس کیا ہے۔ طرطلیان اور سکندریہ کا کلیمینس اِن کو پولس سے منسوب کرتے ہیں۔ اِسی طرح مرتوری فہرست بھی اِن کو پولس کے خطوط قرار دیتی ہے۔ بزرگانِ سلف میں سے جو اِن خطوط سے واقف تھے اُن میں پالیکارپ اور روم کا کلیمینس شامل ہیں۔

طرطلیان کے مطابق مرقیون نے اِن تین کتابوں کو اپنی "فہرستِ مسلمہ" میں شامل نہیں کیا۔ اِس کا سبب غالباً اِن کتابوں کے مستند ہونے پر شک نہیں تھا بلکہ یہ کہ مرقیون اِن کے

مندرجات سے متفق نہیں تھا ۔ مرقیون ایک مذہبی فرقے کا ایسا راہنما تھا جو پولس کی اِس بات پر غصے سے بھڑک اُٹھا تھا کہ وہ ابتدائی غناسطیت پر شدید حملے کرتا ہے (کلسیوں کے نام خط کا تعارف دیکھئے) ۔ اِن خطوں میں بھی پولس کی اِس نظریہ کی مخالفت صاف نظر آتی ہے ۔ جو حصے اِس بدعتی کو خاص طور پر ناپسند ہوں گے اُن میں ۱۔ تیمتھیس ۱: ۴، ۸؛ ۴: ۳؛ ۶: ۲۰ اور ۲۔ تیمتھیس ۳: ۱۶، ۱۷ شامل ہیں ۔

۴ ۔ داخلی شہادت

پولس کے مصنف ہونے پر سارے اعتراضات کی بنیاد اِس غلط مفروضہ پر ہے کہ خطوط کے اندر شہادت اِس کے مخالف ہے ۔

یہ اعتراضات اکثر تین بنیادوں پر کئے جاتے ہیں ——— تاریخی، کلیسیائی اور لسانی ——— ہم اِن تینوں کا مختصر جائزہ لیں گے ۔

تاریخی مسئلہ :- اِن خطوط میں درج کئی واقعات اور اشخاص ایسے ہیں کہ اعمال کی کتاب اور پولس کی خدمات کے بارے میں دوسرے خطوط سے حاصل ہونے والی معلومات سے میل نہیں کھاتے ۔ مثلاً پولس کا ترفمس کو ملیتے میں بیمار چھوڑنا، چوغہ اور طومار کا ترواس میں چھوڑنا اُس کے معلومہ سفروں سے میل نہیں کھاتے ۔

اِس دلیل کی تردید کرنا بہت آسان ہے ۔ بے شک یہ درست ہے کہ یہ باتیں اعمال کی کتاب سے میل نہیں کھاتیں، لیکن یہ ضروری تو نہیں ۔ فلپیوں ۱: ۲۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ پولس کو اپنی جلد رہائی کی اُمید تھی اور مسیحی روایت کہتی ہے کہ وہ رہا ہو گیا تھا ۔ اور دوبارہ گرفتاری اور سر قلم ہونے سے پہلے کچھ برس خدمت کرتا رہا تھا ۔ اِس لئے پاسبانی خطوط میں مذکور واقعات، دوستوں اور دشمنوں کا تعلق اِن دونوں گرفتاریوں کے درمیانی عرصے سے ہے ۔

کلیسیائی مسئلہ :- کہا جاتا ہے کہ اِن خطوط میں مذکور کلیسیائی تنظیم پولس کے بعد رائج ہوئی یعنی دوسری صدی عیسوی میں ۔ اگرچہ یہ بات درست ہے کہ پاسبانی خطوط میں بشپوں، ایلڈروں اور ڈیکنوں (بائبل مقدس میں اُن کے لئے بالترتیب "نگہبان، بزرگ اور خادم" کے لفظ استعمال ہوئے ہیں) پر بحث کی گئی ہے ۔ لیکن ایسی کوئی شہادت موجود نہیں کہ

یہ دُوسری صَدی اور بعد کے زمانے کے بشپ تھے ۔ درحقیقت فلپیوں جو پہلے کا خط ہے اُس کے ۱:۱ میں ایک کلیسیا میں بشپوں (نگہبانوں) کی کثرت کا ذِکر ہے ۔ یہ نہیں کہ ایک کلیسیا پر ایک بشپ یا بعد کے اِنتظام کے مُطابق متعدد کلیسیاؤں پر ایک بشپ مقرر ہو ۔ مزید برآں تیمتھیس اور طِطُس کے خطُوط میں بشپ اور ایلڈر کی اصطلاحات باہم متبادل کے طور پر اِستعمال ہُوئی ہیں ، جبکہ دُوسری صدی سے شرُوع کر کے ایک "بشپ" کو دُوسرے آدمیوں پر مقرر کیا جاتا تھا جِسے "پریسبٹر" کہا جاتا ہے ۔ اغناطِیُوس نے اِس بات کی مُسلسل حوصلہ افزائی کی تھی ۔

چنانچہ کلیسیائی لیڈروں کے بارے میں بُنیادی تعلیم سے یہی تاثر اُبھرتا ہے کہ یہ خطوط دُوسری صَدی میں نہیں بلکہ رسُولی زمانہ میں لِکھے گئے ۔

لِسانی دلیل : سب سے بڑے اِعتراض کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اِن تینوں خطُوط کی زبان اور اندازِ بیان میں اور باقی دسؔ خطُوط کی زبان اور انداز میں بڑا فرق ہے ۔ باقی دسؔ خطُوط کو ہم پَولُس کی تصنیف مانتے ہیں ۔ پَولُس کے بعض پسندیدہ الفاظ اور اِصطلاحات اِن خطُوط میں نہیں مِلتیں ۔ اور بہُت سے ایسے الفاظ مِلتے ہیں جو دُوسرے خطُوط میں نہیں ہیں (ان خطُوط میں ۳۶ فیصد الفاظ نئے ہیں) ۔ اعداد و شمار کے طریقے کو استعمال کر کے "یہ ثابت" کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ خطُوط پَولُس کی تحریر "نہیں ہو سکتے"۔ (اِس طریقے سے شیکسپیئر کی نظموں کو چیلنج کیا گیا ہے اور ایسا ہی منفی نتیجہ نِکلا ہے) ۔

یہ تسلیم کرنا اچھی بات ہے کہ اِس سِلسلے میں واقعی مشکلات موجُود ہیں ۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پاک کلام کے عقائد یا تعلیمات کے خِلاف اِن نظریات کی بُنیاد تعصّب پر نہیں ۔ (البتہ برگشتہ لیڈر جن کی اِن پاسبانی خطُوط میں مذمّت کی گئی ہے اُن عُلما کے مُشابہ نظر آتے ہیں جو اصرار کرتے ہیں کہ پَولُس اِن خطُوط کا مُصنّف نہیں ہے) ۔

اوّل ۔ یہ یاد رکھنا بہُت اہم ہے کہ یہ خطُوط اُس آدمی نے لکھے ہیں جو بُوڑھا ہو چکا ہے اور مَوت کے رُوبرُو کھڑا ہے ، جِس نے قید خانہ سے نِکلنے کے بعد کئی جگہ تجربہ خیز سفر کئے ہیں اور نئے دوست بنائے ہیں (۲ ۔ تیمتھیس اُس کی دُوسری قید میں لکھا گیا ہے) ۔ عُمر کے ساتھ ساتھ ہر شخص کا ذخیرۂ الفاظ بڑھ جاتا ہے ۔ مزید برآں مطالعہ، سفر اور دُوسرے لوگوں سے میل جول سے بھی ذخیرۂ الفاظ میں اِضافہ ہوتا ہے ۔

دوم ، ہمیں ان خطُوط کے مَوضُوع و مواد کو بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیئے ۔ یہاں وہ

کلیسیائی عہدیداروں، اخلاقیات اور بدعت اور گمراہی کے موضُوعات پر بات کر رہا ہے۔ فِطری طور پر اِن کے لئے نئے الفاظ درکار ہوں گے۔

یہ خطُوط اِتنے مختصر ہیں کہ اِن پر اعداد و شمار کے طریقہ کا اطلاق کرنا مناسب نہیں۔ سب سے نمایاں حقیقت شاید یہ ہے کہ نئے عہدنامہ کا ۸۰ اسّی فیصد ذخیرۂ الفاظ جو صِرف اِن پاسبانی خطوط میں پایا جاتا ہے وُہ یُونانی پُرانے عہدنامہ (ہفتادی ترجمہ) میں مَوجود ہے۔ چونکہ پولُس یُونانی بولنے والوں میں خِدمت کر رہا تھا تو صاف ظاہر ہے کہ وُہ پُرانے عہدنامہ کے صحائف سے اصل زبان عبرانی کے ساتھ ساتھ ہفتادی ترجمے سے بھی خُوب واقِف تھا۔ مختصر یہ کہ یہ الفاظ کم سے کم اُس کے اُس ذخیرۂ الفاظ میں تو تھے جِن کو وُہ "پہچانتا" تھا۔ کلیسیا کے بزرگان جو روزمرّہ زندگی میں یُونانی زُبان اِستعمال کرتے تھے اُن کو یہ جاننے اور کہنے میں کوئی مشکل نہ تھی کہ پاسبانی خطُوط پولُس کی تصنیف ہیں۔

اِن دلائل کے سارے جوابات کو یکجا کریں اور خصُوصیت سے اِن کو اس حقیقت کے ساتھ مِلاکر دیکھیں کہ راسخ الاِعتقاد ایمان دار عالمگیر طور پر مانتے اور قبول کرتے تھے کہ یہ خطُوط پولُس کے اپنے ہاتھ سے لِکھے ہُوئے ہیں تو ہم بھی قبول کر سکتے ہیں کہ پولُس ہی اِن کا مُصنّف ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اِن خطُوط کا اعلیٰ درجے کا اخلاقی مواد کِسی جعل سازی کے اِمکان کو بالکل ہی خارِج کر دیتا ہے۔ یہ خُدا کے اِلہامی الفاظ ہیں (۲۔ تیمتھیس ۳: ۱۶-۱۷) جو پولُس رسُول کی معرفت ہم تک پہنچے ہیں۔

۵۔ پاسبانی خطُوط کا پس منظر اور موضُوعات

صاف بات تو یہ ہے کہ اِن خطُوط کے ساتھ پولُس کی زِندگی کے جِن ایام کا تعلق ہے ہم اُن کے پس منظر سے کُچھ زیادہ واقِف نہیں۔ ہم زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ اُن بیانات کو اکٹھا کریں جو اِن خطُوط میں بطور اپنی سوانحِ حیات کے دَرج ہیں۔ مگر یہ بہت ہی مختصر ہیں۔

کئی الفاظ اور موضُوعات ہیں جو اِن خطُوط میں بار بار آتے ہیں۔ اِن سے ہمیں اُن مضامین کے اندر جھانکنے کا موقع مِلتا ہے جو پولُس کے ذہن میں تھے۔ اور یہ وُہ زمانہ ہے جب اُس کی خِدمت اِختتام کو پُہنچ رہی تھی۔

خاص الفاظ میں سے ایک "ایمان" ہے۔ جیسے جیسے برگشتگی کا خطرہ بڑھتا جا رہا تھا

پولُس مسیحی مجموعۂ عقائد یا تعلیمات پر بہُت زور دیتا ہے جو مُقدّسین کو پہُنچی تھیں۔ وُہ اُن مُختلِف رویّوں کا ذِکر کرتا ہے جو لوگوں نے ایمان کے بارے میں اپنا لئے تھے یا آئِندہ اپنائیں گے۔

۱۔ بعض کے ایمان کا جہاز غرق ہوگیا ۱-تیمتھیس ۱۹:۱
۲۔ بعض اِیمان سے برگشتہ ہو جائیں گے ۱-تیمتھیس ۱:۴
۳۔ بعض ایمان سے مُنکر ہوجائیں گے ۱-تیمتھیس ۸:۵
۴۔ بعض ایمان سے گُمراہ ہوجائیں گے ۱-تیمتھیس ۱۰:۶
۵۔ بعض ایمان کے سِلسلے میں نشانہ خطا کریں گے ۱-تیمتھیس ۲۱:۶

ایک اِصطلاح بہُت واضح اور نمایاں ہے۔ وُہ ہے "صحیح تعلیم"۔ یہاں "صحیح" کا مطلب دُرست یا راسخ العقیدہ سے کہیں زیادہ ہے۔ اِس کا مطلب صحت مند یا صِحت افزا ہے۔ بِلاشُبہ یہاں مُراد رُوحانی صِحت ہے۔

مُندرجہ ذیل پر غور کریں۔

صحیح تعلیم - ۱-تیمتھیُس ۱۰:۱؛ ۲-تیمتھیس ۳:۴؛ طِطُس ۹:۱؛ ۱:۲
صحیح باتوں۔ ۱-تیمتھیُس ۳:۶
صحیح باتیں۔ ۲-تیمتھیُس ۱۳:۱

ایمان دُرست ہو جائے۔ —— ایمان صحیح ہو - طِطُس ۱۳:۱؛ ۲:۲

صِحت کلامی - طِطُس ۸:۲

ایک خاص لفظ کوئی چھ مرتبہ اِستعمال ہوا ہے۔ اِس کا ترجمہ اُردو میں مِلتے جُلتے الفاظ سے کیا گیا ہے۔ مُلاحظہ کریں۔

۱-تیمتھیُس ۵:۱؛ ۱۸:۱ نیک نیّت —— ۱-تیمتھیُس ۹:۳ پاک دِل ——
۱-تیمتھیُس ۲:۴ دِل ۔
۲-تیمتھیُس ۳:۱ صاف دِل - طِطُس ۱۵:۱ عقل ۔

عِقیدہ یا تعلیم کی صِحت اور درستی کے ثبُوت کے لئے "دِینداری/ خُدا پرستی" پر زور دِیا گیا ہے —— ۱- تیمتھیس ۱۰،۲:۲؛ ۱۶:۳؛ ۸،۷:۴؛ ۴:۵؛ ۵،۳:۶؛ ۶؛ ۱۱:۶؛ ۲-تیمتھیُس ۵:۳ (دینداری کی وضع) ۱۲:۳؛ طِطُس ۱:۱؛ ۱۲:۲ ۔

متقی ہونا یا پرہیزگاری وُہ صفات ہیں جو پَولُس محسُوس کرتا ہے کہ میرے نوجوان ساتھیوں کو اپنانی چاہئیں۔

۱-تیمتھیُس ۳:۹؛ ۱۵؛ ۵:۶، ۸؛ ۲-تیمتھیُس ۳:۲، ۱۱؛ طِطُس ۱:۸؛ ۲:۲، ۴، ۶، ۱۲۔

ہمیں اُن بُہت سی اچھی اور نیک چیزوں پر بھی دھیان دینا چاہیئے جن کا ذِکر رسُول کرتا ہے۔

پاک دِل ۱-تیمتھیس ۱:۵ ۔ نیک نیت ۱-تیمتھیس ۱:۱۸۔
شریعت اچھّی ہے ۔ ۱-تیمتھیس ۱:۸۔
اچھّی لڑائی۔ ۱-تیمتھیُس ۱:۱۸۔
دُعا اچھی چیز ہے ۔ ۱-تیمتھیس ۲:۱-۳۔
نیک کام ۔ ۱-تیمتھیُس ۲:۱۰؛ ۳:۱؛ ۵:۱۰، ۲۵؛ ۶:۱۸، ۲-تیمتھیس ۲:۲۱؛ ۳:۱۷؛ طِطُس ۱:۱۶؛ ۲:۷، ۱۴؛ ۳:۱، ۸، ۱۴۔
اچھّا/ نیک برتاؤ ۱-تیمتھیُس ۲:۳
نیک نامی ۔ اچھی گواہی ۱-تیمتھیُس ۳:۷۔
اچھّا مرتبہ ۔ ۱-تیمتھیُس ۳:۱۳۔
خُدا کی پیدا کی ہُوئی ہر چیز اچھّی ہے ۔ ۱-تیمتھیُس ۴:۴ ۔
اچھا خادم ۔ ۱-تیمتھیُس ۴:۶
اچھی تعلیم ۔ ۱-تیمتھیس ۴:۶
دینداری اچھّی چیز ہے ۔ ۱-تیمتھیُس ۵:۴
ایمان کی اچھی کُشتی ۔ ۱-تیمتھیس ۶:۱۲؛ ۲-تیمتھیس ۴:۷
اچھّا اقرار ۔ ۱-تیمتھیُس ۶:۱۳ ۔
اچھی بنیاد ۔ ۱-تیمتھیس ۶:۱۹
اچھی امانت ۔ ۲-تیمتھیس ۱:۱۴ اچھی باتیں طِطُس ۲:۳ اچھّے کام طِطُس ۳:۸۔
اچھا سپاہی ۔ ۲-تیمتھیُس ۲:۳
اچھے لوگ ۔ ۲-تیمتھیُس ۳:۳؛ طِطُس ۱:۸؛ ۲:۵ ۔

دیانت داری ۔ طِطُس ۲ : ۱۰

آخر میں الفاظ کے دلچسپ مُطالعہ کا تعلق طبی اِصطلاحات سے ہے جو اِن خطوں میں پائے جاتے ہیں ۔

بعض لوگ سوچتے ہیں کہ اِن سے یہ عکاسی ہوتی ہے کہ اُس وقت لُوقا طبیب پولُس کا قریبی ساتھی تھا ۔

ہم پہلے بھی بتا چُکے ہیں کہ لفظ "صحیح" کا مطلب صحت مند یا صحت افزا ہے اور عقیدہ ، تعلیم ، الفاظ ، باتوں اور ایمان کو بیان کرنے کے لئے اِستعمال ہُوا ہے ۔

۱ ۔ تیمتھیُس ۴ : ۲ میں پولُس داغے ہُوئے دِل کی بات کرتا ہے جس کا مطلب ہے گرم لوہے سے جلا کر نشان لگانا ۔

۱ ۔ تیمتھیُس ۶ : ۴ میں "لفظی تکرار کرنے کا مرض" کا ذِکر ہے ۔ یہ اِشارہ دِماغی مرض کی طرف ہے ۔

۲ ۔ تیمتھیُس ۲ : ۱۷ میں "سرطان" یعنی کینسر کا ترجمہ "آکلہ" کیا گیا ہے ۔

۲ ۔ تیمتھیُس ۴ : ۳ میں "کانوں کی کُھجلی" کے مَرض کا ذِکر ہے ۔ یہ آخری زمانہ کی بیماریوں کی تشخیص کے سِلسلے میں آخری اِصطلاح ہے جو پولُس نے اِستعمال کی ہے ۔

اِس پَس منظر کو ذہن میں رکھتے ہُوئے آیئے ہم تیمتھیُس کے نام پہلے خط کا آیت بہ آیت مُطالعہ کرنے کی طرف مُتوجہ ہوں ۔

تیمتھیُس کے نام پہلا خط

تعارف

"اِس خط سے تیمتھیُس کو پَولُس رسُول کے نمائندہ کی حیثیت سے کام کرنے کے تقرر کا کچھ دستاویزی ثبوت مِلتا تھا۔ چنانچہ اِس خط کا زیادہ تر حِصّہ تیمتھیُس کی شخصی زندگی اور سرگرمیوں سے متعلق ہے۔"

ڈی۔ ایڈمنڈ ہائی برٹ

۱۔ مُستنَد کتابوں میں یکتا مقام

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ پاسبانی خطُوط عظیم رسُول پَولُس کے اصلی خطُوط نہیں ہیں وُہ ایمان کے سِلسلے میں کلیسیا کو سخت نُقصان پُہنچانے کے ذمّہ دار ٹھہرتے ہیں۔

۱۔ تیمتھیُس میں کلیسیا کی تنظیم، عورتوں کی خِدمت اور کلیسیائی عُہدیداروں کے بارے میں نہایت اہم مکاشفہ موجُود ہے۔ خُدا کے خادِم کو جس قسم کی زِندگی بسر کرنی چاہئے اُس کا نہایت عُمدہ نمونہ دیا گیا ہے۔ اور وُہ پَولُس خُود ہے!

۲۔ تصنیف

۱۔ تیمتھیس کے مُصنِّف ہونے پر بحث کے لئے "پاسبانی خطُوط کا تعارف" دیکھئے۔

۳۔ سنِ تصنیف

تقریباً تمام راسخ الاعتقاد عُلما مُتفق ہیں کہ پاسبانی خطُوط میں سے ۱۔ تیمتھیُس سب سے پہلے لِکھا گیا۔ اِس کے جلد بعد طِطُس کا خط اور ۲۔ تیمتھیس پَولُس کی مَوت سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے قلم بند ہُوا۔ اگر گھر میں نظر بندی سے پَولُس کی رہائی ؁٦١ء میں ہُوئی ہو تو اُس

کے سفروں کی مُدّت کو بھی مدِنظر رکھتے ہُوئے اِس خط کی تحریر کا زمانہ ۶۴ء اور ۶۶ء کے درمیان ماننا پڑے گا۔ غالباً یہ خط یونان سے لکھا گیا تھا۔

۴-پس منظر اور مَوضُوعات

۱-تیمتھیس کے خط کا موضُوع ۳: ۱۴، ۱۵ میں واضح طور سے سامنے آتا ہے:

> ”مَیں تیرے پاس جلد آنے کی اُمید کرنے پر بھی یہ باتیں تجھے اِس لئے لکھتا ہُوں کہ اگر مجھے آنے میں دیر ہو تو تجھے معلوم ہو جائے کہ خُدا کے گھر یعنی زِندہ خُدا کی کلیسیا میں جو حق کا ستون اور بُنیاد ہے کیونکر برتاؤ کرنا چاہئے۔“

یہاں پَولُس بڑے سیدھے سادے انداز میں بیان کرتا ہے کہ خُدا کی کلیسیا کے برتاؤ کا ایک معیار ہے۔ اور وُہ تیمتھیس کو اِس لئے لِکھ رہا ہے کہ وُہ اِس معیار سے واقِف ہو جائے۔

اگر کوئی بچّہ شرارتیں یعنی غلط برتاؤ کر رہا ہو تو اُس کو اِتنا کہنا ہی کافی نہیں ہوتا کہ ”شرارتوں سے باز آجاؤ“ یا ”اچھا برتاؤ کرو“، کیونکہ بچّہ نہیں جانتا کہ اچھے برتاؤ میں کِن باتوں کی توقع کی جاتی ہے۔ پہلے اُس کو بتانا ہوگا کہ اچھا برتاؤ یا کردار کیا ہوتا ہے۔ ۱-تیمتھیس میں خُدا کی کلیسیا کی نسبت سے خُدا کے فرزند کو یہی کچھ بتایا گیا۔

اگر مختلف اَبواب پر مُختصر سی نظر ڈالی جائے تو مُندرجۂ بالا موضوع کی حمایت ہوتی ہے۔ باب ۲ میں بتایا گیا ہے کہ اجتماعی دُعا کی نسبت سے اور عوام میں عورتوں کے کردار کے حوالہ سے یہ برتاؤ کیسا ہونا چاہئے۔ باب ۳ اُن لوگوں کے لئے شرائط پیش کرتا ہے جو جماعت میں ذمہ داری اور قیادت کا مرتبہ سنبھالنے والے ہیں۔ اور باب ۵ بیواؤں کے بارے میں جماعت کی ذمہ داری کی وضاحت کرتا ہے۔

خاکہ

۱- سلام ۱:۱-۲

۲- پولُس تیمتھیُس کو ذمّہ داری سونپتا ہے ۱:۳-۲۰

ا- جھوٹے اُستادوں کو خاموش کرنے کا حُکم ۱:۳-۱۱

ب- خُدا کے فضل کے لئے شُکرگزاری ۱:۱۲-۱۷

ج- تیمتھیُس کو حُکم کا اعادہ ۱:۱۸-۲۰

۳- کلیسیائی زندگی کے لئے ہدایات ۲:۱-۳:۱۶

ا- دُعا کے بارے میں ۲:۱-۷

ب- مردوں اور عورتوں کے بارے میں ۲:۸-۱۵

ج- نگہبانوں (ایلڈروں) اور خادموں (ڈیکنوں) کے بارے میں ۳:۱-۱۳

د- کلیسیا میں کردار کے بارے میں ۳:۱۴-۱۶

۴- کلیسیا میں برگشتگی ۴:۱-۱۶

ا- سر پہ منڈلاتی ہوئی برگشتگی کے بارے میں اِنتباہ ۴:۱-۵

ب- برگشتگی کے پیشِ نظر مثبت ہدایات ۴:۶-۱۶

۵- ایمان داروں کے مُختلف درجات کے بارے میں مخصوص ہدایات

۵:۱-۶:۲

ا- مختلِف عُمر کے لوگ ۵:۱-۲

ب- بیوائیں ۵:۳-۱۶

ج- بُزرگ (ایلڈر) ۵:۱۷-۲۵

د- غلام (نوکر) اور مالِک ۶:۱-۲

۶۔ جھوٹے اُستاد اور زر کی دوستی ۶:۳-۱۰

۷۔ تیمتھیُس کو اختتامی حُکم ۶:۱۱-۲۱

تفسیر

۱- سلام (۱:۱-۲)

۱:۱- سب سے پہلے "پولُس" اپنا تعارُف کراتا ہے کہ وُہ "مسیح یسوؔع کا رسُول ہے"۔ "رسُول" کا مطلب ہے "بھیجا ہُوا"۔ یہاں پولُس صِرف یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے بشارتی خِدمت کے لئے خدا نے مُقرر کیا ہے۔ پولُس کی سندِ تقرر یہ ہے کہ وُہ "ہمارے مُنجّی خدا اور ہمارے اُمیدگاہ مسیح یسوؔع کے حُکم سے" رسُول ہے۔ زور اِس بات پر ہے کہ اُس نے یہ خِدمت خُود نہیں چُنی تھی کہ اِس سے روزی کمائے۔ اور نہ اِنسانوں نے اُسے اِس خِدمت کے لئے مخصوص اور مُقرر کیا تھا۔ اُس کو خُدا کی طرف سے حتمی طور پر بلاہٹ ہُوئی تھی کہ منادی کرے، تعلیم دے اور دُکھ اُٹھائے۔ اِس آیت میں "خُدا" کو "ہمارا مُنجّی" کہا گیا ہے۔ نئے عہدنامہ میں عام طور سے خُداوند یسوؔع کو "مُنجّی" کہا گیا ہے۔ مگر اِس میں کوئی تضاد نہیں۔ خُدا اِس مفہُوم میں واقعی اِنسانوں کا "مُنجّی" ہے کہ وُہ اُن کی نجات چاہتا ہے۔ اُس نے نجات اور مخلصی کے کام کو پُورا کرنے کے لئے اپنے بیٹے کو بھیجا اور جتنے خُداوند یسوؔع کو اِیمان کے وسیلے سے قبول کرتے ہیں وُہ اُن سب کو ہمیشہ کی زِندگی دیتا ہے۔ مسیح اِس مفہوم میں مُنجّی ہے کہ وُہ واقعی صلیب تک گیا اور اُس کام کو پُورا کیا جو ضرُوری تھا تاکہ خُدا شریر گنہگاروں کو راستی سے نجات دے سکے۔

یہاں خُداوند کو "ہمارے اُمیدگاہ" کا نام دیا گیا ہے۔ اِس سے ہمیں کلسّیوں ۱:۲۷ کی یاد آتی ہے کہ "مسیح جو جلال کی اُمید ہے تم میں رہتا ہے"۔ ہمارے آسمان پر جانے کی واحِد اُمید خُداوند یسوؔع کی ذات اور اُس کے کام سے وابستہ ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بائبل مُقدّس جِتنی روشن اُمیدیں ہمیں پیش کرتی ہے وُہ صِرف اِس لئے ہماری ہیں کہ ہم مسیح یسوؔع سے تعلق رکھتے ہیں۔

عِلاوہ ازیں اِفسیوں ۲:۱۴ اور کُلسّیوں ۳:۴ پر بھی غور کریں جہاں بِالترتیب مسیح

ہماری صُلح اور ہماری زِندگی ہے ۔ مسیح ہماری صُلح اِس لئے ہے کہ اُس نے ہمارے ماضی کے گُناہوں کا حِساب چُکایا۔ مسیح ہماری زِندگی اِس لئے ہے کہ حال میں ہمیں توفیق اور قُوّت مہیّا کرتا ہے ۔ اور مسیح ہماری اُمید اِس لئے ہے کہ مستقبل میں ہماری رہائی کے مسئلے کو حل کرتا ہے ۔

۱:۲ ۔ یہ خط "تیمتھیُس کے نام" ہے اور پولُس کہتا ہے کہ وُہ "ایمان کے لحاظ سے میرا سچّا فرزند ہے"۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تیمتھیُس پولُس رسُول کی منادی کے وسیلے سے ایمان لایا ہوگا۔ غالباً جب پولُس پہلی دفعہ لُسترہ آیا تھا (اعمال ۱۴: ۶ - ۲۰) ۔ مگر اعمال کی کتاب میں عام تاثُر یہ ہے کہ جب پولُس کی اُس سے پہلی مُلاقات ہُوئی تو تیمتھیُس پہلے ہی ایک شاگرد تھا (اعمال ۱۶: ۱، ۲) ۔ اِس صُورت میں "ایمان کے لِحاظ سے میرا سچّا فرزند ہے" کا مطلب ہو گا کہ تیمتھیُس میں وُہی رُوحانی اور اخلاقی خصائِص ہیں جو پولُس میں ہیں ۔ وُہ اِس لئے رسُول کا "سچّا" فرزند ہے کہ ویسا ہی کردار رکھتا ہے ۔

سٹوک کہتا ہے، "مُبارک ہے وُہ نوجوان مسیحی کارِندہ جس کو ایسا لیڈر نصیب ہو، اور مُبارک ہے وُہ مسیحی لیڈر جِس کا 'ترکش' ایسے 'سچّے' فرزندوں سے 'بھرا ہو'۔"

پولُس دُعائے خیر میں عام طور سے "فضل اور اطمینان" کے لفظ استعمال کرتا ہے ۔ یہاں اِس میں توسیع کر کے "فضل، رحم اور اِطمینان" کہتا ہے ۔ یہ آخری خطوط سب کے سب کلیسیاؤں کو نہیں بلکہ افراد کو لکھے گئے تھے ۔ اِس سے "رحم" کے اضافے کی وضاحت ہوتی ہے ۔

"فضل" سے مُراد وُہ تمام اِلٰہی وسائِل ہیں جو مسیحی زِندگی اور خِدمت کے لئے درکار ہوتے ہیں ۔ "رحم" سے مُراد خُدا کا ترس، نگہداشت اور مُحافظت ہے جو وہ ضرورت مند انسان کو اس لئے مہیّا کرتا ہے کہ اُس میں گِر جانے کا میلان پایا جاتا ہے ۔ "اطمینان" سے مُراد باطنی سکُون ہے جو خُداوند پر تکیہ کرنے سے میسّر آتا ہے ۔ یہ تینوں برکات "خدا باپ اور ہمارے خُداوند مسیح یسُوع کی طرف سے" مِلتی ہیں ۔ اِس آیت میں مسیح کی اُلُوہیت مُضمر ہے کیونکہ پولُس اِس کو باپ کے برابر درجہ دیتا ہے ۔ "ہمارا خُداوند مسیح یسُوع" کی اِصطلاح مسیح کی خداوندیت پر زور دیتی ہے ۔ نئے عہد نامہ میں لفظ "مُنجی" چوبیس ۲۴ دفعہ مگر لفظ "خُداوند" ۵۲۲ دفعہ آتا ہے ۔

۲- پولُس تیمتھیس کو ذِمّہ داری سونپتا ہے (۱:۳-۲۰)

ا- جھُوٹے اُستادوں کو خاموش کرنے کا حُکم (۱:۳-۱۱)

۱:۳- اِمکان معلوم ہوتا ہے کہ روم میں پولُس کی پہلی قید کے بعد اُس نے تیمتھیس کے ساتھ اِفسُس کا دَورہ کِیا۔ جب وُہ وہاں سے مکِدُنیہ کو روانہ ہو گیا تو تیمتھیس کو کچھ عرصہ اِفسُس میں ٹھہرنے کو کہہ گیا تاکہ خُدا کے کلام کی تعلیم دے اور ایمانداروں کو جھُوٹے اُستادوں سے خبردار کرتا رہے۔ لگتا ہے کہ مکِدُنیہ سے پولُس جنوب میں کُرِنتھُس کو گیا اور غالباً اِسی شہر سے اُس نے تیمتھیس کو یہ پہلا خط لکھا۔ آیت ۳ میں پولُس دراصل کہہ رہا ہے کہ پہلے "جس طرح مَیں نے مکِدُنیہ جاتے وقت تجھے نصیحت کی تھی کہ اِفسُس میں" رہو، اُسی طرح مَیں اب بھی وُہی ہدایات دُہرا رہا ہُوں۔ اِس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ تیمتھیس کو اِفسُس میں بِشپ مُقرر کِیا گیا تھا۔ اِس حوالے میں یہ خیال ہرگز نہیں پایا جاتا، بلکہ وُہ وہاں عارضی مِشن پر تھا کہ "بعض شخصوں کو حُکم کر دے" کہ وُہ مسیحی ایمان کے برعکس تعلیم نہ دیں اور نہ اِس میں فرضی اِضافے کریں۔ وہاں بڑی بڑی جھُوٹی تعلیمیں شریعت پرستی اور غناسطیت تھیں۔ ہو سکتا ہے تیمتھیس کو آزمائش آجاتی کہ اِن مسائل سے بھاگ جائے اِس لئے پولُس اُسے وہیں ٹھہرنے اور اِس کام پر لگے رہنے کو کہتا ہے۔

۱:۴- تیمتھیس کو یہ نصیحت بھی کی گئی ہے کہ اِن آدمیوں کو حُکم دے "کہ کہانیوں اور بے اِنتہا نسب ناموں پر لِحاظ نہ کریں۔" ہمارے لئے یقینی طور پر جاننا مُمکن نہیں کہ یہ "کہانیاں" اور "نسب نامے" کیا تھے۔ بعض لوگ اِن کو اُن داستانوں سے مِلاتے ہیں جو یہودی اُستادوں میں رواج پا گئیں تھیں۔ جبکہ بعض کا خیال ہے کہ یہ غناسطیوں کی فرضی یا دیومالائی داستانیں اور نسب نامے تھیں۔ اِس بات پر غور بھی خالی از دِلچسپی نہیں کہ آج کل کے بِدعتی فِرقے بھی اِسی قِسم کی خصوصیات کے حامِل ہیں۔ اِن فِرقوں کے بانیوں کے متعلق بہت سی خیالی کہانیاں مشہور ہو گئی ہیں۔ اور مارمن فِرقے میں "نسب ناموں" کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔

ایسے بیکار موضُوعات لوگوں کے ذہنوں میں صِرف سوالات اور شکوک کو اُبھارتے

ہیں ۔ یہ "اُس انتظامِ الٰہی کے موافق نہیں جو ایمان پر مبنی ہے"۔ مخلصی کا پُورا منصُوبہ خُدا کا تیار کردہ ہے ۔ اِس کا مقصد شکوک اور "تکرار" یعنی بحث اور جھگڑا پَیدا کرنا نہیں بلکہ اِنسانوں کے دِلوں میں "ایمان" پَیدا کرنا ہے ۔ اِفسُس کی کلیسیا کے اِن لوگوں کو "کہانیوں اور . . . نسب ناموں" جیسی بیکار باتوں پر دِل نہیں لگانا چاہیئے بلکہ مسیحی ایمان کی عظیم سچائیوں پر توجہ دینی چاہیئے، کیونکہ یہ لوگوں کے لئے برکت ثابت ہوں گی اور شکوک نہیں پَیدا کریں گی بلکہ "ایمان" کو تقویت دیں گی ۔

۱: ۵ - اِس آیت میں سمجھنے کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہاں "حُکم" کا اِشارہ مُوسیٰ کی شریعت یا دس حُکموں کی طرف نہیں، بلکہ وُہ حُکم مُراد ہے جو آیات ۳ اور ۴ میں دیا گیا ہے ۔ اِس کی وضاحت اِن الفاظ سے ہوتی ہے کہ "حُکم کا مقصد یہ ہے کہ . . . محبّت پَیدا ہو"۔ پَولُس کہہ رہا ہے کہ مَیں نے تیمتھیُس کو جو حُکم ابھی ابھی دِیا ہے اُس کا مقصد راسخ العقیدگی پَیدا کرنا نہیں بلکہ یہ کہ "پاک دِل اور نیک نیت اور بے ریا ایمان سے محبّت پَیدا ہو"۔ جب بھی خُدا کے فضل کی خوشخبری کی منادی کی جاتی ہے تو نتیجے میں یہ باتیں پَیدا ہوتی ہیں ۔

"محبّت" میں بلاشُبہ خُدا کے لئے محبّت، ہم ایمانوں کے لئے محبّت اور عام دُنیا کے لئے محبّت شامل ہے ۔ ضرُور ہے کہ یہ محبّت "پاک دِل" سے جاری ہو ۔ اگر کسی کی باطنی زندگی ناپاک ہوگی تو اس سے حقیقی مسیحی محبّت جاری نہیں ہوسکتی ۔ یہ محبّت "نیک نیت" کا ضمنی حاصِل ہونی چاہیئے، یعنی وُہ "نیّت" جو خُدا اور اِنسان کو ناراض نہیں کرتی ۔ اور ساتھ ہی یہ "محبّت" "بے ریا ایمان" کی پَیداوار ہو، یعنی ایسا ایمان جس نے کوئی نقاب نہیں اوڑھ رکھا، جس میں مکر یا ظاہرداری نہ ہو ۔

جھُوٹی تعلیم کبھی یہ خصُوصیات پَیدا نہیں کرسکتی ۔ اور بلاشُبہ کہانیاں اور نسب نامے بھی ایسا نہیں کرسکتے ۔ صِرف خُدا کے فضل کی تعلیم ہی ہے جو "پاک دِل اور نیک نیت اور بے ریا ایمان" پَیدا کرتی ہے اور اِس لئے اِس کا نتیجہ "محبّت" ہوتی ہے ۔

آیت ۵ ہر سچّی تعلیم کی کسوٹی پیش کرتی ہے، یعنی کیا اِس سے یہ نتائج پَیدا ہو رہے ہیں ؟

۱: ۶ - وہاں کچھ افراد ایسے بھی تھے جو اِن باتوں کو یعنی پاک دِلی، نیک نیتی اور بے ریا ایمان کو "چھوڑ" چکے تھے ۔ جس لفظ کا ترجمہ "چھوڑ کر" کیا گیا ہے اُس کا لُغوی مطلب ہے اچھی طرح نشانہ نہ باندھنا، یا نشانہ خطا کرنا ۔ یقیناً یہاں مُراد نشانہ خطا کرنے سے ہے ۔

سوال یہ نہیں کہ اُن افراد نے یہ صفات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی، بلکہ یہ کہ اُن کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوئے تھے (نشانہ ہی نہیں باندھا تھا) ۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ وہ "بیہودہ بکواس کی طرف متوجہ ہو گئے"۔ اُن کی تعلیم بے مقصد (بے نشانہ) تھی ۔ وہ کسی طرف کو راہنمائی نہیں کرتی تھی ۔ وہ لوگوں کو پاک بنانے میں ناکام تھی ۔

پولُس نے اِس خط میں متعدد دفعہ لفظ "بعض" اِستعمال کیا تھا ۔ جس وقت پولُس نے تیمتھیُس کو یہ پہلا خط لِکھا جھوٹے اُستاد بہت تھوڑے تھے ۔ جب ہم تیمتھیُس کے دُوسرے خط کو دیکھتے ہیں تو لفظ "بعض" اِتنا نمایاں نہیں ۔ قوّت کا توازن بدل گیا تھا ۔ ایمان کو چھوڑ جانے کی بات عام ہو گئی تھی ۔ اقلیت اکثریت میں بدل گئی تھی ۔

۱:۷ ۔ گزشتہ آیات میں جن جھوٹے اُستادوں کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے وُہ یہُودیت نواز افراد تھے ۔ وُہ یہُودیت اور مسیحیت، شریعت اور فضل کو باہم مِلانے کی کوشش میں رہتے تھے ۔ وُہ زور دیتے تھے کہ نجات کے لئے صِرف مسیح پر ایمان لانا کافی نہیں ہے ۔ وُہ اِصرار کرتے تھے کہ مَردوں کو ختنہ کرانا چاہئے اور دُوسرے طریقوں سے بھی مُوسوی شریعت کی پابندی کرنی چاہئے ۔ وُہ تعلیم دیتے تھے کہ شریعت ایمان دار کا اُصولِ زِندگی ہے ۔

کلیسیائی تاریخ کی ہر صدی میں یہ جھوٹی تعلیم موجود رہی ہے ۔ اور یہ طاعُون آج کی مسیحی دُنیا کو بگاڑنے اور خراب کرنے میں سب سے کامیاب نظر آتی ہے ۔ اپنی جدید شکل میں یہ تعلیم کہتی ہے کہ نجات کے لئے اگرچہ مسیح پر ایمان ضرُوری ہے مگر یہ بھی ضرُوری ہے کہ اِنسان بپتسمہ لے، کلیسیا کا ممبر ہو، شریعت پر عمل کرے، دَہ یکی دے اور دُوسری قِسم کے "نیک اعمال" کرے ۔ جو لوگ آج کی اِس شریعت پرستی کی تعلیم دیتے ہیں اُن کو احساس ہونا چاہئے کہ نجات مسیح پر ایمان کے وسیلے سے ہے ۔ اِس میں شریعت کے اعمال کا کوئی عمل دخل نہیں ۔ وُہ یہ شعُور نہیں رکھتے کہ نیک اعمال نجات کی عِلّت (وجہ) نہیں، بلکہ نجات "کا نتیجہ" ہیں ۔ کوئی شخص یہ نیک اعمال کرنے سے مسیحی نہیں بنتا، بلکہ نیک اعمال اِس لئے کرتا ہے کہ وُہ مسیحی ہے ۔ اُن کو نظر نہیں آتا کہ شریعت نہیں بلکہ مسیح ایمان دار کا اُصولِ زِندگی ہے ۔ وُہ نہیں سمجھتے کہ اِنسان شریعت کے ماتحت ہو گا تو لازماً لعنت کے ماتحت ہو گا ۔ جتنے لوگ بھی شریعت کے مُقدّس آئین و احکام کی پابندی کرنے میں ناکام رہتے ہیں شریعت اُن کو مجرم ٹھہراتی ہے ۔ چونکہ کوئی انسان بھی شریعت کی پُوری پُوری پابندی نہیں کر سکتا اِس لئے

سب پر موت کی سزا کا حکم ہے۔ لیکن مسیح نے ایمان داروں کو شریعت کی لعنت سے چھڑا لیا ہے، کیونکہ وُہ ہمارے لئے لعنتی ٹھہرایا گیا۔

پولُس شریعت کے اِن خود ساختہ اُستادوں کے بارے میں کہتا ہے کہ وُہ "جو باتیں کہتے ہیں اور جن کا یقینی طور سے دعویٰ کرتے ہیں اُن کو سمجھتے بھی نہیں"۔ وُہ شریعت پر سمجھداری کے ساتھ اِس لئے بات نہیں کر سکتے کہ شریعت کے دِئے جانے کے مقصد کو نہیں سمجھتے اور نہ شریعت اور ایمان دار کے آپس کے تعلق کو جانتے ہیں۔

۱:۸۔ پولُس اِس بات کی بڑی اچھی طرح وضاحت کرتا ہے کہ شریعت میں کوئی خرابی نہیں۔ "پس شریعت پاک ہے، اور حکم بھی پاک اور راست اور اچھا ہے" (رومیوں ۷: ۱۲)۔ لیکن شریعت کو "شریعت کے طور پر اِستعمال میں" لانا ضروری ہے۔ شریعت نجات کا وسیلہ ہونے کے لئے ہرگز نہیں دی گئی تھی (اعمال ۱۳: ۳۹؛ رومیوں ۳: ۲۰؛ گلتیوں ۲: ۱۶، ۲۱؛ ۳: ۱۱)۔ "شریعت" کو شریعت کے طور پر کام میں لانے کا مطلب ہے اِس کی اِس طرح سے منادی کرنا اور تعلیم دینا کہ گُناہ کی قائلیت پیدا ہو۔ اِس کو نجات کے ذریعہ یا اُصولِ زندگی کے طور پر کبھی پیش نہیں کرنا چاہئے۔

گاٹےکنگ توجہ دِلاتا ہے کہ شریعت تین سبق سِکھاتی ہے: "ہمیں یہ کرنا چاہئے، ہم نے نہیں کِیا، ہم نہیں کر سکتے"۔ جب شریعت ایک گنہگار کی زندگی میں کام کر چکتی ہے تو انسان خُدا کو پُکارنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے کہ "اے خُداوند، مجھے اپنے فضل سے بچا لے"۔

جو لوگ یہ سِکھاتے ہیں کہ نجات کے لئے یا مُقدّس ٹھہرائے جانے کے لئے شریعت ضروری ہے اُن کی سمجھ میں تضاد ہے۔ وُہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی مسیحی شریعت کو توڑے تو اُس کو موت کی سزا ضروری نہیں۔ اِس طرح تو شریعت کا اِختیار قائم نہیں ہوتا۔ اگر شریعت کے ساتھ سزا نہیں تو وُہ اچھی نصیحت کے عِلاوہ کچھ نہیں۔

۱:۹۔ "شریعت راست بازوں کے لئے مقرر نہیں ہوئی"۔ اگر کوئی آدمی راست باز ہے تو اُس کو کِسی شریعت کی ضرورت نہیں۔ یہ بات ایک مسیحی پر صادق آتی ہے۔ جب وُہ خُدا کے فضل سے نجات پا گیا تو پاک زندگی گزارنے کے لئے اُسے دس حکموں کے ماتحت رکھنے کی ضرورت نہیں۔ مسیحی خُداترسی کی زندگی اِس لئے بسر نہیں کرتا کہ اُس کو سزا کا خوف ہوتا ہے، بلکہ اِس لئے کہ اُس کو اپنے مُنجی سے محبّت ہے جس نے کلوری پر

اپنی جان دی۔

پولُس اُن لوگوں کا بیان کرتا ہے جن کے لئے شریعت دی گئی تھی۔ بائبل کے بُہت سے عُلما توجہ دلاتے ہیں کہ اِس بیان اور خُود دس۱۰ حُکموں میں بُہت قریبی تعلق ہے۔ دس۱۰ حُکموں کو دو۲ حِصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے چار۴ حکموں کا تعلق خُدا کے بارے میں اِنسان کے فرائض سے ہے۔ اور آخری چھ۶ حکموں کا تعلق اِنسان کے اپنے پڑوسی کے ساتھ فرائض سے ہے۔ پولُس کے یہ الفاظ دس۱۰ احکام کے پہلے حِصّے سے مُطابقت رکھتے ہیں "شریعت ... بے شرع اور سرکش لوگوں اور بے دِینوں اور گنہگاروں اور ناپاکوں اور رِندوں (شرابیوں)... کے واسطے ہے"۔ اگلے بیان یعنی "ماں باپ کے قاتِلوں اور خُونیوں" کا تعلق چھٹے۶ حکم کے ساتھ ہے جو کہتا ہے "تُو خُون نہ کرنا"۔ یہاں قاتِلوں اور خُونیوں سے مُراد وُہ شخص ہیں جو دُوسروں کو جان سے دانستہ مار ڈالتے ہیں، غیر ارادی طور پر یا حادِثاتی طور پر نہیں۔

۱:۱۰- "حرامکاروں اور لونڈے بازوں" کے الفاظ ہر طرح کی بدکاری اور ہم جنس پرستی کے گُناہوں کو پسند کرنے والوں کا بیان کرتے ہیں۔ اِن کا تعلق ساتویں حُکم سے ہے کہ "تُو زِنا نہ کرنا"۔ "بردہ فروشوں" کی اِصطلاح واضح طور سے آٹھویں حُکم سے منسلک ہے کہ "تُو چوری نہ کرنا"۔ "جُھوٹوں اور جُھوٹی قسم کھانے والوں" کا تعلق نویں۹ حکم سے ہے کہ "تُو اپنے پڑوسی کے خلاف جُھوٹی گواہی نہ دینا"۔

آخری الفاظ کہ "اور اِن کے سوا صحیح تعلیم کے اور برخِلاف کام کرنے والوں" کا دسویں حُکم کے ساتھ براہِ راست تعلق نہیں، بلکہ یہ سارے حُکموں پر محیط ہیں اور اُن کا خُلاصہ پیش کرتے ہیں۔

۱:۱۱- یہ فیصلہ کرنا مُشکل ہے کہ یہ آیت مندرجہ بالا باتوں کے ساتھ کیسے مربُوط ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جِس "صحیح تعلیم" کا اِشارہ آیت ۱۰ میں دیا گیا ہے وہ "خوشخبری کے مُوافق" ہے۔ یا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ آیات ۸-۱۰ میں پولُس نے شریعت کے بارے میں جو کُچھ بھی کہا ہے وُہ پُورے طور پر "خوشخبری" کے موافق ہے جِس کی منادی وُہ کرتا ہے۔ پھر یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ آیات ۳-۱۰ میں پولُس نے جُھوٹے اُستادوں کے بارے میں جو کُچھ کہا ہے وہ "خوشخبری" کے پیغام کے موافق ہے۔ یہ بات دُرست ہے کہ خوشخبری "جلال" والی ہے، مگر یہاں زور اِس حقیقت پر معلوم ہوتا ہے کہ خُوشخبری خُدا... کے

جلال" کی خبر دیتی ہے۔ یہ بیان کرتی ہے کہ جو خُدا پاک، راست اور مُنصِف ہے وُہ ساتھ ہی فضل، رحم اور محبّت کا خُدا بھی ہے۔ جو کُچھ اُس کی پاکیزگی مُطالبہ کرتی ہے، محبّت نے وُہ فراہم کر دیا ہے۔ اب جتنے بھی خُداوند یسوؔع کو قبول کرتے ہیں اُن کو ابدی زندگی عطا ہوتی ہے۔

یہی وُہ "خوشخبری" ہے جو رسُول کے "سپُرد ہُوئی" تھی۔ اِس کا مرکز جلالی خُداوند یسوؔع مسیح ہے اور اِنسانوں کو بتاتی ہے کہ وُہ صِرف منجّی ہی نہیں بلکہ خداوند بھی ہے۔

ب۔ خُدا کے فضل کے لئے شُکر گزاری (۱: ۱۲-۱۷)

۱:۱۲۔ گزشتہ حِصّے میں پولُس رسُول جھوٹے اُستادوں کا بیان کر رہا تھا جو اِفسُس کے اِیمان داروں پر شریعت کو تھوپنا چاہتے تھے۔ اَب اُس کو اپنے ایمان لانے کا واقعہ یاد آتا ہے۔ یہ تبدیلی شریعت کی پابندی سے نہیں بلکہ خُدا کے فضل سے ہُوئی تھی۔ رسُول راست باز آدمی نہیں بلکہ گنہگاروں میں سب سے بڑا گنہگار تھا۔ آیات ۱۲-۱۷ پولُس کے اپنے تجربے سے شریعت کو شریعت کے طور پر استعمال کرنے کی مثال پیش کرتی ہیں۔ اُس کے لئے شریعت نجات کا راستہ نہیں تھی بلکہ گُناہ کا مُجرم ٹھہرانے کا وسیلہ ثابت ہُوئی تھی۔

سب سے پہلے وُہ "طاقت بخشنے والے" فضل کے لئے "مسیح یسوؔع" کا بے حد شُکر ادا کرتا ہے۔ یہاں نمایاں بات یہ نہیں کہ ترسیس کے ساؤل نے خُداوند کے لئے کیا کیا بلکہ یہ کہ خُداوند نے ساؤل کے لئے کیا کیا۔ رسُول کی اِس بات پر حیرت ختم نہیں ہوتی کہ خداوند یسوؔع نے مجُھے صِرف نجات ہی نہیں بخشی بلکہ "دیانت دار سمجھ کر اپنی خِدمت کے لئے مُقرر (بھی) کیا"۔ شریعت کبھی ایسا فضل نہیں دِکھا سکتی تھی، بلکہ اِس کی بے لچک شرائط گنہگار ساؤل کو موت کی سزا دیتیں۔

۱:۱۳۔ پولُس اپنی تبدیلی سے پہلے دسؔ احکام توڑتا رہا تھا۔ یہ بات اِس آیت سے بالکُل واضح ہوتی ہے۔ وُہ اپنے بارے میں کہتا ہے کہ "مَیں پہلے کُفر بکنے والا اور ستانے والا اور بے عِزّت کرنے والا تھا"۔ "کُفر بکنے والا" اِس لئے کہ وُہ مسیحیوں اور اُن کے پیشوا یسوؔع کے خِلاف بُری بُری باتیں کہا کرتا تھا۔ "ستانے والا" اِس لئے کہ وُہ مسیحیوں کو مروا ڈالنے کے درپے رہتا تھا کیونکہ وہ اِس نئے فرقے کو یہودیت کے لئے خطرہ سمجھتا تھا۔ "بے عِزّت کرنے والا" اِس لئے کہ اپنے بُرے منصوبوں کو پُورا کرنے کے لئے وُہ ایمان داروں کے خِلاف ہتک آمیز،

تشدد آمیز اور ظالمانہ کارروائیاں کر کے بے حد خُوش ہوتا تھا۔ اگرچہ بائبل کے اُردُو ترجمہ میں یہ بات نظر نہیں آتی لیکن اِن تینوں الفاظ (یعنی کُفر بکنے والے، ستانے والے، بے عزّت کرنے والے) میں شرارت یا بدذاتی کا پیمانہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پہلا گناہ صِرف باتوں یا الفاظ کا مُعاملہ ہے۔ دُوسرا اُس دُکھ تکلیف کو بیان کرتا ہے جو دُوسروں کو اُن کے مذہبی اعتقادات کے باعث پہنچائی جاتی ہے۔ اور تیسرے میں ظلم وزیادتی بھی شامل ہے۔

"تو بھی" پولس پر "رحم ہُوا"۔ اُس کو وُہ سزا نہ مِلی جس کا وُہ حق دار تھا۔ اِس لئے کہ اُس نے "بے ایمانی کی حالت میں نادانی سے یہ کام کئے تھے"۔ مسیحیوں کو ستاتے ہُوئے وُہ سمجھتا تھا کہ مَیں خُدا کی خِدمت کر رہا ہُوں۔ چونکہ اُس کے والدین کا مذہب حقیقی خُدا کی عِبادت اور پرستش کرنا سِکھاتا تھا اِس لئے وُہ صِرف اِسی نتیجے پر پہنچ سکتا تھا کہ مسیحی ایمان پُرانے عہدنامہ کے یہوواہ کی مخالفت کرتا ہے۔ اپنی پُوری قوّت اور جوش وولولے کے ساتھ وُہ خُدا کی عزّت وتعظیم کا دفاع کرنے کے لئے مسیحیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے لگا۔

بُہت سے لوگ اِصرار کرتے ہیں کہ جوش، سرگرمی اور خلوصِ نیت خُدا کے نزدیک بُہت اہمیت رکھتے ہیں۔ مگر پولس کی مثال ثابت کرتی ہے کہ سرگرمی کافی نہیں ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اِنسان جوشیلا اور سرگرم ہو تو اُس کا جوش اور سرگرمی غلطی کو مزید شدید کر دیتی ہے۔ جوش جتنا زیادہ ہوتا ہے نقصان بھی اُتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔

۱:۱۴۔ نہ صِرف پولس اُس سزا سے بچ گیا جس کا حقدار تھا، بلکہ اُس پر "بُہت زیادہ فضل" بھی ہُوا جس کا وُہ حقدار نہ تھا۔ جہاں اُس کا گناہ زیادہ ہُوا وہاں خُدا کا فضل اَور بھی زیادہ ہُوا (رومیوں ۵: ۲۰)۔

پولس پر خُداوند کا "فضل" بے فائدہ نہیں ہُوا تھا۔ یہ حقیقت اِن الفاظ سے واضح ہوتی ہے کہ "اُس ایمان اور محبّت کے ساتھ جو مسیح یسوع میں ہے"۔ جو فضل پولس پر ہُوا اُس کے ساتھ وُہ "ایمان اور محبّت" بھی تھی "جو مسیح یسوع میں ہے"۔ بے شک اِس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح فضل خُداوند سے آیا اُسی طرح ایمان اور محبّت کا منبع بھی وُہی ہے۔ مگر مفہوم اِس صُورت میں اور بھی صاف ہو جاتا ہے کہ ہم جانیں کہ پولس نے فضل کا اِنکار نہ کیا، بلکہ جواب میں خُداوند یسوع پر بھروسا کیا اور اُس مُبارک ہستی سے محبّت کرنے لگا جس سے پہلے "نفرت" کرتا تھا۔

۱:۱۵- پاسبانی خطوط میں پانچ "سچ باتیں" ہیں - یہ اُن میں سے پہلی ہے - "یہ بات سچ ہے ..." اِس لئے کہ خُدا کا کلام ہے جو نہ جھوٹ بول سکتا ہے نہ غلطی کھا سکتا ہے - اِنسان اِس بیان کا بے چُون وچرا یقین کر سکتے ہیں - بلکہ اِس کا یقین نہ کرنا غیر معقول اور بیوقوفی ہے - اور یہ "ہر طرح سے قبول کرنے کے لائق ہے" - کیونکہ اِس کا اِطلاق سبھوں پر ہوتا ہے - یہ بیان کرتی ہے کہ خُدا نے سب کے لئے کیا کیا ہے اور نجات کی بخشش سب تک پہنچانی ہے -

"مسیح یسوع" یہ لقب خُداوند کی الوہیت پر زور دیتا ہے - وُہ ہستی جو آسمان سے زمین پر آئی، اوّل، وُہ خُدا (مسیح) ہے اور پھر بشر (یسوع) - اُس کی ازلیت اِس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ وُہ "دُنیا میں آیا" - اُس کے وجُود کا آغاز بیت لحم سے نہیں ہُوا - وُہ ازل سے خُدا باپ کے ساتھ تھا - لیکن وُہ ایک خاص کام کی خاطر دُنیا میں آیا - ہمارا کیلنڈر اِس حقیقت کی گواہی دیتا ہے کہ وُہ آیا - ہم کہتے ہیں سَن اُنیس سو ... عیسوی - وُہ کیوں آیا؟ "گنہگاروں کو نجات دینے" نیک لوگوں کو نجات دینے نہیں (نیک تو کوئی تھا ہی نہیں) - اور نہ اُن لوگوں کو نجات دینے آیا جو شریعت کی پُوری پُوری پابندی کرتے تھے (ایسا کرنے والا بھی کوئی نہ تھا)

یہاں ہم کو مسیحیت اور دُوسری تمام تعلیمات میں فرق کی مرکزی بات نظر آتی ہے - بعض مذاہب اِنسان کو سکھاتے ہیں کہ کچھ ایسے اعمال بھی ہیں جو وُہ کر کے خُدا کو پسند آسکتا ہے - انجیل اِنسان کو سِکھاتی ہے کہ تُو کھویا ہُوا ہے کہ تُو اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا - اور تیرے لئے آسمان پر جانے کا صِرف ایک ہی وسیلہ ہے اور وُہ ہے صلیب پر خُداوند یسوع کی عوضی موت - شریعت کی وُہ تعلیم جِس کا پَولُس نے اِس باب میں پہلے ذِکر کیا ہے وُہ جسم (جسمانیت/ فطری انسان) کو کافی اہمیت دیتی ہے - یہ تعلیم اِنسان کو بالکل وُہی کچھ بتاتی ہے جو وُہ سُننا چاہتا ہے یعنی کہ کِسی نہ کِسی طرح وُہ بھی اپنی نجات کے لئے کچھ کر سکتا ہے - مگر انجیل کی خوشخبری اصرار کرتی ہے کہ نجات کے کام کے سِلسلے میں سارا جلال صِرف یسوع کے لئے ہے کہ اِنسان سوائے گُناہ کرنے کے کچھ نہیں کر سکتا - اور نجات کا سارا کام خُداوند یسوع کرتا ہے -

خُدا کا رُوح پَولُس کو اِس مقام پر لے آیا جہاں اُس کو یہ شعُور حاصل ہُوا کہ مَیں گنہگاروں میں "سب سے بڑا" ہُوں - یا جیسا کِسی نے ترجمہ کیا ہے "مَیں گنہگاروں میں سب سے آگے ہُوں"- اگر وُہ گنہگاروں میں سب سے بڑا نہیں تو یقیناً سب سے آگے ضرور تھا - غور کریں کہ گنہگاروں میں سب سے بڑا" کا لقب کِسی ایسے شخص کو نہیں دیا گیا جو بُت پرستی یا بد اخلاقی میں ڈوبا ہُوا

ہو، بلکہ ایک نہایت ہی مذہبی آدمی کو دیا گیا، یعنی ایک ایسا شخص جس کی پرورش اور تربیت ایک کٹر یہودی گھرانے میں ہوئی تھی! اُس کا گناہ عقیدے کا گناہ تھا ۔ وہ خداوند یسوع مسیح کی ذات اور کام کے بارے میں خدا کے کلام کو قبول نہیں کرتا تھا ۔ خدا کے بیٹے کو رد کرنا سب سے بڑا گناہ ہے ۔

”جن میں سب سے بڑا میں ہوں“ ۔ غور کریں کہ ”تھا“ نہیں بلکہ ”ہوں“ ۔ عموماً سب سے زیادہ خدا پرست مقدسین ہی شعور رکھتے ہیں کہ ہم کتنے زیادہ گنہگار ہیں ۔

۱۔ کرنتھیوں ۱۵: ۹ (تحریر تقریباً ۵۵ء) میں پولس اپنے بارے میں کہتا ہے ”رسولوں میں سب سے چھوٹا“ ۔ پھر افسیوں ۳: ۸ (تحریر تقریباً ۶۰ء) میں وہ اپنے آپ کو ”سب مقدسوں میں چھوٹے سے چھوٹا ہوں“ کہتا ہے ۔ اور یہاں ۱۔ تیمتھیس ۱: ۱۵ میں جو کچھ سال بعد لکھا گیا تھا وہ خود کو ”گنہگاروں میں سب سے بڑا“ قرار دیتا ہے ۔ یہ حوالے مسیحی انکساری میں پولس کی بتدریج ترقی کا خاکہ پیش کرتے ہیں ۔

۱: ۱۶ ۔ اِس سے وضاحت ہوتی ہے کہ پولس پر کیوں رحم ہوا ۔ اِس لئے کہ وہ ”یسوع مسیح کے کمال تحمل“ کا مظہر ہو ۔ جس طرح وہ گنہگاروں میں سب سے بڑا تھا اُسی طرح اب وہ خدا کے انتھک فضل کا سب سے بڑا نمونہ ہوگا ۔

پولس کا معاملہ ایک ”نمونہ“ ہوگا ۔ اُس کا ایمان لانا ایک ”نمونہ“ ہوگا اِس بات کا کہ جب ”چھڑانے والا صیون سے نکلے گا“ (رومیوں ۱۱: ۲۶) اُس وقت خدا اسرائیلی قوم سے کیا کرے گا ۔

زیادہ عام مفہوم میں آیت کا مطلب ہے کہ کسی کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں خواہ وہ کتنا ہی شریر اور بدکار کیوں نہ ہو ۔ اُس کو تسلی رکھنی چاہئے کہ چونکہ خداوند نے گنہگاروں میں سب سے بڑے گنہگار کو بچا لیا ہے اِس لئے اگر میں بھی توبہ کر کے اُس کے پاس آؤں گا تو مجھ پر رحم اور فضل ہوگا ۔ اُس پر ایمان لا کر سارے گنہگار ”ہمیشہ کی زندگی“ پا سکتے ہیں ۔

۱: ۱۷ ۔ پولس خدا کے حیرت انگیز فضل کو دیکھتا ہے جو اُس پر ہوا تھا تو اُس کا دل خدا کی خوبصورت حمد سے چھلکنے لگتا ہے ۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اِس حمد کا مخاطب خدا باپ ہے یا خداوند یسوع ۔ ”ازلی بادشاہ“ کے لفظ تو خداوند یسوع کو ظاہر کرتے ہیں کیونکہ اُس کو ”بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند“ کا لقب دیا گیا ہے (مکاشفہ ۱۹: ۱۶) ۔ البتہ

لفظ "نادیدہ" خُدا کا بیان کرتا ہے، اس لئے کہ خُداوند یسوع تو فانی آنکھوں کو نظر آتا تھا۔ یہ حقیقت کہ ہم یہ فیصلہ کرنے کے قابل نہیں کہ یہاں ذاتِ الٰہی کے کونسے اقنوم کو مخاطب کیا گیا ہے ظاہر کرتی ہے کہ اُن میں کامل برابری پائی جاتی ہے۔

"ازلی بادشاہ" کے بارے میں پہلے تو کہا گیا ہے کہ وُہ "غیر فانی" ہے۔ مطلب ہے کہ لازوال ہے، اُس کو فنا نہیں۔ اور اپنے جوہر میں خُدا "نادیدہ" بھی ہے۔ پُرانے عہدنامہ میں بندوں کو خُدا کے ظہور نظر آتے رہے اور خُداوند یسوع نے خُدا کو ہم پر دیدنی صورت میں کامل طور پر ظاہر کیا ہے۔ مگر یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ خُود خُدا اِنسانی آنکھوں کے لئے "نادیدنی" ہے۔ پھر اُس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "واحد خُدا" یعنی اُس کے عِلاوہ اور کوئی خُدا نہیں۔

ج۔ تیمتھیُس کو حکم کا اِعادہ (۱: ۱۸-۲۰)

۱: ۱۸- جس "حکم" کا ذِکر یہاں ہو رہا ہے بلاشُبہ وہی حکم ہے جو پَولُس نے تیمتھیُس کو آیات ۳ اور ۵ میں دیا تھا کہ جھوٹے اُستادوں کو جھڑکے اور منع کرے۔ اِس اہم ارشاد کو پُورا کرنے کے لئے اپنے "فرزند تیمتھیُس" کی حوصلہ افزائی کے لئے رسُول اُس کو وُہ حالات یاد دلاتا ہے جو اُس کی مسیحی خِدمت کی بُلاہٹ کا باعث بنے تھے۔

"اُن پیشینگوئیوں کے مُوافق جو پہلے تیری بابت کی گئی تھیں"۔ ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ پَولُس کی تیمتھیُس سے مُلاقات سے پہلے کلیسیا میں کوئی نبی برپا ہُوا تھا جس نے اِعلان کیا تھا کہ خُداوند تیمتھیُس کو اپنی خِدمت کے لئے اِستعمال کرے گا۔ نبی خُدا کا ترجمان ہوتا ہے۔ اُس کو کسی خاص کام کے بارے میں مکاشفہ مِلتا ہے اور وُہ اِس مکاشفہ کو کلیسیا کو بتاتا ہے۔ اِن پیشینگوئیوں کے وسیلے سے نوجوان تیمتھیُس کو چُن لیا گیا تھا کہ وُہ مُستقبل میں خُداوند یسوع کا خادم بنے گا اور کلیسیا کو اِس بات کا عِلم تھا۔ اگر کبھی اُس پر بے دِل ہونے کی آزمائش آتی یا وُہ ہمّت ہار بیٹھتا تو چاہئے تھا کہ اُس کو یہ "پیشینگوئیاں" یاد دلائی جاتیں تاکہ اُس کو تحریک ہو کہ یہ "اچھی لڑائی لڑتا رہے"۔

۱: ۱۹- لازم ہے کہ اِس جنگ میں تیمتھیُس "ایمان اور اُس نیک نیّت پر قائم رہے"۔ اِتنا ہی کافی نہیں ہوتا کہ اِنسان مسیحی ایمان کے حوالے سے درُست عقیدے کا حامل ہو۔ ہو سکتا

ہے کوئی اِنسان کٹر راسخ العقیدہ ہو، مگر "نیک نیّت" نہ ہو۔

ہملٹن سمتھ لکھتا ہے:

> جن کو کوئی نعمت حاصل ہے اور جو عام لوگوں کی آنکھوں کے سامنے رہتے ہیں اُن کو بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مُسلسل مصرُوفیت، لگاتار منادی کرنے اور لوگوں کے درمیان رفاعی کاموں میں مشغولیت کے باعث وُہ خُدا کے حضُور خلوت میں خُدا پرستی میں کوتاہی کریں۔ کیا پاک کلام خبردار نہیں کرتا کہ خطرہ ہے کہ اِنسان آدمیوں اور فرِشتوں کی زبانیں بولنے کے باوجُود کُچھ بھی نہ ہو؟ خُداوند کے لئے پھل وہی زِندگی لا سکتی ہے اور آنے والے دِن میں جلالی اَجر کی اُمید وُہی زندگی کر سکتی ہے جو خُدا پرست زِندگی ہو۔ اور خُدا پرستی ہی حقیقی خِدمت کا سرچشمہ ہونی چاہیئے۔

پَولُس کے زمانے کے بعض لوگوں نے نیک نیتی کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ اِس طرح "اُن کے اِیمان کا جہاز غرق ہو گیا" تھا۔ اُن کو اُس بے وقُوف جہازران کے مشابہ ٹھہرایا گیا ہے جو اپنے قطب نُما کو سمُندر میں پھینک دیتا ہے۔

جنہوں نے ایمان کے "جہاز کو غرق" کر لیا تھا وُہ سچّے ایمان دار تھے مگر اُنہوں نے نیّتوں کو نیک نہیں رکھا تھا۔ اُن کی مسیحی زِندگی کا آغاز تو اُس جہاز کی طرح ہُوا جو بڑے بانکے سجیلے انداز میں سمُندر پر نکلتا ہے مگر جھنڈے لہراتے اور سامان سے لدا ہُوا بندرگاہ میں واپس آنے کی بجائے چٹانوں کے درمیان بھٹکتا پھرتا اور غرق ہو جاتا ہے۔ وُہ اپنے اور اپنی گواہی کے لئے باعثِ شرم ثابت ہُوئے۔

۱:۲۰۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ "ہمنیُس اور سِکندر" وہی اشخاص ہیں جن کا ذِکر ۲۔تیمتھیُس ۲:۱۷ اور ۴:۱۴ میں بھی ہُوا ہے۔ اور نہ ہم اُن کے کُفر کی نوعیّت سے واقِف ہیں۔ بس اِتنا جانتے ہیں کہ اُنہوں نے نیک نیتی ترک کر دی اور کُفر میں پڑ گئے۔ نئے عہد میں "کُفر" کا اکثر مطلب خُدا کے حق میں بُری باتیں کہنا نہیں ہوتا، بلکہ کئی دفعہ اپنے ہم جنس اِنسانوں کے خلاف بدگوئی اور بدزبانی کرنا بھی ہوتا ہے۔ یہ لفظ اُن افراد کی زِندگیوں کا اور اُن کے ہونٹوں سے نِکلنے والی باتوں کا بیان کرتا ہے۔ اپنے ایمان کا جہاز غرق کر کے اُنہوں نے بے شک دُوسروں کو موقع دِیا تھا کہ وُہ راہِ حق کے بارے میں بُری بُری باتیں کریں۔ یُوں اُن کی زِندگیاں جیتا جاگتا کُفر تھیں۔

یہ المیہ ہے کہ بعض اوقات روشن اور مؤثر مسیحی زِندگیاں اپنی نیک نیتی کا گلا گھونٹ کر جہاز کی طرح غرق ہو جاتی ہیں۔

رسُول کہتا ہے کہ اُن آدمیوں کو "مَیں نے شیطان کے حوالہ کیا"۔ بعض عُلما کو اِس میں کلیسیا سے خارج کرنے کی سیدھی سادی کارروائی نظر آتی ہے۔ وُہ سمجھتے ہیں کہ پَولُس نے اُن کو مقامی کلیسیا سے نِکال دِیا تھا۔ اور اِس کارروائی کا مقصد اُن کو توبہ پر مائل کرنا تھا تاکہ خُداوند اور اُس کے لوگوں کے ساتھ اُن کی رفاقت بحال ہو۔ اِس نظریہ میں مشکل یہ ہے کہ کلیسیا سے خارج کرنے کی کارروائی کا اختیار پَولُس کو نہیں بلکہ مقامی کلیسیا کو تھا۔ ۱-کرنتھیوں باب ۵ میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک حرامکار شخص کو اُس نے کلیسیا سے خارج نہیں کیا تھا بلکہ کرنتھس کے ایمان داروں کو ایسا کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

اِس آیت کی ایک اہم تشریح یہ ہے کہ "شیطان" کے حوالے کرنا ایک اختیار تھا جو رسُولوں کو عطا ہُوا تھا۔ لیکن آج کل یہ کہیں نظر نہیں آتا کیوں کہ اب رسُول ہی نہیں ہیں۔ اِس نظریہ کے مُطابق رسُولوں کو اختیار تھا کہ کِسی گُناہ میں مُبتلا آدمی کو "شیطان کے حوالہ" کر دیں تاکہ اُس کو جسمانی تکلیف پہنچے اور بعض اوقات اِنتہائی حالت میں وُہ موت کی سزا پائیں جیسا کہ حننیاہ اور سفیرہ کے معاملے میں ہُوا (اعمال ۵:۱-۱۱)۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ سزا اِصلاحی مقاصد کے لئے تھی "تاکہ کُفر سے باز رہنا سیکھیں"۔ یہ مسئلہ اَبدی لعنت کا نہیں بلکہ تنبیہ اور سزا کا ہے۔

۲- کلیسیائی زندگی کے لئے ہدایات (۲:۱-۳:۱۶)

ا- دُعا کے بارے میں (۲:۱-۷)

تیمتھیس کو پَولُس کا پہلا حکم جھوٹے اُستادوں کے بارے میں تھا۔ وُہ حکم ختم ہُوا۔ اب رسُول دُعا کے موضوع پر متوجہ ہوتا ہے۔ عام عُلما اِس بات پر متفق ہیں کہ یہاں موضوع جماعتی یا علانیہ دُعا ہے۔ البتہ اِس میں کوئی ایسی بات نہیں جس کا اِطلاق اِنسان کی خلوتی عبادت اور دُعا پر نہ ہو سکتا ہو۔

۲:۱- "مناجاتیں ۔۔۔ سب آدمیوں کے لئے"۔ دُعا مانگنا ایک اعزاز اور استحقاق بھی ہے اور فرض بھی۔ یہ خالصتاً ایک اعزاز ہے کہ ہمیں اپنے ہم جنس اِنسانوں کی طرف سے

خُدا کے حضُور میں حاضر ہونے اور بات کرنے کا مَوقع مِلتا ہے۔ اور یہ ایک فرض بھی ہے کیونکہ نجات کی خوشخبری پہنچانے اور سنانے کے لئے ہم تمام اِنسانوں کے قرض دار ہیں۔

رسُول دُعا کے چار پہلو گنواتا ہے۔ "مُناجاتیں اور دُعائیں اور اِلتجائیں اور شُکر گزاریاں"۔ پہلی تین کے درمیان فرق بیان کرنا مُشکل ہے۔ "مُناجاتیں" میں زور دار اور دِل سوز مِنّت سماجت کا مفہُوم پایا جاتا ہے۔ مگر یہاں مخصُوص ضرورتوں کے لئے مخصُوص درخواستوں کا مفہُوم ہے۔ جِس لفظ کا ترجمہ "دُعائیں" کیا گیا ہے وُہ عام اصطلاح ہے۔ اِس میں خُدا کے حضُور ہر مُؤدبانہ اور تعظیمی رسائی شامِل ہے۔ "اِلتجائیں" وُہ درخواستیں ہیں جو ہم دُوسروں کی خاطر خُدائے بزرگ و برتر کے حضُور پیش کرتے ہیں۔ "شُکر گزاریاں" وُہ دُعائیں ہیں جن میں ہم خُداوند کی مہربانی اور فضل کا اعتراف کرتے اور شُکر کرتے ہُوئے اپنا دِل اُس کے سامنے اُنڈیلتے ہیں۔

اِس آیت کو مختصراً یُوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ "سب آدمیوں کے لئے" دُعا مانگتے ہُوئے ہم کو حلیم، مؤدب، بھروسا کرنے والے اور شُکر گزار ہونا چاہیئے۔

۲:۲ - یہاں "بادشاہوں اور سب بڑے مرتبہ والوں" کا خاص ذِکر کیا گیا ہے۔ اُن کو ہماری دُعاؤں میں خاص جگہ مِلنی چاہیئے۔ پَولُس ہمیں یاد دِلاتا ہے کہ جو حکومتیں موجود ہیں وُہ خُدا کی طرف سے مقرر ہیں (رومیوں ۱۳: ۱) اور کہ وُہ ہماری بہتری کے لئے خُدا کے خادم ہیں (رومیوں ۱۳: ۴)۔

جب ہم یاد کرتے ہیں کہ یہ آیت نیرُو کے عہدِ حکُومت میں لکھی گئی تھی تو یہ ہمارے لئے خاص اہمیت اختیار کر لیتی ہے۔ اُس ظالم حاکم نے مسیحیوں پر کیسی کیسی ہولناک اذیتیں نہ توڑیں، مگر اِس حقیقت میں فرق نہیں آیا کہ مسیحیوں کو حاکموں اور اختیار والوں کے حق میں دُعا مانگتے رہنا چاہیئے۔ نیا عہدنامہ سکھاتا ہے کہ ایک مسیحی کو اپنی حکُومت کا وفادار رہنا چاہیئے۔ حکُومت کی حکم عدولی صِرف اِس صُورت میں جائز ہے جب وُہ خُدا کی نافرمانی کرنے کا حکم دے۔ ایسی صُورت میں اُس کا پہلا فرض خُدا کی فرمانبرداری ہے۔ کِسی مسیحی کو حکُومت کے خِلاف انقلاب اور تشدد میں ہرگز حِصّہ نہیں لینا چاہیئے۔ وُہ ایسے حکم کو ماننے سے اِنکار کر دے جو خُدا کے حکم سے مُتصادم ہو۔ اور پھر خاموشی سے اور اطاعت گزاری سے سزا قبول کر لینی چاہیئے۔

رسُول حاکموں کے لئے دُعا مانگنے کی وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ "ہم کمال دینداری اور

سنجیدگی سے امن و آرام کے ساتھ زندگی گزاریں"۔ اِس میں ہماری بھلائی ہے کہ حکومت مستحکم ہو۔ مُلک انقلاب، خانہ جنگی، ہنگاموں اور بدنظمی سے محفوظ رہے۔

۲:۳۔ یہ بات "ہمارے مُنجّی خُدا کے نزدیک عُمدہ اور پسندیدہ ہے" کہ ہم بادشاہوں اور مرتبہ والوں سمیت سب آدمیوں کے لئے دُعا مانگیں۔ یہاں پَولُس خُدا کو جو لقب دیتا ہے وُہ بہُت اہم اور پُرمعنی ہے۔ خُدا کی خواہش ہے کہ سب آدمیوں کو نجات مِلے۔ چنانچہ تمام آدمیوں کے لئے دُعا مانگنا اِس تعلق سے خُدا کی مرضی کو آگے بڑھانے کے مُترادف ہے۔

۲:۴۔ یہاں اُس بات کی مزید وضاحت ہوتی ہے جِس کا ذِکر ہم نے آیت ۳ میں کِیا ہے۔ "خُدا چاہتا ہے کہ سب آدمی نجات پائیں" (حزقی ایل ۳۳: ۱۱؛ یُوحنّا ۳: ۱۶؛ ۲-پطرس ۳: ۹)۔ اِس لِئے چاہیے کہ ہم ہر جگہ "سب آدمیوں" کے لئے دُعا مانگیں۔

یہ آیت نجات کے الٰہی اور اِنسانی پہلُوؤں کی وضاحت کرتی ہے۔ آیت کا ایک حِصّہ بیان کرتا ہے کہ اِنسانوں کو "نجات" پانا ضرُور ہے۔ یہاں فعل مجہُول استعمال ہُوا ہے۔ اِنسان اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا (نجات نہیں دے سکتا)۔ اِس لئے ضرُور ہے کہ خُدا اُس کو نجات عطا کرے۔ اور یہ نجات کا الٰہی پہلُو ہے۔ یا وُہ حِصّہ ہے جو خُدا پُورا کرتا ہے۔

نجات پانے کے لئے ضرُور ہے کہ اِنسان "سچائی کی پہچان تک پُہنچیں"۔ خُدا انسان کو اُس کی مرضی کے خِلاف نجات نہیں دیتا۔ وُہ آسمان کو باغی رعایا سے آباد نہیں کرتا۔ لازِم ہے کہ اِنسان اُس کے پاس آئے جِس نے فرمایا کہ "راہ اور حق اور زِندگی مَیں ہُوں"۔ یہ اِنسانی پہلُو یا وُہ حِصّہ ہے جو انسان کو پُورا کرنا ہوتا ہے۔

اِس سے عیاں ہو جانا چاہیے کہ یہ آیت عالمگیر نجات کی تعلیم نہیں دیتی۔ اگرچہ خُدا "چاہتا ہے کہ سب آدمی نجات پائیں" تو بھی سب آدمی نجات نہیں پائیں گے۔ شرُوع میں خدا کی مرضی نہیں تھی کہ بنی اِسرائیل اڑتیس ۳۸ برس تک بیابان میں آوارہ پھرتے رہیں، مگر ہُوا ایسا ہی۔ خُدا نے اِس کی اِجازت دی، مگر یہ برکت کا وُہ راستہ نہیں تھا جو خُدا نے اُن کے لئے مقرر کیا تھا۔

۲:۵۔ اِس آیت کا گُزشتہ باتوں سے تعلق نمایاں نہیں۔ البتہ خیال یہ معلُوم ہوتا ہے کہ "خُدا ایک ہے" اِس لئے وُہ سب کا خُدا ہے اور سب آدمیوں کے لئے اُسی سے دُعا مانگنی چاہیئے۔ ایک خُدا ہونے کے باعث وُہ سب آدمیوں کی نجات چاہتا ہے۔ اگر وُہ بہُت سے خُداؤں میں

سے ایک خُدا ہوتا تو اُس کو صِرف اپنے عبادت گزاروں کی فکر ہوتی۔

دوم "خُدا اور اِنسان کے بیچ میں درمیانی بھی ایک . . . ہے"۔ اِس صُورت میں کوئی اِنسان کسی اَور طریقے یا راستے سے خُدا کے پاس نہیں آسکتا۔ "درمیانی" کا مطلب ہوتا ہے 'بچولیا'۔ دو طرفین میں رابطہ کرانے اور مُعاملہ طے کرانے والا۔ مسیح کے وسیلے سے خُدا گُناہ کی مُعافی کے ساتھ اِنسان تک پہنچ سکتا ہے۔ اِس کے نتیجے میں کوئی بھی بے چارہ گنہگار خُدا کے پاس آسکتا ہے اور اُس کو کسی طرح بھی ردّ نہیں کیا جائے گا۔

پولُس اِس "درمیانی" کی شناخت کراتا ہے کہ "مسیح یسُوع جو اِنسان ہے"۔ اِس سے خُداوند یسُوع کی اُلوہیّت کا اِنکار نہیں ہوتا۔ "خُدا اور اِنسان کے بیچ میں درمیانی" ہونے کے لئے ضرُور ہے کہ وُہ خُدا بھی ہو اور اِنسان بھی۔ خُداوند یسُوع ازل سے خُدا ہے۔ لیکن وُہ بیت لحم کی چرنی میں اِنسان بنا۔ وُہ بنی نوع اِنسان کی کُل نسل کا نمائندہ ہے۔ یہ حقیقت کہ وُہ خُدا اور اِنسان دونوں ہے اُس کے نام "مسیح یسُوع" سے آشکارا ہوتی ہے۔ "مسیح" اُس کے خُدا کا ممسُوح، مسیحِ موعُود ہونے کا بیان کرتا ہے اور "یسُوع" وُہ نام ہے جو اُسے تجسّم میں مِلا۔

آج کل یہ تعلیم بھی دی جاتی ہے کہ کنواری مریم یا فرشتے یا مُقدّسین بھی خُدا اور اِنسان کے درمیانی ہیں۔ مگر یہ آیت اِس تعلیم کا مؤثر جواب ہے۔ "درمیانی" صِرف "ایک" ہی ہے اور اُس کا نام "مسیح یسُوع" ہے۔

زیرِ نظر آیت پُرانے عہدنامہ اور نئے عہدنامہ کے پیغام کا خلاصہ پیش کرتی ہے۔ "خُدا ایک ہے"، یہ پُرانے عہدنامہ کا پیغام ہے جو بنی اِسرائیل کو سونپا گیا تھا۔ "درمیانی بھی ایک ہے"، یہ نئے عہدنامہ کا پیغام ہے جو کلیسیا کو سونپا گیا ہے۔ جس طرح بنی اسرائیل بُت پرستی میں پڑ کر اپنی ذِمہ داری پُوری کرنے سے قاصر رہے اُسی طرح مُتعدد کلیسیائیں بھی مریم، مقدّسین، خُدّام الدّین وغیرہ کو درمیانی قرار دے کر اپنی ذمّہ داری پُوری کرنے سے قاصر رہی ہیں۔

۲: ۶۔ زور اِس حقیقت پر ہے کہ مسیح سب آدمیوں کی نجات چاہتا ہے۔ اِس کا مزید ثبوت اِس بات میں ہے کہ مسیح نے "اپنے آپ کو سب کے فِدیہ میں دیا"۔ "فِدیہ" وُہ قیمت ہے جو کسی دُوسرے کو رہا کرانے یا چھڑانے کے لئے ادا کی جاتی ہے۔ توجہ کریں کہ یہ "فِدیہ" "سب کے" لئے ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ خداوند یسُوع نے کلوری کی صلیب پر جو کام کیا وُہ تمام گنہگاروں کی نجات کے لئے کافی اور وافی ہے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ "سب" نجات پائیں گے کیونکہ اِس میں

اِنسان کے اِرادے اور مرضی کا بھی دخل ہے ۔

یہ اُن بہت سی آیات میں سے ایک ہے جو سکھاتی ہیں کہ مسیح کی موت عوضی کی موت تھی ۔ وُہ "سب" کے بدلے مُؤا ۔ یہ الگ سوال ہے کہ سب اُس کو قبول کریں گے یا نہیں ۔ مگر یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ مسیح کا مخلصی کا کام "سب" کے لئے کافی ہے ۔

"مناسب وقتوں پر اِس کی گواہی دی جائے" ۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح کے عوضی کے کام کے بارے میں گواہی اپنے وقت پر دی جانی تھی ۔ جو خُدا سب آدمیوں کی نجات چاہتا تھا اور جس نے سب آدمیوں کی نجات کا وسیلہ بھی مہیّا کیا اُسی نے مقرر کر دیا ہے کہ خوشخبری کا پیغام اُس زمانے میں پھیلے جس میں ہم رہتے ہیں ۔ اِن ساری باتوں کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ خُدا بڑی شدت سے چاہتا ہے کہ بنی آدم کو برکت دے ۔

۲: ۷ ۔ خُدا کی اِس زبردست خواہش کو ثابت کرنے کے لئے آخر میں پولس کہتا ہے کہ "میں اِسی غرض سے منادی کرنے والا اور رسول اور غیر قوموں کو ایمان اور سچائی کی باتیں سکھانے والا مقرر ہُؤا" ۔ آج کے زمانے کی طرح اس زمانے میں بھی دُنیا کی آبادی کا بیشتر حصّہ غیر قوموں پر مشتمل تھا ۔ رسول کو انسانوں کے چھوٹے سے گروہ مثلاً یہودی قوم کے پاس نہیں بلکہ غیر قوموں کے پاس بھیجا گیا تھا ۔

وُہ اپنے آپ کو "منادی کرنے والا" ، "رسول" اور "سکھانے والا" کا نام دیتا ہے ۔ "منادی کرنے والا" لغوی معنی "قاصد" یا "ڈھنڈورچی" ہیں ۔ خوشخبری کا اعلان کرنے والا ۔ "رسول" کے فرائض ذرا وسیع تر ہوتے ہیں ۔ وُہ نہ صرف خوشخبری کی منادی کرتا ہے بلکہ کلیسیائیں بھی قائم کرتا ہے ۔ وُہ تنظیم اور نظم و نسق کے معاملات میں مقامی کلیسیاؤں کی راہبری کرتا ہے ۔ اور اِختیار کے ساتھ کلام کرتا ہے کیونکہ اُسے خُداوند یسوع مسیح نے بھیجا ہوتا ہے ۔ "سکھانے والا" خُدا کے کلام کی اِس طرح تفسیر اور وضاحت کرتا ہے کہ عام لوگ اُسے سمجھ جائیں ۔

اپنی بات کو مزید وزن دار بنانے کے لئے پولس اپنے دعوے کی تصدیق کرتا ہے کہ "میں سچ کہتا ہُوں ۔ جھوٹ نہیں بولتا" اور پھر کہتا ہے کہ میں "ایمان اور سچائی کی باتیں سکھانے والا" ہُوں ۔ اِن باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ پولس رسول کیسی وفاداری ، دیانت داری اور ایمان داری سے اپنی خدمت سرانجام دیتا تھا اور اُس کی تعلیم کا مواد اور معیار کیا تھا ۔ وُہ غیر قوموں کو "ایمان اور سچائی" کے معاملات کی تعلیم دیتا تھا ۔

ب۔ مردوں اور عورتوں کے بارے میں (۲: ۸-۱۵)

۲: ۸- یہاں علانیہ یا اجتماعی دعا کے موضوع کو پھر سے چھیڑا گیا ہے۔ اور اس دفعہ ہماری توجہ اُن افراد کی طرف مبذول کرائی گئی ہے جن کو دعا میں خدا کے لوگوں کی راہنمائی کرنی چاہئے۔ تعارفی الفاظ "مَیں چاہتا ہُوں" سے پولس کی فعال، متحرک اور الہامی خواہش کا اظہار ہوتا ہے۔

نئے عہدنامے کی اصل زبان میں دو لفظ ہیں جن کا ترجمہ "مرد" کیا جا سکتا ہے۔ ایک لفظ کا مطلب عمومی طور پر بنی نوع انسان ہے، جبکہ دوسرے کا مطلب عورت کے بالمقابل "مرد" ہے۔ یہاں پر دوسرا لفظ استعمال ہُوا ہے۔ پولس رسول یہ ہدایت دیتا ہے کہ اجتماعی یا جماعتی دعا میں عورتیں نہیں بلکہ "مرد" راہنمائی کیا کریں۔ اور اِس سے مُراد سارے مرد ہیں صرف ایلڈر یا بزرگ نہیں۔

"ہر جگہ"۔ اِس اِصطلاح کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی مسیحی بھی اِنفرادی طور پر کسی جگہ بھی دعا مانگ سکتا ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ لیکن چونکہ یہاں بات اجتماعی دعا کے موضوع پر ہو رہی ہے تو یہی سمجھنا بہتر ہوگا کہ جہاں بھی مسیحیوں کا مخلوط اجتماع ہو وہاں راہنمائی کا فریضہ "مرد" ادا کریں، عورتیں نہیں۔

اِس کے بعد اجتماعی دعا کرنے والوں کے لئے اِستعداد کی تین شرائط بیان کی گئی ہیں۔ اوّل کہ وہ "پاک ہاتھوں" کو اُٹھا کر دعا مانگیں۔ یہاں اہمیت جسمانی وضع یا انداز کو نہیں بلکہ دعا مانگنے والے کی باطنی زندگی کو ہے۔ لازم ہے کہ اُس کے ہاتھ "پاک ہاتھ" ہوں۔ یہاں ہاتھ اِنسان کی پوری زندگی کے نمائندہ ہیں۔ دوسری شرط کہ وہ "بغیر غصّہ" کے دعا مانگیں۔ یہاں اُس شخص کے کردار کے تضاد کو پیش کیا گیا ہے جو اکثر غصّے میں آجاتا ہے اور پھر مقامی کلیسیا میں کھڑا ہو کر دوسروں کے لئے خدا سے دعا مانگنے لگتا ہے۔ اور تیسری شرط کہ "بغیر ... تکرار" کے دعا مانگیں۔ مطلب یہ ہے کہ اُسے یقین ہونا چاہئے کہ خدا دعا سُننے اور اُس کا جواب دینے پر راضی اور اِس قابل ہے۔ ہم اِن تمام شرائطِ استعداد کا خلاصہ یُوں پیش کر سکتے ہیں کہ مرد کو اپنے لئے پاکیزگی اور خلوصِ نیت، دوسرے اِنسانوں کے لئے محبّت اور صُلح اور خدا کے لئے مضبُوط ایمان کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

۲: ۹- اجتماعی دعا میں راہنمائی کرنے والے کے لئے شخصی استعداد کی شرائط بیان کرنے کے بعد رسول اُن خصوصیات کی طرف متوجّہ ہوتا ہے جو اُن "عورتوں" میں موجود ہونی چاہئیں جو ایسے موقع پر اجتماع میں موجود ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ وہ "حیادار لباس سے شرم اور پرہیزگاری کے ساتھ اپنے آپ

کو سنواریں"۔ جان کرسوسٹم "حیادار لباس" کی وضاحت کرتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اِس سے بہتر وضاحت ممکن نہیں:

> "حیادار لباس" کیا ہوتا ہے؟ وُہ لباس جو اُن کو پُورے اور شائستہ طور سے ڈھانک لے، جو غیر ضروری آرائش و زیبائش سے خالی ہو، کیونکہ یہ معقُول و مناسب ہے۔ کیا؟ کیا آپ خُدا کے حضُور دُعا مانگنے کے لئے خُوب صُورت گندھے ہُوئے بالوں کے ساتھ اور سونے کے زیورات پہن کر جائیں گے؟ کیا آپ کسی محفلِ رقص و سرُود میں آئے ہیں یا شادی کی ضیافت میں شرکت کرنے یا کسی جشن میں شامل ہونے آئے ہیں؟ وہاں تو ایسی قیمتی چیزیں موقع کے مناسب معلُوم ہوں گی، یہاں اِن میں سے ایک بھی نہیں چاہیئے۔ آپ دُعا مانگنے آئے ہیں، اپنے گناہوں کی مُعافی مانگنے آئے ہیں، اپنے قصُوروں کے لئے اِلتجا کرنے آئے ہیں، خُدا سے مِنّت کرنے آئے ہیں ۔۔۔ اپنی ریاکاری کو خیرباد کہہ دیں۔"

"شرم" سے یہاں مُراد ہے ہر اُس چیز اور حرکت سے بچنا جس سے شرمندگی اُٹھانی پڑے۔ اِس میں شائستگی اور معقُولیت کا مفہُوم پایا جاتا ہے۔ "پرہیزگاری" کا مطلب ہے کہ عورت لباس کے مُعاملے میں اِعتدال پسند ہو۔ ایک تو قیمتی کپڑوں اور جاذبِ نظر لباس سے دُوسروں کی توجّہ نہ کھینچے۔ اِس طرح خطرہ ہوتا ہے کہ دُوسرے عبادت گُزار آپ کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھنے لگیں بلکہ جلنے بھی لگیں اور اُن کی توجّہ خُدا کی عبادت سے ہٹ جائے۔ دُوسرے یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ پُرانی وضع اور پُرانے فیشن کا یا بوسیدہ رنگ لباس بھی دُوسروں کی توجّہ کھینچنے کا مُوجب ہوگا۔ پاک کلام لباس کے مُعاملے میں درمیانہ راستہ اپنانے کی تعلیم دیتا ہے۔

بعض قِسم کی تجاوزات یا بے اعتدالیوں سے بچنا ضرُوری ہے یعنی "بال گُوندھنے اور سونے اور موتیوں اور قیمتی پوشاک" سے ۔ یاد رکھیں کہ سادگی سے بال گُوندھنے سے منع نہیں کیا گیا، مگر بالوں کے ایسے انداز سے بچنے کی تلقین ہے جن کو لوگ گھُور گھُور کر دیکھنے لگیں۔ اِسی طرح زیورات اور قیمتی پوشاک کو دِکھاوے اور نمائش کے لئے اِستعمال کرنا یقیناً معیُوب ہے، کیونکہ اِن چیزوں کا دُعا اور عبادت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

۱۰:۲۔ اِس آیت میں عورتوں کے بناؤ سنگھار کے مثبت پہلو کو پیش کیا گیا ہے۔ عورتوں کے لئے مُناسب اور موزُوں بناؤ سنگھار یہ ہے کہ "نیک کاموں" کے وسیلے سے "خُدا پرستی کا اقرار" کریں۔

ایسا "لباس" دوسروں کو متوجہ کر کے اُن کی عبادت میں خلل نہیں ڈالتا اور نہ کسی غلط مفہوم میں جلن اور حسد پیدا کرتا ہے، بلکہ دوسروں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے کہ اِس نمونے کی پیروی کریں۔ "نیک کام" پاسبانی خطوط کا ایک نمایاں موضوع ہے۔ یہ صحیح تعلیم کے ساتھ ضروری توازن پیدا کرتے ہیں۔

۲: ۱۱۔ جہاں تک کلیسیا میں عام میٹنگوں کا تعلق ہے "عورت کو چپ چاپ کمال تابعداری سے سیکھنا چاہئے۔" یہ بات اِس موضوع پر بقیہ پاک کلام کے بالکل مطابق ہے (۱-کرنتھیوں ۱۱: ۳- ۱۵؛ ۱۴: ۳۴، ۳۵)۔

۲: ۱۲۔ جب پولس کہتا ہے "مَیں اِجازت نہیں دیتا کہ عورت سکھائے" تو وہ خدا کے اِلہام سے کہتا ہے۔ یہاں پولس کے اپنے تعصب کی ترجمانی نہیں کی گئی اگرچہ بعض لوگ یہی کہتے ہیں — یہ خدا ہے جو حکم دیتا ہے کہ کلیسیا میں عورتیں تعلیم دینے اور سکھانے کی خدمت اختیار نہ کریں۔ اِس میں اِستثنائی صورت صرف ایک ہے کہ وہ بچوں کو تعلیم دیں (۲-تیمتھیس ۳: ۱۵) اور جوان عورتوں کو سکھائیں (ططس ۲: ۴)۔ پولس مزید تاکید کرتا ہے کہ عورت "مرد پر حکم" نہ "چلائے"۔ مطلب یہ ہے کہ عورت کو مرد پر حاکم ہونے کی اجازت نہیں۔ رسول کہتا ہے کہ عورت "چپ چاپ رہے" یعنی خاموش رہے۔ شاید ہم اِس میں صرف اِتنا اضافہ کر سکتے ہیں کہ اِس کا اِطلاق صرف مقامی اجتماع تک محدود نہیں۔ اِنسان کے ساتھ معاملات میں خدا کا یہ بنیادی اصول ہے کہ مرد کو سرداری دی گئی ہے اور عورت کو اطاعت گزاری کے مقام پر رکھا گیا ہے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ عورت کمتر یا گھٹیا ہے۔ یہ بات قطعی سچ نہیں۔ البتہ یہ مطلب ضرور ہے کہ یہ بات خدا کی مرضی کے خلاف ہے کہ عورت کو مرد پر اِختیار یا حاکمیت حاصل ہو۔

۲: ۱۳۔ اپنے نکتے کے ثبوت میں پولس سب سے پہلے "آدم" اور "حوا" کی تخلیق کی مثال دیتا ہے۔ "پہلے آدم بنایا گیا اُس کے بعد حوا"۔ تخلیق کی ترتیب ہی اہمیت کی حامل تھی۔ آدم کو "پہلے" پیدا کرنے میں خدا کا اِرادہ اور مقصد یہ تھا کہ وہ سردار ہو، راہنما ہو، اختیار رکھے۔ عورت کو اِس لئے "بعد" میں پیدا کیا گیا کہ وہ اپنے شوہر کے تابع رہے، اُس کی اطاعت کرے۔ اپنی دلیل کی بنیاد تخلیق کی ترتیب پر رکھ کر پولس اِس تصور کو خارج کر دیتا ہے کہ یہ مقامی تہذیب و تمدن کا معاملہ ہے۔

۲: ۱۴۔ دوسرے ثبوت کا تعلق نسلِ اِنسانی میں گناہ کے داخل ہونے سے ہے۔ "آدم کے پاس براہِ راست جانے کی بجائے سانپ اپنے جھوٹ اور آزمائشوں سمیت پہلے حوا کے

پاس گیا۔ خُدا کے ارادے کے مُطابق ضرور تھا کہ حوّا اپنے طور پر اور آزادانہ کچھ نہ کرتی۔ چاہئے تھا کہ وُہ آدم کے پاس جاتی اور مُعاملہ اُس کے سامنے رکھتی۔ لیکن اِس کی بجائے اُس تے اپنے آپ کو "فریب" کھانے کی اجازت دی۔ وُہ شیطان کے دھوکے میں آگئی "اور گُناہ میں پڑ گئی"۔

اِس سِلسلے میں ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ آج کل جھوٹے اُستاد گھروں میں اُس وقت جاتے ہیں جب اِمکان ہو کہ بیوی گھر میں اکیلی ہو گی یعنی شوہر کام، کاروبار یا مُلازمت کے سِلسلے میں گھر سے غیر حاضر ہو گا۔

"آدم نے فریب نہیں کھایا"۔ معلُوم ہوتا ہے کہ اُس نے کُھلی آنکھوں کے ساتھ گُناہ کیا۔ بعض لوگ یہ خیال بھی پیش کرتے ہیں کہ جب آدم نے دیکھا کہ میری بیوی گُناہ میں پڑ گئی ہے، تو وُہ اُس کے ساتھ اپنا اِتحاد قائم رکھنا چاہتا تھا۔ اِس لئے وُہ خُود بھی گُناہ میں کُود گیا۔ لیکن پاک صحائف یہ بیان نہیں کرتے۔ صرف اِتنا کہتے ہیں کہ "آدم نے فریب نہیں کھایا، بلکہ عورت فریب کھا کر . . ."۔

۲:۱۵۔ پاسبانی خطوط کی یہ ایک مشکل آیت ہے۔ اِس کی کئی تاویلیں پیش کی گئی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اِس کا مطلب صِرف یہ ہے کہ ایک مسیحی ماں اولاد کو جنم دیتے ہوئے جسمانی موت سے "نجات پائے گی" مگر یہ بات ہمیشہ درُست نہیں ہوتی۔ اِس لئے کہ بعض خُدا پرست، نیک اور جاں نثار مسیحی مائیں اولاد کو جنم دیتے ہوئے وفات پا جاتی ہیں۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ "اولاد ہونے" (لفظی مطلب 'خاص اولاد ہونے') کا اشارہ مسیحِ موعُود کے جنم کی طرف ہے۔ اور کہ عورتیں اُس ہستی کے وسیلے سے نجات پاتی ہیں جو ایک عورت سے پیدا ہُوا تھا۔ لیکن اِس سے کلام کے اِس حصّے کے مجمُوعی مفہُوم کی تشفّی نہیں ہوتی، اِس لئے کہ مرد بھی اِسی وسیلے سے نجات پاتے ہیں۔ اِس آیت سے یہ مُراد لینا معقُول بات نہیں ہے کہ ایک عورت کو ابدی نجات بچّوں کی ماں بننے کے باعث مِلتی ہے۔ یہ تو اعمال کے وسیلے سے نجات ہُوئی اور اعمال بھی بہُت ہی غیر معمُولی نوعیت کے۔

ہم کلام کے اِس حصّے کی انتہائی معقُول تشریح یہ پیش کرتے ہیں کہ اِس سیاق و سباق میں "نجات" سے مُراد عورت کی رُوح کی نجات نہیں، بلکہ کلیسیا میں اُس کی حیثیت کی نجات ہے۔ اِس باب میں پَولُس نے جو کچھ ابھی ابھی کہا ہے اِس سے کچھ لوگوں کے ذہنوں میں یہ تاثر پیدا ہو سکتا ہے کہ عورت خُدا کے اِرادوں اور مشوروں میں کوئی جگہ نہیں رکھتی۔ اُس کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ مگر پَولُس اِس دعوے یا تصوّر کو قبول نہیں کرتا۔ وُہ اِس پر اِعتراض کرتا ہے۔ اگرچہ

یہ درست ہے کہ کلیسیا میں عام خدمت یا اجتماعی خدمت کا کوئی عہدہ یا رُتبہ عورت کے لئے مقرر نہیں کیا گیا، لیکن اُس کے لئے ایک بہت اہم خدمت موجود ہے۔ خدا نے مقرر کیا ہے کہ عورت کا مقام گھر میں ہے۔ اور خصوصیت سے بچوں کی پرورش کی خدمت میں اُس کا خاص مقام ہے کہ وہ خداوند یسوع مسیح کی عزت اور جلال کے لئے پروان چڑھیں۔ آج کی کلیسیا میں لیڈروں کی ماؤں کا خیال کریں۔ یہ خواتین انجیل کی منادی کرنے یا وعظ سنانے کو کبھی جماعت کے پلیٹ فارم پر نہیں آئیں۔ مگر جہاں تک خدا کے لئے پھل لانے اور رُتبہ رکھنے کا تعلق ہے اُنہوں نے اپنی اولاد کی پرورش کے وسیلے سے واقعی "نجات" پائی ہے۔

رِلّی لکھتا ہے کہ

> عورت اگر بحیثیت بیوی اور ماں اپنے قدرتی اور طبعی فرق کو قبول کر لے تو گناہ کے نتائج سے نجات پائے گی اور کلیسیا میں باا ثر اور بارسوخ مقام قائم رکھ سکے گی، بشرطیکہ تقدیس شدہ مسیحی زندگی کے پھل پیدا کرنے کے وسیلے اِس اطاعت گزاری کی مزید توثیق کرے۔

اِس مرحلے پر شاید سوال اُٹھایا جائے کہ "جو عورتیں شادی نہیں کرتیں اُن کے متعلق کیا خیال ہے؟" جواب یہ ہے کہ کلام کے اِس حصے میں خدا عموماً طور پر مردوں کی بات کر رہا ہے۔ مسیحی عورتوں کی اکثریت شادی کرتی اور اولاد پیدا کرتی ہے۔ جہاں تک مستثنیات کا تعلق ہے تو متعدد اور مفید خدمات ہیں جو اُن کے سپرد ہیں جن میں علانیہ اور جماعت میں تعلیم دینے یا مردوں پر اختیار رکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

آیت ۱۵ کے آخر میں جملۂ شرطیہ کو دیکھئے "بشرطیکہ وہ ایمان اور محبت اور پاکیزگی میں پرہیزگاری کے ساتھ قائم رہیں"۔ مذکورۂ بالا وعدہ غیر مشروط نہیں ہے۔ خیال یہ ہے کہ اگر میاں اور بیوی مستقل مسیحی گواہی قائم رکھیں، گھر میں خداوند کو عزت دیں اور بچوں کی تربیت خداوند کے خوف اور نصیحت کے ساتھ کریں تو عورت "نجات پائے گی"۔ لیکن اگر والدین بے پروائی کی اور دنیاوی زندگی گزاریں، بچوں کی تربیت پر دھیان نہ دیں تو ہو سکتا ہے کہ یہ بچے خداوند اور کلیسیا کے اعتبار سے کھو جائیں۔ اِس صورت میں عورت کو وہ حقیقی عزت اور وقار نہیں ملے گا جو خدا نے اُس کے واسطے مقرر کیا ہے۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ چونکہ عورت کی خدمت گھر میں اور خلوت میں ہے اِس لئے اُس کی

اہمیّت زیادہ علانیہ اور جماعتی خدمت سے کسی لحاظ سے کم ہے۔ "جو ہاتھ جُھولنا جُھلاتا ہے وُہ دُنیا پر حُکمرانی کرتا ہے"۔

مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے تو دیانتداری اور وفاداری ہی کو اہمیّت دی جائے گی۔ اور یہ ایسی بات ہے جس کا مظاہرہ گھر میں بھی اُسی قدر کیا جا سکتا ہے جس قدر پُلپٹ پر یا جماعتی خِدمت میں۔

ج۔ نگہبانوں (ایلڈروں) اور خادموں (ڈیکنوں) کے بارے میں

(۳: ۱-۱۳)

۳: ۱۔ تیمتھیس کے پہلے خط میں دُوسری "سچ بات" مقامی کلیسیا میں نگہبانوں (بزرگوں، ایلڈروں) کے کام سے تعلق رکھتی ہے۔ "نگہبان" پُختہ تجربہ کار اور سمجھدار مسیحی مَرد ہوتا ہے جو مقامی کلیسیا کی رُوحانی زِندگی پر خُدا ترسی کے ساتھ اِختیار کو بروُئے کار لاتا ہے۔ وُہ خُدا کی میراث پر مالک بن کر حکوُمت نہیں کرتا، بلکہ اپنے رُوحانی نمُونے سے اُن کی راہنمائی کرتا ہے۔

ہم نئے عہد نامہ میں دیکھتے ہیں کہ ہمیشہ ایک ایک کلیسیا میں کئی کئی نگہبان ہوتے تھے (اَعمال ۱۴: ۲۳؛ ۲۰: ۱۷؛ فلپّیوں ۱: ۱؛ یعقوب ۵: ۱۴)۔

"نگہبان" نِگران یا ناظر ہوتا ہے۔ اعمال ۲۰: ۲۸ میں اِسی لفظ اور منصب کے لئے "گلّہ بانی" کا تصوّر پیش کیا گیا ہے۔ جن آدمیوں کو اَعمال ۲۰: ۱۷ میں "بزُرگوں" (پریسبٹروں — بائبل کا حاشیہ) کہا گیا ہے اُن ہی کو اَعمال ۲۰: ۲۸ میں "نگہبان" (بشپ — بائبل کا حاشیہ) کہا گیا ہے۔ چنانچہ نئے عہد نامہ کے مفہُوم کے مُطابق بِشپ، نِگران، بزرگ (ایلڈر) اور پریسبٹر کے لفظ ایک ہی شخص یا عُہدہ کے لئے اِستعمال ہُوئے ہیں۔

دراصل جِس لفظ کا ترجمہ "بزُرگ" کیا گیا ہے وُہ بعض اوقات عمر رسیدہ شخص کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوُا ہے جِس کا کلیسیا کا لیڈر ہونا ضروری نہیں (۱-تیمتھیُس ۵: ۱)۔ لیکن دُوسرے موقعوں پر لفظ "بزرگ" اکثر و بیشتر ایسے شخص کا بیان کرتا ہے جِس کو مقامی کلیسیا میں پاسبانی نگہداشت کا ذمّہ دار مانا جاتا ہے، یعنی جو خُدا کے لوگوں کی گلّہ بانی کرتا ہے۔

نیا عہد نامہ یہ تصویر پیش کرتا ہے کہ ہر مقامی کلیسیا میں بزُرگ ہوں (فلپّی ۱: ۱)۔ البتہ یہ کہنا ہرگز درُست نہیں کہ ایلڈر کے بغیر کلیسیا کا وجُود ممکن نہیں۔ طِطُس ۱: ۵ سے صاف

معلوم ہوتا ہے کہ کریتے میں نئی نئی کلیسیائیں موجود تھیں جن میں ابھی بزرگ مقرر نہیں ہوئے تھے ۔

صرف خدا کا پاک روح ہی کسی شخص کو بزرگ بنا سکتا ہے ۔ یہ حقیقت اعمال ۲۰: ۲۸ سے نمایاں اور واضح ہے ۔ روح القدس کسی شخص کے دل پر بوجھ رکھتا ہے کہ وہ اِس اہم کام کی ذمہ داری اُٹھائے اور اُس کو توفیق بھی عطا کرتا ہے ۔ کسی شخص کو اِس عُہدے کے لئے ووٹ دیتے یا اُس کو مخصوص کرنے سے بزرگ یا ایلڈر بنانا ناممکن ہے ۔ مقامی جماعت کا فرض اور ذمہ داری ہے کہ اپنے درمیان اُن افراد کو پہچانے جن کو پاک روح نے بزرگ ٹھہرایا ہے (۱-تھسلنیکیوں ۵: ۱۲، ۱۳) ۔ درست ہے کہ ططس کی کتاب میں ہمیں بزرگوں کے تقرر کی بات نظر آتی ہے کہ اُن آدمیوں کو چُنا اور مقرر کیا گیا جن میں یہ استعداد اور لیاقت تھی ۔ اُس زمانے میں مسیحیوں کے پاس نیا عہد نامہ چھپی ہوئی صورت میں موجود نہ تھا، جیسا کہ آج ہمارے پاس ہے ۔ اِس لئے اُن کو پورا علم نہیں تھا کہ بزرگ کے لئے کیا استعداد ضروری ہے ۔ اِسی لئے پولس نے ططس کو ساری معلومات اور ہدایات کے ساتھ اُن کے پاس بھیجا تاکہ اُن آدمیوں کو الگ کرے جن کو خدا کے روح نے اِس کام کے لئے برپا کیا تھا ۔

مقامی کلیسیا کا بزرگوں کو تسلیم کرنا بالکل غیر رسمی بھی ہو سکتا ہے ۔ کئی دفعہ ہوتا ہے کہ مسیحیوں کو جبلّی طور پر علم اور شناخت ہو جاتی ہے کہ ہمارے بزرگ کون ہیں، اِس لئے کہ وہ ۱-تیمتھیس باب ۳ اور ططس باب ۱ کے مطابق بزرگ کے لئے شرائطِ استعداد سے واقف ہوتے ہیں ۔ اِس کے برعکس بزرگوں کو جاننا اور تسلیم کرنا رسمی طور پر بھی ہو سکتا ہے ۔ مقامی کلیسیا خاص اِس مقصد سے فراہم ہو سکتی ہے کہ بزرگوں کو علانیہ تسلیم کیا جائے ۔ اِس صورت میں طریقِ کار عموماً یہ ہوتا ہے کہ موقع کی مناسبت سے پاک کلام کے حصے پڑھے جاتے ہیں ۔ اُن کی تشریح و تاویل کی جاتی ہے ۔ پھر مقامی مسیحی اُن اشخاص کو نامزد کرتے ہیں جن کو وہ مقامی جماعت کے بزرگ مقرر کرنا چاہتے ہیں ۔ اِس کے بعد ساری جماعت کے سامنے اُن کے ناموں کا اعلان کیا جاتا ہے ۔ اگر کسی کلیسیا میں ایسے افراد نہ ہوں جو "بزرگ" کی اہلیت پر پورے اُترتے ہوں تو پھر ایک ہی راستہ ہے کہ خداوند سے دُعا مانگیں کہ وہ آئندہ ایّام میں ایسے افراد برپا کرے ۔

پاک کلام کسی مقامی کلیسیا کے لئے بزرگوں کی تعداد کا تعیّن نہیں کرتا ۔ البتہ اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ تعداد ایک سے زیادہ ہونی چاہئے ۔ معاملہ صرف اتنا ہے کہ کتنے افراد پاک روح کی ہدایت اور راہنمائی کو قبول کرتے ہیں ۔

”جو شخص نگہبان کا عُہدہ چاہتا ہے وُہ اچھّے کام کی خواہش کرتا ہے“۔ سوچ کا عام رُجحان یہ ہے کہ یہ کلیسیائی عُہدہ بہُت ممتاز اور شان والا ہے جس کے ساتھ کوئی ذِمّہ داری وابستہ نہیں، اگر ہے تو بہُت کم۔ دراَصل نگہبانی کا منصب خُدا کے لوگوں کے درمیان عاجزانہ خِدمت ہے۔ فی الحقیقت ”یہ کام“ ہے۔

۳:۲ - آیات ۲-۷ میں نگہبان کے عُہدے کے لئے اہلیت اور استعداد کا بیان کیا گیا ہے۔ چار خصائص پر خاص زور دیا گیا ہے ——— شخصی کردار، گھر کی گواہی، تعلیم دینے کی صلاحیت اور رغبت، اور تجربہ۔ یہ ہر اُس شخص کے لئے خُدا کے معیار ہیں جو کسی مقامی کلیسیا میں رُوحانی قیادت کو بروئے کار لانا چاہتا ہے۔ آج کل کئی لوگ دلیل دیتے ہیں کہ کوئی شخص بھی اِس معیار پر پُورا نہیں اُتر سکتا۔ مگر یہ بات درُست نہیں۔ ایسی دلیل مُقدّس صحائف کے اختیار میں نقب لگاتی ہے، اور ایسے شخصوں کو بزُرگ بننے کی اجازت دیتی ہے جن کو رُوح القُدس نے کبھی یہ اہلیّت اور صلاحیّت نہیں بخشی۔

”پس نگہبان کو بے الزام ... ہونا چاہئے“۔ مطلب یہ ہے کہ اُس پر کسی بڑے قصُور (غبن) یا خطا کا الزام عائد نہ ہو سکے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ وُہ بے گُناہ ہو بلکہ یہ کہ اگر اُس سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو وُہ خُدا اور اِنسان دونوں کے ساتھ اِس کو درُست کرے۔ کوئی اُس کی فضیحت نہ کر سکے، اُس کو ملامت نہ کر سکے۔ صِرف یہی نہیں کہ اُس کا نام بیداغ ہو، بلکہ وُہ اِس کا حقدار بھی ہو۔

دوم۔ ”ایک بیوی کا شوہر ... ہو“۔ اِس شرط کے کئی معنی نکالے جا سکتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اِس کا مطلب ہے کہ نگہبان یا ایلڈر ضرُور شادی شُدہ ہو۔ دلیل یہ ہے کہ کنوارے آدمی کو خاندانی مسائل حل کرنے کا مناسب تجربہ نہیں ہوتا۔ اگر اِس بات کا مطلب ہے کہ ایلڈر ضرُور شادی شُدہ ہو تو پھر آیت ۴ میں یہ دلیل بھی دینی چاہئے کہ بزُرگ کے بچّے بھی ہونے چاہئیں۔

دُوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ ”ایک بیوی کا شوہر“ سے مُراد یہ ہے کہ اگر ایلڈر کی بیوی اِنتقال کر جائے تو وُہ دُوسری شادی نہ کرے۔ یہ بہُت سخت تاویل ہے جو ازدواجی رشتے کی پاکیزگی پر پرچھائیاں ڈالتی ہے۔

تیسری تاویل یہ ہے کہ ایلڈر طلاق یافتہ نہ ہو۔ یہ نظریہ بہُت وزن رکھتا ہے۔ تاہم یہ بھی حرفِ آخر معلُوم نہیں ہوتا۔

ایک اَور نظریہ کے مُطابق ایلڈر کو ازدواجی زِندگی میں کسی بے وفائی اور بے قاعِدگی کا مُرتکب

نہیں ہونا چاہیئے۔ اُس کی اخلاقی زِندگی ہر قسم کے شک و شُبہ سے بالا ہو۔ یہ بات واقعی پیچ ہے۔

اور آخری تشریح یہ ہے کہ نگہبان کی ایک سے زیادہ بیویاں نہ ہوں اور نہ وہ کثرتِ ازدواج کا حامی ہو۔ شاید ہمیں یہ تشریح عجیب معلُوم ہو، لیکن ہے وَزن دار۔ آج کل کئی عِلاقوں میں ایسا ہوتا ہے کہ کوئی ایسا شخص نجات پاتا ہے جِس کی متعدد بیویاں ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ نجات پاتے وقت اُس کی تین بیویاں ہوں۔ بعد میں وُہ بپتسمہ لینے اور کلیسیا میں شامل اور قبول کئے جانے کی درخواست کرتا ہے۔ ایسی صُورتِ حال میں مشنری کیا کرے؟ کِسی نے رائے دی ہے کہ وُہ دو بیویوں کو فارِغ کر دے۔ مگر اِس بات سے سخت مُشکل پَیدا ہوتی ہے۔ ایک تو وُہ پُوچھے گا کہ کون کون سی بیوی کو فارغ کر دے۔ وہ سَب سے محبّت کرتا اور سب کو گھر مُہیّا کرتا ہے۔ مزید برآں اگر وُہ دو بیویوں کو نکال باہر کرتا ہے تو اُن کی گُزر بسر کی کوئی سبیل نہ رہے گی۔ اور ہو سکتا ہے اپنے گزارہ کے لئے اُن میں سے کوئی کسبی بننے پر مجبُور ہو جائے۔ خُدا ایسے مسئلے کا کبھی یہ حل نہیں کر سکتا کہ ایک گُناہ کا مداوا اُس سے بھی بدتر گناہ سے کِیا جائے۔ مُتعدد مقامات پر مسیحی مشنریوں نے اِس کا حل یہ نِکالا ہے کہ وُہ ایسے شخص کو بپتسمہ بھی دیتے ہیں اور کلیسیا میں قبُول بھی کرتے ہیں، مگر وہ کلیسیا میں بزرگ کے عُہدے پر فائز نہیں کیا جا سکتا۔

"پرہیز گار"۔ اِس صِفت کا ذِکر صِرف کھانے پینے کے حوالے سے نہیں بلکہ رُوحانی مُعاملات میں اِنتہاؤں سے بچنے کے حوالے سے بھی کِیا گیا ہے۔

"مُتقی" کا مطلب ہے کہ وُہ شخص مُتلوِّن مزاج، اوچھا اور بے ہُودہ نہ ہو، بلکہ سنجیدہ، سرگرم تمیزدار اور دُور اندیش ہو۔ اُس کو احساس ہو کہ جِس طرح "مُردہ مکھّیاں عطّار کے عِطر کو بدبُودار کر دیتی ہیں" اُسی طرح "تھوڑی سی حماقت حِکمت و عزّت کو مات کر دیتی ہے" (واعظ ۱۰:۱)۔

نِگہبان کو دُوسروں کے ساتھ برتاؤ اور سلوک میں "شائستہ" ہونا چاہیئے یعنی عادات و اطوار میں درُست ہونا چاہیئے۔

"مُسافر پرور" سے مُراد ہے کہ وُہ اجنبیوں اور مُسافروں سے محبّت رکھتا ہو۔ اُس کا گھر نجات یافتہ اور غیر نجات یافتہ سب کے لئے یکساں طور پر کُھلا رہے، اور جتنے بھی اُس کی چھت کے نیچے آئیں اُن سب کے لئے باعثِ برکت بننے کی کوشش کرے۔

بزرگ کو "تعلیم دینے کے لائق" بھی ہونا چاہیئے۔ جب وُہ ایسے لوگوں کی مُلاقات کو جائے جِن کو رُوحانی مسائل درپیش ہوں تو وُہ خُدا کے کلام سے خُدا کی مرضی کی وضاحت کر سکے۔ وُہ خُدا کے گلّے کو چرانے کے لائق ہو (۱۔پطرس ۵:۲) اور جُھوٹی تعلیم دینے والوں کو پاک صحائف سے جواب دینے کی

اہلیت رکھتا ہو (اعمال ۲۰: ۲۹-۳۱)۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ نگہبان یا بزرگ کو تعلیم دینے کی نعمت حاصل ہو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ گھر گھر جا کر خدمت کرنے کے دَوران اور جماعت میں خدمت کرتے ہُوئے وُہ ایمان اور عقیدے کا بیان کر سکے اور سچائی کے کلام کو دُرستی سے پیش کر سکے اور ایسا کرنے کا شوق رکھتا ہو۔

۳ : ۳۔ "نشہ میں غُل مچانے والا ... نہ ہو"۔ مُراد یہ ہے کہ شراب وغیرہ کا عادی نہ ہو۔ نگہبان ایسا آدمی نہ ہو کہ "نشہ" میں لڑائی جھگڑا اور گالی گلوچ کرنے لگے۔

"مار پیٹ کرنے والا نہ ہو"۔ مطلب ہے کہ کسی پر جسمانی تشدد کرنے والا نہ ہو۔ مثلاً اگر مالک ہے تو اپنے نوکر کو کبھی نہیں مارتا، بلکہ کسی پر بھی ہاتھ نہیں اُٹھاتا۔

"بلکہ حلیم ہو ..."۔ کلیسیا میں مؤثر خدمت کے لئے اُس کو برداشت، صبر اور تسلیم کی رُوح کی ضرورت ہے۔

"نہ تکراری ... ہو"۔ یعنی ہر چھوٹی اور معمولی بات پر خواہ مخواہ بحث اور جھگڑا نہ کرے۔ اپنے حقُوق پر اصرار کرنے والا نہ ہو، بلکہ مُعتدل مزاج اور ہم مزاج ہو۔

"نہ زَر دوست ... ہو"۔ روپے پیسے کی دوستی بالآخر کلیسیا میں اور دُنیا میں بھی بُرا پھل، اور بُرے نتائج پَیدا کرتی ہے۔ یہی صِفت خادموں (ڈیکنوں) (۳ : ۸) کے لئے بھی ضرُوری ہے۔ اندازہ کیجئے کہ پھر نگہبان کے لئے یہ صِفت کتنی اَور بھی زیادہ ضرُوری ہے۔ زور لفظ "دوست" پر ہے۔ اُس کو خُدا کے لوگوں کی رُوحانی زندگی کی فکر ہونی چاہئے۔ وُہ مادی چیزوں کی دِلکشی اور دِلفریبی پر دھیان نہ دیتا ہو۔

۳ : ۴۔ کلیسیا کا نگران تسلیم ہونے کے لئے ضرُوری ہے کہ وُہ شخص "اپنے گھر کا بخوبی بندوبست کرتا ہو۔ اور اپنے بچّوں کو کمال سنجیدگی سے تابع رکھتا ہو"۔ اِس شرط کا اُس وقت تک اِطلاق ہوتا ہے جبکہ اور جب تک اُس کے بچّے اُس کے ساتھ اُس کے گھر میں رہتے ہوں۔ جب وُہ الگ ہو کر اپنے اپنے گھر اور خاندان والے ہو جائیں تو پہلے والی تابع فرمانی کی ضرورت نہ رہے گی۔ اگر کوئی شخص "اپنے گھر کا بخوبی بندوبست کرتا ہو" تو وُہ غیر ضرُوری سختی اور غیر واجب نرمی دونوں سے پرہیز کرے گا۔

۳ : ۵۔ یہاں دلیل بالکل صاف ہے۔ جب تک کوئی شخص یہ ثابت نہیں کرتا کہ مَیں اپنے گھر کا بندوبست کرنے کے لائق ہُوں وُہ کیونکر توقع کر سکتا ہے کہ مَیں "کلیسیا کی خبر گیری" کر سکوں گا؟ اُس کے اَپنے گھر میں اَفراد کی تعداد نسبتاً کم ہو گی۔ وُہ سب اُس سے ایک خاص رِشتہ رکھتے ہیں۔ اور زیادہ تر افراد عُمر میں

بھی اُس سے چھوٹے ہوں گے۔ اِس کے برعکس کلیسیا میں ممبران کی تعداد بہت زیادہ ہو گی، اور اِسی تناسب سے مزاج بھی طرح طرح کے ہوں گے۔ چنانچہ صاف ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص چھوٹے پیمانے پر اپنے گھر کا بندوبست کرنے کا اہل نہیں تو وہ ایک بڑی ذمہ داری کا اہل کیسے ہو سکتا ہے۔

آیت ۵ بہت اہم ہے، کیونکہ یہ ایک بزرگ (نگہبان) کے کام کی وضاحت کرتی ہے اور وہ ہے "خدا کی کلیسیا کی خبرگیری"۔ غور کریں کہ خدا کی کلیسیا کی "حکمرانی" نہیں کہا گیا۔ بزرگ/ نگہبان کوئی مطلق العنان حاکم بلکہ رعایا پرور حاکم بھی نہیں ہوتا۔ وہ کسی صورت میں بھی حاکم نہیں بلکہ خدا کے لوگوں کا ایسا راہنما ہوتا ہے جیسا بھیڑوں کا چرواہا۔

نئے عہدنامہ میں "خبرگیری" کا لفظ صرف ایک اور موقع پر استعمال ہوا ہے اور وہ ہے نیک سامری کی کہانی (لوقا ۱۰: ۳۴) میں۔ نیک سامری نے ڈاکوؤں کے ہاتھوں زخمی ہونے والے کے لئے وہی ملائمت، وہی ترس اور وہی نگہداشت دکھائی جو بشپ کو خدا کی کلیسیا کا انتظام اور نگرانی کرنے میں دکھانی چاہئے۔

۶:۳۔ "نومرید نہ ہو"۔ مسیحیت کو نیا نیا قبول کرنے والا، یا ایمان میں ناپختہ شخص نگہبان یا بزرگ بننے کا اہل نہیں ہو سکتا۔ اِس کام کے لئے تجربہ کار اور ایمان میں پختہ اور سمجھدار شخص کی ضرورت ہے۔ خطرہ یہ ہوتا ہے کہ نومرید کہیں "تکبر" کرنے لگے اور نتیجے میں ابلیس کی سی سزا نہ پائے"۔ "ابلیس کی سی سزا" کا مطلب وہ سزا نہیں جو شیطان انسان پر لانے کا موجب بنتا ہے، بلکہ وہ سزا جو ابلیس کے "تکبر" کے باعث اُس کو ملی۔ وہ بلند مرتبہ چاہتا تھا جس کا وہ اہل نہیں تھا۔ اِس کے نتیجے میں اُسے نیچے گرا دیا گیا۔

۷:۳۔ نگہبان ایسا شخص ہونا چاہئے جو سب لوگوں میں "نیک نام" ہو۔ "باہر والوں" سے مراد غیر نجات یافتہ ہیں۔ ایسی نیک نامی کے بغیر وہ دوسروں کی "ملامت" کا نشانہ بنتا اور "ابلیس کے پھندے میں" پھنس جاتا ہے۔ ملامت کرنا اور الزام لگانا ایمانداروں اور بے ایمانوں دونوں کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ "ابلیس کے پھندے" کا مطلب وہ جال یا پھندا ہے جو شیطان اُن لوگوں کے لئے پھیلاتا ہے جن کی زندگیاں اُن کے اقرارِ ایمان کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتیں۔ اور جب کوئی اِس پھندے میں پھنس جاتا ہے تو شیطان اُس کا مذاق اُڑاتا، اُس کی حقارت کرتا اور اُس کو ذلیل کرتا ہے۔

۸:۳۔ بزرگ کی اہلیت بیان کرنے کے بعد اب پولس رسول "خادموں" یا ڈیکنوں کی اہلیت کا بیان کرتا ہے۔ نئے عہدنامہ میں 'خادم' سے مراد وہ شخص ہے جو خدمت کرتا ہے۔ عام طور سے

سمجھا جاتا ہے کہ ڈیکن کی ذِمّہ داری کلیسیا کے دُنیاداری کے معاملات کا بندوبست اور نگرانی کرنا ہے، جبکہ رُوحانی زِندگی کی نگہداشت بزرگوں یا نگہبانوں کا کام ہے۔ اِس تصوّر کی بُنیاد زیادہ تر اعمال ۶:۱-۵ پر ہے جب چند افراد کو مامُور کیا گیا کہ کلیسیا میں بیواؤں کو روزمرّہ ضرُورت کے لئے چیزیں بانٹ دیا کریں۔ دراصل کلام کے اِس حِصّے میں (اصل زُبان میں) لفظ "ڈِیکن" یا خادم اِستعمال نہیں ہُوا، بلکہ آیت ۲ میں حالتِ فعلی اِستعمال ہُوئی ہے "مناسب نہیں کہ ہم خُدا کے کلام کو چھوڑ کر کھانے پینے کا انتظام کریں" (اِنتظام کریں = لغوی معنی ڈیکن)۔

"خادِموں" یا ڈیکنوں کی اہلیّت کی شرائط کم و بیش وُہی ہیں جو نگہبانوں کے لئے ہیں۔ البتہ ذرا نرم ہیں۔ ایک قابلِ توجّہ فرق یہ ہے کہ خادِموں کے لئے "تعلیم دینے کے لائق" ہونا ضرُوری نہیں۔

"خادِموں کو بھی سنجیدہ ہونا چاہئے"۔ وُہ باوقار اور ممتاز اور قابلِ تعظیم ہوں۔ وُہ "دوزبان" نہ ہوں، یعنی وُہ مختلِف لوگوں کو اور مختلِف اوقات پر متضاد بیان نہ دیں۔ ایک ہی بات پر قائم رہیں۔

عِلاوہ ازیں وُہ "شرابی ۔۔۔ نہ ہوں"۔ نیا عہدنامہ طبّی مقصد کے لئے شراب کے اِستعمال سے منع نہیں کرتا۔ اُن ممالک میں بھی ضرُورت کے مُطابق شراب اِستعمال کی جا سکتی ہے جہاں پانی مُضرِ صحت اجزا سے آلُودہ ہوتا ہے۔ ہر صُورت میں مسیحی کو خیال رکھنا چاہئے کہ اِس معاملے میں میری گواہی پر کیا اثرات مُرتّب ہوں گے۔ ممکن ہے بعض ممالِک میں مسیحیوں کے شراب پینے پر کوئی اعتراض نہ ہو، اُن کی گواہی پر بھی کوئی اُلٹا اثر نہ ہو۔ جبکہ دُوسرے ممالک میں کِسی مسیحی کا شراب پینا غیر ایمان داروں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہو سکتا ہے۔ چنانچہ شراب پینا مناسب نہیں۔

خادِموں پر لازم ہے کہ "ناجائز نفع کے لالچی نہ ہوں"۔ جیسا پہلے بیان ہُوا ہے ڈیکن (خادِم) کی ایک ذِمّہ داری کلیسیا کی مالیات کا بندوبست کرنا بھی ہے۔ اگر وُہ زردوست ہو گا تو اُس پر خاص آزمائش آ سکتی ہے کہ اپنی مدد بھی کر لے۔ روپے پیسے کی خاطر اپنے خُداوند سے دغا کرنے والوں میں یہوداہ اِسکریوتی آخری آدمی نہیں تھا۔

۳:۹۔ خادِموں (ڈیکنوں) کے لئے یہ بھی ضرُوری ہے کہ "ایمان کے بھید کو پاک دِل میں حفاظت سے رکھیں"۔ مُراد یہ ہے کہ وُہ ایمان میں دُرست اور پُختہ ہوں، اور زِندگی میں بھی۔ یعنی وُہ سچائی سے واقِف ہی نہ ہو، بلکہ اُس کے مُطابق زِندگی بھی گُزارتا ہو۔ "ایمان کے بھید" کا مطلب ہے مسیحی "ایمان"۔ بہت سے مسیحی عقائد کو پُرانے عہدنامہ کے زمانے میں پوشیدہ یا راز رکھا گیا تھا، مگر نئے عہدنامہ کے نبیوں اور رسُولوں نے اُن کو ظاہر کیا۔ اِسی وجہ سے یہاں "بھید" کا لفظ اِستعمال ہُوا ہے۔

۳: ۱۰- نگہبانوں یا بُزرگوں کی طرح ضرُور ہے کہ خادم بھی "پہلے آزمائے جائیں"۔ یعنی کچھ عرصہ تک اُن کو نظروں میں رکھا جائے۔ اُن کا مشاہدہ کیا جائے۔ ہو سکتا ہے اُن کو کلیسیا میں چھوٹی چھوٹی ذِمّہ داریاں دی جائیں۔ جب وہ اپنے آپ کو ذمّہ دار، قابلِ اِعتماد، وفادار اور دیانت دار ثابت کریں تو اُن کو اگلی اور بڑی ذمّہ داریاں سونپی جائیں۔ "اگر بے اِلزام ٹھہریں تو خدمت کا کام کریں"۔ نگہبانوں کے سلسلے میں زور کلیسیائی ذِمّہ داریوں پر تھا، اِسی طرح یہاں بھی زور خُداوند اور اُس کے لوگوں کی خدمت پر ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی شخصی اور اجتماعی یا سماجی زندگی میں "بے اِلزام" ثابت ہو تو اُس کو خادم (ڈیکن) کی خدمت سپرد کی جائے۔ یہاں "بے اِلزام" اہلیّت کی اُن شرائط کے حوالے سے کہا گیا ہے جن کا بیان اُوپر کی سطُور میں ہُوا ہے۔

اِس موقع پر یہ بات برمحل معلوم ہوتی ہے کہ چند ایسے افراد کا ذِکر کیا جائے جن کو مقامی کلیسیا میں خادِم (ڈیکن) کے عُہدہ پر مامُور کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو خزانچی، دُوسرے سیکرٹری یا خط و کتابت کا ذمّہ دار، سنڈے سکُولوں کا نگران اور عام مُعاون۔

۳: ۱۱- لگتا ہے کہ اِس آیت میں خادِموں (ڈیکنوں) کی بیویوں کی مطلوبہ صفات کا ذِکر ہے۔ جن افراد کو کلیسیا میں ذِمّہ داریاں سونپی جائیں یقیناً اُن کی بیویوں کو بھی جُملہ صفات کا حامِل ہونا چاہئے، یعنی اُن کے اندر مسیحی گواہی ہو، باوقار اور دیانت دار ہوں، تاکہ شوہروں کے اہم کام میں مددگار ثابت ہوں۔

جس لفظ کا ترجمہ "عورتوں" کیا گیا ہے اُس کا مطلب "بیویوں" بھی ہے۔ لیکن "عورتوں" کا لفظ خواتین خادمائیں (ڈیکنسس) کے بارے میں اِضافی تشریح کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اِبتدائی کلیسیا میں ایسی عورتیں موجُود تھیں۔ مثلاً رومیوں ۱۶: ۱ میں فیبے کو کنخریہ کی کلیسیا کی "خادمہ" (وہی لفظ ڈیکن) کہا گیا ہے۔ جس قسم کی خدمت یہ عورتیں کلیسیا میں سرانجام دیتی تھیں اُس کا اشارہ رومیوں ۱۶: ۲ میں مِلتا ہے جہاں پولُس فیبے کے بارے میں کہتا ہے، "وُہ بھی بہتوں کی مددگار رہی ہے بلکہ میری بھی"۔

کوئی بھی تشریح قبول کی جائے ہر صُورت میں عورتوں کو "سنجیدہ"، باوقار، دیانت دار اور شائستہ ہونا چاہئے۔ عِلاوہ ازیں وُہ "تہمت لگانے والی نہ ہوں"۔ دُوسروں کے بارے میں زٹل کافیاں مارنے میں وقت گزارنے والی نہ ہوں، یعنی دُوسروں کے بارے میں ایسی باتیں نہ پھیلائیں جو جھوٹی

اور شہرت کو داغدار کرنے والی ہوں۔ پھر "پرہیزگار ... ہوں"۔ اپنے آپ پر ضبط رکھتی ہوں۔

مزید برآں عورتیں "سب باتوں میں ایماندار ہوں"۔ اِس کا مطلب صِرف مسیحی ایمان میں سچّی ہونا نہیں، بلکہ قابلِ اعتماد، وفادار اور ہمراز بننے کی اہلیّت رکھتی ہوں، یعنی شخصی اور خاندانی رازوں کی حفاظت کر سکتی ہوں۔

۳: ۱۲- یہاں رسُول "خادِموں" (ڈیکنوں) کے موضُوع کو دوبارہ شرُوع کرتا ہے۔ سب سے پہلے وُہ خاص بات کہتا ہے کہ "خادِم ایک ایک بیوی کے شوہر ہوں"۔ اِس سِلسلے میں مُختلِف تشریحات اِسی باب کی آیت ۲ کی تشریح میں دی گئی ہیں۔ یہاں اِتنا کہنا ہی کافی ہے کہ ایلڈروں کی طرح خادِموں کو بھی ازدواجی زِندگی میں ہر قسم کے اِلزام سے بالاتر ہونا چاہئے۔

اُن کے لئے بھی یہی اصُول ہے کہ "اپنے اپنے بچّوں اور گھروں کا بخوُبی بندوبست کرتے ہوں"۔ اِس ذِمّہ داری میں ناکامی کو نیا عہدنامہ مسیحی کردار کی کمزوری اور خامی شُمار کرتا ہے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ مَرد مُطلق العنان حاکم اور خواہ مخواہ حُکم چلانے والا بن جائے، تاہم یہ مطلب ضرُور ہے کہ اُن کے "بچّوں" کو فرمانبردار اور سچائی کے حق میں گواہ ہونا چاہئے۔

۳: ۱۳- "کیونکہ جو خِدمت کا کام بخوُبی انجام دیتے ہیں وُہ اپنے لئے اچھا مرتبہ ... حاصِل کرتے ہیں"۔ فلپُّس اور اِستِفنُس اِس بات کی بہُت عُمدہ مثال ہیں۔ اعمال ۶: ۵ میں اِن دونوں کا نام اُن افراد کی فہرست میں شامِل ہے جن کو خِدمت کے کام (ڈیکن) پر مقرر کیا گیا تھا۔ اور خِدمت یہ تھی کہ کلیسیا میں بیواؤں کو ضرُورت کے مُطابق چیزیں یا روپیہ بانٹ دِیا کریں۔ وُہ اِس ذِمّہ داری میں دیانتدار نکلے۔ اِس لئے خُدا کے رُوح نے اُن کو اعلیٰ درجے کی خِدمت کرنے پر ترقی دے دی۔ کیونکہ اَعمال کی کتاب میں ہم آگے چل کر فلپُّس کو بحیثیت مُبلّغ اور اِستفنُس کو بہ حیثیت مُعلّم (اُستاد) خِدمت کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ چونکہ وُہ "خِدمت کا کام (ڈیکن) بخوُبی انجام دیتے" تھے اُن کو ترقی دے کر مقامی کلیسیا کی نظروں میں "اچھا مرتبہ" دیا گیا۔ جو شخص معمُولی کام کو بھی دیانت داری سے سرانجام دیتا ہے، وُہ بہُت جلد عِزّت حاصِل کر لیتا اور قابلِ اعتماد اور جاں نثار مانا جاتا ہے۔

عِلاوہ ازیں فلپُّس اور اِستفنُس کو "اُس ایمان میں جو مسیح یسُوع پر ہے بڑی دلیری" بھی حاصِل ہُوئی۔ اِس کا مطلب یقیناً یہ ہے کہ مسیح کی گواہی دینے، تعلیم دینے اور دُعا مانگنے میں اُن کو بڑی آزادی مِلی۔ اِستفنُس میں تو یہ بات یقینی نظر آتی ہے۔ شہادت پانے سے پہلے اُس نے جو خطاب کیا وُہ اِس کا گواہ ہے۔

د۔ کلیسیا میں کردار کے بارے میں (۳:۱۴-۱۶)

۳:۱۴۔ پولس رسول نے گزشتہ باتیں اِس اُمید سے لکھی تھیں کہ تیمتھیس سے جلد ملاقات ہو گی۔ "یہ باتیں" سے مراد صرف وہ باتیں نہیں جو سطورِ بالا میں لکھی ہیں، بلکہ اُن میں وہ باتیں بھی شامل ہیں جو پولس آگے لکھ رہا ہے۔

۳:۱۵۔ پولس کو احساس ہے کہ تیمتھیس کے پاس جانے میں "دیر" بھی ہو سکتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کبھی "افسس" نہ جا سکے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ پولس کو افسس جا کر تیمتھیس سے ملنے کا موقع ملا یا نہیں۔ چنانچہ زیادہ دیر ہو جانے کے امکان کے پیشِ نظر وہ چاہتا ہے کہ اُسے معلوم ہو جائے کہ "خدا کے گھر یعنی زندہ خدا کی کلیسیا میں ... کیونکر برتاؤ کرنا چاہئے۔"

گزشتہ آیات میں پولس نے بتایا ہے کہ نگہبانوں، ڈیکنوں اور اُن کی بیویوں کو کیونکر برتاؤ کرنا چاہئے۔ اب بتاتا ہے کہ عام مسیحیوں کو "خدا کے گھر ... میں" کیسے برتاؤ کرنا چاہئے۔

یہاں "خدا کے گھر" کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ "زندہ خدا کی کلیسیا جو حق کا ستون اور بنیاد ہے۔" پرانے عہدنامہ میں خدا خیمۂ اجتماع میں اور ہیکل میں سکونت کرتا تھا۔ لیکن نئے عہد میں وہ "کلیسیا" میں رہتا ہے۔ اِس کو "زندہ خدا کی کلیسیا" کہا گیا ہے۔ یہ اُس مندر یا عبادت خانے سے بالکل الٹ ہے جس میں بے جان بُت ہوتے ہیں۔

"کلیسیا" کو "حق کا ستون اور بنیاد" قرار دیا گیا ہے۔ ستون صرف کسی ڈھانچے یا تعمیر کو سہارا دینے اور کھڑا رکھنے ہی کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ بعض اوقات کسی عام بازار یا مارکیٹ میں بھی ستون بنا کر اُس پر اشتہار اور نوٹس بھی چسپاں کئے جاتے تھے۔ اِس طرح ستون ایک 'اعلان کرنے والا' یا 'منادی کرنے والا' بن جاتا تھا۔ کلیسیا اِس زمین پر وہ ہستی ہے جس کو خدا نے "حق" کا اعلان کرنے اور ظاہر کرنے کے لئے چُنا ہے۔ کلیسیا "حق کی ... بنیاد" بھی ہے۔ بنیاد کسی تعمیر یا ڈھانچے کو کھڑا رکھتی ہے۔ یہاں یہ تصویر پیش کی گئی ہے کہ کلیسیا کو خدا کی سچائی کا دفاع کرنے اور اِس کو سنبھالے رکھنے کا فریضہ سونپا گیا ہے۔

۳:۱۶۔ یہ ایک مشکل آیت ہے۔ ایک مشکل تو یہ طے کرنا ہے کہ گزشتہ باتوں کے ساتھ اِس کی کیا مناسبت ہے۔ ایک رائے تو یہ ہے کہ یہ آیت سچائی (حق) کا خلاصہ پیش کرتی ہے جس کی بنیاد کلیسیا ہے (آیت ۱۵)۔ دوسری رائے یہ ہے کہ یہ آیت اُس توفیق اور خدا پرستی کا نمونہ پیش کرتی

ہے جس کے لئے پولُس اِصرار کرتا ہے کہ اُسے خدا کے گھر میں برتاؤ کا لازمی جُزو ہونا چاہئے۔ جے۔ این ڈاربی لکھتا ہے کہ

> اِس کو اکثر اِس طرح اِقتباس کیا جاتا اور یُوں تشریح کی جاتی ہے جیسے یہ آیت ذاتِ اِلٰہی کے بھید یا مسیح کی ذات کے بھید کا بیان کرتی ہے۔ لیکن یہ تو دینداری کا بھید یا وُہ بھید ہے جس سے تمام حقیقی خُدا پرستی پَیدا ہوتی ہے — یعنی وُہ اِلٰہی چشمہ ہے جس سے وُہ تمام باتیں اُبلتی ہیں جن کو اِنسان کی خُدا ترسی کہا جاتا ہے ... دینداری خداوند یسُوع مسیح کے تجسّم، مَوت، قیامت اور صعُود کے عِرفان سے پَیدا ہوتی ہے ... یہی وُہ طریقہ ہے جس سے خُدا کو جانا جاتا اور جس سے خُدا پرستی جاری ہوتی ہے۔

”دینداری کا بھید بڑا ہے“۔ اِس سے پولُس کا یہ مطلب نہیں کہ دینداری کوئی پُر اَسرار چیز ہے، بلکہ یہ کہ خُداوند یسُوع کی ذات اور کام کے بارے میں سچائی یا اِس کی حقیقت پہلے معلوم نہ تھی۔ اب یہ حقیقت معلوم ہو گئی ہے اور پتہ چل گیا ہے کہ یہ نہایت حیرت ناک اور تعجب خیز ہے۔

”وُہ جو جسم میں ظاہر ہُوا“۔ یہ اشارہ خُداوند یسُوع مسیح کی طرف اور خاص اُس کے تجسّم کی طرف ہے۔ حقیقی دینداری پہلی دفعہ اُس وقت جسم میں ظاہر ہُوئی جب نجات دہندہ ایک بچّے کی صُورت میں بیت لحم کی چرنی میں پَیدا ہُوا۔

”اور رُوح میں راست باز ٹھہرا“۔ کیا اِس کا مطلب ہے کہ وُہ اپنی اِنسانی رُوح میں راست باز ٹھہرا؟ یا مطلب یہ ہے کہ اُسے رُوح القُدس نے راست باز ٹھہرایا؟ ہم اِس دُوسرے مطلب کو دُرست مانتے ہیں۔ اپنے بپتسمہ (متّی ۳: ۱۵-۱۷) کے موقع پر خُدا کے پاک ”رُوح“ کے وسیلے سے وُہ راست باز ٹھہرایا گیا۔ پھر صُورت جلالی ہونے کے موقع پر (متّی ۱۷: ۵) اور جی اُٹھنے سے (رومیوں ۱: ۳، ۴) اور صعُود کے وسیلے سے (یُوحنّا ۱۶: ۱۰) بھی وُہ راست باز ثابت کیا گیا۔

خُداوند یسُوع اپنی پیدائش، آزمائش، گتسمنی باغ میں جان کنی، قیامت اور صعُود کے موقعوں پر ”فرشتوں کو دِکھائی دیا“۔

پنتکست کے دِن کے بعد سے ”غیر قوموں میں اُس کی منادی“ ہو رہی ہے۔ یہ اعلان نہ صِرف یہُودی قوم تک بلکہ دُنیا کے دُور دراز علاقوں تک بھی پہنچا ہے۔

”اور دُنیا میں اُس پر ایمان لائے“۔ اِس سے بیان ہوتا ہے کہ ہر قوم اور ہر قبیلے میں سے کچھ نہ کچھ لوگ اُس پر ایمان لے آئے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ ”دُنیا“ اُس پر ایمان لے آئی ہے۔ اگرچہ منادی ساری دُنیا میں

ہُوئی ہے، لیکن اُس کو قبول ساری دُنیا نے نہیں کیا۔

"اور جلال میں اُوپر اُٹھایا گیا"۔ اِس بیان پر عام اتفاق ہے کہ اِس سے مُراد مسیح یسوع کا صعود ہے کہ وُہ مخلصی اور رہائی کا کام پُورا کرنے کے بعد آسمان پر چلا گیا اور اب وہاں موجود ہے۔ ولسنڈٹے توجّہ دِلاتا ہے کہ "جلال میں" کا مطلب یہ نہیں کہ وُہ جلال کے "اندر" داخل ہُوا، بلکہ یہ کہ شان، حشمت اور جلال اُس کے ساتھ تھا۔

بعض عُلما اِن واقعات کی فہرست تواریخی ترتیب سے کرتے ہیں۔ وُہ کہتے ہیں کہ "جسم میں ظاہر ہُوا" مسیح کے تجسّم کا بیان کرتا ہے۔ "رُوح میں راست باز ٹھہرا" اُس کی موت، دفن اور قیامت کا، اور "فرشتوں کو دِکھائی دیا" اُس کے آسمان پر جانے کا بیان کرتا ہے۔ اور "غیر قوموں میں اُس کی منادی ہُوئی" اور "دُنیا میں اُس پر ایمان لائے" وُہ واقعات ہیں جو اُس کے صعود کے بعد وقوع پذیر ہُوئے۔ "اور جلال میں اُوپر اُٹھایا گیا"۔ یہ اُس آنے والے دِن کی طرف اِشارہ ہے جب اُس کے چھڑائے ہُوئے سب لوگ جمع کئے جائیں گے، مُردوں میں سے اُٹھائے جائیں گے اور اُس کے ساتھ جلال میں داخل کئے جائیں گے۔ تب اور صِرف تب ہی "دینداری کا بھید" مکمّل یا پُورا ہو گا۔

۴۔ کلیسیا میں برگشتگی (۴: ۱-۱۶)

ا۔ سر پر منڈلاتی ہُوئی برگشتگی کے بارے میں اِنتباہ (۴: ۱-۵)

۴: ۱۔ سمجھا جا سکتا ہے کہ "رُوح" دو طریقوں سے "صاف فرماتا ہے"۔ اوّل۔ جو کُچھ پولُس کہنے کو ہے وُہ یقیناً اُس کو خُدا کے مکاشفہ (اِلہام) سے مِلا تھا۔ دوم۔ پُورے پاک صحائف میں اور خصُوصاً نئے عہد نامہ میں یہ تعلیم بالکل "صاف" یعنی واضح نظر آتی ہے کہ "آئندہ زمانوں" کی خصُوصیت یہ ہے کہ "بعض لوگ ایمان سے برگشتہ ہو جائیں گے"۔

"آئندہ زمانوں" سے وُہ زمانے مُراد ہیں جو پولُس کے یہ باتیں لِکھنے کے بعد کے ایّام ہیں۔ اِن میں ہمارا دَور بھی شامِل ہے۔

"بعض لوگ ایمان سے برگشتہ ہو جائیں گے"۔ لفظ "بعض" ۱۔تیمتھیُس کا مخصُوص لفظ معلوم ہوتا ہے۔ ۱۔تیمتھیُس میں جو اقلیت تھی ۲۔تیمتھیُس میں وُہ اکثریت بنی ہُوئی معلوم ہوتی ہے۔ اِن لوگوں کے "ایمان سے برگشتہ" ہو جانے کی حقیقت کا یہ مطلب نہیں کہ اُنہوں نے کبھی نجات پائی تھی،

بلکہ صِرف یہ کہ وُہ مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ وُہ صِرف نام کے ایمان دار تھے۔ وُہ خُداوند یسوع مسیح کے بارے میں جانتے تھے۔ اُن کو بتایا گیا تھا کہ مُنجّی صِرف وُہی ہے۔ کُچھ عرصہ تک وُہ اُس کی پیروی کرنے کا دعویٰ کرتے رہے لیکن پِھر ایمان سے برگشتہ ہو گئے۔

یہ بات پڑھتے ہی ہمیں اپنے زمانے میں مُختلِف فِرقوں اور مذہبی دھڑوں کا خیال آتا ہے۔ جِس انداز سے اِن نظاموں کو فروغ حاصِل ہُؤا ہے اُس کا بالکُل صحیح بیان یہاں درج ہے۔ اِن کے بیشتر اراکین پہلے کِسی نہ کِسی نام نہاد کلیسیا کے رُکن تھے۔ شاید کوئی زمانہ تھا کہ یہ کلیسیائیں درُست ایمان پر چلتی تھیں۔ لیکن پِھر وُہ انجیل کے خالص پیغام کی طرف سے پِھر گئیں۔ نئے انداز اور نئے مَسلک کی تعلیم دینے والے اُستاد آ گئے جو زیادہ مثبت پیغام پیش کرنے کا دعویٰ کرتے تھے۔ اور یہ نام کے مسیحی اُن کے پھندے میں پھنس گئے۔

وُہ اُن "گُمراہ کرنے والی رُوحوں اور شیاطین کی تعلیموں کی طرف متوجّہ" ہو گئے اور آج بھی "متوجہ" ہوتے ہیں۔ "گُمراہ کرنے والی رُوحوں" یہاں مجازی معنوں میں اِستعمال ہُؤا ہے۔ مُراد جُھوٹے اُستاد ہے جِن کے اندر بدرُوحیں سکونت کرتی ہیں۔ جو غافل لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں "شیاطین کی تعلیم" ۔ مطلب شیاطین کے بارے میں تعلیم نہیں بلکہ وُہ "تعلیم" اور عقیدہ ہے جو "شیاطین" کے اُبھارنے اور ترغیب دینے سے پَیدا ہُوئی ہے۔ ایسی تعلیم جِس کا ماخذ یا منبع شیاطین کی دُنیا ہے۔

۴:۲ ۔ "ریاکاری"۔ اِس لفظ کا تعلق تھیٹر میں 'نقلی چہرہ' پہننے یا لگانے سے ہے۔ یہ لفظ جُھوٹے فِرقوں اور مَسلکوں کی کیسی صحیح تصویر پیش کرتا ہے! وُہ اپنی اصل شناخت کو چُھپاتے ہیں۔ وُہ نہیں چاہتے کہ لوگ جانیں کہ ہمارا تعلق کِس نظام کے ساتھ ہے۔ اُنہوں نے اپنے اُوپر بائبل مُقدّس پڑھنے اور مسیحی گیت گانے کا نقلی چہرہ سجایا ہوتا ہے۔ وُہ صِرف ریاکار ہی نہیں بلکہ جُھوٹے بھی ہوتے ہیں۔ اُن کی تعلیم خُدا کے کلام کے مُطابِق نہیں ہوتی۔ وُہ اِس بات کو جانتے ہیں اور لوگوں کو دیدہ دانِستہ گُمراہ کرتے ہیں۔

"جِن کا دِل گویا گرم لوہے سے داغا گیا ہے"۔ شاید زِندگی کے اِبتدائی دنوں میں اُن کا دِل نرم تھا۔ لیکن اُنہوں نے اُس کو اِتنی دفعہ دبایا اور نُور کے خِلاف اِتنا گُناہ کرتے رہے کہ اب اُن کا دِل بے حِس اور سخت ہو گیا ہے۔ اب اُن کو خُدا کے کلام کی تردید کرتے ہُوئے ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی اور جانتے بُوجھتے ہُوئے جُھوٹی تعلیم دیتے ہُوئے ذرا بھی گھبراہٹ نہیں ہوتی۔

۴:۳ ۔ یہاں شیاطین کے دو عقائد یا دو تعلیموں کا بیان کِیا گیا ہے۔ پہلی تعلیم یہ ہے

کہ "بیاہ کرنا" غلط بات ہے۔ یہ تعلیم خُدا کے کلام کے قطعی خِلاف ہے۔ خُدا نے بیاہ کو خُود مُقرر کِیا تھا اور وُہ بھی اُس وقت جب گُناہ دُنیا میں داخل نہیں ہُوا تھا۔ بیاہ میں کوئی ناپاک بات نہیں ہے۔ جب جھُوٹے اُستاد بیاہ کرنے سے منع کرتے ہیں تو وُہ خُدا کی مُقرر اور مخصُوص کردہ بات پر حملہ کرتے ہیں۔

شیاطین کا دُوسرا عقیدہ یا دُوسری تعلیم "بعض کھانوں سے پرہیز" کرنا ہے۔ یہ تعلیم بھی اَرواح پرستوں میں پائی جاتی ہے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ جانوروں کا گوشت کھانے سے رُوحوں کے ساتھ تعلق یا ملاپ میں رُکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ ہندو مذہب میں بھی کِسی قسم کے جاندار کی قُربانی کرنے کا خَوف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اُن کا عقیدہ ہے کہ اِنسان کی رُوح واپس آ کر کسی جانور یا کِسی اور مخلوق میں زِندگی گُزارتی ہے۔

اِسمِ ضمیر "جنہیں" کا اِشارہ "کھانوں" کی طرف ہے اور بیاہ شادی کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔ دونوں کو خُدا نے "پیدا کیا ہے" کہ ہم "شُکر گزاری" کے ساتھ اِن میں شریک ہوں۔ خُدا کی مرضی ہرگز یہ نہ تھی کہ ان میں صرف وُہی شریک ہوں جن کو نئی پیدائش کا تجربہ نہیں، بلکہ یہ کہ "ایمان دار اور حق کے پہچاننے والے اُنہیں شُکر گزاری کے ساتھ کھائیں"۔

۴: ۴۔ "کیونکہ خُدا کی پیدا کی ہُوئی ہر چیز اچھی ہے"۔ کھانے پینے کی تمام چیزیں اور شادی بیاہ بھی خُدا کی پیدا کردہ چیزیں ہیں۔ اِس لئے اِن میں سے "کوئی چیز اِنکار کے لائق نہیں"۔ اُس نے بیاہ کی رسم اِس لئے قائم کی کہ اِنسانی نسل کی افزائش ہو (دیکھئے پیدائش ۱: ۲۸) اور کھانے پینے کی چیزیں اس لئے پیدا کیں کہ یہ زِندگی قائم رہے (پیدائش ۹: ۳)۔

۴: ۵۔ "خُدا کے کلام" نے خوراک اور شادی دونوں کو انسان کے لئے مقرر اور مخصُوص کیا ہے۔ مُلاحظہ کیجئے کہ کھانے پینے کی چیزیں "پاک" ہیں، پیدائش ۹: ۳؛ مرقس ۷: ۱۹؛ اعمال ۱۰: ۱۴، ۱۵؛ ۱-کرنتھیوں ۱۰: ۲۵، ۲۶۔ اِسی طرح بیاہ کو بھی مقرر کیا گیا، ۱-کرنتھیوں باب ۷، اور عبرانیوں ۱۳: ۴۔

یہ چیزیں "دُعا سے" بھی "پاک ہو جاتی ہیں"۔ کھانا کھانے سے پہلے ضرور ہے کہ ہم اپنے سروں کو جھکائیں اور خوراک کے لئے خُدا کا شُکر ادا کریں (دیکھئے متی ۱۴: ۱۹؛ اعمال ۲۷: ۳۵)۔ اِس طرح ہم خُداوند سے درخواست کرتے ہیں کہ خوراک کو پاک کرے۔ یہ خوراک ہمارے بدن کو طاقت دے تاکہ ہم اَور زیادہ مقبول طریقے سے اُس کی خِدمت کر سکیں۔ بیاہ کرنے سے پہلے ہمیں خُدا سے دُعا مانگنی چاہئے کہ وُہ اِس بندھن کو اپنے جلال کے لئے برکت دے۔ یہ دُوسروں کے لئے باعثِ برکت ہو۔ اور دُلہا

اور دُلہن کی بھلائی ہو۔

جب مسیحی لوگ غیر نجات یافتہ لوگوں کے درمیان ہوں تو اُس وقت کھانے پر برکت چاہنا بہت اچھی گواہی ہوتی ہے۔ دُعا لمبی اور نمائشی نہیں ہونی چاہئے۔ اور نہ ہمیں یہ حقیقت چھپانی چاہئے کہ ہم خوراک کے لئے خُدا کا شُکر ادا کر رہے ہیں۔

ب۔ برگشتگی کے پیشِ نظر مثبت ہدایات۔ (۴: ۶-۱۶)

۴: ۶۔ جن باتوں کا تذکرہ آیات ۱-۵ میں ہُوا ہے اگر تیمتھیس اِن کے بارے میں "بھائیوں کو" ہدایات دے گا اور "یہ باتیں یاد دلائیگا" تو ثابت ہوگا کہ وُہ "مسیح یسوع کا اچھا خادم" ہے۔ وُہ ایسا خادم ہے جو "ایمان اور اُس اچھی تعلیم کی باتوں سے جس کی تُو (تیمتھیس) پیروی کرتا آیا ہے پرورش پاتا رہے گا"۔

۴: ۷۔ اِس حِصّے میں پَولُس رسُول مسیحی خِدمت کو کھیلوں کے مُقابلے کی صُورت میں پیش کرتا ہے۔ آیت ۶ میں مسیح کی خِدمت کرنے والے کی 'پرورش' کے لئے موزُوں خوراک کا ذِکر کرتا ہے —— یعنی وُہ "ایمان اور اچھی تعلیم کی باتوں" سے پرورش پاتا ہے۔ اب آیت ۷ میں وُہ اُس "ریاضت" یعنی ورزِش کی بات کرتا ہے جس کا مقصد "دینداری" ہے۔

رسُول تیمتھیس کو نصیحت کرتا ہے کہ "بیہودہ اور بُوڑھیوں کی سی کہانیوں"۔ اِن پر وقت ضائع کرنا اُس کا کام نہیں، بلکہ اِن کو حقیر اور ناچیز جانے۔

دیو مالائی داستانوں اور "کہانیوں" پر وقت ضائع کرنے کی بجائے خادم کو "دینداری کے لئے ریاضت" کرنی چاہئے۔ اِس "ریاضت" میں بائبل مُقدّس کا پڑھنا اور مُطالعہ کرنا، دُعا مانگنا، غور و خوض کرنا اور دُوسروں کے سامنے گواہی دینا شامل ہے۔ سٹوک کہتا ہے "کوئی شخص بھی اپنے آپ بر کر دینداری کے دھارے میں نہیں آجاتا، رُجحان کا دھارا ہمارے خِلاف چلتا ہے"۔ اِس کے لئے کوشِش اور "ریاضت" کرنا ضروری ہے۔

۴: ۸۔ یہاں دو قسم کی "ریاضت" کا تقابُل پیش کیا گیا ہے۔ "جسمانی ریاضت" جسم کے لئے بعض فوائد رکھتی ہے۔ لیکن یہ فوائد محدُود اور عارضی ہوتے ہیں۔ اِس کے برعکس "دینداری" اِنسان کے بدن، جان اور رُوح کے لئے مُفید ہوتی ہے۔ اور عارضی نہیں بلکہ دائمی ہوتی ہے۔ جہاں تک "زِندگی" کا تعلق ہے "دینداری" سب سے زیادہ خوشی دیتی ہے۔ اور جہاں تک "آئندہ کی زِندگی" کا تعلق ہے اِس میں روشن اجر کا وعدہ اور اُس منظر کی خوبصُورتی اور جلال سے لُطف اندوز ہونے کی صلاحیت بھی ہے۔

۴:۹ - اِس بات پر عام اِتفاق پایا جاتا ہے کہ یہ مذکُورہ "دینداری" ہی کی طرف اِشارہ کرتی ہے۔ یہ حقیقت کہ "دینداری" بہت وسیع اور ابدی قدر وقیمت کی حامِل ہے بالکُل "سچ ہے اور ہر طرح سے قبول کرنے کے لائق" - یہ اِس خط میں تیسری "سچ بات" ہے۔

۴:۱۰ - "کیونکہ ہم محنت اور جانفشانی اِسی لئے کرتے ہیں" - "اِسی لئے" سے مُراد دینداری کی زِندگی ہے۔ پَولُس کہتا ہے کہ یہ عظیم مقصد ہے جس کے لئے میں عظیم ترین کوشش کرتا ہُوں - غیر ایمان داروں کے نزدیک یہ زِندگی کا مُناسب مقصد معلُوم نہیں ہوتا - مگر مسیحی کی نظر اِس دُنیا کی فانی چیزوں سے آگے دیکھتی ہے اور اُس کی "اُمید اُس زِندہ خُدا پر لگی ہُوئی ہے جو سب آدمیوں کا خاص کر ایمان داروں کا منجّی ہے"۔ خُدا اِس مفہوم میں "سب آدمیوں کا ... منجّی ہے" کہ وُہ زِندگی کی روزانہ ضرُوریات اور مُعاملات میں اُن کو سنبھالتا ہے - اور اس لئے بھی کہ اُس نے "سب آدمیوں" کے لئے نجات کا اِنتظام کر دیا ہے جبکہ وُہ "ایمان داروں کا منجّی" ایک خاص لحاظ سے ہے - اِس لئے کہ اُنھوں نے اُس کے انتظام سے فائدہ اُٹھا لیا ہے - ہم کہہ سکتے ہیں خُدا سارے آدمیوں کا تو "اِمکانی منجّی" ہے، لیکن ایمان داروں کا "حقیقی منجّی" ہے۔

۴:۱۱ - "اِن باتوں" کا اِشارہ غالباً اُس تعلیم کی طرف ہے جو پَولُس نے آیات ۶-۱۰ میں بیان کی ہے - لازم ہے کہ اب تیمتھیُس خُدا کے لوگوں کو اِن باتوں "کی تعلیم" دیتا رہے اور اِن پر عمل پَیرا ہونے "کا حکم کرے"۔

۴:۱۲ - جب یہ خط لکھا گیا تو تیمتھیُس عُمر میں تیس ۳۰ پینتیس ۳۵ کے پیٹے میں ہوگا - اِفسُس کی جماعت میں بعض بزرگوں کے مقابلے میں وُہ نوجوان تھا - اِسی لئے پَولُس اُس سے کہتا ہے کہ "کوئی تیری جوانی کی حقارت نہ کرنے پائے" - مطلب یہ نہیں کہ تیمتھیُس چبُوترے پر بیٹھ جائے اور خود کو ہر تنقید اور نکتہ چینی سے بالاتر سمجھنے لگے، بلکہ یہ کہ کِسی کو موقع نہ دے کہ اُسے ملامت کر سکے - ضرُور ہے کہ وُہ "اِیمان داروں کے لئے ... نمُونہ ہو" - اِس لئے اُس کا کردار ایسا ہونا چاہئے کہ کوئی اُنگلی نہ اُٹھا سکے -

"کلام کرنے" کا اِشارہ تیمتھیُس کی گفتگو کی طرف ہے - اُس کی بات چیت سے ہمیشہ اِس خصُوصیت کا اظہار ہونا چاہئے کہ یہ خُدا کا فرزند ہے - صِرف اِتنا ہی نہیں کہ وُہ ایسی گفتگو اور الفاظ سے پرہیز کرے جن کی صریح ممانعت کی گئی ہے، بلکہ اُس گفتگو سے بھی جس سے اُس کے سُننے والوں کی ترقی نہ ہو۔

"چال چلن میں" - اِس کا اِشارہ اِنسان کے پُورے طور اطوار اور وضع و کردار کی طرف ہے - تیمتھیُس کی کِسی حرکت اور وضع سے مسیح کے نام کی تحقیر نہیں ہونی چاہئے۔

"محبت میں" کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے کردار کا محرّک "محبت" ہو۔ اِس کی "رُوح" محبت ہو۔ اور جو مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں وُہ بھی محبت ہو۔

گاٹے کنگ اِس حقیقت کا ماتم کرتے ہُوئے رقم طراز ہے:

> عجیب بات ہے کہ بہُت سے مسیحیوں کے کردار میں یہ خوبی نظر نہیں آتی۔ کرکٹ یا ہاکی کا میچ ہو، الیکشن کی مُہم ہو یا کُچھ اَور ایسی ہی بات ہو تو جوش و جذبہ قابلِ دید ہوتا ہے۔ مگر خُدا کی خدمت کی بات ہو تو ایسی کوئی خُوبی نظر نہیں آتی۔ یہوواہ کے گواہ اور اِشتراکیوں کا جوش و خروش دیکھ کر حقیقی مسیحیوں کو شرم آنی چاہیئے۔ ایک وقت تھا کہ کلیسیا میں جوش و خروش کے شعُلے بھڑکتے تھے۔ اِس قسم کی نفیس رُوح تیمتھیُس کی بہُت مددگار ہوگی اور قدم آگے بڑھانے اور اپنی حیثیّت کو مضبُوط کرنے میں کامیابی عطا کرے گی۔

"ایمان میں"۔ غالباً یہاں مُراد ہے "دیانت داری/ وفاداری میں"۔ اِس میں قابلِ اعتماد اور مستقل مزاج ہونے کا تصوّر پایا جاتا ہے۔

"پاکیزگی میں"۔ تیمتھیُس کے اعمال ہی میں نہیں بلکہ نیّت میں بھی پاکیزگی ہونی چاہیئے۔

۴ : ۱۳۔ یہ آیت پہلے تو مقامی کلیسیا کی بات کرتی ہے، اگرچہ، تیمتھیُس کی شخصی زِندگی کی طرف بھی اِشارہ ہے۔ چاہیئے کہ وُہ جماعت کے سامنے پاک صحائف "پڑھنے" اور اُن کو "نصیحت کرنے" اور عقائد کی "تعلیم دینے کی طرف مُتوجّہ" رہے۔ یہاں ایک خاص ترتیب پائی جاتی ہے۔ سب سے پہلے پولُس پاک کلام کے جماعت میں "پڑھنے" پر زور دیتا ہے۔ اُس زمانے میں اِس بات کی خاص ضرُورت تھی، کیونکہ پاک صحائف بالکُل محدُود تعداد میں دستیاب تھے۔ پاک کلام کی جِلد کِسی کِسی کے پاس ہی ہوتی تھی۔ اگلی بات یہ ہے کہ پاک کلام "پڑھنے" کے بعد تیمتھیُس اِس کی بُنیاد پر "نصیحت" کرے اور خُدا کے کام کی عظیم سچّائی کی "تعلیم" دے۔ یہ ہم کو نحمیاہ باب ۸ اور خاص کر آیت ۸ کی یاد دِلاتی ہے "اُنہوں نے اُس کتاب یعنی خُدا کی شریعت میں سے صاف آواز سے پڑھا۔ پھر اُس کے معنی بتلائے اور اُن کو عبارت سمجھا دی"۔

تاہم ہمیں اِس آیت سے شخصی مُطالعہ اور غور و خوض کے خیال کو باہر نہیں رکھنا چاہیئے۔ اِس سے پیشتر کہ تیمتھیُس دُوسروں کو نصیحت کرے اور خُدا کے کلام کی تعلیم دے ضرُور ہے کہ پہلے اِس کو اپنی زِندگی میں ایک حقیقت بنالے۔

۴ : ۱۴۔ ہمیں یہ تو نہیں بتایا گیا کہ تیمتھیُس کو کونسی خاص "نعمت" حاصِل تھی ـــــ مبشّر، چرواہے یا اُستاد ہونے کی نعمت ـــــ لیکن اِس خط کے عام سِلسلے سے معلُوم ہوتا ہے کہ وُہ چرواہا

اور اُستاد تھا۔ البتہ ہم اِتنا ضرور جانتے ہیں کہ "نعمت" اُس کو "نبوّت کے ذریعہ سے بزرگوں کے ہاتھ رکھتے وقت ۔۔۔ ملی تھی"۔ اوّل تو یہ نعمت اُسے "نبوّت" کے ساتھ یا "نبوّت کے ذریعہ" سے ملی تھی۔ اِس کا سیدھا سا مطلب یہی ہے کہ ماضی میں کسی وقت مقامی کلیسیا میں کسی نبی نے کھڑے ہو کر اعلان کیا تھا کہ خُدا کے رُوح نے تیمتھیُس کو "یہ نعمت" عطا کی ہے۔ نبی نے نعمت دی نہیں تھی، صرف اِس کا اِعلان کیا تھا۔ اِس کے ساتھ "بزرگوں کے ہاتھ رکھتے وقت" یہ نعمت ملی تھی۔ ہم پھر زور دیں گے کہ پریسبٹروں یا بزرگوں کو یہ قدرت نہ تھی کہ کسی کو کوئی نعمت دے سکیں، بلکہ ہاتھ رکھنے سے اِس بات کو علانیہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ رُوح القدس نے یہ نعمت عطا کر دی ہے۔

یہ عمل ہمیں اعمال باب ۱۳ میں نظر آتا ہے۔ رُوح القدس نے برنباس اور ساؤل کو ایک خاص کام کے لئے الگ کر لیا تھا۔ غالباً یہ بات کسی نبی کی معرفت بتائی گئی تھی۔ اِس کے بعد مقامی بھائیوں نے روزہ رکھا، دُعا مانگی اور برنباس اور ساؤل پر ہاتھ رکھ کر اُن کو روانہ کیا (آیت ۳)۔

آج بھی بہت سی مقامی مسیحی جماعتیں اِسی حکمتِ عملی کی پیروی کرتی ہیں۔ جب بزرگوں پر واضح ہو جاتا ہے کہ رُوح القدس نے کسی بھائی کو کوئی خاص نعمت بخشی ہے تو وہ خداوند کی خِدمت کے لئے اُس کی سفارش کرتے ہیں، اُس پر اپنے اعتماد کا اِظہار کرتے اور تسلیم کرتے ہیں کہ خُدا کے رُوح نے اُس کی زندگی میں کام کیا ہے۔ اُن کی سفارش یا ہاتھ رکھنے سے اُس کو نعمت نہیں ملتی، بلکہ اس کام کو تسلیم کیا جاتا ہے جو رُوح نے اُس کی زندگی میں پہلے ہی کیا ہوتا ہے۔

بزرگوں نے بھی تیمتھیُس پر ہاتھ رکھّے تھے اور پولُس نے بھی اُس پر ہاتھ رکھّے تھے، دیکھئے ۲۔ تیمتھیُس ۶:۱۔ مگر ان دونوں میں فرق ہے۔ پہلے موقع پر یہ عمل باضابطہ نہیں تھا اور نہ اِس طرح تیمتھیُس کو نعمت حاصل ہُوئی تھی۔ اِس سے صِرف کام میں اُس کے ساتھ رفاقت کا اظہار کرنا مقصود تھا۔ دُوسری صورت میں پولُس دراصل ایک رسولی وسیلہ تھا جس سے نعمت عطا کی گئی۔

۱۵:۴۔ "اِن باتوں کی فکر رکھ" یا "اِن باتوں میں محنت کر"۔ اگلے الفاظ اِس مفہوم کی وضاحت کرتے ہیں کہ "اِن ہی میں مشغول رہ"۔ پولُس یہاں تیمتھیُس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ پوری توجّہ کے ساتھ خُداوند کا کام کئے جا۔ دِل وجان سے کوشش کر۔ اِس طرح اُس کی "ترقی سب پر ظاہر" ہو گی۔ پولُس یہ نہیں چاہتا کہ اپنی مسیحی خِدمت میں تیمتھیُس آغاز تو بڑے جوش سے کرے اور پھر ایک ہی ڈگر پر چلتا رہے، بلکہ چاہتا ہے کہ وہ خُداوند کی باتوں میں ہمیشہ افزائش یعنی ترقی کرتا رہے۔

۱۶:۴۔ یہاں ترتیب پر غور کریں۔ تیمتھیُس کو پہلے "اپنی" اور پھر "اپنی تعلیم کی" "خبرداری"

کرنا ہے۔ یہاں وضاحت ہوتی ہے کہ خداوند کی کسی بھی خدمت میں خادم کی شخصی زندگی کو کیا اہمیت حاصل ہے۔ اگر اُس کی زندگی غلط ہے تو وہ کیسا ہی کٹر اور راسخ العقیدہ کیوں نہ ہو، کچھ فائدہ نہیں۔ خدمت میں اس درجہ مشغولیت ہو کہ اپنی روحانی زندگی کی ترقی اور شخصی عبادت پیچھے رہ جائے تو ایسی خدمت ایک پھندا بن جاتی ہے۔

جو باتیں پولس نے لکھی ہیں اُن میں مشغول رہ کر تیمتھیس ”اپنی اور اپنے سننے والوں کی بھی نجات کا باعث ہوگا“۔ وہ باتیں ہیں کلام پڑھنا، نصیحت کرنا اور تعلیم دینا (۱۳)۔ یہاں لفظ ”نجات“ کا رُوح کی نجات سے کوئی تعلق نہیں۔ اِس باب کا آغاز اُن جھوٹے اُستادوں کے تذکرہ سے ہوا تھا جو خدا کے لوگوں کو تباہ کر رہے تھے۔ پولس تیمتھیس کو سمجھا رہا ہے کہ خدا کے کلام اور دینداری کی زندگی پر وفاداری سے قائم رہنے کے باعث تُو اپنے آپ کو اُن جھوٹے اُستادوں سے بچائے رکھے گا اور دُوسروں کو بھی اُن کے چنگل سے ”نجات“ دِلا سکے گا۔

۵- ایمانداروں کے مختلف درجات کے بارے میں مخصوص ہدایات (۵:۱ - ۶:۲)

ا- مختلف عمر کے لوگ (۵:۱-۲)

۵:۱- اِس آیت میں مسیحی خاندان کے اُن لوگوں کا تعارف ہے جن کے درمیان تیمتھیس کو کام کرنا ہوگا۔ اور ساتھ ہی اُس کے کردار اور برتاؤ کے لئے ہدایت ہے۔ تیمتھیس ابھی جوان ہے۔ جوان زیادہ جوشیلے اور پیش قدمی کرنے والے ہوتے ہیں، یعنی اُن کا مزاج جارحانہ ہوتا ہے۔ اِس لئے ممکن ہے کہ وہ ”بڑی عمر“ والوں کے ساتھ کبھی بے صبری اور غصے کے ساتھ پیش آئے۔ چنانچہ پولس نصیحت اور ہدایت کرتا ہے کہ ”کسی بڑی عمر والے کو ملامت نہ کر، بلکہ باپ جان کر نصیحت کر“۔ کم عمر اور جوان ہونے کے باعث نامناسب ہوگا کہ تیمتھیس ایسے الفاظ پر سخت لفظوں کے ساتھ برس پڑے۔

۵:۲- یہ بھی خطرہ ہے کہ مسیح کا یہ نوجوان خادم اپنے سے کم عمر ”جوانوں“ کے ساتھ رُعب اور دبدبے سے پیش آئے۔ اِس لئے پولس اُس کو کہتا ہے کہ اُن کو ”بھائی“ سمجھے۔ اُن کی مانند بن کر اُن کے ساتھ ایسا رویہ رکھے جس میں حکومت کرنے یا اپنے آپ کو غالب ثابت کرنے کا رنگ نہ ہو۔

تیمتھیس کے لئے "بڑی عُمر والی عورتوں کو ماں" جاننا ضروری ہے۔ اُن کے ساتھ محبّت، وضع داری اور عزّت کے ساتھ پیش آئے۔

جہاں تک "جوان عورتوں" کا تعلق ہے اُن کے ساتھ ہر مُعاملے میں "پاکیزگی" تیمتھیس کے کردار کا خاصہ ہونا چاہئے۔ صرف اِتنا ہی نہیں کہ جو باتیں بالکل گُناہ آلُودہ ہیں اُن سے بچے، بلکہ بے تمیزی، بے احتیاطی اور بے لحاظی وغیرہ سے بھی کنارہ کرتا رہے، کیونکہ یہ بُری باتیں ہیں اور گُناہ کے زُمرے میں آتی ہیں۔

ب- بیوائیں (۵: ۳-۱۶)

۵: ۳- آیات ۳-۱۶ میں پَولُس مقامی کلیسیاؤں میں "بیواؤں" اور اُن کے ساتھ سلوک اور رویّے کے مَوضوع پر بات کرتا ہے۔

سب سے پہلے تو کلیسیا کا فرض ہے کہ "اُن بیواؤں کی جو واقعی بیوہ ہیں عزّت" کرے۔ یہاں "عزّت" میں صرف تعظیم کرنے کا نہیں بلکہ مالی اِمداد کا تصوّر بھی شامل ہے۔ "واقعی بیوہ" سے مُراد وہ بیوہ ہے جس کے گُزارے کا کوئی دُوسرا سہارا نہ ہو، بلکہ پُورے طور پر خُداوند کا آسرا ہو۔ اُس کا کوئی ایسا قرابت دار اور رشتے دار نہیں ہوتا جو اُس کا کفیل ہو سکے۔

۵: ۴، ۵- یہاں دُوسری قِسم کی "بیوہ" عورتوں کا بیان ہے۔ اُن کے "بیٹے یا پوتے" زندہ سلامت ہوتے ہیں۔ اِس صُورت میں بچّوں کو سیکھنا چاہئے کہ گھر میں عملی دینداری دِکھائیں۔ اور ماں (یا دادی) کو اُن ساری باتوں کا صِلہ دیں جو وہ اُن کے لئے کرتی رہی ہیں۔ یہ آیت صاف تعلیم دیتی ہے کہ "دینداری" گھر سے شرُوع ہوتی ہے۔ اگر ہم مذہب کے بارے میں تو خُوب خُوب اور گلا پھاڑ پھاڑ کر باتیں کرتے ہیں اور اُن افراد کو نظرانداز کرتے ہیں جو قُدرتی بندھنوں کے باعث ہمارے اپنے ہیں، تو یہ مسیحی ایمان کی بالکل بے کار گواہی ہو گی۔

"یہ خُدا کے نزدیک پسندیدہ ہے" کہ اپنے عزیزوں کی جن کا کوئی آسرا اور سہارا نہیں دیکھ بھال کریں۔ اِفسیوں ۶: ۲ میں پَولُس صاف صاف تعلیم دیتا ہے کہ "اپنے باپ کی اور ماں کی عزّت کر (یہ پہلا حُکم ہے جس کے ساتھ وعدہ بھی ہے)"۔ جیسا اُوپر بیان ہُوا "واقعی بیوہ" وہ ہے جس کے کوئی مالی وسائل نہ ہوں۔ وہ صرف "خُدا پر اُمید رکھتی ہے" کہ وہی اُس کی روزمرّہ ضروریات پُوری کرے گا۔

۵: ۶، ۷- آیت ۵ میں مذکور دیندار بیوہ کے مُقابلے میں ایسی بیوہ بھی ہوتی ہے جو عیش و

"عشرت میں پڑ" جاتی ہے۔ اِس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ ایسی عورت سچّی ایمان دار ہوتی ہے یا ایمان دار ہونے کا صِرف دعویٰ کرتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ وُہ ہوتی تو سچّی مسیحی ہے، لیکن برگشتہ ہو جاتی ہے۔ جہاں تک خُدا کے ساتھ تعلق اور اُس کے لئے کارآمد ہونے کا تعلق ہے وُہ گویا "مرگئی" ہے۔ وُہ مُردہ ہے۔ تیمتھیُس کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وُہ ایسی بیوہ کو "عیش و عشرت" کے بارے میں خبردار کرے، بلکہ حُکم کرے۔ اور مسیحیوں کو تعلیم دے کہ اپنی رِشتے دار (بیواؤں) کی جو تنگدست ہوں خبرگیری کریں۔

۸:۵ - "اپنے" رِشتہ داروں کی "خبر گیری نہ کرنا" بہت سنجیدہ اور سنگین بات ہے۔ اِس لئے "اپنے گھرانے کی خبر گیری نہ کرنا" کیا کم سنگین بات ہوگی! چنانچہ پولُس اِس فرض اور ذِمّہ داری پر خاص زور دیتا ہے۔ اور اِس کو پُورا نہ کرنے والے کو "ایمان کا منکر اور بے ایمان سے بدتر" قرار دیتا ہے۔ مسیحی ایمان اِس بات پر ہمیشہ بہت زور دیتا ہے کہ سچّے ایمان داروں کا فرض ہے کہ ایک دُوسرے کی فکر اور خبرگیری کیا کریں۔ اگر کوئی مسیحی اِس سے قاصر رہتا ہے تو اپنے عمل سے اُن سچائیوں کا اِنکار کرتا ہے جن کی تعلیم مسیحیت دیتی ہے۔ ایسا شخص "بے ایمان سے بدتر ہے"۔ اِس کی سیدھی سی وجہ یہ ہے کہ بہت سے بے ایمان لوگ ہیں جو اپنے رِشتے داروں کی بڑی محبّت سے نگہداشت اور پرورش کرتے ہیں۔ مزید برآں اِس فرض کو پُورا نہ کر کے ایک مسیحی اپنے خُداوند کے نام کی تحقیر اور بے عزّتی کا باعث بنتا ہے۔

۹:۵ - اِس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقامی کلیسیاؤں میں باقاعدہ فہرستیں رکھی جاتی تھیں جن میں اُن بیواؤں کے نام درج ہوتے تھے جن کی خبرگیری کلیسیا کرتی تھی۔ پولُس بڑی خصوصیت سے کہتا ہے کہ "وُہی بیوہ فرد (لسٹ) میں لکھی جائے جو ساٹھ برس سے کم کی نہ ہو۔"

"ایک شوہر کی بیوی ہُوئی ہو۔" یہ جُملہ بھی وُہی مسئلہ پیدا کرتا ہے جو بزرگوں اور ڈیکنوں کے سلسلے میں پیش آیا تھا۔ اِس کی تشریحات اُسی طرح کی گئی ہیں۔ بلاشُبہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی ازدواجی زندگی الزام سے بالاتر ہو، کسی اِخلاقی غلطی کے شک کی گنجائش نہ ہو۔

۱۰:۵ - فہرست میں نام درج کرانے کے لئے بیوہ کا "نیک کاموں میں مشہور" ہونا بھی ضروری ہے، کیونکہ یہ ایک سچّے اور رُوحانی ایمان دار کی خصوصیت ہے۔

"بچّوں کی تربیت کی ہو۔" بے شک اِس سے مُراد یہ ہے کہ اُس نے بچّوں کی تربیت اِس انداز سے کی ہو کہ اپنے اور اپنے مسیحی گھرانے کے لئے نیک نامی کا باعث ہو۔ بچّوں کو صِرف پال پوس کر بڑا کر دینے میں کوئی خُوبی نہیں، بلکہ خُوبی یہ ہے کہ اُن کی تربیت بھی اچھّی ہو۔

دیندار بیوہ کی ایک اور علامت یہ ہے کہ اُس نے "پردیسیوں کے ساتھ مہمان نوازی کی ہو۔"

نئے عہدنامہ میں مہمان نوازی کی خوبی اور صفت کا بار بار ذِکر آیا ہے اور اِس کی تعریف کی گئی ہے ۔

مُلاقاتیوں اور مہمانوں کے پاؤں دھونا غُلام کا فرض ہوتا تھا ۔ چنانچہ یہاں بلاشبہ تصوُّر یہ ہے کہ بیوہ نے اپنے ہم ایمان مسیحیوں کے لئے ایسی کم درجے کی خِدمات بھی سرانجام دی ہوں ۔ مگر مُقدسوں کے پاؤں دھوئے ہوں" کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ رُوحانی معنوں میں یعنی کلام کے پانی سے اُن کے پاؤں دھوئے ہوں ۔ اِس کا مطلب عام کلیسیا میں خِدمت نہیں، بلکہ صِرف یہ کہ گھروں میں مُلاقات کے لئے جانا اور خُدا کے کلام کو اِس طرح کام میں لانا کہ ایمان دار اُس ناپاکی سے پاک صاف ہو جائیں جو روزمرّہ زِندگی میں لگ جاتی ہے ۔

"مُصیبت زدوں کی مدد" سے مُراد ہے بیماروں کی خبر لینا، غمزدوں کی دِلجوئی کرنا یا کسی مشکل میں گرفتار شخص کی مدد کرنا ۔

مُختصر یہ کہ مقامی کلیسیا کی فہرست میں نام درج کرانے کے لئے بیوہ کے لئے لازم ہے کہ وہ "ہر نیک کام کرنے کے درپے رہی ہو" ۔

۵:۱۱ ۔ یہ ایک مشکل آیت ہے لیکن مطلب یُوں معلُوم ہوتا ہے ——— عام طور پر "جوان بیواؤں" کو مقامی کلیسیا کی ذِمّہ داری بنا دینا غلطی ہوگا ۔ جوان ہونے کے باعث غالباً وہ دوبارہ "بیاہ کرنا چاہتی ہیں" ۔ یہ بات اپنی جگہ غلط نہیں ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ خواہش کسی وقت اِتنی شدید ہو جائے کہ کوئی جوان بیوہ کسی بے ایمان مرد سے شادی کرنے کو تیار ہو جائے ۔ پَولُس رسُول اِس بات کو "مسیح کے خِلاف نفس کے تابع" ہو جانا قرار دیتا ہے ۔ جب یہ اِنتخاب کرنے کی بات ہو کہ کسی بے ایمان سے بیاہ کر لیا جائے یا مسیح کی محبّت اور اُس کے کلام کی فرمانبرداری کی خاطر بیاہ نہ کیا جائے تو جوان "بیوہ" کسی بُت پرست یا بے ایمان سے شادی کرنے پر مائل ہوتی ہے ۔ اِس طرح اُس مقامی کلیسیا کی بدنامی اور تحقیر ہوتی ہے جو اُس کی کفالت کرتی ہے ۔

۵:۱۲ ۔ "سزا کے لائق ٹھہرتی ہیں" ۔ یہاں مطلب ابدی ہلاکت نہیں بلکہ صِرف یہ کہ "اپنے پہلے ایمان کو چھوڑ" دینے کے باعث "سزا کے لائق ٹھہرتی ہیں" ۔ ایک وقت تھا کہ وہ بیوہ خُداوند یسوع مسیح سے محبّت اور اُس کی خاطر جاں نثاری اور وفاداری کا دَم بھرتی تھی ۔ اور اب جبکہ ایک ایسے شخص سے بیاہ کرنے کا موقع نِکل آیا ہے جو مسیح سے محبّت نہیں رکھتا تو وہ اپنے اُن وعدوں کو بھُول جاتی ہے جو اُس نے مسیح کی خاطر کئے تھے ۔ وہ بے ایمان کے ساتھ چلی جاتی ہے اور آسمانی دُلہا سے بے وفائی کرتی ہے ۔

پَولُس جوان بیواؤں کے دُوسری شادی کرنے پر مُعترض نہیں، بلکہ حقیقت میں وُہ اُن کو دوبارہ بیاہ کرنے پر اُبھارتا ہے (آیت ۱۴)۔ جس بات پر اُس کو اعتراض ہے وُہ اُن کا رُوحانی زوال ہے کہ وُہ ایک مَرد (شوہر) حاصل کرنے کے لئے رُوحانی اور الٰہی اصُولوں کو پسِ پُشت ڈال دیتی ہیں۔

۵: ۱۳- اگر مقامی کلیسیا جوان بیواؤں کی پُوری مالی کفالت کا ذِمّہ لے لیتی ہے تو خدشہ ہے کہ وُہ "بےکار" رہنے کو ترجیح دیں۔ اور "بےکار" رہنے کے ساتھ جن بُرائیوں کا تعلق ہے وُہ عَود کر آئیں گی۔ اپنی ذِمّہ داریوں اور فرائض پر توجہ دینے کی بجائے وُہ "بک بک" کرنے، "اوروں کے کام میں دخل" دینے اور "ناشائستہ باتیں" کہنے میں وقت گزاریں گی۔ وُہ اُن کاموں میں لگ جائیں گی جن سے اُن کا کوئی تعلق نہیں۔

مقامی کلیسیا کو کوئی ایسا اقدام نہیں کرنا چاہئے جس سے ایسے کردار کی حوصلہ افزائی ہو، کیونکہ اِس سے مسیحی گواہی پر بُرا اثر پڑتا ہے۔

۵: ۱۴- اِن باتوں کے پیشِ نظر پَولُس ایک عام اصُول پیش کرتا ہے کہ بہتر ہے کہ "جوان بیوائیں بیاہ کریں۔ اُن کے اولاد ہو، گھر کا اِنتظام کریں"۔ یعنی ایسا مسیحی گھر بنائیں جس پر کوئی اُنگلی نہ اُٹھا سکے۔ بےشک پَولُس کو یہ احساس بھی ہے کہ ممکن ہے کہ ہر جوان بیوہ بیاہ نہ کر سکے۔ مگر وُہ صِرف ایک سیدھا سادہ اصُول پیش کرتا ہے کہ جہاں اور جب ممکن ہو اِس پر عمل کیا جائے۔

"مُخالِف" یا شیطان ہمیشہ تاک میں رہتا ہے کہ مسیحی گواہی پر کوئی اِلزام لگائے۔ پَولُس کہتا ہے کہ اِحتیاط برتی جائے تاکہ ایسا موقع ہی پیدا نہ ہو کہ وُہ "بدگوئی" کر سکے۔

۵: ۱۵- پَولُس رسُول نے جوان بیواؤں کے بارے میں جو باتیں کہی ہیں وُہ محض خیالی اور قیاسی باتیں نہیں، کیونکہ ایسے واقعات ہو چُکے تھے کہ "بعض گمراہ ہو کر شیطان کی پَیرو ہو چُکی" تھیں۔ اُنہوں نے "شیطان" کی باتوں پر کان دھرا اور اپنی زِندگی کا ساتھی کسی بےایمان مَرد کو چُن لیا اور یُوں خداوند کے کلام کی نافرمانی کی۔

۵: ۱۶- پَولُس دوبارہ اُسی موضُوع کی طرف آتا ہے کہ رشتے دار اپنوں کی خبرگیری کریں۔ "اگر کسی ایماندار عورت[1] کے پاس بیوائیں ہوں تو وہی اُن کی مدد کرے"۔ یعنی ایمان دار شخص یہ ذِمّہ داری اُٹھائے تاکہ "کلیسیا اُن کی مدد کر سکے جو "واقعی بیوہ" ہوں۔ یعنی وُہ بیوائیں جو بالکل تہی دست ہوں اور جن کا کوئی قریبی رِشتے دار

---

[1] یُونانی ترجمہ میں لفظ "مَرد" کی عدم موجُودگی محض اِتفاقی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ یہ امکان قابلِ قبول نہیں کہ پَولُس صِرف "عورت" کو بیواؤں کی خبرگیری کرنے کو کہے۔

نہ ہو۔

آیات ۳-۱۶ میں بتایا گیا ہے کہ کلیسیا کو بعض حالات میں کیا اِقدام ضرور ہی کرنے چاہئیں۔ یہ نہیں کہ اگر حالات حاجت اور کمی کی نشاندہی کرتے ہوں تو کلیسیا چاہے تو ایسا کرے، یا کر سکتی ہو تو کرے۔ اِس حِصّے کی طوالت ظاہر کرتی ہے کہ رُوحُ القُدس اِس مُعاملے کو بے حد اہمیّت دیتا ہے۔ آج کل اکثر کلیسیائی حلقوں میں اِس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

ج۔ بزرگ (ایلڈر) (۵: ۱۷-۲۵)

۵: ۱۷۔ باب کے بقیہ حِصّے میں بزرگوں کے موضوع پر بات کی گئی ہے۔ سب سے پہلے پولُس رسول یہ اصول پیش کرتا ہے کہ "جو بزرگ اچھا اِنتظام کرتے ہیں ... دوچند عِزّت کے لائق سمجھے جائیں"۔ یہاں "اچھا اِنتظام" کا بہتر ترجمہ ہے "دُوسروں سے آگے نِکل جاتے ہیں" (ڈاربی)۔ یہ کنٹرول کا نہیں بلکہ نمُونہ ہونے کا سُوال ہے۔ ایسے بزرگ "دوچند عِزّت کے لائق" ہوتے ہیں۔ یہاں "عِزّت" میں مالی ادائیگی کا تصوُّر بھی شامِل ہے (متّی ۱۵: ۵، ۶)۔ "دوچند عِزّت" میں دونوں خیال شامل ہیں۔ اوّل تو وُہ اپنے کام کے باعث اِس "لائق" ہے کہ خُدا کے لوگ اُس کی عِزّت کریں۔ مزید برآں اگر وُہ اِس کام کے لئے اپنا سارا وقت صرف کرتا ہے تو وُہ اِس "لائق" بھی ہے کہ اُس کی مالی کفالت کی جائے۔ "وُہ جو کلام سُنانے اور تعلیم دینے میں محنت کرتے ہیں"۔ غالباً یہ وُہ افراد ہیں جو منادی کرنے اور تعلیم دینے میں اِتنا وقت صرف کرتے ہیں کہ وُہ اپنی کفالت کے لئے کوئی کاروبار یا ملازمت وغیرہ نہیں کر سکتے۔

۵: ۱۸۔ یہ بات ثابت کرنے کے لئے کہ بزرگ مالی کفالت کا حقدار ہوتا ہے پولُس دو حوالے پیش کرتا ہے: پہلا اِستثنا ۲۵: ۴ اور دُوسرا لُوقا ۱۰: ۷ ہے۔ یہ آیت اِس لحاظ سے خاصی دِلچسپ ہے کہ پاک صحائف کے اِلہامی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ پولُس ایک آیت پُرانے عہدنامہ سے اور دُوسری نئے عہدنامہ سے لیتا ہے۔ اِن کو ایک ہی سطح پر ساتھ ساتھ رکھتا ہے اور دونوں کو "کتابِ مُقدّس" کہتا ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ پولُس نئے عہدنامہ کے نوِشتوں کو بھی پُرانے عہدنامہ کے برابر اِلہامی مانتا تھا۔

اِن نوِشتوں کی تعلیم ہے کہ "دائیں میں چلتے ہُوئے بَیل کا مُنہ نہ باندھنا"۔ فصل میں اُس کا بھی حِصّہ ہے۔ اور کہ "مزدُور اپنی مزدُوری کا حقدار ہے"۔ یہی حال بزرگوں یا خادِمانِ دین

کا ہے۔ باوجودیکہ اُن کا کام مادّی یا جِسمانی نہیں تو بھی وُہ اِس لائق ہیں کہ خُدا کے لوگ اُن کی کفالت کریں۔

۱۹:۵۔ چونکہ بزرگ کلیسیا میں ذمہ داری کے کام پر مامُور ہوتے ہیں اس لئے شیطان کے حملوں کا خاص نشانہ ہوتے ہیں۔ اِس وجہ سے خُدا کا رُوح اُن کو جُھوٹے الزامات سے بچانے کے لئے خاص اقدام کرتا ہے۔ اصُول یہ مُقرر ہؤا ہے کہ کِسی "بُزرگ" کے خلاف اُس وقت تک تادیبی کارروائی نہ کی جائے جب تک اِلزام "دو۲ یا تین۳ گواہوں" کے بیان سے ثابت نہ ہو جائے۔ دراَصل کلیسیا کے کِسی بھی ممبر کے خِلاف تادیبی کارروائی پر اِسی اصُول کا اِطلاق ہوتا ہے۔ لیکن یہاں اِس پر زور اِس لئے دیا گیا ہے کہ بزرگوں پر جُھوٹے اِلزام لگائے جانے کا خدشہ زیادہ ہوتا ہے۔

۲۰:۵۔ اِس صُورت میں کہ کِسی بُزرگ "پر گناہ" ثابت ہو جائے اور وُہ کلیسیا کی گواہی کے لئے نقصان دِہ ہو تو اُس کو "سب کے سامنے" ملامت کی جائے۔ اِس طرح مسیحی خِدمت کے حوالے سے گُناہ کی سنگینی کا سارے ایمان داروں کو اِحساس ہو گا۔ اور دُوسروں پر بھی اثر ہو گا کہ گُناہ سے باز رہیں۔

بعض مُفسّرین کا خیال ہے کہ آیت ۲۰ کا اِطلاق خاص کر بُزرگوں پر نہیں ہوتا، بلکہ تمام مسیحیوں پر ہوتا ہے۔ بے شک اِس اصُول کا اطلاق سارے مسیحیوں پر ہوتا ہے لیکن آیت کی ترتیب سے پتہ چلتا ہے کہ اِس کا براہِ راست تعلق بزرگوں یعنی پیشواؤں سے ہے۔

۲۱:۵۔ کِسی مقامی کلیسیا میں تادیبی کارروائی کرتے ہُوئے دو۲ خطرات کا سامنا ہوتا ہے۔ اوّل "تعصُّب" دوم۔ "طرف داری"۔ کِسی شخص کے خِلاف تعصُّب رکھنا اور مُعاملے کو اُس کے خِلاف رنگ دے دینا بہُت آسان ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں کِسی شخص کی دولت، جماعت میں اُس کی حیثیّت یا شخصیت سے متاثر ہو کر اُس کی "طرفداری" کرنا بھی بہُت آسان ہوتا ہے۔ پَولُس بڑی سنجیدگی سے "خُدا اور مسیح یسُوع اور برگُزیدہ فرشتوں کو گواہ کر کے" تیمُتھیُس کو نہایت تاکیدی حکم دیتا ہے کہ اِن ساری ہدایات پر سختی سے عمل کرے۔ سارے حقائق کو جانے بغیر کسی مُعاملے کا فیصلہ نہ کرے۔ نہ کِسی شخص کی طرف داری کرے محض اِس لئے کہ وُہ دوست یا مشہور شخص ہے۔ ہر مُعاملے کا فیصلہ "خُدا اور مسیح یسُوع اور برگُزیدہ فرِشتوں کو" حاضِر ناظر جان کر کیا جائے۔ جس دُنیا میں ہم رہتے ہیں فرِشتے اِس کے مُبصِرین ہیں۔ اور چاہیئے کہ اُن کو کلیسیا کے تادیبی مُعاملات میں کامِل راست بازی نظر آئے۔ "برگُزیدہ فرِشتے" وُہ ہیں جو خُدا سے بغاوت کر کے گُناہ میں ملوث نہیں ہُوئے تھے اور جنہوں نے اپنا مرتبہ قائم رکھا ہؤا ہے۔

۲۲:۵۔ جب سرکردہ اور مشہُور افراد مقامی کلیسیا میں شامِل ہوں تو بعض اوقات یہ رُجحان

ہوتا ہے کہ اُن کو جلد سے جلد ذمّہ داری کے عُہدوں پر ترقی دے دی جائے ۔ یہاں تیمتھیُس کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ ایسے نئے آنے والوں کو آگے بڑھانے میں جلدی نہ کرے ۔ اور نہ اُن لوگوں سے گہری دوستی رکھے جن کے چال چلن اور کردار سے واقفیت نہ رکھتا ہو ۔ کیونکہ اِس طرح وہ اُن کے "گناہوں میں شریک" سمجھا جائے گا ۔ اُسے اپنے آپ کو نہ صِرف اخلاقی لحاظ سے "پاک رکھنا" ہے ، بلکہ اِس مفہوم میں بھی "پاک رکھنا" ہے کہ "دُوسروں کے گُناہوں" سے کِسی قسم کا کُچھ واسطہ نہیں ۔

۵:۲۳ ۔ معلُوم نہیں ہوتا کہ یہ آیت گزشتہ آیت سے کیسے مُنسلک ہے ۔ شاید پَولُس بڑی دانائی کے ساتھ یہ پیش بینی کرتا ہے کہ کلیسیائی مُشکلات اور مسائل میں مصرُوفیّت اور فِکروں کے باعث تیمتھیُس کے پیٹ پر بُرا اثر پڑے گا ۔ اگر ایسا ہے تو تیمتھیُس ایسی تکلیف سے دُکھ اُٹھانے والا نہ تو پہلا شخص تھا نہ آخری ۔ زیادہ غالب خیال یہ ہے کہ تیمتھیُس گندے اور آلُودہ پانی کے باعث پیٹ کی تکلیف میں مُبتلا تھا ۔ آج بھی دُنیا کے اکثر حِصّوں میں صاف اور صحت افزا پانی کی فراہمی ایک بڑا مسئلہ ہے "آئندہ کو صِرف پانی ہی نہ پیا کر" ۔ مُراد یہ ہے کہ "مَے" کا اِستعمال بالکل ہی ترک نہ کر دے ۔ پَولُس نصیحت کرتا ہے کہ "اپنے معدہ اور اکثر کمزور رہنے کی وجہ سے ذرا سی مَے بھی کام میں لایا کر" ۔ یہ آیت صِرف طِبّی ضرُورت کے تحت مَے کے اِستعمال کی بات کرتی ہے ۔ اِس کو کھینچ تان کر مَے نوشی کی عام اجازت کے معنی نہیں نکالنے چاہئیں ۔ (ذرا سی" کے الفاظ خاص طور سے قابلِ توجّہ ہیں ـــ مترجم)

اِس میں شک نہیں کہ یہاں اِشارہ صِرف انگُور کے رس کی طرف نہیں بلکہ اصلی "مَے" کی طرف ہے ۔ "ذرا سی مَے" کے الفاظ میں بھی یہ حقیقت مُضمر ہے کہ اصلی مَے کی بات ہو رہی ہے ۔ اگر اصلی مَے نہ ہوتی تو "ذرا سی" پر زور دینے کی کیا ضرُورت تھی ؟

یہ آیت "شِفا بذریعہ دُعا" کے موضُوع پر بھی روشنی ڈالتی ہے ۔ پَولُس ایک رسُول تھا ۔ اور بلاشُبہ اُس کو ہر قسم کی بیماریوں سے شِفا دینے کی طاقت حاصِل تھی ۔ مگر وہ اِس طاقت کو ہمیشہ اِستعمال نہیں کرتا تھا ۔ یہاں پیٹ یا معدے کی بیماری کے حوالے سے پَولُس رسُول دواؤں کے اِستعمال کو جائز قرار دیتا ہے ۔

۵:۲۴ ۔ اِس آیت میں لگتا ہے کہ پَولُس آیت ۲۲ کی بحث کو دوبارہ چھیڑ رہا ہے ، جہاں اُس نے تیمتھیُس کو دُوسروں پر ہاتھ رکھنے میں جلدی کرنے سے منع کیا ہے ۔ آیات ۲۴ اور ۲۵ میں اِس کی مزید وضاحت کی گئی ہے ۔

"بعض آدمیوں کے گُناہ ظاہر ہوتے ہیں" ۔ اتنے نمایاں ہوتے ہیں کہ اِن کو ڈھنڈورچی سے

تشبیہ دی جا سکتی ہے جو آدمی کے آگے آگے چلتا اور اُس کے گنہگار ہونے کا اعلان کرتا جاتا ہے، یہاں تک کہ "عدالت میں پہنچ جاتے ہیں" - مگر سب کا یہ حال نہیں ہوتا - "بعض آدمی" گنہگار تو ہوتے ہیں مگر اُن کی اصلیّت کچھ عرصے کے بعد ظاہر ہوتی ہے -

پہلے طبقے میں ہم کسی شرابی کی مثال پیش کر سکتے ہیں - سارا محلّہ بلکہ ساری جماعت اُس کو جانتی ہے کہ شرابی ہے - دُوسرے طبقے میں کوئی ایسا شوہر ہو سکتا ہے جو چوری چھپے کسی غیر عورت کے ساتھ تعلق قائم کیے رکھتا ہے - ہو سکتا ہے جماعت یا محلّے کو فی الوقت اس بات کا پتہ نہ چلے، مگر بسا اوقات ایک نہ ایک دِن سارا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے -

۵:۲۵ - یہی حالت نیک لوگوں کے مُعاملے میں بھی ہوتی ہے - بعض لوگ فوری طور پر نظر آ جاتے ہیں کہ "اچھے" ہیں - بعض لوگ الگ تھلگ اور کم سُخن رہنا پسند کرتے ہیں - اُن کی نیک مزاجی وقت گزرنے پر سامنے آتی ہے - اگرچہ ہم اچھّائی یا نیکی کو دیکھ نہیں سکتے، مگر بعض نیکیاں بعد میں روشنی میں آ جاتی ہیں - اِن ساری باتوں سے یہ سبق حاصِل ہوتا ہے کہ ہمیں کسی آدمی کے بارے میں پہلی ہی نظر یا پہلی ہی مُلاقات میں فیصلہ نہیں دے دینا چاہیے، بلکہ اُس کے صحیح کردار کو سامنے آنے کا موقع دینا چاہیے -

د- غُلام (نوکر) اور مالِک (۶:۱-۲)

۶:۱ - اَب نوکروں (غلاموں) کے کردار کو ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے - اُن کے لئے کہا گیا ہے کہ "جتنے نوکر جُوئے کے نیچے ہیں" یعنی غلامی کے "جُوئے" کے نیچے ہیں - پہلے رسُول اُن غُلاموں سے مخاطب ہوتا ہے جن کے مالِک غیر نجات یافتہ ہیں - کیا ایسے حالات میں غلام اپنے "مالِکوں" سے گُستاخی سے پیش آئیں؟ کیا باغی ہو کر بھاگ جائیں؟ کیا حتّی الاِمکان کم سے کم کام کریں؟ ہرگز نہیں، بلکہ "مالِکوں کو کمال عِزّت کے لائق جانیں" - مُراد یہ ہے کہ لائق طور سے اُن کی عِزّت کریں، دیانت داری اور فرمانبرداری سے کام کریں - اور بالعُموم رُکاوٹ کا باعث نہیں بلکہ مَددگار ثابت ہوں - ایسی جانفشانی اور مُشقّت طلب خِدمت کا بڑا مقصد مسیح کی گواہی ہے - اگر کوئی مسیحی نوکر گُستاخی یا سرکشی کرتا ہے تو اُس کا مالِک مسیحی ایمان اور "خدا کے نام" کی تکفیر کرے گا - وہ اِسی نتیجے پر پہنچے گا کہ مسیحی ناکارہ ہوتے ہیں -

اِبتدائی دَور کی کلیسیا کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مَنڈی میں عام طور پر مسیحی غُلام غیر ایماندار غُلاموں کی نسبت زیادہ قیمت پاتے تھے - اگر خریداروں کو پتہ چل جاتا کہ نیلامی میں پیش کیے جانے والے غلاموں میں فلاں غلام مسیحی ہے تو وہ اُس کی زیادہ قیمت ادا کرنے پر تیار ہو جاتے

تھے۔ اِس لئے کہ جانتے تھے کہ وُہ زیادہ دیانت داری سے اور بہتر خدمت انجام دے گا۔ یہ مسیحی ایمان کو زبردست خراجِ تحسین ہے۔

یہ آیت یاد دِلاتی ہے کہ سماجی معیار کے لحاظ سے کوئی شخص کتنا ہی نیچا کیوں نہ ہو، تو بھی اُس کو مسیح کی گواہی دینے اور اُس کے نام کو جلال دینے کا ہر موقع مُیسّر ہوتا ہے۔

اکثر کہا جاتا ہے کہ نئے عہدنامہ میں غلامی کے نظام کی کُھلی اور صاف صاف مذمّت نہیں کی گئی۔ لیکن جوں جوں مسیحیّت کی تعلیمات پھیلی ہیں غُلامی کی خرابیاں دُور ہو گئی ہیں۔

ہر سچّے ایمان دار کو احساس ہونا چاہئے کہ مَیں یسوع مسیح کا غلام ہُوں۔ مجھے قیمت سے خریدا گیا ہے۔ اب میں اپنا نہیں رہا مَیں یسوع مسیح کا ہُوں۔ وُہی میری رُوح، جان اور جسم کا مالک ہے۔ اور وُہ اِس لائق اور اِس بات کا حق دار ہے کہ میری بہترین صلاحیّتیں اُس کے لئے وقف اور صرف ہوں۔

۲:۶- اِس آیت کا تعلق اُن نوکروں (غلاموں) سے ہے "جن کے مالک ایمان دار ہوں"۔ بے شک اِن غلاموں کو بڑی آزمائش ہو گی کہ اپنے مالکوں کو "حقیر جانیں"۔ یہ بات قطعاً غیر ممکن نہیں لگتی کہ جب خُداوند کے دِن شام کو مقامی کلیسیا روٹی توڑنے کے لئے جمع ہوتی تھی (اعمال ۲۰: ۷) تو مسیحی مالک اور مسیحی نوکر (غلام) خُداوند کی میز کے اِردگرد بیٹھے ہوتے تھے۔ کیونکہ یہ سب مسیح یسوع میں "بھائی" تھے۔ لیکن نوکروں کو اِس وجہ سے یہ نہیں سوچنا تھا کہ اب زندگی کے سماجی اِمتیازات مِٹ گئے ہیں۔ کسی نوکر کو یہ خیال کرنے کا حق نہیں پُہنچتا کہ چونکہ میرا مالک مسیحی ہے اِس لئے عزّت اور خدمت کے لائق نہیں۔ اِس حقیقت کو سامنے رکھتے ہُوئے کہ مالک ایمان دار بھی ہے اور "عزیز" بھائی بھی نوکر زیادہ وفاداری سے اُس کی خدمت کرے۔

یہاں مسیحی مالکوں کو نہ صرف "ایمان دار" اور "عزیز" کہا گیا ہے بلکہ "فائدہ اُٹھانے والے" بھی کہا گیا ہے۔ عام طور سے اِس کا مطلب یہی سمجھا جاتا ہے کہ وُہ بھی نجات کی برکتوں میں حِصّے دار ہیں۔ تاہم اِن لفظوں سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ چونکہ نوکر اور مالک دونوں ہی نیکی کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں اِس لئے چاہئے کہ دونوں مل کر خدمت کریں۔ ایک دُوسرے کی مدد کرنے کی کوشش کریں۔

"اِن باتوں کی تعلیم دے اور نصیحت کر"۔ بے شک یہ بات اُن ہدایات کے بارے میں ہے جو گزشتہ آیات میں مسیحی غلاموں کے لئے درج کی گئی ہیں۔ آج کے زمانے میں اِن ہدایات کا اطلاق مالک اور مُلازم کے باہمی تعلقات پر ہو گا۔

۶-جھوٹے اُستاد اور زر کی دوستی (۶:۳-۱۰)

۶:۳- اب پولس اُن افراد کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو کلیسیا میں نئی نئی اور عجیب باتوں کی تعلیم دینے کا رُجحان رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ "صحیح باتوں" کو "نہیں مانتے"۔ یہاں "صحیح" کا مطلب ہے صحت بخش باتیں۔ یہ وُہ "باتیں" ہیں جو اپنی زمینی زندگی کے دوران "ہمارے خُداوند یسوع مسیح" نے کہی تھیں اور جو اناجیل میں قلمبند ہیں۔ پُورے نئے عہدنامہ کی تعلیم بھی اِنہی باتوں پر مبنی ہے۔ یہی وُہ "تعلیم" ہے جو "دینداری کے مطابق ہے"۔ اِس لئے کہ یہ دیندارانہ کردار کی حوصلہ افزائی کرتی اور اسے فروغ دیتی ہے۔

۶:۴- ایسے لوگ "مغرور" ہوتے ہیں۔ وُہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا علم برتر ہے، جبکہ دراصل وُہ "کُچھ نہیں جانتے"۔ جیسا پولس نے پہلے کہا تھا یہ لوگ نہیں جانتے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اُن کو "بحث اور لفظی تکرار کا مرض" لاحق ہوتا ہے۔ پولس اِس کو بیماری قرار دیتا ہے۔ ایسے لوگ رُوحانی طور پر صحت مند نہیں ہوتے اور "صحیح باتوں" یعنی صحت افزا باتوں کی تعلیم دینے کی بجائے وُہ ایسی تعلیم دیتے ہیں جس سے مُقدسین بیمار ہو جاتے ہیں۔ وُہ کئی ایسے سوال اُٹھاتے ہیں جو رُوحانی ترقّی کا باعث نہیں بنتے۔ وُہ "لفظی تکرار" کرنے کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

چونکہ جو باتیں وُہ کرتے ہیں وُہ بائبل مُقدس کی تعلیم نہیں ہوتیں اِس لئے اُن کی بحث اور تکرار کا حتمی اور فیصلہ کُن جواب دینا مُمکن نہیں ہوتا۔ اِس کے نتیجہ میں اُن کی تعلیم سے "حسد اور جھگڑے اور بدگوئیاں اور بدگُمانیاں" ہی پیدا ہوتی ہیں۔ لینسکی کہتا ہے:

> جھگڑا اِس لئے ہوتا ہے کہ وُہ باتوں میں ایک دُوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ نتیجے میں کُفر جنم لیتا ہے یعنی وُہ رُوحانی لفظوں کے پردے میں سچائی کی فضیحت کرتے ہیں۔

۶:۵- یہ جھگڑے وغیرہ اُن آدمیوں کے باعث اُٹھتے ہیں "جن کی عقل بگڑ گئی ہے" یعنی جن کے ذہن بیمار ہیں۔

علاوہ ازیں ایسے لوگ "حق سے محرُوم" ہوتے ہیں۔ کوئی وقت تھا کہ وُہ سچائی یا حق سے واقف تھے۔ لیکن چُونکہ اُنہوں نے نُور کو رد کر دیا تو وُہ اُس "حق" سے محرُوم ہو گئے جو کبھی اُن کے پاس تھا۔

یہ لوگ "دینداری کو نفع ہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں"۔ وُہ مذہبی اُستاد ہونے کو پیشے کے طور پر اپناتے ہیں،

کیونکہ اِس میں کام کم اور دام زیادہ ہوتے ہیں۔ "وُہ پاک ترین پیشے کو پیسہ کمانے کا ہُنر بنا لیتے ہیں"۔

اِس سے ہمیں وُہ اُجرتی چرواہے یاد آتے ہیں جو مسیحی خادمانِ دین کا رُوپ دھارے ہوتے ہیں مگر اُن کو سچّائی سے ذرا بھی محبّت نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں ہمیں وُہ تجارت پسندی اور منافع خوری بھی یاد آتی ہے جو مسیحیّت کی دُنیا میں عام ہو گئی ہے۔ مثلاً مُعافی ناموں کی فروخت، لاٹری کے کھیل، بازار اور سیل کی تقاریب وغیرہ۔

پولس تیمتھیس کو ایسے لوگوں سے دُور رہنے کی نصیحت کرتا ہے۔

۶:۶۔ پچھلی آیت میں "نفع" کے منفی پہلو کا ذِکر ہے۔ اِس آیت میں اِس کے مثبت معنی دِئے گئے ہیں۔ "دینداری قناعت کے ساتھ بڑے نفع کا ذریعہ ہے"۔ دو باتیں ساتھ ساتھ ہیں یعنی "دینداری" اور "قناعت"۔ اگر "دینداری" کے ساتھ "قناعت" نہیں تو گواہی یک طرفہ ہو گی۔ اور اگر "قناعت" کے ساتھ "دینداری" نہیں تو یہ مسیحی نوعیّت سے محرُوم ہو گی۔ "دینداری" کے ساتھ ساتھ اپنے شخصی حالات پر قانع رہنا ایک ایسی خصُوصیّت ہے جو روپے پیسے سے خریدی نہیں جا سکتی۔

۷:۶۔ اِس باب کی تعلیمات خُداوند یسُوع کے پہاڑی وعظ سے بہُت مُماثلت رکھتی ہیں۔ یہ آیت ہمیں مسیح کی اِس تعلیم کی یاد دِلاتی ہے کہ ہمیں اپنی ساری ضرُوریات کے لئے اپنے آسمانی باپ پر بھروسا رکھنا چاہئے۔

زِندگی میں تین مواقع آتے ہیں جب ہم خالی ہاتھ ہوتے ہیں۔ پیدائش کے وقت، یسُوع کے پاس آتے وقت اور موت کے وقت ۔ یہ آیت ہمیں پہلے اور آخری موقع کی یاد دِلاتی ہے "نہ ہم دُنیا میں کچُھ لائے اور نہ کچُھ اِس میں سے لے جا سکتے ہیں"۔

مَرنے سے پہلے سِکندرِ اعظم نے کہا تھا "جب مَیں مَر جاؤں، میرے ہاتھ تابُوت سے باہر نِکال دینا، مگر وُہ کفن میں لپٹے ہُوئے نہ ہوں تاکہ سب دیکھ سکیں کہ 'خالی' ہیں"۔ بیٹسن اِس پر تبصرہ کرتے ہُوئے لِکھتا ہے کہ

> ہاں، اِن ہاتھوں میں کبھی دُنیا کا طاقتور ترین شاہی عصا تھا۔ کبھی یہ ہاتھ سب کچُھ فتح کرنے والی تلوار لہراتے تھے۔ کبھی یہ ہاتھ سونے اور چاندی سے بھرے تھے۔ کبھی اِن ہاتھوں سے زِندگی اور مَوت کے پروانوں پر دستخط کِئے جاتے تھے۔ اب وُہ بالکُل خالی تھے۔

۸:۶۔ قناعت کا مطلب ہے زِندگی کی بنیادی ضرُوریات کی دستیابی پر مُطمئن رہنا اور تسکین سے رہنا۔

ہمارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ ہمیں "کھانے پہننے" کی ضرورت ہے - اور اُس نے یہ سب کچھ مہیّا کرنے کا وعدہ کیا ہے - بے ایمانوں کی زیادہ تر زندگی "کھانے پہننے" کے گرد گھومتی ہے - ایک مسیحی کو پہلے خدا کی بادشاہی اور اُس کی راستبازی کی تلاش کرنی چاہئے - خدا خیال رکھے گا کہ اُسے زندگی کے لوازمات کی کمی نہ ہو -

جس لفظ کا یہاں ترجمہ "پہننے" کیا گیا ہے اُس کا مطلب ہے "غلاف" یا ڈھانکنے کی چیز، اور اِس میں جائے رہائش بھی شامل ہے - چنانچہ ہمیں کھانے، پہننے اور رہنے کو گھر پر "قناعت" کرنی چاہئے -

۶:۹ - آیات ۹-۱۶ میں اُن افراد کا تذکرہ ہے جن کے "دولت مند" ہونے کی خواہش کبھی بھرتی نہیں - دولت مند ہونا گناہ نہیں لیکن حریص ہونا گناہ ہے - "جو دولت مند ہونا چاہتے ہیں" وہ لوگ ہیں جو کھانے پہننے اور مکان سے مطمئن نہیں ہوتے - وہ زیادہ سے زیادہ مزید حاصل کرنے کے درپے رہتے ہیں -

"دولت مند" ہونے کی خواہش اِنسان کو "آزمائش" میں پھنسا دیتی ہے - اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے وہ اکثر بے ایمانی کے اور ظالمانہ ہتھکنڈے استعمال کرنے پر اُتر آتا ہے - اِن میں جُوا، سٹّہ، جعل سازی، جھوٹی قسم کھانا، چوری بلکہ قتل کرنا بھی شامل ہے - ایسا انسان "پھندے" میں پھنس جاتا ہے - یہ خواہش اِتنی شدید ہو جاتی ہے کہ وہ اِس میں سے نکل نہیں سکتا - شاید وہ تہیہ کرتا ہے کہ بینک میں اِتنی رقم جمع ہو جائے گی تو مَیں یہ کام چھوڑ دُوں گا، مگر چھوڑ نہیں سکتا - جب مقررہ رقم تک پہنچ جاتا ہے تو زیادہ کی ہوس آ دباتی ہے - یہی نہیں بلکہ دولت کی خواہش اپنے ساتھ فکر اور تردّد کو بھی لے کر آتی ہے - روح اُن میں پھنس کر رہ جاتی ہے - جو لوگ دولت مند بننے پر تُل جاتے ہیں وہ کئی طرح کی "بے ہودہ اور نقصان پہنچانے والی خواہشوں" میں گرفتار ہو جاتے ہیں - مثلاً وہ دوسروں کی برابری کرنے کی خواہش میں مبتلا ہوتے ہیں - معاشرے میں ایک خاص مقام کو قائم رکھنے کے لئے وہ اکثر زندگی کی کئی اعلیٰ قدروں کو بھی قربان کر دیتے ہیں -

وہ "نقصان پہنچانے والی خواہشوں" کا شکار رہتے ہیں - دولت کی ہوس میں پڑ کر اپنی صحت گنوا بیٹھتے ہیں - یہ ہوس اُن کی روحوں پر حاوی ہو جاتی ہے - وہ ایک ہولناک انجام کی طرف بڑھتے رہتے ہیں - وہ مادی چیزوں میں ایسے اُلجھ جاتے، ایسے مگن ہو جاتے ہیں کہ "تباہی اور ہلاکت کے دریا میں غرق" ہو جاتے ہیں - سونے اور چاندی کے حصول کی ایک نہ ختم ہونے والی تڑپ میں گرفتار ہو کر اپنی روح کی ہلاکت سے غافل ہوئے رہتے ہیں - بارنیس خبردار کرتا ہے کہ

> "تباہی مکمل ہوتی ہے۔ خوشی، حسنِ خلق، نیک نامی اور روح کی مکمل تباہی ہو جاتی ہے۔ دولت مند ہونے کی خواہش ایسی حاوی ہو جاتی ہے کہ غلطی پر غلطی اور بے ہودگی پر بے ہودگی کراتی چلی جاتی ہے حتیٰ کہ اِس دُنیا اور اگلے جہان میں سب کچھ تباہ ہو جاتا ہے۔ اِس طرح کتنے ہی اِنسانی خاندان ہلاکت کے مُنہ میں جا چکے ہیں!"

۶ : ۱۰۔ "زر کی دوستی ہر قسم کی بُرائی کی ایک جڑ ہے"۔ دُنیا کی ہر بُرائی "زر کی دوستی" سے پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن یقیناً یہ کئی قسم کی بُرائیوں کا سرچشمہ ہے۔ مثلاً اِسی سے حسد، جھگڑے، چوری، بددیانتی، بے اعتدالی، شراب نوشی، خدا کو فراموش کر دینا، خود غرضی اور غبن وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔

یہاں بذاتِ خود "زر" کو نہیں بلکہ "زر کی دوستی" کو بُرا کہا گیا ہے۔ روپیہ پیسہ کئی طریقوں سے خداوند کی خدمت کے لئے اِستعمال ہو سکتا ہے۔ اِس صورت میں اِس سے صرف بھلائی پیدا ہو گی۔ لیکن حد سے بڑھی ہوئی "زر کی دوستی" گناہ اور شرمندگی تک پہنچا دیتی ہے۔

یہاں زر کی دوستی سے پیدا ہونے والی ایک خاص بُرائی کا ذِکر کیا گیا ہے، یعنی مسیحی "ایمان سے گمراہ" ہو جانا۔ لوگ سونے چاندی کے حصول میں ایسے پاگل ہو جاتے ہیں کہ روحانی باتوں سے غافل ہو جاتے ہیں اور یہ کہنا مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ کبھی نجات سے واقف بھی ہوئے تھے۔

نہ صرف روحانی قدروں پر اُن کی گرفت ڈھیلی ہو جاتی ہے بلکہ وہ "اپنے دِلوں کو طرح طرح کے غموں سے چھلنی کر لیتے ہیں"۔ ذرا دولت کی محبت کے ساتھ تعلق رکھنے والے غموں کا اندازہ کیجئے۔ ایک تو تباہ شدہ یا ضائع شدہ زِندگی کا المیہ ہے۔ پھر یہ کہ دُنیا یا دُنیاداری ایسے شخص کے بچوں کو چھین لے جاتی ہے۔ اور کئی دفعہ راتوں رات دولت کے اُڑ جانے کا غم بھی سہنا پڑتا ہے۔ پھر خدا سے مُلاقات کا خوف۔ اُس سے مُلاقات تو ہو گی۔ اُس وقت وہ شخص یا تو غیر نجات یافتہ ہو گا ورنہ خالی ہاتھ ہو گا۔

بشپ سی۔ جے۔ رائل اِس کا مختصر حال یوں بیان کرتا ہے:

> حقیقت تو یہ ہے کہ روپیہ پیسہ تمام املاک میں سب سے زیادہ غیر تسکین دِہ چیز ہے۔ بے شک یہ بعض فکروں کو تو دُور کر دیتا ہے، مگر اِتنی ہی فکریں اور لے آتا ہے۔ اِسے حاصل کرنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ اِسے رکھنے میں فکرمندی ہوتی ہے۔ اِسے اِستعمال کرنے میں آزمائشیں آتی ہیں۔ اِس کے غلط اِستعمال سے احساسِ گناہ ہوتا ہے۔ اِسے کھو دینے سے غم و افسوس ہوتا ہے۔ اِس کا اِنتظام کرنے میں پریشانی ہوتی ہے۔ دُنیا بھر کے دو تہائی جھگڑے، لڑائیاں اور عدالتی مقدمے صرف ایک ہی وجہ سے ہوتے ہیں —— زر —— روپیہ پیسہ۔

کوئی وقت تھا کہ دُنیا کا امیر ترین آدمی تیل کے کنوئیں، تیل صاف کرنے کے کارخانوں،

ٹینکروں اور پائپ لائنوں کا مالک تھا۔ علاوہ ازیں وُہ ہوٹلوں، ایک بیمہ کمپنی، ایک مالیاتی کمپنی اور ہوائی جہازوں کی کمپنیوں کا بھی مالک تھا۔ اُس نے اپنی ساٹھ سو ایکڑوں پر پھیلی ہوئی جائیداد کے گرد محافظوں، خون خوار کتوں، آہنی سلاخوں، سرچ لائٹوں، گھنٹیوں اور سائرنوں کا گھیرا بنا رکھا تھا۔ اُسے نہ صرف ہوائی جہازوں، بحری جہازوں اور نقب زنوں کا ڈر تھا بلکہ وُہ بیماری، بڑھاپے، بےبسی اور موت سے بھی ڈرتا تھا۔ وُہ احساسِ تنہائی اور اُداسی میں گرفتار رہتا تھا۔ وُہ مانتا تھا کہ دولت خوشی نہیں خرید سکتی۔

۷۔ تیمتھیس کو اختتامی حکم (۶: ۱۱-۲۱)

۶: ۱۱- یہاں تیمتھیس کو "اے مردِ خدا" کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔ یہ لقب اکثر پُرانے عہدنامہ کے انبیا کو دیا گیا ہے، اور ایسے آدمی کا بیان کرتا ہے جو اپنے کردار و اطوار میں خدا کی مانند ہوتا ہے۔ اِس سے یہ بھی ظاہر ہو سکتا ہے کہ تیمتھیس کو نبوّت کی نعمت حاصل تھی۔ "مردِ خدا" کے اُلٹ "گناہ کا شخص" ہے جس کا ذکر ۲ تھسلنیکیوں باب ۲ میں آیا ہے۔ گناہ کا شخص سراپا گناہ یا گناہ کا مجسّمہ ہوگا۔ اُس کی ہر ادا سے لوگ گناہ ہی کا سوچیں گے۔ تیمتھیس "مردِ خدا" ہے۔ ایسا شخص جس کے باعث لوگ خدا کا سوچیں گے اور خدا کو جلال دیں گے۔

مسیح کی خدمت میں تیمتھیس کو غرور سے (آیت ۴)، ناپاکی سے (آیت ۵) غیر مطمئن رُوح سے (آیات ۶-۸)، بےہودہ اور نقصان پہنچانے والی باتوں سے (آیت ۹) اور زر کی دوستی سے (آیت ۱۰) بھاگنا ہوگا۔ اُس کو مسیحی کردار کی تعمیر کرنا ہوگی ——— یہی واحد چیز ہے جو وُہ اپنے ساتھ آسمان میں لے جا سکتا ہے۔ یہاں مسیحی کردار کے عناصر دیئے گئے ہیں یعنی "راستبازی، دینداری، ایمان، محبت، صبر اور حلم"۔

"راست بازی" کا مطلب ہے اپنے ہم جنس انسانوں کے ساتھ انصاف اور دیانت داری سے پیش آنا۔ "دینداری" کا مطلب ہے خدا کی مانند ہونا۔ "ایمان" کا مطلب وفاداری یا قابلِ اعتماد ہونا بھی ہو سکتا ہے۔ "محبت" خدا اور اپنے ہم جنس انسانوں کے ساتھ ہماری چاہت اور اُلفت کا بیان کرتی ہے۔ "صبر" سے مُراد مستقل مزاجی، آزمائش اور ابتلا میں برداشت کرنا۔ "حلم" مہربان اور خاکسار مزاج کا نام ہے۔

۶: ۱۲- تیمتھیس کو صرف "بھاگنا" اور "طالب" ہی نہیں ہونا بلکہ اُسے "لڑنا" بھی ہے۔ یہاں "لڑنا" کا مطلب جنگ کرنا نہیں بلکہ جدوجہد کرنا ہے۔ اِس لفظ کا تعلق میدانِ جنگ سے نہیں بلکہ کھیلوں کے اکھاڑے سے ہے۔ "اچھی کشتی" جس کا یہاں ذکر ہوا ہے مسیحی "ایمان" اور اِس کے

ساتھ متعلقہ دَوڑ ہے۔ تیمتھیُس کو اِس دَوڑ میں اچھی طرح دوڑنا ہے تاکہ "ہمیشہ کی زِندگی پر قبضہ کرے"۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اُسے نجات پانے کے لئے جدّوجہد کرنا ہے۔ نجات تو پہلے ہی مِل چُکی ہے۔ یہاں خیال یہ ہے کہ اُس کو "ہمیشہ کی زِندگی" کا اپنی روزمرّہ زِندگی میں عملی مظاہرہ کرنا ہے۔ اِس کے مُطابق زِندگی گُزارنا ہے۔

تیمتھیُس کو اِس "ہمیشہ کی زِندگی" میں اُس وقت بُلایا گیا تھا جب وُہ ایمان لایا تھا۔ اُس نے "بُہت سے گواہوں کے سامنے اچھّا اِقرار کیا تھا"۔ غالباً یہ اِشارہ ہے اُس کے بپتسمہ کی طرف۔ البتہ اِس میں بعد میں اُس کی ساری گواہی بھی شامل ہے جو وُہ خُداوند یسوع مسیح کے بارے میں دیتا رہا۔

۱۳:۶۔ اب رسُول تیمتھیُس کو ایک بُہت سنجیدہ حُکم دیتا ہے۔ اور یہ حکم وُہ دو سب سے بڑے گواہوں کے سامنے دیتا ہے۔ اوّل وُہ "خُدا کو جو سب چیزوں کو زِندہ کرتا ہے ... گواہ" ٹھہراتا ہے۔ یہاں "زِندہ کرتا ہے" کا مطلب ہے زِندگی دیتا ہے۔ تیمتھیُس کو لِکھتے وقت پَولُس کو غالباً یہ احساس تھا کہ ایک دِن شاید اُسے خُداوند یسوع مسیح کے اِقرار کی خاطر اپنی جان دینی پڑے گی۔ اِس صُورت میں اچھا تھا کہ یہ نوجوان سُورما یاد رکھّے کہ خُدا وُہ ہستی ہے "جو سب چیزوں کو زِندہ کرتا ہے"۔ خواہ لوگ تیمتھیُس کو جان سے مار ڈالنے میں کامیاب ہو جائیں، مگر اُس کا ایمان اُس ہستی پر ہے جو مُردوں کو زِندہ کرتا ہے۔

دوم، یہ حُکم "مسیح یسوع کو ... گواہ کر کے" دِیا گیا ہے۔ وُہ اِس "اچھّے اِقرار" کا بُہت عظیم نمونہ ہے۔ اُس نے "پُنطیُس پیلاطُس کے سامنے اچھّا اقرار کیا تھا"۔ اگرچہ یہ رومی گورنر کے سامنے مسیحؔ کی ساری باتوں اور حرکات و سکنات کی طرف اِشارہ بھی ہے، لیکن شاید خصُوصیّت سے اُس بیان کی طرف اِشارہ ہے جو یُوحنّا ۱۸: ۳۷ میں درج ہے کہ "مَیں اِس لئے پیدا ہُوا اور اِس واسطے دُنیا میں آیا ہُوں کہ حق پر گواہی دُوں۔ جو کوئی حق سے ہے میری آواز سُنتا ہے"۔ اِس اِقرار کو تیمتھیُس کے سامنے بطور نمونہ رکھّا گیا ہے کہ سچّائی (حق) کی گواہی دینے میں اِس کی پیروی کرے۔

۱۴:۶۔ تیمتھیُس کو "تاکید" کی گئی ہے کہ "اِس حکم" کی پابندی کرے۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ اِس سے مُراد مذکُورہ بالا اچھی کُشتی لڑنے کا حُکم ہے۔ دُوسرے عُلما کے مُطابق مُراد وُہ سارا حُکم ہے جو پَولُس رسُول نے تیمتھیُس کے نام اِس پُورے خط میں دیا ہے۔ کُچھ عُلما اِنجیل کے پیغام یا پاک کلام میں دِئے ہُوئے مکاشفہ کو "یہ حُکم" قرار دیتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مسیحی ایمان کی سچائی کو قائم رکھنے کا حکم ہے۔ "بے داغ اور بے اِلزام" کا اِطلاق حُکم پر نہیں بلکہ تیمتھیُس پر ہوتا ہے۔ "حکم" کو ماننے میں تیمتھیُس کو ایسی گواہی برقرار رکھنی ہے جو "بے داغ ہو" اور جس پر کوئی اِلزام نہ لگایا جا سکے۔

نئے عہدنامہ میں "ہمارے خُداوند یسوع مسیح" کو مُستقِلاً ایمان دار کے سامنے رکھا گیا ہے۔ اِس دُنیا میں مسیح کے ساتھ وفاداری کا اجر مسیح کی عدالت کے وقت مِلے گا۔ اور یہ اجر اُس وقت نمایاں ہوگا جب خُداوند اِس دُنیا میں اپنی بادشاہی قائم کرنے کو واپس آئے گا۔ وُہی وقت ہوگا جب وفاداری یا بے وفائی کے نتائج واضح طور پر ظاہر ہوں گے۔

۱۵:۶۔ بائبل کے عُلما اِس بات پر متفق نہیں کہ اِس آیت اور اگلی آیت میں جو اسمائے ضمیر استعمال ہوئے ہیں وُہ خُدا باپ کے لئے ہیں یا خُداوند یسوع مسیح کے لئے۔ اگر صِرف آیت ۱۵ کو دیکھا جائے تو معلُوم ہوتا ہے کہ خُداوند یسوع کے لئے اِستعمال ہوئے ہیں۔ مکاشفہ ۱۴:۱۷ میں فِی الواقِع اُسی کو "بادشاہوں کا بادشاہ اور خُداوندوں کا خُداوند" کہا گیا ہے۔ مگر آیت ۱۶ میں خاص طور پر خُدا کی طرف اِشارہ معلُوم ہوتا ہے۔

بہر حال آیت ۱۵ کا مفہُوم یہ معلُوم ہوتا ہے کہ جب خُداوند یسوع مسیح بادشاہی کرنے کو اِس دُنیا میں واپس آئے گا تو لوگ جان لیں گے کہ کون ہے "جو مُبارک اور واحِد حاکم" ہے۔ اُس کا ظہُور بتا دے گا کہ کون حقیقی "بادشاہ" ہے۔ جب پَولُس نے تیمتھیُس کو یہ خط لِکھا اُس وقت خُداوند یسوع ایک رَدّ کی گئی ہستی تھا۔ اور اب بھی ہے۔ لیکن وُہ دِن آ رہا ہے جب صاف طور پر ظاہر کیا جائے گا کہ وُہ سَب حکُومت کرنے والوں کے اُوپر "بادشاہ" ہے اور جو خُداوند بن کر حکمرانی کرتے ہیں اُن کے اُوپر "خُداوند" ہے۔ "مُبارک" کا مطلب صِرف حمد و سِتائش کے لائق ہستی نہیں بلکہ وُہ ہستی ہے جو بذاتہٖ برکت کی معمُوری ہے۔

۱۶:۶۔ یسوع مسیح کے ظہُور کے وقت لوگ یہ بھی جان لیں گے کہ "بقا صِرف" خُدا کو ہے یعنی جس کو موت نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ خُدا واحد ہستی ہے جس کی ذات مَوت سے مُبرّا ہے۔ فرِشتوں کو بقا عطا کی گئی ہے۔ اِیمانداروں کو بھی "بقا" والے جِسم عطا کئے جائیں گے (۱-کرنتھیوں ۱۵:۵۳-۵۴)۔ لیکن خُدا کی ذات میں "بقا" ہے۔

پِھر خُدا کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "وُہ اُس نُور میں رہتا ہے جس تک کِسی کی رسائی نہیں ہو سکتی"۔ یہ اُس تیز چمکدار اور نُورانی جلال کا بیان ہے جو خُدا کے تخت کے چاروں طرف ہے۔ اپنی فطری حالت میں اِنسان اُس جاہ و جلال کے سامنے ہَوا بن کے اُڑ جائے۔ خُدا تک رسائی حاصل کر کے ہلاک ہونے سے صِرف وہی بچ سکتے ہیں جو مسیح میں کامِل اور اُس عزیز ہستی میں مقبول ہیں۔

اپنی ذات یا اپنی اساسی ہستی میں کِسی اِنسان نے "نہ" اُسے دیکھا ہے اور "نہ دیکھ سکتا ہے"۔ پُرانے عہدنامہ میں اِنسانوں کو خُدا کے "ظہُور" دِکھائی دیتے تھے جن کو "رُویتِ الٰہی" کہا جاتا ہے۔ نئے

عہدنامہ میں خُدا نے خُود کو اپنے پیارے بیٹے خُداوند یسوع مسیح کی ذات میں پُورے طور پر ظاہر کردیا ہے ۔
تو بھی یہ بات اَب بھی سچ ہے کہ خُدا نادیدنی ہے۔ "اُس کی عزّت اور سلطنت ابد تک رہے"
وُہی اِس کے لائق ہے۔ اور پَولُس تیمتھیُس کے لئے اِس حُکم کا اختتام خُدا کی حمد وثنا اور تحسین کے ساتھ
کرتا ہے۔

۱۷:۶- اِس سے پہلے پَولُس نے اُن لوگوں کے بارے میں تفصیلی بات چیت کی تھی جو دَولت مند ہونا چاہتے ہیں۔ یہاں اُن کی بات کرتا ہے جو پہلے ہی دَولت مند ہیں۔ وُہ تیمتھیُس سے کہتا ہے "کہ اِس موجُودہ جہان کے دولتمندوں کو حُکم دے کہ مغرُور نہ ہوں"۔ دَولتمندوں کے لئے یہ آزمائش ہوتی ہے۔ وُہ ایسے لوگوں کو حقیر سمجھنے پر مائل ہوتے ہیں جن کے پاس بہُت روپیہ پَیسہ نہیں ہوتا۔ وُہ غریبوں کو ناشائستہ اور غیر مہذب اور کم عقل سمجھتے ہیں۔ ضرُوری نہیں یہ بات درُست ہو۔ نئے عہدنامہ میں بڑی دولت خُدا کی برکت کا نشان نہیں۔ البتہ پُرانے عہدنامہ میں دولت خُدا کی برکت کا نشان تھی۔ شریعت کے ماتحت دولت خُدا کی رحمت اور عنایت کا نشان تھی۔

دولت مَندوں کو چاہئے کہ "ناپائیدار دَولت" پر بھروسا نہ رکھیں۔ دَولت کو پَر لگ جاتے ہیں اور وُہ اُڑ جاتی ہے۔ بڑے بڑے وسائل بظاہر تحفّظ فراہم کرتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اِس دُنیا میں واحد یقینی اور لازوال چیز خُدا کا کلام ہے۔

اِس لئے دولت مَندوں کو نصیحت کی جاتی ہے کہ زندہ "خُدا پر اُمّید رکھیں جو ہمیں لُطف اُٹھانے کے لئے سب چیزیں افراط سے دیتا ہے"۔ یہ آخری بات عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنے کی تائید نہیں کرتی، بلکہ صِرف یہ کہتی ہے کہ حقیقی لُطف کا سرچشمہ خُدا ہے۔ مادّی چیزیں کوئی لُطف پیدا نہیں کرسکتیں۔

۱۸:۶- یہاں مسیحیوں کو یاد دِلایا گیا ہے کہ جو دَولت اُن کے پاس ہے، وُہ اُن کی اپنی نہیں بلکہ اُن کو مُختار کے طور پر دی گئی ہے۔ ہر مسیحی کا فرض ہے کہ اِس دَولت کو خُدا کے جلال اور دُوسرے انسانوں کی فلاح وبہبُود کے لئے خرچ کرے۔ اِس کو "اچھے کاموں" میں صَرف کرے اور ضرُورتمندوں کو اس میں شریک کرنے پر تیار رہے۔

"سخاوت پر تیار اور امداد پر مُستعِد" میں اِس خیال کو پیش کیا گیا ہے کہ ہر مسیحی کو اپنی دولت وہاں خرچ کرنے پر آمادہ رہنا چاہئے جہاں خُداوند کہے۔

۱۹:۶- یہ آیت اِس حقیقت پر زور دیتی ہے کہ ہمارے لئے یہ مُمکن ہے کہ اپنی مادّی چیزیں اِس زندگی میں اِس طرح استعمال کریں جس سے "ابدی" منافع حاصل ہو۔ اِس زندگی میں اپنی دولت

خُداوند کے کام پر خرچ کر کے ہم "آئندہ کے لئے اپنے واسطے ایک اچھّی بُنیاد قائم" کرتے ہیں اور اِس طرح "حقیقی زندگی پر قبضہ" کر لیتے ہیں۔ دراصل زِندگی یہی ہے۔

۲۰:۶۔ اب ہم پَولُس کی تیمتھیُس کو آخری نصیحت پر پہنچتے ہیں۔ وُہ تیمتھیُس کی حَوصلہ افزائی کرتے ہُوئے کہتا ہے کہ "اِس امانت کو حفاظت سے رکھ"۔ "امانت" سے مُراد مسیحی اِیمان کی صحیح تعلیم ہے۔ یہاں سُوال تیمتھیُس کی رُوح کا یا اُس کی نجات کا نہیں ہے، بلکہ خُدا کے فضل کی خوشخبری کی سچّائی کا ہے۔ جِس طرح بینک میں جمع کرائی ہُوئی رقم کی حفاظت ہوتی ہے اُسی طرح اُس سچّائی کی حفاظت کرنی ہوگی جو تیمتھیُس کو امانت کے طور پر سونپی گئی ہے۔ "اِس کو پُورا، مکمّل اور بے داغ" رکھنا ہے۔

اِس لئے ضرور ہے کہ تیمتھیُس "جِس علم کو عِلم کہنا ہی غلط ہے اُس کی بے ہُودہ بکواس اور مخالفتوں پر توجّہ نہ کرے"۔ "بے ہُودہ بکواس" سے مُراد اُن معاملات کے بارے میں بے معنی باتیں ہیں جِن سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ پَولُس کو احساس تھا کہ تیمتھیُس کو بہت سی ایسی تعلیمات کا سامنا ہوگا جِن کو ظاہر تو سچّا اور حقیقی عِلم کیا جائے گا، مگر دراصل مسیحی مکاشِفہ کے مخالف ہوگا۔ بِشپ ماؤل لِکھتا ہے:

> پَولُس کے زمانے کے غناسطی دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اپنے شاگرد کو عام ایمان داروں کے گلّے سے کہیں آگے بہت اعلیٰ وارفع اور ذِی کرامات حلقے میں لے جاتے ہیں۔ وُہ ہست و وجُود کے اسرار کو جان لیتا ہے اور اپنے اِس عِلم کی بدولت اور مادّے کی غلامی سے آزاد ہو کر زِندگی گزارتا ہے۔ اور آزادی سے رُوح کی دُنیا کی صفوں میں جا کھڑا ہوتا ہے۔

تیمتھیُس کو ایسی سب باتوں سے دُور رہنا ہوگا۔ اِس کا اشارہ جھُوٹے فِرقوں کی طرف ہے جو مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ بھی کہ ہمارے پاس حقیقی "عِلم" ہے۔ لیکن دراصل اِس "عِلم کو عِلم کہنا ہی غلط ہے"۔

۲۱:۶۔ پَولُس کو احساس تھا کہ بہت سے نام کے مسیحی اِن جھُوٹی تعلیمات سے دھوکا کھا گئے ہیں اور "ایمان سے برگشتہ ہو گئے ہیں"۔ عقل پرستی، جِدّت پرستی، آزاد خیالی اور اِس طرح کے دیگر نظریات مسیح کی خالِص تعلیم پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ یہ اختتامی آیات ہمیں اِسی خطرے سے آگاہ کرتی ہیں۔

"تُم پر فضل ہوتا رہے"۔ یہ کلمۂ برکت پولُس کا "ٹریڈ مارک" ہے، کیونکہ صرف خُدا کا "فضل" ہی اُس کے لوگوں کو "تنگ اور سکڑے" راستے پر رکھ سکتا ہے۔ آمین۔

تیمتھیُس کے نام دُوسرا خط

تعارف

تیمتھیُس کے نام پَولُس رسُول نے دُوسرے خط میں اپنا دِل کھول کر رکھ دیا ہے۔ اُس نے خُدا کی تحریک سے فلِستین سے باہر زمین پر خدا کی کلیسیا کی بنیاد رکھی اور اُس کی تعمیر کی۔ یہ خط اِس حقیقت کو مدِنظر رکھ کر لکھا گیا کہ یہ کلیسیا اُن اصُولوں سے ہٹ گئی تھی جن پر اُس کی بُنیاد رکھی گئی تھی۔

جے۔ این۔ ڈاربی

۱۔ کُتبِ مُسلّمہ میں خاص مقام

مشہور اور نامور شخصیتوں کے آخری الفاظ کو لوگ عمُوماً دِلوں میں بسا لیتے ہیں، کیونکہ اُن کو اِن افراد سے خاص محبّت اور عقیدت ہوتی ہے۔ تیمتھیُس کے نام دُوسرا خط اگرچہ اصل معنوں میں پَولُس کے آخری الفاظ نہیں ہیں، البتہ مسیحیوں کے نام آخری معلومہ تحریر ضرور ہے جو اُس کے نوجوان نائب تیمتھیُس کو بھیجی گئی۔

روم میں ایک سیلے تہہ خانے میں بیٹھے ہُوئے، جس میں روشنی کے لئے چھت میں صِرف ایک سوراخ تھا، اور اپنا سر قلم کئے جانے کا منتظر یہ رُوحانی، ذہین اور نرم دِل رسُول اب بُوڑھا ہو چُکا تھا۔ خُدا کے لئے ایک دشوار، محنت طلب اور طویل دَوڑ دوڑتے دَوڑتے بالکل ماندہ ہو چُکا تھا۔ وُہ ایک آخری درخواست قلم بند کرتا ہے کہ جِس سچائی اور زِندگی کی تعلیم تیمتھیُس کو دی گئی تھی اُسے وُہ مضبُوطی سے تھامے رہے۔

پَولُس نے اپنے کئی خطُوط میں آخری دِنوں میں برگشتہ ہو جانے والوں اور جھوٹے اُستادوں پر روشنی ڈالی ہے۔ یہی بات ہمیں تیمتھیُس کے دُوسرے خط میں بھی نظر آتی ہے۔ ہم یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ۲-تیمتھیُس (اور اِس سے بھی زیادہ ۲-پطرس) کے مُستند ہونے پر زبردست حملے صِرف اِسی لئے کئے گئے ہیں کہ تشکیک پرست یا مُنکرِ وحی مذہبی لیڈر اُسی جُرم کے مرتکب ہیں جس سے پَولُس ہمیں خبردار کرتا ہے (۳: ۱-۹)۔

کہنے والے کچھ بھی کہتے رہیں ۲-تیمتھیس واقعی مستند صحیفہ ہے اور کلیسیا کو اِس کی سخت ضرورت ہے۔

۲- تصنیف

۲-تیمتھیس کی تصنیف پر بحث کے لئے پاسبانی خطوط کا تعارف ملاحظہ کریں۔

۳- سنِ تصنیف

۲-تیمتھیس قید خانے سے لکھا گیا تھا (روایت کے مطابق روم کا قید خانہ جو آجکل بھی سیاحوں کو دکھایا جاتا ہے)۔ چونکہ پولس رومی شہری تھا، اِس لئے اُسے نہ تو صلیب دی جا سکتی تھی، نہ اُسے شیروں کے آگے ڈالا جا سکتا تھا۔ اُس کا "حق" تھا کہ تلوار سے سر قلم کر کے سزائے موت دی جائے۔ چونکہ اُس کو نیرو کے عہد میں شہید کیا گیا اور نیرو کا انتقال ۸ جون ۶۸ء کو ہوا، اِس لئے ۲-تیمتھیس کی تصنیف کا زمانہ ۶۷ء کے موسمِ خزاں اور ۶۸ء کے موسمِ بہار کے درمیان ہوگا۔

۴- موضوع

۲-تیمتھیس کے موضوع کا بہت عمدہ بیان ۲: ۱۵ میں ملتا ہے: "اپنے آپ کو خدا کے سامنے مقبول اور ایسے کام کرنے والے کی طرح پیش کرنے کی کوشش کر، جس کو شرمندہ نہ ہونا پڑے اور جو حق کے کلام کو درستی سے کام میں لاتا ہو"۔ ۱-تیمتھیس میں اجتماعی کلیسیائی کردار پر زور دیا گیا ہے۔ اِس کے برعکس ۲-تیمتھیس میں اِنفرادی ذمہ داری اور کردار نمایاں ہیں۔ اِس موضوع کو "اجتماعی ناکامی کے دَور میں اِنفرادی ذِمہ داری" کا نام دیا جا سکتا ہے۔

اِس خط میں برائے نام کلیسیا کی اجتماعی ناکامی کا بہت ذکر ہے۔ کلیسیا سچائی اور ایمان سے بہت دُور ہٹ گئی تھی۔ اِس کا انفرادی طور پر ایمان دار پر کیا اثر پڑتا ہے؟ کیا اُسے دینداری کی زندگی بسر کرنے اور سچائی پر قائم رہنے سے معذور رکھا جا سکتا ہے؟ ۲-تیمتھیس میں اِس کا نہایت فیصلہ کُن جواب ہے کہ "نہیں!"۔ "اپنے آپ کو خدا کے سامنے مقبول ... کوشش کر"۔

بابل کے دربار میں نوجوان دانی ایل (باب ۱) کی صورتِ حال اِس کی بہت عمدہ مثال ہے۔ اسرائیلیوں کی طویل شرارت اور بدی کے باعث دانی ایل اور بہت سے لوگ اسیر ہو گئے تھے اور

نبوکدنضر اُن کو بابل کی سرزمین میں لے گیا تھا۔ وُہ یہودی مذہب کی خارجی صُورتوں سے محرُوم ہو گئے تھے، مثلاً قُربانیاں چڑھانا، کہانت کی خِدمت، ہیکل میں عبادت وغیرہ —— حقیقت میں اُن کو بالکُل مُعطّل کر دیا گیا۔ اِس لئے کہ چند سال بعد یروشلیم کو برباد کر دیا گیا اور ساری قوم اسیری میں چلی گئی تھی۔ تو کیا اِس وجہ سے دانی ایل نے اپنے آپ سے یہ کہا کہ "بہتر ہے کہ مَیں بھی شریعت اور نبیوں کو بھُول جاؤں اور اپنے آپ کو بابل کی رسُومات، معیار اور اخلاق کے مُطابق ڈھال لُوں"؟ تاریخ گواہ ہے کہ ایسے ناموافق اور نامُساعد حالات میں بھی دانی ایل اپنے اِیمان پر قائم رہا اور ایسا روشن اور چمکدار جواب دِیا جِس کی مثال نہیں مِلتی۔

اِسی طرح ۲-تیمتھیُس کا پیغام بھی اِنفرادی طور پر خُدا کے فرزند سے ہم کلام ہوتا ہے جو دیکھتا ہے کہ میرے زمانے میں کلیسیا کی اجتماعی گواہی نئے عہد نامہ کی سادگی، خالصیّت اور پاکیزگی سے بے انتہا دُور ہے۔ "مسیح یسوع میں دینداری کی زِندگی گزُارنا" (۳ : ۱۲) آج بھی اُس کی ذمہ داری ہے۔

خاکہ

۱- تیمتھیس کو تعارفی سلام ۱:۱-۵

۲- تیمتھیس کو نصیحتیں ۱:۶-۲:۱۳

ا- دیانت داری/ وفاداری ۱:۶-۱۸

ب- برداشت ۲:۱-۱۳

۳- وفاداری بمقابلہ برگشتگی ۲:۱۴-۴:۸

ا- حقیقی مسیحیت کے ساتھ وفاداری ۲:۱۴-۲۶

ب- آنے والی برگشتگی ۳:۱-۱۳

ج- برگشتگی کے پیشِ نظر خدا کے ذرائع پر بھروسا ۳:۱۴-۴:۸

۴- پولس کے اپنے حالات کا بیان اور سلام ۴:۹-۲۲

تفسیر

۱- تیمتھیس کو تعارفی سلام (۱:۱-۵)

۱:۱- خط کے شروع ہی میں پولُس اپنا تعارُف کراتا ہے کہ مَیں "مسیح یسوع کا رسُول" ہُوں۔ خُداوند نے اُس کو خاص خدمت پر مامُور کیا تھا۔ یہ تقرر نہ انسان نے کیا تھا نہ کسی انسان کے ذریعہ سے ہُؤا تھا بلکہ براہِ راست "خُدا کی مرضی سے" ہُؤا تھا۔ علاوہ ازیں پولُس اپنی رسالت کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ "اُس زندگی کے وعدہ کے مُوافق ہے جو مسیح یسوع میں ہے"۔ خُدا نے "وعدہ" کیا ہے کہ جتنے "مسیح یسوع" پر ایمان لائیں گے وُہ ہمیشہ کی "زندگی" پائیں گے۔ پولُس کی بُلاہٹ اِس "وعدہ" سے ہم آہنگ ہے۔ درحقیقت اگر ایسا کوئی وعدہ نہ ہوتا تو پولُس جیسے کسی رسُول کی ضرُورت بھی نہ ہوتی۔

وائن رقم طراز ہے کہ "یہ خُدا کا ازلی ارادہ تھا کہ وُہ زندگی جو ازل سے مسیح یسوع میں ہے ہمیں عطا کی جائے۔ یہ اُسی ارادہ کے مُطابق ہے کہ پولُس کو رسُول مُقرر کیا گیا"۔

اِس خط میں زندگی کے پانچ حوالے ہیں۔ زندگی کا "وعدہ" (۱:۱)۔ زندگی کا "روشن" کیا جانا (۱:۱۰)۔ زندگی میں "حصہ داری" (شراکت) (۲:۱۱)۔ زندگی کا "نمونہ" (۳:۱۲)۔ زندگی کا "مقصد" (۴:۱)۔

۱:۲- "تیمتھیس کو "پیارے فرزند" کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔ حتمی طور پر ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ تیمتھیس واقعی پولُس کی خدمت سے ایمان لایا تھا۔ اُن کی پہلی مُلاقات کا ذکر اعمال ۱۶:۱ میں ملتا ہے۔ یہاں بیان ہُؤا ہے کہ تیمتھیس پہلے ہی ایک شاگرد تھا، یعنی پولُس کے لُسترہ آنے سے پہلے وُہ مسیحی تھا۔ بہرحال رسُول اُس کو مسیحی ایمان میں "پیارے فرزند" جانتا ہے۔

تیمتھیس کے نام پہلے خط کی طرح پولُس کا سلام "فضل، رحم اور اطمینان" پر مشتمل ہے۔ ۱-تیمتھیس پر تبصرہ کے دَوران ہم نے بتایا تھا کہ پولُس کی خصُوصیت ہے کہ کلیسیاؤں کو لکھتے ہُوئے "فضل اور اطمینان" کی دُعا دیتا ہے۔ تیمتھیس کو لکھتے ہُوئے وُہ "رحم" کا اضافہ کرتا ہے۔ گائے کنگ کی رائے ہے کہ "فضل" کی ضرُورت ہر خدمت کے لئے ہے۔ ہر ناکامی کے لئے "رحم" اور ہر صُورتِ حال کے لئے "اطمینان" کی ضرورت ہے۔ کسی اَور نے کہا ہے کہ "ناکارہ کے لئے فضل، بے بس کے لئے رحم اور

بے چین کے لئے اِطمینان"۔ ہائبرٹ "رحم" کی وضاحت یُوں کرتا ہے: "خُدا کی محبّت بھری شفقت جو خُود ہی حرکت میں آتی ہے۔ جس کے باعث خُدا مُصیبت زدہ اور شکستہ حال لوگوں سے ترس اور لطافت کے ساتھ پیش آتا ہے"۔

یہ برکات "خُدا باپ اور ہمارے خُداوند مسیح یسوع کی طرف سے" جاری ہوتی ہیں۔ یہ ایک اور مثال ہے کہ پَولُس "بیٹے" کو بھی وہی عزّت دیتا ہے جو "باپ" کو دیتا ہے۔

۱:۳- اپنے خصُوصی انداز میں پَولُس دِل سے شُکر گُزاری کرتا ہے۔ یہ پڑھتے ہُوئے ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ وُہ رُوم کے ایک تہہ خانے سے لکھ رہا ہے۔ اُس کو انجیل کی منادی کرنے کے باعث قید کیا گیا تھا اور اُس سے عام مجرموں جیسا سلوک روا رکھا گیا تھا۔ رومی حکومت مسیحی ایمان کو حتی الامکان سختی سے دبا رہی تھی۔ بہت سے ایمان داروں کو قتل کیا جا چُکا تھا۔ ایسے تمام مخالف اور نامُساعد حالات کے باوجُود پَولُس تیمتھیُس کے نام اِس خط کا آغاز خُدا کی شُکر گزاری سے کرتا ہے۔

رسُول اپنے یہودی "باپ دادا" کی طرح "صاف دِل" سے "خُدا کی عبادت" کرتا تھا۔ اگرچہ اُس کے اَسلاف مسیحی نہ تھے، لیکن زندہ خُدا پر ایمان رکھتے تھے۔ وُہ اُس کی عبادت کرتے اور اُس کی خِدمت کرنے کی کوشِش کرتے تھے۔ پَولُس نے اعمال ۲۳:۶ میں بتایا ہے کہ وُہ "مُردوں کی اُمّید اور قیامت" پر یقین رکھتے تھے۔ اِسی لئے وُہ یہ بھی کہہ سکا کہ "اور اب اُس وعدہ کی اُمّید کے سبب سے مُجھ پر مُقدمہ ہو رہا ہے جو خُدا نے ہمارے باپ دادا سے کیا تھا۔ اُسی وعدہ (قیامت کا) کے پُورا ہونے کی اُمّید پر ہمارے بارہ کے بارہ قبیلے دِل و جان سے رات دِن عبادت کیا کرتے ہیں" (اعمال ۲۶:۶، ۷ لو)۔

چنانچہ پَولُس کہہ سکتا ہے کہ مَیں جو عبادت کرتا ہُوں وُہ باپ دادا کے نمونہ کے مُطابق ہے۔ "عبادت" کے لئے اُس نے جو لفظ اِستعمال کیا ہے وُہ وفاداری اور نمک حلالی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اِس کے بعد پَولُس تیمتھیُس کو "اپنی دُعاؤں میں بلاناغہ ... یاد" کرنے کا ذِکر کرتا ہے۔ جب بھی یہ عظیم رسُول دُعا میں خُداوند سے باتیں کرتا اُس کو اپنے پیارے نوجوان ہم خِدمت کی یاد آتی اور وُہ اُس کا نام فضل کے تخت کے سامنے پیش کرتا۔ پَولُس جانتا تھا کہ میری خِدمت کا وقت بہت جلد اِختتام کو پہنچ رہا ہے۔ وُہ جانتا ہے کہ تیمتھیُس اکیلا رہ جائے گا اور اِنسانی نُقطۂ نگاہ سے اُسے مسیح کی گواہی کا کام اکیلے ہی کرنا ہوگا۔ وُہ اُن مُشکلات سے بھی واقِف ہے جو تیمتھیُس کو پیش آئیں گی۔ اِس لئے وُہ ایمان کے اُس سُورما کے لئے بلاناغہ دُعا کرتا ہے۔

۱:۴- یہ الفاظ پڑھ کر تیمتھیُس کے دِل پر کیسا اثر ہُوا ہوگا؟ معاوُل کے مُطابق پَولُس "گھر کی یاد"

کی طرح تیمتھیس سے ”ملاقات کا مشتاق“ تھا۔ یہ یقیناً گہری محبت اور قدردانی کی علامت ہے۔ اور اِس سے پولس کی مہربانی، لطافت اور حلیمی چھلکتی ہے۔

غالباً جب وہ آخری دفعہ ایک دوسرے سے جُدا ہوئے تھے تو تیمتھیس کا دِل بھر آیا اور آنکھیں چھلک پڑی ہوں گی۔ اُس کے ”آنسوؤں“ نے اِس بزرگ ہم خدمت پر گہرا اثر چھوڑا۔ ہائبرٹ کا خیال ہے کہ یہ وہ موقع تھا جب رومی سپاہیوں نے تیمتھیس کو ”کھینچ کر“ پولس سے الگ کیا ہو گا۔ پولس اُس کو بھول نہیں سکا۔ اور اُسے تیمتھیس سے ملاقات کا شدید اشتیاق ہے ”تاکہ وہ خوشی سے بھر جائے“۔ وہ اِن ”آنسوؤں“ کے لئے تیمتھیس کو سخت سست نہیں کہتا کہ بزدلی دکھائی تھی یا کہ مسیحیت میں جذباتی ہونے کی کوئی گنجائش نہیں۔ جے۔ ایچ۔ جووٹ کہتا ہے: ”جس دِل میں آنسو نہیں وہ مسیح کے دکھوں کا نقیب نہیں ہو سکتا۔ جب ہماری ہمدردی دردِ دِل سے خالی ہوتی ہے تو ہم مسیح کے دکھوں کے خادِم نہیں ہو سکتے۔“

۱:۵۔ کسی نہ کسی طرح پولس کو تیمتھیس کا ”بے ریا ایمان یاد دلایا گیا“ تھا۔ اُس کا ”ایمان“ خالص، سچا اور ‘بےنقاب’[1] تھا۔

مگر تیمتھیس اپنے خاندان میں نجات پانے والا پہلا فرد نہیں تھا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی یہودی ”نانی لوئس“ نے نجات کی خوشخبری سُنی تھی اور اُس نے خداوند یسوع کو مسیحِ موعود قبول کر لیا تھا۔ اُس کی بیٹی ”یونیکے“ بھی جو کہ یہودن تھی (اعمال ۱۶:۱) مسیحی ہو گئی تھی۔ اِس طرح تیمتھیس کو مسیحی ایمان کی عظیم سچائیوں کے بارے میں سیکھنے کا موقع ملا تھا۔ وہ اُس خاندان کی تیسری پُشت تھا جو نجات دہندہ پر ایمان لایا تھا۔ صحائف میں کوئی ذِکر نہیں کہ تیمتھیس کا باپ بھی ایمان لایا تھا۔

اگرچہ نجات اِیماندار والدین سے وِرثہ میں نہیں ملتی، لیکن یہ حقیقت ہے کہ پاک کلام میں گھرانے کا اُصول نظر آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو پورے پورے خاندان کو نجات دینا پسند ہے۔ اُس کی ہرگز مرضی نہیں ہوتی کہ خاندان کا کوئی رُکن نجات سے محروم رہ جائے۔

”ایمان ... جو پہلے تیری نانی لوئس اور تیری ماں یونیکے رکھتی تھیں“۔ اصل زبان میں کہا گیا ہے کہ ایمان ... جو تیری نانی لوئس اور تیری ماں یونیکے میں ‘سکونت کرتا’ تھا۔ یعنی وہ کوئی اِتفاقی مُلاقاتی نہیں تھا، بلکہ دائمی

---

[1] جس یونانی لفظ کا ترجمہ ‘بے ریا’ کیا گیا ہے اُس کا تعلق تھیئٹر کی دُنیا سے ہے۔ اشتقاق کے مطابق ”ریاکار“ وہ کردار یا ایکٹر ہوتا تھا جو نقاب پہن کر اپنا رول ادا کرتا تھا۔

رہائشی“ تھا۔ یہ ایمان ہر وقت اُن کے دلوں میں موجود رہتا تھا۔ پولس کو ”یقین“ ہے کہ تیمتھیس کا بھی ”یہی“ حال ہے۔ تمام مشکلات اور آزمائشوں کے باوجود تیمتھیس اِس بے ریا ایمان کو قائم رکھے ہوئے تھا۔

۲- تیمتھیس کو نصیحتیں (۱:۶ - ۲:۱۳)

ا- دیانت داری/ وفاداری (۱:۶-۱۸)

۱:۶- تیمتھیس ایک دیندار اور خدا پرست خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور خود بھی ایمان دار تھا۔ اِس لئے پولس اُس کی ہمت بڑھاتا ہے کہ ”تو خدا کی اُس نعمت کو چمکا دے“۔ یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ ”خدا کی (یہ) نعمت“ کیا ہے۔ بعض علما کے نزدیک یہ روح القدس ہے۔ دیگر علما کا خیال ہے کہ مسیحی خدمت کیلئے خداوند تعالےٰ نے اُسے کوئی خاص لیاقت یا صلاحیت عطا کی تھی مثلاً مبشر، پاسٹر یا اُستاد ہونے کی نعمت۔ معلوم ہوتا ہے کہ تیمتھیس کو مسیحی خدمت کی بلاہٹ ہوئی تھی اور اُسے کوئی خاص توفیق یا لیاقت بخشی گئی تھی۔ یہاں اُس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ اس ”نعمت کو چمکا“ کر زندہ شعلہ بنا دے۔ مناسب نہیں کہ وہ اپنے اِردگرد ناکامی دیکھ کر ہمت ہار دے۔ اور نہ اُسے خداوند کی خدمت میں پیشہ ورانہ انداز اختیار کرنا ہے کہ ایک آسان اور باسہولت معمول اپنا لے۔ بلکہ جوں جوں دِن تاریک سے تاریک تر ہوتے جاتے ہیں اُسے چاہئے کہ زیادہ ہمت اور حوصلہ اور فکرمندی کے ساتھ اِس نعمت کو بروئے کار لائے۔

تیمتھیس کو یہ ”نعمت“ پولس رسول کے ”ہاتھ رکھنے کے باعث حاصل“ ہوئی تھی۔ اِس کو مخصوصیت کی رسم سے نہیں ملانا چاہئے۔ اِس کا وہی مطلب ہے جو الفاظ بیان کر رہے ہیں۔ یہ ”نعمت“ تیمتھیس کو اُس وقت حاصل ہوئی تھی جب پولس نے اُس پر ”ہاتھ“ رکھے تھے۔ پولس رسول وہ ذریعہ یا راستہ تھا جس سے یہ نعمت عطا کی گئی۔

فوراً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ”کیا آج بھی ایسا ہوتا ہے؟“ جواب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔ پولس کو ہاتھ رکھ کر برکت دینے کی قوت اِس لئے دی گئی تھی کہ وہ یسوع مسیح کا رسول تھا۔ چونکہ آج اِس مفہوم میں ہمارے درمیان رسول نہیں ہیں، اِس لئے ہمیں رسولی معجزات کرنے کی قوت بھی حاصل نہیں۔

اِس آیت کو ۱۔تیمتھیس ۱:۱۸ اور ۴:۱۴ کے ساتھ مِلا کر پڑھنا چاہئے۔ وائن کہتا ہے کہ اِن تینوں آیات کو اکٹھا کرنے سے واقعات کی یہ ترتیب سامنے آتی ہے۔ نبوت کی مدد سے پولس کی راہنمائی ہوئی کہ تیمتھیس کے پاس جائے کہ اُس کو ایک خاص خدمت کے لئے برپا کیا گیا ہے۔ پولس رسول کے رسمی عمل کے

نتیجے میں خُداوند نے تیمتھیُس کو نعمت عطا کی۔ اور بزرگوں نے اپنے ہاتھ رکھنے کے وسیلے سے اُس کام کو تسلیم کیا جو خُداوند نے کیا تھا۔ یہ ہاتھ رکھنا مخصُوصیت کا عمل نہیں تھا اور نہ اِس عمل سے کوئی نعمت یا کلیسیائی عُہدہ عطا کیا گیا۔

۱:۷۔ پولُس کو خُود شہادت کا سامنا تھا۔ تو بھی وُہ وقت نکال کر تیمتھیُس کو یاد دلاتا ہے کہ "خُدا نے ہمیں دہشت کی رُوح نہیں ... دی ہے"۔ یہاں 'دہشت' سے مُراد بُزدلی ہے۔ ڈرنے یا بُزدلی دکھانے کا کوئی موقع ہی نہیں۔ "بلکہ ... خُدا نے ہمیں ... قُدرت ... کی رُوح دی ہے"۔ ہمیں غیر محدُود قدرت مُہیا کی گئی ہے۔ رُوحُ القُدس کی توفیق سے ایمان دار بڑی مردانگی سے خِدمت کر سکتا، صبر سے برداشت کر سکتا، خوشی سے دُکھ اُٹھا سکتا اور اگر ضرُورت آ پڑے تو جلالی موت مر سکتا ہے۔

خُدا نے ہم کو "محبّت ... کی رُوح" بھی دی ہے۔ یہ خُدا کے لئے ہماری "محبّت" ہے جو خوف اور ڈر یا دہشت کو بھگا دیتی ہے۔ اور ہمیں آمادگی بخشتی ہے کہ قیمت کی پروا نہ کر کے اپنے آپ کو خُدا کے لئے وقف کر دیں۔ نیز یہ ہم جِنس انسانوں کے لئے ہماری "محبّت" ہے جو ہمیں ہر قسم کی ایذا رسانی برداشت کرنے اور بدلے میں مہربانی کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔

اور پھر خُدا نے ہمیں "تربیّت کی رُوح" دی ہے۔ یہ آیت یہ تعلیم دیتی ہے کہ خُدا نے ہمیں ضبطِ نفس یا اپنے آپ پر کنٹرول رکھنے کی رُوح عطا کی ہے۔ ہمیں اپنی سمجھ یا اِمتیاز کرنے کی صلاحیت کو اِستعمال کرنا ہے اور کوئی کام بے تامل، جلد بازی اور کم عقلی سے نہیں کرنا ہے۔ حالات کتنے ہی مُخالف کیوں نہ ہوں ہمیں متوازن قُوّتِ فیصلہ سے کام لینا اور شائستگی سے سب کُچھ کرنا ہے۔

۱:۸۔ تیمتھیُس سے کہا گیا ہے کہ "شرم نہ کر"۔ آیت ۱۲ میں پولُس کہتا ہے کہ "مَیں ... شرماتا نہیں"۔ اور آگے چل کر آیت ۱۶ میں ہم پڑھتے ہیں کہ "اُنیسفرُس ... شرمندہ نہ ہُوا"۔

یہ زمانہ تھا جب انجیل کی منادی کرنا ایک جُرم تھا۔ جو علی الاعلان اپنے خُداوند اور مُنجّی کی گواہی دیتے تھے اُن کو ایذائیں دی جاتی تھیں۔ لیکن تیمتھیُس کو اِس بات سے دہشت زدہ نہیں ہونا چاہئے۔ اُس کو انجیل سے شرمانا نہیں چاہئے حالانکہ اِس کے باعث دُکھوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور نہ اُسے پولُس رسُول کے باعث شرمانا چاہئے کہ وُہ قید خانے میں ہے۔ پہلے ہی کئی مسیحی اُسے پیٹھ دِکھا گئے تھے۔ بلاشُبہ وُہ ڈرتے تھے کہ اگر ہم اُس کے ساتھ میل جول رکھیں گے تو ہم اذیت اور شاید اپنی موت کو دعوت دیں گے۔

تیمتھیُس کو نصیحت کی گئی ہے کہ "خُدا کی قُدرت کے مُوافق خوشخبری کی خاطر" اپنے حصّے کے

"دُکھ" اُٹھائے۔ کسی قسم کی بے عزّتی اور تذلیل برداشت کرنے سے پیچھے نہ ہٹے، بلکہ اِن باتوں میں پولُس کا ساتھ دے۔

۱:۹ - اِنجیل کی خوشخبری تیمتھیُس کی حوصلہ افزائی کرتی رہی ہے کہ سرگرم (آیات ۶، ۷) اور باہمّت (آیت ۸) رہے۔ اب پولُس واضح کرتا ہے کہ یہ رویّہ اپنانا کیوں واحد معقول بات ہے۔ اِس لئے کہ خُدا ہمارے ساتھ عجیب فضل کا سلُوک کرتا ہے۔ سب سے پہلے اُس نے "ہمیں نجات دی"۔ یعنی ہمیں گُناہ کی سزا سے چھُڑایا۔ اور وُہ ہمیں گُناہ کی طاقت یا اختیار سے مُسلسل چھُڑاتا رہتا ہے۔ وُہ دِن آتا ہے کہ وُہ ہمیں گُناہ کی موجُودگی سے بھی آزاد کرے گا۔ اُس نے ہمیں دُنیا اور شیطان کے قبضے سے رہائی دی ہے۔

پھر اُس نے "ہمیں ... پاک بُلاوے سے بُلایا"۔ اُس نے ہمیں نہ صِرف بُرائی سے چھُڑایا ہے، بلکہ مسیح یسوُع میں آسمانی مقاموں پر رُوحانی برکتوں سے بھی نوازا ہے۔ ایک مسیحی کے پاک بُلاوے کا کُچھ تفصیلی بیان اِفسیوں باب ۱-۳ اور خصوصاً باب ۱ میں دیا گیا ہے۔ وہاں بتایا گیا ہے کہ ہم برگزیدہ ہیں، پہلے سے مُقرر ہیں، لے پالک فرزند اُس کے پیارے بیٹے میں مقبول ہیں۔ اُس کے خُون کے وسیلے سے ہمارا فِدیہ دیا گیا، ہمیں مُعافی مِلی، ہم پر رُوح القُدس کی مُہر کی گئی اور ہمیں اپنی میراث کا بیعانہ دیا گیا (اِس پاک بُلاوے کے عِلاوہ ہمارا بُلاوا بُلند — فلپیّوں ۳:۱۴ اور آسمانی بُلاوا ہے عبرانیوں ۳:۱)۔

یہ نجات اور بُلاوا "ہمارے کاموں کے مُوافق نہیں"۔ مُراد یہ ہے کہ یہ ہمیں خُدا کے فضل سے دِئے گئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم اِن کے لائق یا حقدار نہ تھے، بلکہ اس کے اُلٹ کے حقدار تھے۔ ہم اِن کو کما نہیں سکتے تھے یعنی اعمال کے عِوض حاصِل نہیں کر سکتے تھے۔ نہ ہم نے اِن کی تلاش کی۔ لیکن خُدا نے ہمیں بے قیمت (مُفت) اور غیر مشرُوط طور پر عطا کئے۔

اِس کی مزید وضاحت اِن الفاظ سے ہوتی ہے کہ "اپنے خاص ارادہ اور اُس فضل کے مُوافق"۔ خُدا کو کیا پڑی تھی کہ ایسے بے دِین گنہگاروں سے محبّت کرتا اور اپنے اِکلوتے بیٹے کو اُن کی خاطر مرنے کو بھیجتا؟ اُسے کیا پڑی تھی کہ اُنہیں جہنّم سے بچانے اور آسمان پر لے جانے کی خاطر اِتنی بڑی قیمت ادا کرتا؟ اُسے کیا پڑی تھی کہ اُنہیں اَبد تک اپنے ساتھ رکھنے کے لئے یہ سارا اِنتظام کرتا؟ اِس کا ایک ہی جواب مُمکن ہے کہ اُس نے یہ سب کُچھ "اپنے خاص اِرادہ اور ... فضل کے مُوافق" کیا ہے۔ اُس کے اِس کام کی وجہ ہمارے اندر نہیں بلکہ اُس کے اپنے عظیم محبّت بھرے دِل میں تھی۔ اُس نے ہم سے اِس لئے محبّت رکھّی کہ وُہ اپنی ذات میں 'محبّت' ہے۔

یہ مہربانی ہم پر "مسیح یسوُع میں اَزل سے" ہُوئی۔ اِس کا مطلب ہے کہ خُدا نے اَزل ہی سے اِس

نجات کے عجیب منصوبے کا مُصمّم ارادہ کر لیا تھا۔ اُس نے ارادہ کر لیا تھا کہ میں اپنے پیارے بیٹے کے عوضی کام کے وسیلے سے خطاکار گنہگاروں کو نجات دُوں گا۔ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ جتنے لوگ یسوع مسیح کو اپنا خُداوند اور نجات دہندہ مان لیں گے مَیں اُن کو ابدی زِندگی عطا کروں گا۔ ہمیں نجات دینے کا طریقہ صِرف ہمارے وجُود میں آنے سے پہلے نہیں بلکہ "ازل" سے یعنی وقت یا زمانے کے شرُوع ہونے سے بھی پہلے وضع کر لیا گیا تھا۔

۱:۱۰ - جو خوشخبری ازل میں تیار کی گئی تھی اُس کا "ظہور" وقت میں آ کر ہُوا۔ پَولُس کہتا ہے کہ "یہ فضل اب ہمارے مُنجی مسیح یسوع کے ظہُور سے ظاہر ہُؤا"۔ جسم میں ظاہر ہونے کے دِنوں میں وُہ سب کو نجات کی خوشخبری سُناتا رہا۔ اُس نے لوگوں کو بتایا کہ ضرُور ہے کہ مَیں مرُوں، دفن کیا جاؤں اور تیسرے دِن مُردوں میں سے جی اُٹھوں تاکہ خُدا راستی اور عدل سے بے دین گنہگاروں کو نجات دے سکے ۔

مسیح نے "مَوت کو نیست" کر دیا۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ دُنیا میں آج بھی مَوت عام ہے۔ یہاں تصوّر یہ ہے کہ اُس نے مَوت کو منسُوخ کر دیا یا اُسے کام کرنے سے روک دِیا۔ مسیح کی قیامت سے پہلے مَوت اِنسانوں پر ایک ظالِم حُکمران کی طرح حکُومت کرتی تھی۔ اُسے ایک خوفناک دُشمن سمجھا جاتا تھا۔ مَوت کے خوف نے اِنسانوں کو غلام بنا رکھا تھا۔ لیکن مسیح کی قیامت ایک بیعانہ ہے کہ جتنے اُس پر ایمان لاتے ہیں وُہ مُردوں میں سے جی اُٹھیں گے اور پھر کبھی نہیں مریں گے۔ اُس نے اِسی مفہُوم میں مَوت کو منسُوخ کر دیا ہے۔ اُس نے موت کا ڈنک توڑ دِیا ہے۔ اب مَوت خُدا کا ایلچی بن گئی ہے جو ایمان دار کی رُوح کو آسمان پر لے جاتی ہے۔ اب وُہ ہماری مالِک نہیں بلکہ ہماری خادِم ہے۔

خُداوند یسوع نے نہ صِرف "مَوت" کو منسُوخ کر دیا ہے بلکہ اُس نے "زِندگی اور بقا کو اُس خوشخبری کے وسیلہ سے روشن کر دیا" ہے۔ پُرانے عہدنامہ کے زمانے میں لوگوں کو مَوت کے بعد کی زِندگی کا بالکل مُبہم، بالکل دُھندلا سا تصوّر تھا۔ وُہ اِس دُنیا سے اِنتقال کر جانے والے عزیزوں کے بارے میں کہتے تھے کہ وُہ شیول یعنی عالمِ برزخ (عالمِ ارواح) میں ہیں۔ اِس کا مطلب صِرف یہ ہے کہ یہاں سے چلی جانے والی رُوحیں نادیدنی حالت میں ہیں۔ اگرچہ اُس زمانے میں بھی ایک آسمانی اُمید اُن کے سامنے تھی، لیکن وُہ اِس کو اچھی طرح سمجھتے نہیں تھے ۔

مسیح کی آمد کے بعد سے ہمیں اِس موضُوع پر بہت روشنی مِلی ہے۔ مثال کے طور پر ہم جانتے ہیں کہ جب کوئی ایمان دار مرتا ہے تو اُس کی رُوح مسیح کے پاس چلی جاتی ہے جو کہ بہت ہی بہتر ہے۔ وُہ جسم سے غیر حاضر لیکن خُداوند کے ساتھ اپنے وطن میں ہوتا ہے۔ وُہ ابدی زِندگی اور اُس کی معمُوری میں داخِل ہو جاتا ہے ۔

مسیح نے نہ صرف "زِندگی" کو بلکہ "بقا" کو بھی "روشن کر دیا" ہے۔ "بقا" جسم کی قیامت کی طرف اِشارہ ہے۔ ہم ۱-کرنتھیوں ۱۵:۵۳ میں پڑھتے ہیں کہ "ضرور ہے کہ یہ فانی جسم بقا کا جامہ پہنے"۔ ہم جانتے ہیں کہ اگرچہ جسم قبر میں رکھا جاتا اور لازماً خاک میں مِل جاتا ہے تو بھی مسیح کی آمد پر یہی جسم قبر سے زِندہ اٹھایا جائے گا اور اِسے نئی قسم کا جسم بنا دیا جائے گا جو خود خداوند یسوع مسیح کے جسم کی مانند ہو گا۔ پرانے عہد نامہ کے مقدسین کو یہ بات معلوم نہ تھی۔ یہ علم "ہمارے منجی مسیح یسوع کے ظہور سے ظاہر ہوا"۔

۱:۱۱- اِسی جلالی خوشخبری کی منادی کے لئے پولس "منادی کرنے والا اور رسول اور اُستاد مقرر ہوا"۔ "منادی کرنے والا" وہ نقیب یا ڈھنڈورچی ہوتا ہے جو پیغام کا تمام لوگوں کے سامنے اعلان کرتا ہے۔ "رسول" وہ ہوتا ہے جسے خدا بھیجتا ہے، خدا اُسے توفیق اور سارے لوازمات عطا کرتا ہے اور خدا ہی اُسے قوت اور طاقت بخشتا ہے۔ "اُستاد" کا کام دوسروں کو عقیدے کی تعلیم دینا، سچائی کی قابلِ فہم طریقے سے وضاحت کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ ایمان لائیں اور فرمانبرداری کریں۔ رومیوں ۱۱:۱۳ میں پولس کہتا ہے کہ "مَیں غیر قوموں کا رسول ہوں"۔ اُس کی مندرجہ بالا خدمات خاص غیر قوموں کے حوالے سے تھیں، مگر اُس کا پیغام یہودیوں کے لئے بھی تھا۔

۱:۱۲- اپنی ذمہ داری اور اپنے فرض کی وفاداری کے ساتھ ادائیگی کے باعث پولس قید اور تنہائی کا "دُکھ" اُٹھا رہا تھا۔ وہ خدا کی سچائی کی منادی کرنے سے کبھی نہیں ہچکچایا۔ ذاتی حفاظت کے ڈر سے اُس کی زبان کبھی بند نہیں ہوئی۔ اب جبکہ اُسے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا تھا تو بھی اُسے کوئی پچھتاوا نہیں تھا۔ وہ "شرماتا نہیں" اور نہ تیمتھیس کو ہی شرمانا چاہئے۔ اگرچہ پولس کو اپنی ذاتی حفاظت کا یقین نہیں ہو سکتا تھا، لیکن اُس کو اُس ہستی کا پورا پورا "یقین" تھا جس نے اُسے بُلایا اور رسول مقرر کیا تھا کیونکہ وہ "اُسے جانتا" تھا۔ روم رسول کو مار ڈالنے میں تو کامیاب ہو سکتا ہے لیکن کوئی اِنسان اُس کے خداوند کو چھو بھی نہیں سکتا۔ پولس جانتا تھا کہ جس کا "مَیں نے یقین کیا ہے" وہ لائق ہے۔ کِس بات کے لائق ہے؟ وہ کیا "کر سکتا ہے؟" یہ کہ "وہ میری امانت کی اُس دِن تک حِفاظت کر سکتا ہے"۔ اِس بات پر علما کا اتفاقِ رائے نہیں کہ یہاں پولس کا اِشارہ کِس چیز کی طرف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ اپنی روح کی نجات کی بات کر رہا ہے، جبکہ دوسرے علما کہتے ہیں کہ اُس کا اِشارہ انجیل کی خوشخبری کی طرف ہے۔ دوسرے لفظوں میں اگرچہ خود پولس کو جان سے مار ڈالا جائے، مگر انجیل کو روکا نہیں جا سکتا۔ لوگ اِس کی جتنی مخالفت کریں گے یہ اُتنی ہی زیادہ پھولے پھلے گی۔

بہتر ہوگا کہ ہم اِن الفاظ کے وسیع تر مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ پولُس قائل تھا کہ میرا معاملہ بہترین ہاتھوں میں ہے۔ وُہ موت کو سامنے کھڑی دیکھتا ہے، مگر اُسے کوئی شک وشُبہ نہیں۔ یسوع مسیح اُس کا قادرِ مطلق خُداوند ہے اور اُس کو شکست یا ناکامی ہو ہی نہیں سکتی۔ فکرمندی کی کوئی بات نہیں۔ پولُس کی نجات یقینی ہے۔ اور اِس طرح اس دُنیا میں مسیح کی خِدمت کی کامیابی یقینی ہے۔

”اُس دِن“ یہ پولُس کی ایک پسندیدہ اِصطلاح ہے۔ اِس کا اِشارہ خُداوند یسوع مسیح کی آمد کی طرف ہے، اور خاص کر مسیح کے تختِ عدالت کی طرف —— جب اُس کی خاطر کی گئی خِدمت کا جائزہ لیا جائے گا اور جب خُدا کی مہربانی انسانوں کی وفاداری کا اجر دے گی۔

۱:۱۳ - اِس آیت کو دو طرح سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اوّل، تیمتھیُس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وُہ ”صحیح باتوں ... کا خاکہ“ ”یاد“ رکھے۔ اِتنا ہی کافی نہیں کہ وُہ خُدا کے کلام کی سچائی کا وفادار رہے، بلکہ اُن الفاظ سے چمٹا رہے جن کے ذریعے سے اِس سچائی کا بیان کیا جاتا ہے۔ یہاں ایک مِثال بہت سُود مند رہے گی۔ آج ہمارے زمانے میں کہا جاتا ہے کہ ہمیں دقیانوسی اصطلاحات کو ترک کر دینا چاہئے مثلاً ”توبہ“، ”نئے سرے سے پیدا ہونا“ یا ”یسوع کا خُون“۔ لوگ زیادہ پُرتصنّع زبان اِستعمال کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اِس میں سخت خطرہ پوشیدہ ہے۔ اگر ہم اظہار کا وُہ اسلوب ترک کر دیتے ہیں جو پاک نِوشتوں میں اپنایا اور استعمال کیا گیا ہے تو اکثر وُہ سچائی اور حقیقتیں بھی ترک ہو جاتی ہیں جن کا بیان اِن کے ذریعہ سے ہوتا اور لوگوں کو سمجھایا جاتا ہے۔ اِس لئے ضرور ہے کہ تیمتھیُس ”اِن صحیح باتوں کا خاکہ“ یاد رکھے اور اُن پر قائم رہے۔

اِس آیت کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ پولُس کی باتیں تیمتھیُس کے لئے ایک نمونہ یا نظیر کا کام دیں۔ اور اِس کے بعد تیمتھیُس جن باتوں کی تعلیم دے وُہ اُس خاکے سے ہم آہنگ ہو جو اُسے دیا گیا تھا۔ اور اپنی خِدمت کا کام کرنے میں تیمتھیُس سب کچھ ”اُس ایمان اور محبّت کے ساتھ“ کرے ”جو مسیح یسوع میں ہے“۔ ”ایمان“ کا مطلب صِرف اِعتقاد یا یقین ہی نہیں بلکہ اِنحصار کرنا بھی ہے۔ اور ”محبّت“ میں نہ صِرف خُدا سے ”محبّت“ بلکہ ہم جِنس اِنسانوں سے اور چاروں طرف ہلاک ہوتی ہوئی دُنیا سے ”محبّت“ بھی شامل ہے۔

۱:۱۴ - ”اچھی امانت“ کا مطلب انجیل کی خوشخبری ہے۔ فدیہ دینے والی محبّت کا پیغام تیمتھیُس کو بطور ”امانت“ سونپا گیا تھا۔ اُسے یہ نہیں کہا گیا کہ اِس میں کچھ بڑھائے یا کسی طرح

اِسے بہتر بنائے۔ اُس کا فرض یہ ہے کہ "رُوح القدس کے وسیلہ سے" جو اُس میں "بسا ہوا ہے" اُس کی "حفاظت" کرے۔ یہ خط تحریر کرتے وقت پَولُس کو پُورا احساس تھا کہ بڑے پیمانے پر لوگ ایمان سے پھر گئے ہیں اور کلیسیا کو خطرہ ہے۔ مُختلف اطراف سے مسیحی ایمان پر حملے ہوں گے۔ تیمتھیُس کو تاکید کی جاتی ہے کہ خُدا کے کلام کا وفادار رہے۔ اُس کے اندر بسنے والا "رُوح القدس" اُسے وُہ سب کچھ دے گا جس کی اُسے ضرورت ہے۔

۱:۱۵- جب پَولُس کلیسیا پر چھانے والی کالی گھٹاؤں کو دیکھتا ہے تو اُسے یاد آتا ہے کہ کس طرح "آسیہ کے سب لوگ" اُس سے پھر گئے ہیں۔ جس وقت یہ خط لکھا گیا تیمتھیُس غالباً اِفسُس میں تھا۔ وُہ جانتا تھا کہ پَولُس کن باتوں کے بارے میں لکھ رہا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب آسیہ کے لوگوں نے سُنا کہ پَولُس کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا گیا ہے تو اُنہوں نے اُس سے تعلق توڑ لیا۔ اور جب اُسے اُن کی سخت ضرورت تھی وہ اُس سے دستبردار ہو گئے۔ غالباً وجہ یہ تھی کہ اُن کو اپنی حفاظت کی فکر تھی۔ رومی حکومت اُن سب کو ڈھونڈتی پھرتی تھی جو مسیحی ایمان کی نشر و اشاعت کی کوشش کرتے تھے۔ پَولُس رسُول مسیحیت کا سب سے نامور اور مشہور نمائندہ تھا۔ جو لوگ اُس سے علانیہ میل جول رکھنے کی جُرأت کرتے وُہ ایک دم نظروں میں آ جاتے کہ وُہ بھی اُس کے ساتھ اور اُس کے کام اور مقصد کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں۔

یہ نہیں کہا گیا کہ یہ مسیحی خُداوند یا کلیسیا سے دستبردار ہو گئے تھے۔ لیکن ایسی سخت ضرورت کی گھڑی میں پَولُس کو چھوڑ دینا بُزدلانہ بے وفائی کی حرکت تھی۔

شاید "فُوگلُس اور ہرمگنیس" اِس تحریک کے سربراہ تھے کہ پَولُس کا ساتھ چھوڑ دیا جائے۔ کُچھ بھی ہو اُنہوں نے مسیح کے خادِم کی رِفاقت میں مسیح کی خاطر ملامت اُٹھانے سے اِنکار کیا اور یُوں دائمی شرمندگی اور حقارت اپنے لئے سمیٹی۔

۱:۱۶- "اُنیسفرُس" کے بارے میں دو مکاتبِ فکر ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ اُس نے بھی پَولُس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور اِسی لئے رسُول دُعا مانگتا ہے کہ "خُداوند" اُس پر "رحم کرے"۔ دیگر عُلما کا خیال ہے کہ اُس کا ذِکر اِس طرح کیا گیا کہ وُہ پہلے مذکُور دونوں افراد اور اُن کے ساتھیوں سے الگ اور مُختلف تھا۔

پَولُس دُعا مانگتا ہے کہ "خُداوند اُنیسفرُس کے گھرانے پر رحم کرے"۔ "رحم" اُن لوگوں کا اجر ہے جو خُود رحم کرتے رہتے ہیں۔ دیکھئے متی ۵:۷۔ ہمیں نہیں بتایا گیا کہ اُنیسفرُس نے پَولُس

کو کس طرح "تازہ دم کیا"۔ شاید وُہ کھانا اور کپڑے لے کر اُس گیلی سیلی اور تاریک کوٹھڑی میں آتا رہا جہاں پولُسؔ قید تھا۔ کُچھ بھی ہو وُہ قید خانے میں جا کر پولُسؔ سے مِلنے سے "شرمندہ نہ ہؤا"۔ اُس کو اپنی حِفاظت کی پروا نہ تھی۔ وُہ ضرُورت کے وقت اپنے دوست کی مدد کرتا رہا۔

اِس آیت کو اکثر غلط اِستعمال کِیا جاتا ہے کہ مُردوں کے لئے دُعا کرنا جائز ہے۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جب پولُسؔ نے یہ بات لِکھی اُس سے پہلے اُنیسفرُسؔ کا اِنتقال ہو چُکا تھا اور پولُسؔ خُدا سے اُس پر رحم کرنے کی دُعا مانگتا ہے۔ مگر کہیں مُبہم سا اِشارہ بھی نہیں کہ اُنیسفرُسؔ مر چُکا تھا۔ اِس نظریہ کا پرچار کرنے والے فقط بے ہُودہ باتیں کرتے ہیں۔ اور ایسی رسم کی داغ بیل ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں جو قطعاً بائبل کے مُطابق نہیں ہے۔

۱:۱۷۔ جب اُنیسفرُسؔ "رُوما میں آیا" اُس کے سامنے کم سے کم تین راہیں تھیں۔ اوّل، وُہ مسیحیوں سے میل جول رکھنے سے گُریز کرتا۔ دوم، وُہ ایمان داروں سے خُفیہ مِلتا۔ سوم، پولُسؔ سے قید خانے میں علانیہ مِلتا اور اپنے لئے خطرہ مول لیتا۔ اِس طرح اُس کو رُومی حاکموں کے ساتھ براہِ راست واسطہ پڑتا۔ یہ بات اُس کے لئے ہمیشہ کے لئے باعثِ تحسین و آفرین ہے کہ اُس نے آخری راہ اختیار کی۔ وُہ "کوشش سے تلاش کر کے مُجھ (پولُسؔ) سے مِلا"۔

۱:۱۸۔ رسُول دُعا مانگتا ہے کہ "اُس دِن اُس پر خُداوند کا رحم ہو"۔ یہاں "رحم" اجر کے معنوں میں اِستعمال ہؤا ہے۔ جیسا کہ پہلے ذِکر ہؤا "اُس دِن" سے مُراد وُہ وقت ہے جب مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے سب کو اجر دِیا جائے گا۔

اِس حِصّے کو ختم کرتے ہُوئے پولُسؔ تیمتھیُسؔ کو یاد دِلاتا ہے کہ اُنیسفرُسؔ نے "اِفسُسؔ" میں طرح طرح سے پولُسؔ کی خِدمت کی تھی۔

ب۔ برداشت (۲:۱-۱۳)

۱:۲۔ "تو اُس فضل سے جو مسیح یسُوعؔ میں ہے مضبُوط بن"۔ یعنی مسیح یسُوعؔ کے "فضل" سے قُوّت پا کر جُرأت مند بن جا۔ خُداوند کے لئے وفاداری سے کام جاری رکھ۔ مسیح کے ساتھ پیوستگی سے ہمیں وُہ توفیق مِلتی ہے جِس کے ہم لائق یا حقدار نہیں۔

۲:۲۔ تیمتھیُسؔ کو نہ صِرف خُود دلیر اور جُرأت مند بننا ہے بلکہ "اَوروں" کی تقویت کا بندوبست بھی کرنا ہے۔ وُہ اِلہامی تعلیم کو جو اُس نے پولُسؔ رسُول سے پائی تھی دُوسروں تک پہنچانے کا ذمّہ دار

ہے۔ پولُس تو بہت جلد اِس منظر سے ہٹ جانے کو تھا۔ اُس نے "بہت سے گواہوں کے سامنے" تیمتھیُس کو بڑی دیانت داری اور وفاداری سے تعلیم دی تھی۔ خُود تیمتھیُس کی خِدمت کے ایام بھی تھوڑے ہوں گے۔ اِس لئے اُسے اپنی خِدمت کو یُوں ترتیب دینا چاہئے کہ دُوسرے افراد تربیّت پاکر تعلیم دینے کا کام جاری رکھ سکیں۔

اِس آیت سے رسُولی جانشینی کے تصوّر کی حمایت نہیں ہوتی۔ اور نہ اِس کا اِشارہ آج کل کی خادمانِ دین کی مخصُوصیت کی رسم کی طرف ہے۔ یہ تو کلیسیا کے لئے خُداوند کی ایک ہدایت ہے کہ لائق اور قابل اُستادوں کا سِلسلہ جاری رہے۔

اکثر اِس بات کی طرف توجہّ دِلائی جاتی ہے کہ اِس آیت میں ایمان داروں کی چار پُشتوں کا ذِکر ہے،

یعنی ۱- پولُس رسُول ۲- تیمتھیُس اور بہت سے گواہ
۳- دیانت دار آدمی ۴- اَور یعنی دُوسرے۔

پاک نوِشتے اِس بات پر زور دیتے ہیں کہ کلیسیا کا ہر ایک رُکن مُبشّر ہے۔ اگر ہر ایماندار دِل سے اپنا اپنا حِصّہ ادا کرے تو پُوری دُنیا میں ایک پُشت کے دَوران منادی ہو سکتی ہے۔ لیکن اِنسان کے اِرادے کے بگاڑ اور برگشتگی کے پیشِ نظر یہ بات محض قیاس ہی ہے۔ دِیگر مذاہب اور مسالِک کی منادی اور کئی دُوسری رکاوٹیں بھی اِس بات کو ناممکن الحصُول بنا دیتی ہیں۔ لیکن ایک بات یقینی طور پر واضح ہے کہ مسیحیوں کی آج تک کی تاریخ جو کچھ بیان کرتی ہے وہ اِس سے کہیں زیادہ اور بہتر کام کر سکتے ہیں۔

غور کریں کہ تیمتھیُس کو یہ سچائی "دیانت دار آدمیوں کے سپُرد" کرنی ہے، یعنی جو خُود بھی ایمان دار اور قابلِ اِعتماد ہوں اور "جو اَوروں کو بھی سِکھانے کے قابل ہوں"۔ یہاں پر یہ شرط عائد ہوتی ہے کہ جہاں تک تعلیم کی خِدمت کا تعلق ہے پہلے کچھ لیاقت اور قابلیّت ہونی چاہئے۔

۲:۳ - اکثر توجہّ دلائی جاتی ہے کہ تیمتھیُس کا ذِکر کرتے ہُوئے اِس باب میں پولُس نے مُتعدد پُرمعنی تشبیہات اِستعمال کی ہیں۔ (۱) فرزند آیت ۱ (۲) سپاہی آیات ۳،۴ (۳) پہلوان- دنگل میں مقابلہ کرنے والا آیت ۵ (۴) کِسان آیت ۶ (۵) کام کرنے والا- کارِندہ آیت ۱۵ (۶) برتن آیت ۲۱ (۷) بندہ (خادِم) آیت ۲۴-

تیمتھیُس کو چاہیئے کہ "مسیح یسُوع کے اچھے سپاہی کی طرح دُکھ" اور تکالیف اُٹھائے۔ (پولُس نے خُود بہت دُکھ اُٹھائے۔ اِن کی فہرست کے لئے ملاحظہ کریں ۲- کرنتھیوں ۱۱:۲۳-۲۹)۔

۲:۴ - اِس آیت میں جِس سپاہی کا ذِکر ہُوا ہے وُہ "حاضِر ڈیوٹی" (اپنا فرضِ منصبی ادا کرنے) پر ہے۔ اِتنا ہی نہیں بلکہ اُس مقام پر ہے جہاں گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ ایسے ہولناک حالات میں گِھرا ہُوا کوئی سپاہی "اپنے آپ کو دُنیا کے مُعاملوں میں نہیں پھنساتا"۔

کیا اِس کا مطلب ہے کہ جو افراد خُداوند کی خِدمت میں مصرُوف ہیں اُن کو دُنیاوی مُعاملات میں بالکُل حِصّہ نہیں لینا چاہیئے؟ ہرگز نہیں۔ پَولُس جب انجیل کی منادی کرتا اور جگہ جگہ کلیسیائیں قائم کرتا تھا وُہ خیمہ دوزی کا کام بھی کرتا تھا۔ وُہ گواہی دیتا ہے کہ مَیں اپنے ہاتھوں کی محنت سے اپنی ضرُوریات پُوری کرتا ہُوں۔

زور "پھنساتا" پر ہے۔ کِسی سپاہی کو زِندگی کے معمُول کے کاموں کو زِندگی کا مقصد نہیں بنا لینا چاہیئے۔ مثلاً خوراک اور کپڑوں کی فراہمی، بلکہ نمایاں اور اہم مقام مسیح کی خِدمت کو حاصِل ہونا چاہیئے۔ اِس زِندگی کی باتوں کو پسِ منظر میں رہنا چاہیئے۔

ڈیوٹی پر موجُود "سپاہی" اپنے ہیڈکوارٹرز سے احکام موصُول کرنے کو ہر وقت مستعِد رہتا ہے۔ اُس کی خواہش ہوتی ہے "کہ اپنے بھرتی کرنے والے کو خوش کرے"۔ ایمان دار کو بلاشُبہ خُداوند نے بھرتی کیا ہے۔ اور چاہیئے کہ اُس کی محبّت ہمیں مجبور کرے کہ دُنیا کی چیزوں اور مُعاملوں پر اپنی گرفت ڈھیلی رکھیں۔

۲:۵ - اب دُوسری تشبیہ سامنے آتی ہے۔ پَولُس "دنگل میں مُقابلہ کرنے والے" کی تصویر پیش کرتا ہے۔ انعام حاصِل کرنے کے لئے لازم ہے کہ وُہ کھیل کے سارے قواعد وضوابط کی پابندی کرے۔ یہی حال مسیحی خِدمت میں ہوتا ہے۔ کِتنے ہیں جو دَوڑ کی آخری لائن تک پہنچنے سے پہلے ہی دَوڑ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ وُہ اِس لئے نااہل قرار پاتے ہیں کہ خُدا کے کلام کی بے چُون وچرا تعمیل کرنے پر قائم نہ رہے۔

مسیحی خِدمت کے بعض قواعد وضوابط کیا ہیں؟ (۱) ضبطِ نفس ۱-کرنتھیوں ۹: ۲۷ - (۲) جسمانی ہتھیاروں کے ساتھ نہیں بلکہ رُوحانی ہتھیاروں کے ساتھ جنگ لڑنا ۲-کرنتھیوں ۱۰: ۴ (۳) پاک رہنا (۴) صَبر کے ساتھ کوشِش کئے جانا۔

کِسی نے کہا ہے کہ "فارِغ وقتی مسیحی" یہ اصطلاح اپنی تردید خود ہے۔ اِنسان کی پُوری زِندگی اِس کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک شُعبہ مسیحی زِندگی کا نمُونہ ہونا چاہیئے۔ اِس کے لئے مُسلسل اور سرگرم مُشقّت کی ضرُورت ہوتی ہے۔

۲:۶ - ”جو کسان محنت کرتا ہے پیداوار کا حصہ پہلے اُسی کو ملنا چاہئے“ - جو شخص فصل پیدا کرنے میں محنت کرتا ہے حصہ پہلے اُسی کو ملنا چاہئے - اور خداوند ہر کسی کو اُس کی محنت کا صلہ دیتا ہے -

جہاں ڈاربی اتفاق کرتا ہے کہ مندرجۂ بالا ترجمہ ممکن ہے وہاں یہ رائے بھی دیتا ہے کہ کلام کے اِس حصے کا مفہوم یہ ہے کہ فصل یا پیداوار میں حصہ پانے کے لئے کسان پر لازم ہے کہ محنت کرے - اِس لئے وہ یوں ترجمہ کرتا ہے کہ ”پیداوار میں حصہ پانے سے پہلے کسان محنت کرے“ - اِس میں ”ضرور“ کا تصور قائم رہتا ہے - ضرور ہے کہ سپاہی برداشت کرے - ضرور ہے کہ پہلوان (دنگل میں مقابلہ کرنے والا) قوانین کی پابندی کرے - ضرور ہے کہ کسان محنت کرے -

۲:۷ - پولس نے مسیحی خدمت کے تعلق سے تین مثالیں دی ہیں - اِن کا مفہوم بہت گہرا ہے - تیمتھیس کو تاکید کی گئی ہے کہ اِن پر دھیان دے اور غور و فکر کرے - پولس دعا مانگتا ہے کہ جب تیمتھیس ایسا کرے تو ”خداوند“ اُس کو ”سب باتوں کی سمجھ دے“ - اُس کو احساس ہو گا کہ مسیحی خدمت جنگ، دنگل میں مقابلے اور کاشتکاری کے مشابہ ہے - اور ہر پیشہ کی اپنی ذمہ داریاں اور فرائض ہیں اور ہر ایک کا اپنا اپنا صلہ اور اجر ہے -

۲:۸ - اب پولس نوجوان تیمتھیس کی حوصلہ افزائی میں نقطۂ عروج پر پہنچ جاتا ہے - وہ خداوند یسوع کے نمونے تک آجاتا ہے - وہ اِس سے بلند نہیں جا سکتا - وہ دکھوں کے بعد جلال کا نمونہ ہے - ”یسوع مسیح کو یاد رکھ جو مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے اور داؤد کی نسل سے ہے“ - یہاں تصور یہ نہیں کہ تیمتھیس خداوند یسوع کے بارے میں چند باتیں یاد رکھے، بلکہ یہ کہ اُس کی ذات کو یاد رکھے ”جو مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے“ اور زندہ ہے -

ایک لحاظ سے یہ آیت اُس خوشخبری کا خلاصہ ہے جس کی منادی پولس کرتا تھا - اہم نکتہ یہ ہے کہ منجی کا جی اُٹھنا خوشخبری ہے - تیمتھیس کے سامنے مصلوب یسوع کی نہیں بلکہ جی اُٹھے خداوند کی رویا رکھی جا رہی ہے اور اِسی کی اہمیت واضح کی جا رہی ہے -

”داؤد کی نسل سے ہے“ - یہ واحد اور بے مثال بیان ہے کہ یسوع ہی مسیح ہے - وہ ”داؤد“ کی نسل سے ہے جس میں مسیح موعود کے بارے میں خدا کے وعدے پورے ہوتے ہیں -

جتنے بھی خداوند کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اُن سب کے لئے ضرور ہے کہ منجی کی ذات اور اُس کے کام کو ہمیشہ یاد رکھیں - جن کو دکھوں اور موت کا سامنا ہے اُن کے لئے یہ یاد خاص حوصلہ افزائی کا موجب ہوتی ہے کہ خداوند یسوع مسیح خود صلیب اور قبر کے راستے سے آسمانی جلال کو

پُہنچا ہے۔

۲:۹ - جس خوشخبری کا خاکہ آیت ۸ میں دیا گیا ہے اُسی کی منادی کرنے کے باعث اَب پولُس زنجیروں سے بندھا ہُوا رومی قید خانہ میں پڑا تھا۔ اُس کو "بدکار" سمجھا جاتا تھا۔ اُس کے ساتھ ایک عام مُجرم جیسا سلوک روا رکھا جا رہا تھا۔ ہر بات حوصلہ شکن تھی۔ نہ صرف رومی حکومت اُسے مار ڈالنے پر تُلی ہُوئی تھی، بلکہ اُس کے بعض مسیحی دوست بھی اُس کا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔

اِن ناخوش گوار اور تلخ حالات کے باوجود پَولُس کی شادمان رُوح قید کے تہہ خانے کی دیواروں سے کہیں اُوپر پرواز کرتی ہے۔ جب اُس کو یاد آتا ہے کہ "خُدا کا کلام قید نہیں" تو وُہ اپنی ساری مُصیبت اور دُکھ بھول جاتا ہے۔ لینسکی نے کیا خُوب کہا ہے کہ "رسُول کی زِندہ آواز اُس کے اپنے خُون میں ڈبوئی جا سکتی ہے لیکن جو کچھ اُس کے خُداوند نے اُس کی زبانی کہا ہے وُہ آج بھی ساری دُنیا میں گُونج رہا ہے۔" ساری دنیا کی ساری فوجیں بھی خُدا کے کلام کو پیش قدمی کرنے سے نہیں روک سکتیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے وُہ آسمان سے بارش اور برف کو گرنے سے روکنے کی کوشش کریں (یسعیاہ ۵۵: ۱۰، ۱۱)۔ ہاروے کہتا ہے:

> "پاک کلام کے حامی اور دِفاع کرنے والے قید و بند کی صعُوبتیں برداشت کر سکتے بلکہ شہادت پا سکتے ہیں لیکن پاک کلام کی ترقی، فتح مندی اور پیش قدمی میں کوئی چیز مزاحم نہیں ہو سکتی۔ وُہ خُدا کی قُوّت سے آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اِنسان مرتے ہیں، مگر مسیح اور اُس کی خوشخبری زِندہ ہے اور ہر زمانے میں فتح پاتی ہے۔"

۲:۱۰ - خوشخبری کی فِطرت ہی ایسی ہے کہ کوئی چیز اِس کا راستہ نہیں روک سکتی اور اِسی وجہ سے پَولُس "برگزیدہ لوگوں کی خاطر سب کچھ سہتا" تھا۔ "برگزیدہ لوگوں" سے مُراد ہے وُہ سب جِن کو خُدا نے ابدی نجات کے لئے چُن لیا ہے۔ بائبل اگرچہ یہ تعلیم دیتی ہے کہ خُدا اِنسانوں کو نجات پانے کے لئے چُنتا ہے لیکن یہ تعلیم کہیں نہیں دیتی کہ وہ کِسی کو ملعون یا جہنمی ہونے کے لئے بھی چُنتا ہے۔ جو نجات پاتے ہیں وُہ خُدا کے فضل سے نجات پاتے ہیں۔ جو ہلاک ہوتے ہیں وُہ اپنے دانِستہ چناؤ سے ہلاک ہوتے ہیں۔

کِسی کو حق نہیں پہنچتا کہ برگزیدگی کے عقیدے پر خُدا سے جھگڑے۔ یہ عقیدہ خُدا کو خُدا رہنے دیتا ہے۔ وہ جو کائنات پر مختارِ کُل ہے، جو فضل، اِنصاف، راستی اور محبّت کو بروئے کار لاتا ہے، وُہ ناانصافی یا ظُلم سے کوئی کام نہیں کرتا بلکہ اکثر ایسی مہربانی کرتا ہے جس کے ہم قطعاً حقدار

نہیں ہوتے۔

پَولُس رسُول کو احساس ہے کہ خوشخبری کی خاطر اُس کے دُکھ اُٹھانے سے رُوحوں نے نجات پائی۔ اور وُہ دِن آتا ہے کہ یہ رُوحیں "مسیح یسُوع" کے ساتھ "ابدی جلال" میں حِصّہ دار ہوں گی۔ مُجرم گنہگار خُدا کے فضل سے نجات پاتے اور مسیح یسُوع کے ساتھ جلال پاتے ہیں۔ یہ رویا پَولُس کو ہر قسم کا دُکھ برداشت کرنے کی تحریک دینے کو کافی تھی۔

۲: ۱۱۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ آیات ۱۱-۱۳ اِبتدائی دَور کے کسی مسیحی گیت کی سطُور ہیں۔ ہوں، یا نہ ہوں، لیکن وُہ اِنسان کے خُداوند یسُوع مسیح کے ساتھ تعلق کے بارے میں چند بے لچک اصُول ضرور پیش کرتی ہیں۔ ہائبرٹ لکھتا ہے کہ "اِن پُرمغز بیانات کی مرکزی سچائی یہ ہے کہ مسیح پر ایمان ایماندار کو ہر بات میں مسیح کا ہم شکل بنا دیتا ہے، جبکہ بے ایمانی اِنسانوں کو اُس سے یقیناً جُدا کر دیتی ہے" — پَولُس کی طرف سے تیمتھیُس کے تمام خطُوط میں یہ چوتھی "سچ بات" ہے۔

پہلا اصُول یہ ہے کہ "جب ہم اُس (مسیح) کے ساتھ مَر گئے تو اُس کے ساتھ جئیں گے بھی"۔ رُوحانی مفہوم میں "ہم" اُسی لمحہ "اُس کے ساتھ مَر گئے" جب ایمان لا کر اُسے اپنا نجات دہندہ قبول کیا۔ ہم اُس کے ساتھ دفن ہُوئے اور اُس کے ساتھ مُردوں میں سے زِندہ ہُوئے۔ مسیح ہمارا نمائندہ اور عِوضی ہو کر مُوا۔ اپنے گُناہوں کے لئے ہمیں خُود مرنا چاہئے تھا لیکن ہماری جگہ مسیح مر گیا۔ خُدا یہ محسُوب کرتا ہے کہ "ہم اُس کے ساتھ مَر گئے" اور اِس کا مطلب ہے کہ ہم آسمان میں اُس کے ساتھ جئیں گے بھی"۔

شاید اِس آیت کا اطلاق اُن پر بھی ہوتا ہے جو مسیحی شہید کی حیثیت میں جان بحق ہوتے ہیں۔ جو اِس طرح مَوت میں اُس کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں وُہ قیامت میں بھی اُسی طرح اُس کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔

۲: ۱۲۔ ایک لحاظ سے یہ بات تمام مسیحیوں پر صادق آتی ہے کہ وُہ "دُکھ سہتے ہیں" اور کہ وُہ مسیح کے "ساتھ بادشاہی بھی کریں گے"۔

لیکن اِس حقیقت کی طرف توجہ دِلانا بھی ضروری ہے کہ سب کے سب مسیح کے ساتھ یکساں بادشاہی نہیں کریں گے۔ جب وُہ بادشاہی کرنے کے لئے زمین پر واپس آئے گا تو اُس کے مُقدّسین اُس کے ساتھ آئیں گے اور بادشاہی کرنے میں شریک ہوں گے۔ لیکن ہر ایک کے بادشاہی کرتے کے وقت اور عرصہ کا تعیّن اِس موجُودہ زِندگی میں اُس کی وفاداری کے مُطابق ہو گا۔

جو مسیح کا "اِنکار کرتے ہیں مسیح بھی اُن کا اِنکار کرے گا۔ یہاں کِسی سنگین دباؤ کے باعث اچانک

لغزِش کھانے کا تصوّر نہیں جیسا کہ پطرس سے ہُوا تھا، بلکہ مُستقِل اِنکار کا تصوّر ہے۔ یہ الفاظ ایک بے ایمان شخص کا بیان کرتے ہیں جس نے کبھی ایمان کے ساتھ خُداوند کو قبول نہیں کیا۔ اُس آنے والے دِن میں خُداوند ایسے سب لوگوں کا اِنکار کرے گا۔ یہ نہیں دیکھے گا کہ وُہ کِس شدومد اور کیسے مذہبی بن کر مجھ پر ایمان لانے کا دعویٰ کیا کرتے تھے۔

۲:۱۳۔ یہ آیت بھی بے ایمانوں کا بیان کرتی ہے۔ ڈنسٹیل ینگ وضاحت کرتا ہے کہ "خدا اپنی نفی نہیں کر سکتا۔ اگر وُہ ایمان داروں اور بے ایمانوں دونوں کے ساتھ یکساں سلوک کرتا ہے تو یہ اُس کی ذات کے خِلاف ہو گا۔ ہم خواہ کُچھ بھی ہوں، وُہ ہمیشہ راستی پر قائم رہتا ہے۔"

اِس آیت سے یہ تعلیم نہیں دینی چاہیے کہ خُدا کی وفاداری اِس بات میں ظاہر ہوتی ہے کہ وُہ بے ایمانوں کے ساتھ بھی وفادار رہے گا۔ بات یہ نہیں ہے بلکہ یہ کہ وہ اپنی ذات، اپنے کِردار کے ساتھ "وفادار" ہے اور اِسی کے مطابق بے ایمانوں سے سلوک کرتا ہے۔ ایک مفسّر کہتا ہے کہ "وُہ اپنی دھمکیوں میں بھی ویسا ہی وفادار ہے جیسا کہ اپنے وعدوں میں۔"

۳۔ وفاداری بمقابلہ برگشتگی (۲:۱۴–۴:۸)

ا۔ حقیقی مسیحیّت کے ساتھ وفاداری (۲:۱۴–۲۶)

۲:۱۴۔ پولُس کہتا ہے کہ "یہ باتیں اُنہیں یاد دِلا"۔ یعنی وہ "باتیں" جو آیات ۱۱–۱۳ میں کہی گئی ہیں۔ مگر "اُنہیں" سے پولُس کا اِشارہ کِس کی طرف ہے؟ غالباً مُراد تیمتھیُس کے تمام سامعین سے ہے۔ لیکن خصُوصیّت سے وُہ لوگ مُراد ہیں جو غلط تعلیم پھیلا رہے تھے۔ یہ بات آیت کے بقیہ حِصّے سے واضح ہوتی ہے کہ جو لوگ بظاہر اُستاد اور مناد کے عہدوں پر فائز تھے اُن کو خبردار کیا گیا ہے کہ "لفظی تکرار نہ کریں"۔ معلُوم ہوتا ہے کہ افسُس میں ایسے افراد موجُود تھے جو بعض الفاظ کے تکنیکی معنوں پر بحث و تکرار کرتے اور مسائل پیدا کرتے تھے۔ مقدّسین کو خدا کے کلام میں مضبُوط کرنے کی بجائے وُہ اپنے سامعین کے ایمان کی جڑیں کاٹتے تھے۔ ایک مُفسّر خبردار کرتا ہے کہ

> عِلم الٰہیات میں خبطی بن جانا بہت آسان ہے ـــــــ ہم معمُولی اور بالکل غیر اہم مسائل اور سوالات میں مگن ہو جاتے ہیں۔ زِندگی اِتنی مختصر اور اِتنی مصرُوف ہے کہ دِل و دماغ کو ایسی باتوں پر ضائع نہیں کیا جا سکتا جن سے کچھ علم حاصل نہیں ہوتا۔

دُنیا بشارت کی منتظر ہے۔ اِس صُورت میں ہمارے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ عقائد کے ذیلی گلی کوچوں میں بھاگتے پھریں۔ عظیم سچائیوں کے وفادار رہیں ۔ بنیادی اور ضرُوری باتوں پر زور دیں۔ ضمنی باتوں پر تکرار نہ کریں ۔

۱۵:۲۔ تیمتھیُس کو سخت "کوشش" کرنی چاہئے کہ "خُدا کے سامنے مقبول" ہو۔ اُس کی کوشش اِس مقصد پر مرکوز ہونی چاہئے کہ "ایسا کام کرنے والا" ثابت ہو "جس کو شرمندہ نہ ہونا پڑے"۔ اِس کا طریقہ یہ ہے کہ "حق کے کلام کو درستی سے کام میں" لائے ۔ مطلب یہ ہے کہ پاک نوشتوں کو صحیح طور سے اِستعمال کرے ۔ آکسفورڈ کے مطابق مُراد ہے " درُستی سے اِنتظام کرنا ، جھُوٹ کی ملاوٹ نہ کرنا اور سچائی پر پُورا پُورا عمل کرنا"۔

۱۶:۲۔ "بے ہُودہ بکواس" سے مُراد وُہ تعلیم ہے جو ناشائستہ ، شرارت پر مبنی اور بے سُود ہو۔ اِس سے خُدا کے لوگوں کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ اِس سے "پرہیز" کرنا ضروری ہے۔ تیمتھیُس کو یہ ہدایت نہیں کی گئی کہ اِن اُستادوں کا مُقابلہ کرے یا اِن کے خِلاف جنگ کرے ، بلکہ یہ کہ اُن کو حقیر اور ناچیز جانے ۔ اُن پر توجّہ دے کر اُن کی قدر و قیمت میں اِضافہ نہ کرے ۔

ان بے ہُودہ بکواس کرنے والوں کے بارے میں ایک بات بتانا بہت ضرُوری ہے کہ وُہ کبھی ایک بات پر یا ایک حالت پر قائم نہیں رہتے ۔ وُہ "بے دینی میں ترقی" کرتے جاتے ہیں۔ ہر قسم کی غلط باتوں کا یہی حال ہے ۔ جو غلط باتوں کی تعلیم دیتے ہیں وُہ اِن میں اِضافہ کرتے رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اِسی وجہ سے جھُوٹے مذہبی نظام ہمیشہ نئے نئے نظریئے ، نئی نئی تعلیمیں پیش کرتے رہتے اور نئے نئے فیصلے صادر کرتے رہتے ہیں ۔ یہ کہنے کی ضرُورت نہیں کہ یہ غلط تعلیم جِتنی وسیع ہوتی ہے "بے دِینی" اُتنی ہی "ترقی" کرتی ہے۔

۱۷:۲۔ جِس انداز سے یہ جھوٹا اور غلط "کلام" پھیلتا ہے اِس کو "آکلہ" یعنی کینسر (سرطان) سے تشبیہ دی گئی ہے ۔ ہم میں سے اکثر لوگ جانتے ہیں کہ اِنسانی بدن میں یہ خوفناک مرض کس تیزی سے پھیلتا اور جسم کے عضلات کو تباہ و برباد کرتا چلا جاتا ہے ۔

لفظ "آکلہ"[1] (کینسر) کا ترجمہ "گینگرین یا غانقاریا" بھی ہو سکتا ہے ۔ اِس مرض میں جسم کے

---

[1] عربی زبان کے اِس لفظ کا لغوی مطلب ہے کھا جانے والا/والی ۔ یُونانی متن میں لفظ gangraina ہے جس سے انگریزی لفظ gangrene مشتق ہے۔ طبّی اصطلاح میں اِس مرض کو "خُورہ" بھی کہتے ہیں ۔ جسم کے جس حِصّے پر اِس کا حملہ ہوتا ہے وُہ مُردہ ہو جاتا ہے اور یہ مرض آگے ہی آگے پھیلتا جاتا ہے ۔

متاثرہ حصّے کو خون اور غذائیت کی فراہمی بند ہو جاتی لہٰذا وہ "مر" جاتا ہے ۔

نئے عہد نامہ میں ایک اور جگہ غلط اور شریر تعلیم کو خمیر سے تشبیہ دی گئی ہے کہ اگر اِسے پھیلنے دیا جائے تو سارے آٹے کو خمیر کر دیتا ہے ۔

یہاں دو آدمیوں کا نام لیا گیا ہے جن کی تعلیم مقامی کلیسیا کو خراب کر رہی تھی۔ یہ "ہمنیُس اور فلیتُس" ہیں۔ چونکہ اُنہوں نے سچّائی کے کلام کو درست طور پر اِستعمال نہیں کیا، اِس لئے وہ دوسروں کے ساتھ ندامت اُٹھائیں گے ۔

۲:۱۸ ۔ یہاں اُن کی جھوٹی تعلیم کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ وہ لوگوں کو بتاتے تھے کہ "قیامت ہو چکی ہے"۔ شاید اُن کا مطلب یہ تھا کہ جب کوئی اِنسان نجات پا کر مسیح کے ساتھ نئی زندگی میں زندہ کیا جاتا ہے تو صرف یہی ایک قیامت ہے جس کی وہ توقع کر سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ قیامت کو رُوحانی مفہوم دیتے تھے اور لغوی معنوں میں بدن کے قبر سے جی اُٹھنے کا مذاق اُڑاتے تھے ۔ پولُس نے دیکھ لیا تھا کہ یہ بات مسیحی ایمان اور سچائی کے لئے زبردست خطرہ ہے ۔

۲:۱۹ ۔ پولُس رسول ہمنیُس اور فلیتُس اور اُن کی جھوٹی تعلیم کے بارے میں سوچتا ہے تو اُسے دوبارہ احساس ہوتا ہے کہ کلیسیا پر تاریک دِن آنے والے ہیں۔ بے ایمانوں کو مقامی کلیسیا میں قبول کر لیا گیا ہے۔ مسیحی زندگی اِتنی پست سطح پر آ گئی ہے کہ سچے اور نام کے مسیحی میں اِمتیاز کرنا اکثر مشکل ہو گیا ہے۔ مسیحی دُنیا ایک مِلی جُلی بھیڑ بن گئی ہے اور اِس سے پیدا ہونے والی افراتفری تباہ کن نتائج پیدا کر رہی ہے ۔

اِن حالات کے درمیان پولُس کو اِس یقین سے تسلّی مِلتی ہے کہ "خدا کی مضبوط بنیاد قائم رہتی ہے"۔ یعنی جو کچھ خدا نے قائم کیا ہے وہ نام نہاد کلیسیا کے تنزل کے باوجود قائم رہے گا۔

"خدا کی مضبوط بنیاد"۔ اِس اصطلاح کی کئی تشریحات پیش کی جاتی ہیں۔ بعض عُلما کے مُطابق یہ حقیقی اور سچی کلیسیا ہے۔ دوسرے عُلما کے مُطابق اِس سے مُراد خدا کا وعدہ ہے۔ اور دیگر عُلما کہتے ہیں کہ یہ مسیحی ایمان یا برگزیدگی کا عقیدہ ہے۔ لیکن کیا یہ بات صاف نہیں کہ "خدا کی ... بنیاد" ہر وہ چیز ہے جو خداوند کرتا ہے؟ اگر وہ اپنے کلام کو بھیجتا ہے تو کونسی چیز اُسے روک سکتی ہے؟ ہملٹن سمتھ کہتا ہے: "اِنسان کی کوئی ناکامی اُس بنیاد کو نہیں ہلا سکتی جو خدا نے رکھی ہے۔ نہ اُس کام کو مکمل ہونے سے روک سکتی ہے جو اُس نے شروع کیا ہے۔ ... جو خداوند کے ہیں اگرچہ وہ انبار میں چھپے ہوں مگر کبھی گم نہیں ہو سکتے"۔

"خدا کی بُنیاد" پر دُہری "مُہر" ہے۔ ایک اِلٰہی پہلُو ہے اور دُوسرا اِنسانی پہلُو۔ اِلٰہی پہلُو سے "خُداوند اپنوں کو پہچانتا ہے"۔ وُہ اُن کو صرف "پہچانتا" ہی نہیں اُن کو جانتا ہے، اُن کو منظور کرتا ہے اور اُن کی قدر دانی کرتا ہے۔ اِس "مُہر" کا اِنسانی پہلُو یہ ہے کہ "جو کوئی خُداوند کا نام لیتا ہے ناراستی سے باز رہے"۔ جو لوگ مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وُہ پاکیزگی اور دینداری کی زِندگی بسر کرنے سے اپنے اِس دعویٰ کو سچ ثابت کر سکتے ہیں۔ کِسی سچے مسیحی کو ناراستی سے کوئی واسطہ، کوئی نسبت نہیں ہونی چاہئے۔

مُہر ملکیت کا نشان ہوتی ہے۔ مزید برآں مُہر تحفّظ، ضمانت اور سند کی علامت بھی ہوتی ہے۔ اِس لئے خُدا کی "بُنیاد" پر "مُہر" ثابت کرتی ہے کہ جتنے بھی سچے ایمان دار ہیں وُہ اُس کی مِلکیت ہیں۔ یہ اِس بات کی ضمانت بھی ہے کہ جتنے ایمان لائے ہیں وُہ ناراستی کو ترک کرنے کے وسیلے سے اپنی نئی زِندگی کی حقیقت کو ثابت کر دیں گے۔

۲:۲۰۔ ہم جانتے ہیں کہ اِس مثال میں "بڑے گھر" کا مطلب مسیحی دُنیا ہے۔ وسیع تر مفہُوم میں مسیحی دُنیا ایمان داروں اور مسیحی ہونے کا دعویٰ کرنے والوں پر مشتمل ہے۔ یعنی جو واقعی نئے سِرے سے پیدا ہوئے ہیں اور جو صِرف نام کے مسیحی ہیں، یہ سبھی مسیحی دُنیا میں شامِل ہیں۔

چنانچہ "سونے چاندی ... کے برتن" سچے اور اصلی ایمان داروں کو ظاہر کرتے ہیں، جبکہ "لکڑی اور مٹی کے ... برتن" خصُوصیت سے بے ایمانوں کو ظاہر نہیں کرتے بلکہ شرارت کرنے والوں اور جھُوٹی تعلیم دینے والوں کو ظاہر کرتے ہیں جیسے ہُمنیُس اور فلیتُس تھے (آیت ۱۷)۔

اِن برتنوں کے بارے میں چند باتوں کو دیکھنا چاہئے۔ اوّل تو اُن خام چیزوں میں اہم فرق ہے جن سے یہ برتن بنے ہیں۔ دُوسرے اُن کے اِستعمال بھی الگ الگ ہیں۔ اور تیسرے اُن کے آخری انجام میں بھی فرق ہے۔ لکڑی اور مٹی کے برتن کُچھ عرصہ بعد ردّ کر دِئے جاتے ہیں۔ لیکن سونے اور چاندی کے برتن قیمتی چیزوں کے طور پر بحفاظت رکھے جاتے ہیں۔

"بعض عِزّت اور بعض ذِلّت کے لئے"۔ اِن الفاظ کی مختلف تشریحات پیش کی گئی ہیں۔ بعض عُلما کی رائے میں "ذِلّت" کا مطلب فقط کم عِزّت ہے۔ اِس لحاظ سے سارے کے سارے برتن سچے ایمان داروں کو ظاہر کریں گے۔ لیکن اِن میں سے بعض بہُت اعلیٰ مقاصد کے لئے اور دُوسرے ادنیٰ مقاصد کے لئے اِستعمال کئے جائیں گے۔ دُوسرے عُلما کا خیال ہے "عِزّت کے لئے" برتن پولُس اور تیمتھیُس جیسے افراد کو ظاہر کرتے ہیں جبکہ "ذِلّت کے لئے" برتن ہُمنیُس اور فلیتُس جیسے افراد کو

ظاہر کرتے ہیں ۔

۲:۲۱ ۔ اِس آیت کی تفسیر کا اِنحصار اِس بات پر ہے کہ ہم "اِن سے" سے کیا مُراد لیتے ہیں ۔ دیکھئے جُملہ "اِن سے الگ ہو کر اپنے تئیں پاک کرے گا" ۔

کیا "اِن سے" کا مطلب لکڑی اور مٹّی کے برتن ہے؟ کیا اِشارہ اُس جھُوٹی تعلیم کی طرف ہے جِس کا ذِکر اِس باب میں پہلے آ چکا ہے؟ یا عمومی لحاظ سے شریر اور بُرے افراد کی طرف ہے؟

نہایت فِطری مطلب تو یہی معلُوم ہوتا ہے کہ "اِن سے" سے 'ذلّت کے لئے برتن' مُراد لیا جائے۔ تیمتھیُس کو ہدایت کی گئی ہے کہ شریر آدمیوں اور خاص کر اُن بُرے استادوں سے دُور رہے جِن کا ذِکر پَولُس نے ابھی ابھی کیا ہے ۔ مثلاً ہمِنیُس اور فلیتُس ۔

تیمتھیُس کو یہ ہدایت نہیں کی گئی کہ کلیسیا کو چھوڑ دے، یا مسیحی دُنیا کو چھوڑ دے ۔ اپنے مسیحی ہونے سے اِنکار کئے بغیر اُس کے لئے یہ کرنا مُمکن ہی نہیں کیونکہ مسیحی دُنیا میں وُہ سب شامِل ہیں جو ایمان دار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ۔ یہاں سُوال بُرائی کرنے والوں سے الگ رہنے اور بِگڑی ہُوئی تعلیم کی آلُودگی سے بچنے کا ہے ۔

اگر انسان خُود کو بُرائی سے میل جول سے دُور رکھتا ہے تو "وُہ عِزّت کا برتن" ہو گا ۔ کیا خُدا پاک خِدمت کے لئے صِرف پاک صاف برتنوں ہی کو اِستعمال کر سکتا ہے؟ "اے خُداوند کے ظرُوف اُٹھانے والو! ... پاک ہو" (یسعیاہ ۵۲:۱۱) ۔ ایسے شخص کو "مقدّس" بھی کیا جائے گا ۔ اِس مفہوم میں کہ اُسے بدی سے الگ کر کے خُدا کی خِدمت کے لئے رکھا جائے گا اور وُہ "مالِک کے کام کے لائق ہو گا" ۔ یہ ایسی خُوبی ہے کہ جِتنے بھی خُداوند سے محبّت رکھتے ہیں وُہ اُس کی آرزُو کریں گے ۔ مزید برآں وُہ "ہر نیک کام کے لئے تیار ہو گا" ۔ وُہ ہر وقت تیار رہے گا کہ مالِک جہاں اور جیسے چاہے اُنہیں اِستعمال کرے ۔

۲:۲۲ ۔ تیمتھیُس کو اپنے تئیں نہ صِرف بدکار اور شریر آدمیوں سے دُور رکھنا ہے بلکہ اُسے جِسم کی "خواہشوں" سے بھی دُور رہنا ہے ۔ "جوانی کی خواہشوں" کا اِشارہ صِرف بدنی یا جِسم کی بھُوک اور خواہشات کی طرف نہیں بلکہ دولت، شہرت اور عیش و عِشرت کی طرف بھی ہے ۔ اِن میں خُود رائے ہونا، بے صبری، غرُور اور پست خیالی یا مُتلوّن مزاجی بھی شامِل ہو سکتی ہے ۔ ہم پہلے ذِکر کر چُکے ہیں کہ اِس وقت تیمتھیُس کوئی پینتیس ۳۵ برس کا ہو گا ۔ چنانچہ "جوانی کی خواہشوں" کا مطلب صِرف وہی خواہشیں نہیں جو نو عُمری کے دِنوں کا خاصّہ ہوتی ہیں بلکہ اِن میں وہ ساری ناپاک خواہشیں بھی شامِل ہیں جو خُداوند

کے کسی نوجوان خادم کے سامنے آتی ہیں اور اُس کو پاکیزگی اور راست بازی کی راہ سے ہٹانے کی کوشش کرتی ہیں۔

تیمتھیُس کو نہ صرف "بھاگنا" ہے بلکہ اُس کو "طالب" بھی ہونا ہے۔ منفی باتیں بھی ہیں اور مثبت باتیں بھی۔

اُس کو "راست بازی ۰۰۰ کا طالب" ہونا چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم جِنس انسانوں کے ساتھ، خواہ وُہ نجات یافتہ ہوں خواہ غیر نجات یافتہ، اُس کا سلوک اور معاملات ہمیشہ دیانت داری، ایمان داری، سچائی، اِنصاف اور صاف دِلی سے ہونی چاہئے۔

"ایمان" کا مطلب وفاداری اور پُوری دیانت داری بھی ہو سکتا ہے۔ دُوسری طرف خُداوند پر مُسلسل اور مستقل اعتقاد اور بھروسا رکھنا بھی ہے۔

یہاں "محبّت" کو صِرف خُدا سے محبّت تک محدُود نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس میں اپنے بھائیوں اور کھوئے ہُوئے گنہگاروں کی دُنیا سے محبّت بھی لازماً شامل ہے۔ محبّت ہمیشہ دُوسروں کا خیال رکھتی ہے۔ اِس کی سرِشت ہی بے غرضی ہے۔

"صُلح" میں ہم آہنگی اور میل ملاپ کا تصوّر پایا جاتا ہے۔

تیمتھیُس کو ہدایت کی گئی ہے کہ اِن خوبیوں کا اُن لوگوں کے ساتھ "طالب ہو" "جو پاک دِل کے ساتھ خُداوند سے دُعا کرتے ہیں"۔ آیت ۲۱ میں اُسے خبردار کیا گیا تھا اور تلقین کی گئی تھی کہ شریر لوگوں سے دُور رہے۔ اُن کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھے۔ یہاں تلقین کی گئی ہے کہ اُن مسیحیوں کے ساتھ میل جول رکھے جو خُداوند کے حضُور پاکیزگی سے چلتے ہیں۔ اُس کو علیحدگی اور اکیلے میں مسیحی زِندگی کی خوبیوں کی پیروی نہیں کرنی، بلکہ "بدن" (کلیسیا) میں ایک عُضو کی جگہ لینی ہے اور بدن کی بھلائی اور ترقی کے لئے دُوسرے اعضا کے ساتھ مِل کر کام کرنا ہے۔

۲۳:۲ - مسیحی خِدمت کے دَوران تیمتھیُس کو اکثر ہلکے اور احمقانہ سُوالوں سے واسطہ پڑے گا۔ ایسے سُوال ناواقف، غیر تعلیم یافتہ/غیر مہذب ذہن کی پیداوار ہوتے ہیں۔ ان سے کسی کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ ایسی "حُجتّوں سے کنارہ" کرنا چاہئے۔ کیونکہ "اُن سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں"۔ یہ کہنے کی ضرُورت نہیں کہ اِن سوالوں یا حُجتّوں کا مسیحی ایمان کی بنیادی یا ضرُوری باتوں کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہوتا، بلکہ بیوقوفی کے مسائل ہوتے ہیں جن سے سوائے ضیاعِ وقت، ابتری اور تکرار کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

۲۴:۲- "خداوند کا بندہ" - اِس کا لغوی مطلب ہے خداوند کا غُلام - اور یہ بڑی مناسب بات ہے کہ یہ لفظ اُس آیت میں اِستعمال ہُوا ہے جِس میں نرمی اور بُردباری کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے -

اگرچہ خداوند کے بندہ کو سچائی کے لئے جدوجہد کرنی چاہیئے لیکن اُس کو جھگڑالو اور تکراری نہیں ہونا چاہیئے - بلکہ چاہیئے کہ "سب کے ساتھ نرمی کرے" اور جب بھی بات کرے بحث یا مناظرہ جیتنے کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کو سِکھانے کے لئے کرے - اُس کو اُن سب کے ساتھ "بُردبار" ہونا چاہیئے جو بات کو سمجھنے میں سُست ہوتے ہیں - اور اُن کے ساتھ بھی جو خدا کے کلام کی صداقت کو قبول کرنے پر آمادہ نظر نہیں آتے -

۲۵:۲- خداوند کے بندہ کو چاہیئے کہ "مخالفوں" کے ساتھ بھی فروتنی اور "حلیمی" کے ساتھ پیش آئے - جو شخص خدا کے کلام کے آگے نہیں جھکتا وُہ اپنی ہی رُوح کو نقصان پہنچاتا ہے - ضرور ہے کہ ایسے لوگوں کو صحیح راہ دکھائی جائے تاکہ کہیں وُہ اِس غلط فہمی میں مُبتلا نہ رہیں کہ ہمارا نظریہ پاک نوشتوں کے مُطابق ہے - "شاید خدا اُنہیں توبہ کی توفیق بخشے تاکہ وُہ حق کو پہچانیں" -

بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ شاید کُچھ شک ہے کہ خدا اُن کو توبہ کی توفیق عطا کرنے کو تیار ہوگا - مگر بات یہ نہیں - حقیقت یہ ہے کہ خدا اُن کو مُعاف کرنے کو تیار ہوتا ہے بشرطیکہ وُہ اقرار اور توبہ کے ساتھ اُس کے پاس آئیں - لیکن بسا اوقات اِنسان مانتا نہیں کہ مَیں غلطی پر ہُوں -

۲۶:۲- خدا کے بندہ کو ایسی غلطی میں پڑے ہُوئے لوگوں سے ایسا سلوک کرنا چاہیئے کہ وُہ ہوش میں آجائیں اور "خدا کی مرضی کے اسیر ہو کر ابلیس کے پھندے سے چھوٹیں" - ابلیس نے اُن کو اپنے پھندے میں جکڑ رکھا ہے تاکہ اُس کی مرضی پُوری کریں - لگتا ہے کہ اُس نے اُن پر جادو کر کے نشہ چڑھا دیا ہے -

ب - آنے والی برگشتگی (۱:۳ - ۱۳)

۱:۳- اب پَولُس رسول تیمتھیس کو وُہ حالات بتاتا ہے جو خداوند کے آنے سے پہلے اِس دُنیا میں موجُود ہوں گے - اکثر توجہ دِلائی جاتی ہے کہ گناہوں کی جو فہرست یہاں دی گئی ہے وُہ اُن بے دین بُت پرستوں کے بیان سے بہت ملتی ہے جن کا ذکر رومیوں کے پہلے باب میں آیا ہے - نُمایاں اور قابلِ ذِکر بات یہ ہے کہ جو حالات اُن غیر مُہذّب اور وحشی بُت پرستوں کے تھے وَیسے ہی حالات کا سامنا "آخیر زمانہ" میں نام نہاد ایمان داروں کو ہوگا - یہ کیسی سنجیدہ بات ہے!

"اخیر زمانہ" یہ رسُولی دَور اور مسیح کے اپنی دیدنی بادشاہی قائم کرنے کو آنے کا درمیانی زمانہ ہے۔

۳: ۲۔ اِن آیات کا مُطالعہ کرتے ہُوئے لفظ "دوست" کی تکرار قابلِ توجہ ہے۔ مثال کے طور پر آیت ۲ میں "خُودغرض" یعنی اپنی ذات کے "دوست" اور "زَردوست"۔ آیت ۳ میں "نیکی کے دُشمن" دراصل "نیکی کے نادوست" ہے۔ اور آیت ۴ میں "خُدا کی نسبت عیش وعشرت کو زیادہ دوست رکھنے والے"۔

آیات ۱۔ ۵ میں اخیر زمانہ میں بنی نوعِ انسان کی اُنیس 19 خصُوصیات گنوائی گئی ہیں۔ ہم صرف اُن کے مترادفات اور تھوڑی سی وضاحت پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔

"خُودغرض"۔ اپنی ذات سے محبّت کرنے والے، مطلب پرست، محو بالذّات، خُودبین، خُودپرست۔

"زَردوست"۔ دَولت کے لالچی، حریص۔

"شیخی باز"۔ لاف زن، بڑنگی (بڑ ہانکنے والے)۔

"مغرُور"۔ متکبر۔ گھمنڈی۔ دُوسروں کو دبانے کے دَرپے۔

"بدگو"۔ بُری باتیں کہنے والے، بے ادب، گُستاخ، بے عزّتی کرنے والے۔ تحقیر کرنے والے۔

"ماں باپ کے نافرمان"۔ سرکش، فرض ناشناس، بے مُہار۔

"ناشُکر"۔ بے قدری کرنے والے۔ ناآسودہ۔ نمک حرام۔

"ناپاک"۔ بے دین، کافر، مُلحِد، پاکی اور ناپاکی میں تمیز کرنے سے عاری۔

۳: ۳۔ "طبعی محبّت سے خالی" سخت دِل، بے حِس۔

"سنگدِل"۔ صُلح کرنے سے اِنکاری، ناتسکین پذیر، مفاہمت کی کوشش سے اِنکاری۔

"تُہمت لگانے والے"۔ جھُوٹی اور کینہ سے بھری ہُوئی باتیں پھیلانے والے، چغل خور۔

"بے ضبط"۔ بے قابُو خواہشات کے غلام، بگڑے ہُوئے، اوباش، بدپرہیز۔

"تُند مزاج"۔ وحشی، غصیلے، بے اصُول۔

"نیکی کے دُشمن"۔ ہر اچھّی اور نیک بات سے نفرت کرنے والے، ہر قسم کی نیکی کی کھُلی اور شدید مُخالفت کرنے والے۔

۳: ۴۔ "دغاباز"۔ سازشی، دھوکے باز، وقت پڑنے پر ساتھ چھوڑ جانے والے۔

"ڈھیٹھ"۔ بے پروا، کسی کا خیال نہ رکھنے والے، بے اندیش، کسی کا کہنا نہ ماننے والے، اڑیل۔

"گھمنڈ کرنے والے"۔ ظاہردار، جھُوٹے زُعم میں مُبتلا، خُود کو بڑا ثابت کرنے کے درپے۔

"خُدا کی نسبت عیش وعشرت کو زیادہ دوست رکھنے والے"۔ خُدا سے نہیں بلکہ جسمانی اور شہوانی لذتوں سے محبت رکھنے والے۔ عاقبت نااندیش۔

۳:۵- بظاہر ایسے لوگ مذہبی لگتے ہیں۔ وُہ مسیحیت کا اِقرار تو کرتے ہیں لیکن اُن کا کردار پُکار پُکار کر کچھ اَور ہی کہتا ہے۔ اپنے بےدین برتاؤ اور رویّہ سے وُہ ثابت کرتے ہیں کہ وُہ جھوٹ کو نبھا رہے ہیں۔ اُن کی زِندگیوں میں خُدا کی قدرت کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ ہوسکتا ہے تھوڑی بہت اِصلاح تو ہو، لیکن نئی پیدائش نہیں ہوتی۔ ویمتھ کہتا ہے کہ "وُہ خُدا پرستی اور دینداری کا ڈھونگ تو رچائے رکھتے ہیں، لیکن اِس کی قوّت اور قدرت کو باہر ہی رکھتے ہیں"۔ اِسی طرح مافٹ کہتا ہے کہ "وُہ مذہب کی کچھ نہ کچھ وضع تو رکھتے ہیں، مگر اِس کی قوّت اور تاثیر کے ساتھ اُنہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا"۔ فلپس یُوں بیان کرتا ہے: "اُن کا چہرہ مُہرہ تو 'مذہب' کا ہوتا ہے، لیکن اُن کا کردار اِس کی صداقت کا اِنکار کرتا ہے"۔ وُہ چاہتے ہیں کہ ہمارا مذہب اور ہمارے گُناہ ساتھ ساتھ چلتے رہیں (دیکھئے مکاشفہ ۳: ۱۴-۲۲)۔ یہ برگشتہ مسیحیت کی خوفناک نمائش ہوتی ہے۔ یہ ایک نئی قسم کی بےدینی یا بُت پرستی ہے جس نے مسیحیت کا نقاب اوڑھ رکھا ہوتا ہے۔

تیمتھیُس کو تلقین کی جاتی ہے کہ "ایسوں سے بھی کنارہ کر"۔ یہ وُہی برتن ہیں جن کا بیان گزشتہ باب میں ہؤا ہے۔ اُسے اِن برتنوں سے بھی دُور رہنا ہوگا۔

۳:۶- آخیر زمانے کے بگڑے ہوئے لوگوں میں سے پولُس اب ایک خاص گروہ کو الگ کرتا ہے۔ یہ گروہ ہے جھوٹے مذاہب اور مسالک کے لیڈروں اور اُستادوں کا۔ پولُس اُن کے کردار اور طریقوں کا تفصیلی بیان کرتا ہے۔ ہمیں اپنے زمانے کے کئی فرقوں اور مسالک میں اُن کی تکمیل نظر آتی ہے۔

سب سے پہلے بتایا گیا ہے کہ "وُہ گھروں میں دبے پاؤں گھس آتے ہیں"۔ یہ کوئی اتفاق نہیں کہ یہ بیان ہمیں سانپ کی حرکات کی یاد دلاتا ہے۔ اگر وُہ اپنی اصل شکل وصُورت دکھا دیں تو وُہ گھروں میں آنے میں کامیاب نہ ہوسکیں گے۔ مگر وُہ کئی عیارانہ ہتھکنڈے اِستعمال کرتے ہیں، مثلاً خُدا اور بائبل اور یسوع کی باتیں کرنا (حالانکہ وُہ خود اُن باتوں پر ایمان نہیں رکھتے)۔

پھر بتایا گیا ہے کہ "وُہ چھچھوری عورتوں کو قابو میں کر لیتے ہیں"۔ یہ اُن کی بڑی خصوصیت ہے۔ وُہ گھروں میں اُس وقت آتے ہیں جب شوہر اور گھر کے دُوسرے مرد کام پر گئے ہوں یا کِسی اَور وجہ سے گھر پر نہ ہوں۔ تاریخ اپنے آپ کو دُہراتی ہے۔ شیطان نے بھی باغِ عدن میں حوّا کے پاس آکر اُسے ورغلایا اور دھوکا دیا تھا۔ آج بھی وُہ اپنی جھوٹی تعلیم کے ساتھ عورتوں کے پاس آتا اور اُنہیں

"قابو میں کر" لیتا ہے۔ اِن "عورتوں" کو اِس مفہوم میں "چھچھوری" کہا گیا ہے کہ وُہ کمزور اور متلوّن مزاج ہوتی ہیں۔ شاید اُن میں عقل کی اِتنی کمی نہیں ہوتی جتنی کردار کی ہوتی ہے۔

اُن کا بیان کرتے ہُوئے رسُول کہتا ہے کہ وُہ "گناہوں میں دبی ہُوئی ہیں اور طرح طرح کی خواہشوں کے بس میں ہیں"۔ پہلے تو اِشارہ یہ ہے کہ وُہ احساسِ گُناہ کے بوجھ سے دبی ہوتی ہیں اور اپنی زندگی میں ایک خلا محسُوس کرتی ہیں اور اِسی نازُک وقت پر جھُوٹے مذاہب یا جھُوٹے عقائد کے یہ داعی آپہنچتے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جو لوگ خُدا کے کلام کی سچّائی سے واقِف ہیں اُن میں ایسی فِکرمند رُوحوں تک پہنچنے کا وُہ جوش وجذبہ نہیں پایا جاتا۔ اِن عورتوں کے متعلق دُوسری بات ہم یہ پڑھتے ہیں کہ وُہ "طرح طرح کی خواہشوں کے بس میں ہیں"۔ وِیمتھ کے مُطابق اِس کا مطلب ہے کہ وُہ ہر لمحہ بدلتے خیالات کے پیچھے چلتی ہیں۔ مافٹ اُن کو "مَن مَوجی اور سرکش مخلوق" قرار دیتا ہے۔ یہاں خیال یہ معلُوم ہوتا ہے کہ اُن کو اپنے گناہ کے بوجھ کا اِحساس ہوتا ہے اور وُہ اِس سے خلاصی پانا چاہتی ہیں۔ اِس لئے وُہ تعلیم کے ہر گُزرے جھونکے اور مذہب کی ہر نئی بات پر کان دھرنے کو تیار ہو جاتی ہیں۔

۳:۷- وُہ "ہمیشہ تعلیم پاتی رہتی ہیں"۔ مطلب یہ نہیں کہ وُہ خُداوند یسوع اور خُدا کے کلام کے بارے میں سیکھنے میں لگی رہتی ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ وُہ ایک فِرقے یا مَسلک کے بعد دُوسرے فِرقے کی تعلیم کی کھوج میں لگی رہتی ہیں "مگر حق کی پہچان تک کبھی نہیں پہنچتیں"۔ خُداوند یسوع مسیح خُود "حق" یا سچائی ہے۔ بعض اَوقات لگتا ہے کہ یہ عورتیں اُس کے بالکل قریب پہنچ گئی ہیں۔ لیکن اُن کی رُوحوں کا دُشمن اُن کو قابُو میں کر لیتا اور اُن کو وُہ چَین اور اطمینان نہیں ملتا جو صِرف منجّی یسوع مہیّا کرتا ہے۔

اِس مرحلے پر قابلِ توجُّہ بات یہ ہے کہ اِن مُختلف فرقوں (مسالک) کے اراکین ہمیشہ کہتے رہتے ہیں کہ "ہم سیکھ رہے ہیں ..." اور اِس کے ساتھ وُہ متعلقہ نظام کا نام لیتے ہیں۔ وُہ کبھی نہیں کہہ سکتے کہ یسوع مسیح پر ایمان لانے کے وسیلے سے مخلصی یا نجات کا کام میرے لئے مکمّل ہو گیا ہے۔

یہ آیت ہمیں موجُودہ دَور میں علم کی بے حد فراوانی اور افزُونی کی طرف بھی متوجّہ کرتی ہے۔ اِنسانی کوشش اور جدوجہد کے باعث عِلم نے ہر شُعبے میں وسیع ترقی کی ہے۔ آج کے دَور میں تعلیم حاصِل کرنے پر بھی بے حد زور دیا جاتا ہے، لیکن پھر بھی ہمیں اِس بات میں اِنتہائی ناکامی نظر آتی ہے کیونکہ اِنسان سچائی کے عِلم تک نہیں پہنچ پایا۔

۳:۸- اِس خط میں مَردوں کے تین جوڑوں کا ذِکر کیا گیا ہے:

۱- فوگلس اور ہرمگنیس (۱: ۱۵) —— وہ سچائی (حق) سے شرمندہ تھے۔
۲- ہمنیس اور فلیتس (۲: ۱۷، ۱۸) —— وہ سچائی (حق) سے گمراہ ہو گئے تھے۔
۳- ینیس اور یمبریس (۳: ۸) —— وہ سچائی (حق) کی مخالفت کرتے تھے۔

یہاں آیت ۸ میں پولس رسول جھوٹی تعلیم کے اُستادوں اور لیڈروں کی طرف دوبارہ متوجہ ہوتا ہے۔ اُن کو "ینیس اور یمبریس" کے مشابہ ٹھہراتا ہے جنہوں نے "موسیٰ کی مخالفت کی تھی"۔ یہ آدمی کون تھے؟ اُن کے ناموں کا پرانے عہدنامہ میں ذکر نہیں ہے۔ لیکن عام طور پر مانا جاتا ہے کہ یہ دونوں مصری جادوگروں کے سربراہ تھے جن کو فرعون نے طلب کیا تھا اور انہوں نے موسیٰ کے معجزوں کی نقل کرنے کی کوشش کی تھی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پولس کو اُن کے نام کیسے معلوم ہوئے؟ جواب کوئی مشکل نہیں، کیونکہ اگر یہ نام یہودی روایت سے اُسے نہیں پہنچے تو خدا کے الہام نے بتائے تھے۔ اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے موسیٰ کے معجزوں کی نقل کر کے اُس کی "مخالفت کی تھی"۔ جھوٹے مسالک / جھوٹے مذاہب میں بھی بعینہٖ یہی کچھ ہوتا ہے۔ وہ خدا کے کام کی نقل کر کے اُس کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ مختصراً یہ کہ اُن کے پاس مسیحیت کی ہر بات کا متبادل موجود ہوتا ہے۔ وہ گھٹیا، ادنیٰ اور بگڑی ہوئی باتیں پیش کر کے خدا کی سچائی کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اور کئی دفعہ تو جادو کے کمال دکھا کر اپنا کام کر جاتے ہیں۔

"یہ ایسے آدمی ہیں جن کی عقل بگڑی ہوئی ہے"۔ اُن کی عقل اینٹھی ہوئی اور بدلی ہوئی، زوال آمادہ، ذلت پذیر اور ابتری کا شکار ہوتی ہے۔

جب اُنہیں مسیحی "ایمان" کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو وہ جعلی اور "نامقبول" ثابت ہوتے ہیں۔ اُن کو آزمانے کے لئے صرف ایک سیدھا اور آسان سا سوال ہی کافی ہے کہ "کیا یسوع مسیح خدا ہے؟" اُن میں سے بہت سے تو اپنی غلط تعلیم اور جھوٹے عقائد کو چھپانے کے لئے اقرار کر لیتے ہیں کہ یسوع خدا کا بیٹا ہے لیکن اُن کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس طرح دوسرے انسان خدا کے فرزند ہیں اُسی طرح مسیح بھی خدا کا بیٹا ہے۔ لیکن جب اُن سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ "کیا یسوع مسیح خدا ہے؟" تو اُن کا اصلی رنگ ظاہر ہو جاتا ہے۔ وہ نہ صرف مسیح کی الوہیت کا انکار کرتے ہیں بلکہ اِس چیلنج پر ناراض اور خفا بھی ہوتے ہیں۔ یہ بات کئی فرقوں پر صادق آتی ہے۔

۳: ۹- پولس تیمتھیس کو یقین دلاتا ہے کہ یہ جھوٹے اُستاد "اِس سے زیادہ نہ بڑھ سکیں گے"۔ مشکل یہ ہے کہ ہر زمانے میں اِن کی روز افزوں ترقی نظر آتی ہے اور اِس دُنیا کی کوئی چیز اِن کی راہ

میں رکاوٹ ثابت نہیں ہوتی ۔

مطلب یہ ہے کہ ہر غلط نظام بالآخر بے نقاب ہوجاتا ہے ۔ اور ایک کے بعد دُوسرا جھوٹا نظام آتا اور چلا جاتا ہے ۔ اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ وُہ زبردست فروغ پا رہے ہیں، بلکہ بعض اوقات اُن کی ترقی و فروغ کا دَور بھی کافی طویل لگتا ہے، مگر وقت آتا ہے کہ اُن کا جھوٹ سب پر ظاہر ہوجاتا ہے ۔ وُہ اِنسان کو ایک حد تک تو لے جا سکتے ہیں، کسی حد تک اِصلاح بھی کرتے ہیں، لیکن پھر یُوں گرتے ہیں کہ اُٹھ نہیں سکتے ۔ وُہ اِنسان کو گناہ کی سزا اور گناہ کی قُدرت سے رہائی نہیں دِلا سکتے ۔ وُہ زِندگی نہیں دے سکتے ۔

ینیس اور یمبریس اپنے جادُو کے عمل سے کسی حد تک مُوسیٰ کے مُعجزوں کی نقل کر سکتے تھے، لیکن جب مَوت سے زِندگی پیدا کرنے کا مسئلہ آیا تو وُہ بالکل بے بس اور ناکام ہو کر رہ گئے ۔ اور یہی مسئلہ ہے جس پر جھوٹے مسالک اور جھوٹے فرقے شکستِ فاش کھاتے ہیں ۔

۳ : ۱۰، ۱۱ ۔ اِن جھوٹے اُستادوں کے بالکل برعکس پَولُس کی زِندگی اور خدمت تھی ۔ تیمتھیُس اُن تو خصوصیات سے بخُوبی واقف تھا جو خُداوند کے اِس خادم کے کردار کا حِصّہ تھیں ۔ وُہ پَولُس کے ساتھ ساتھ چلتا رہا تھا اور اِس حقیقت کا گواہ تھا کہ یہ شخص مسیح اور اُس کے کلام کا وفادار ہے ۔

پَولُس رسُول کی "تعلیم" خُدا کے کلام اور خُداوند یسُوع مسیح کی ذات کے عین مُطابق تھی ۔ اُس کا "چال چلن" یا اندازِ زِندگی اُس کی تعلیم اور پیغام سے مُطابقت رکھتا تھا ۔ زِندگی میں اُس کا "ارادہ" یہی تھا کہ ہر قسم کی اخلاقی اور مذہبی تعلیم کی بُرائی سے دُور رہے ۔ یہاں "ایمان" کا مطلب پَولُس کا خداوند پر بھروسا اور اِعتماد بھی ہوسکتا ہے اور اُس کی ذاتی دیانت داری بھی ۔ تیمتھیُس جانتا تھا کہ یہ شخص خُداوند پر پُورا پُورا اِنحصار کرتا ہے اور ساتھ ہی دیانت دار اور قابلِ اعتماد بھی ہے ۔ رسُول کے "تحمل" کا پتہ اُس کے رویّہ سے چلتا ہے جو وُہ اپنے ستانے والوں، نکتہ چینوں اور جسمانی تکلیف پہنچانے والوں کے لئے رکھتا تھا ۔ جہاں تک رسُول کی "محبت" کا تعلق ہے وُہ خُداوند کا جاں نثار اور اپنے ہم جنس اِنسانوں سے بے لوث تعلق رکھتا تھا ۔ لوگ اُس سے جتنا کھنچتے وُہ اُن سے اُتنی ہی زیادہ محبت کرتا تھا ۔ "صبر" کا لُغوی مطلب ہے ثابت قدمی، اِستقلال یعنی "مُشکل حالات برداشت کرتے رہنا ۔

پَولُس رسُول کے "ستائے جانے اور دُکھ اُٹھانے" کا کچھ حال ۲ ۔ کرنتھیوں ۱۱ : ۲۳ ۔ ۲۸ میں درج ہے ۔ مگر یہاں وُہ خاص اُن دُکھوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے جن سے تیمتھیُس ذاتی طور پر واقف تھا ۔ چونکہ تیمتھیُس کا آبائی شہر "لُسترہ" تھا اِس لئے وُہ پَولُس کے اُن "دُکھوں" سے واقف ہو گا جو اُس پر وہاں اور قریبی شہروں "انطاکیہ اور اِکنیم" میں پڑے تھے ۔ اِن کا الہامی بیان اعمال کی کتاب

میں درج ہے۔ اِنطاکیہ (اعمال ۱۳: ۴۵، ۵۰)۔ اِکُنیُم (اعمال ۱۴: ۳-۶)۔ لُسترہ (اعمال ۱۴: ۱۹، ۲۰)۔

پَولُس اِس حقیقت پر خُوش ہوتا ہے کہ "خُداوند نے مُجھے اُن سب سے چُھڑا لیا"۔ یہ بات ہمیں یاد دِلاتی ہے کہ ہمارے ساتھ یہ وعدہ نہیں کہ مُصیبتوں اور دُکھوں سے بچے رہیں گے بلکہ یہ کہ مصیبتوں اور دُکھوں میں خُداوند ہمارے ساتھ ہوگا اور ہمیں اُن میں سے نکال لائے گا۔

۳:۱۲- دُکھ، مُصیبت اور ایذائیں سچّی اور دین دار مسیحی زِندگی کا ایک لازمی حِصّہ ہوتی ہیں۔ بہُت اچھی بات ہوگی کہ ہر ایک نوجوان کو یہ حقیقت یاد دلائی جائے، وَرنہ جب اُس کو گہرے پانیوں میں سے گُزرنا پڑے گا تو شاید وُہ سوچنے لگے کہ مَیں خُداوند کے حضُور ناکام ہوگیا ہُوں، یا کِسی وجہ سے خُداوند مجھ سے ناراض ہوگیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ "جتنے مسیح یسوع میں دِینداری کے ساتھ زِندگی گُزارنا چاہتے ہیں وُہ سب ستائے جائیں گے"۔

اِس ایذا اور دُکھوں کی وجہ بالکُل سادہ سی ہے۔ "دِینداری کی زِندگی" دُوسروں کی بَدی کو ظاہر کر دیتی ہے۔ لوگ پسند نہیں کرتے کہ اُن کا بھانڈا پھُوٹ جائے۔ اپنی بے دِینی سے توبہ کرنے اور مسیح کی طرف رجُوع لانے کی بجائے وُہ اُسی کی تباہی اور ہلاکت کے دَرپے ہو جاتے ہیں جو اُن کی اصلیت ظاہر کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ بالکُل نامعقُول رویّہ ہے مگر گُناہ آلود اِنسان کی خصُوصیّت ہے۔

۳:۱۳- پَولُس اِس غلط فہمی میں مُبتلا نہیں تھا کہ دُنیا بہتر سے بہتر ہوتی جائے گی یہاں تک کہ تمام لوگ ایمان لے آئیں گے۔ پَولُس خُدا کے مکاشفہ سے جانتا تھا کہ مُعاملہ اِس کے بالکُل اُلٹ ہوگا۔ اِسی لئے وُہ کہتا ہے کہ "بُرے اور دھوکا باز آدمی فریب دیتے اور فریب کھاتے ہُوئے بگڑتے چلے جائیں گے"۔ وُہ اپنی چالوں میں اَور زیادہ عیار اور حملوں میں اَور زیادہ دلیر ہوتے جائیں گے۔ وُہ صِرف دُوسروں ہی کو دھوکا اور فریب نہیں دیں گے، بلکہ اپنی جھُوٹی تعلیم کے پھندے میں خُود بھی پھنس جائیں گے۔ اِتنا عرصہ جھُوٹ کی دُکانداری کرنے کے بعد وُہ خُود بھی اِس کا یقین کرنے لگیں گے۔

ج۔ برگشتگی کے پیشِ نظر خُدا کے ذرائع پر بھروسا (۳: ۱۴ - ۴: ۸)

۳:۱۴- تیمتھیُس کو بار بار یاد دِلایا جاتا ہے کہ خُدا کے کلام کی تعلیمات پر ثابت قدمی سے "قائم" رہے۔ یہ بات اُس وقت اُس کے کام آکر ثابت قدمی کا ذریعہ ثابت ہوگی جب ہر طرف غلط تعلیمات پھیلی ہوں گی۔ اگر وُہ پاک نوِشتوں کو جانتا اور اُن پر عمل کرتا ہوگا تو اِن عیارانہ غلطیوں سے بے راہ نہیں ہو سکے گا۔

تیمتھیس نے نہ صِرف ایمان کی سچائیوں کی تعلیم پائی تھی، نہ صِرف اُن کو "سیکھا تھا" بلکہ اُس کو شخصی طور پر بھی اُن کا "یقین دِلایا گیا تھا"۔ بے شک اُسے کہا جائے گا کہ یہ تعلیمات دقیانوسی ہیں۔ یہ مُہذّب اور معقُول نہیں ہیں۔ لیکن اُس کو اِنسانی مفرُوضات اور نظریات کی خاطر اِس سچائی کو ترک نہیں کرنا ہو گا۔ رسُول اُس کو مزید نصیحت کرتا ہے کہ یاد رکھ کہ "تُو نے اُنہیں کِن لوگوں سے سیکھا تھا"۔ کُچھ اختلافِ رائے پایا جاتا ہے کہ "کِن لوگوں" سے مُراد خُود پَولُس ہے، تیمتھیس کی ماں اور نانی ہے، یا عُمُومی لحاظ سے رسُول ہے۔ بہرحال خیال یہ ہے کہ اُس کو پاک نوِشتوں کی تعلیم اُن لوگوں نے دی تھی جن کی زِندگیاں اُن کے ایمان کی حقیقت کی گواہ تھیں۔ وُہ دیندار لوگ تھے، جن کی زِندگیوں کا واحِد مقصد خُدا کو جلال دینا تھا۔

۳ : ۱۵- خیال یہ ہے کہ تیمتھیس "بچپن سے" پاک نوِشتوں سے واقف تھا۔ یہاں یہ خیال بھی ہے کہ جب اُس کی ماں اُسے ا، ب، پ سِکھاتی تھی تو اِس مقصد کے لئے پُرانے عہدنامہ کے "نوِشتوں" کے حِصّے استعمال کیا کرتی تھی۔ شِیرخوارگی کے زمانے سے وُہ الہامی نوِشتوں کے زیرِ اثر رہا ہے۔ لہٰذا کسی بھی حال میں اُس کو اِس مقدّس کتاب کو بُھلانا نہیں چاہئے جس نے اُس کی زِندگی کو خُدا اور بھلائی کے لئے ایک خاص سانچے میں ڈھالا تھا۔

"پاک نوِشتوں" کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وُہ لوگوں کو "نجات حاصِل کرنے کے لئے دانائی بخش سکتے ہیں"۔ سب سے پہلے تو مطلب یہ ہے کہ لوگ بائبل مُقدّس سے "نجات" کا راستہ سیکھتے ہیں۔ اور یہ خیال بھی پایا جاتا ہے کہ نجات کا یقین خُدا کے کلام سے حاصِل ہوتا ہے۔

"نجات" "مسیح یسُوع پر ایمان لانے سے" ہے۔ ہمیں اِس بات پر خاص توجُّہ دینی چاہئے۔ نجات اَور کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتی۔ اِس سِلسلے میں نیک اعمال، بپتسمہ، کلیسیا کی رُکنیت، استحکام، دسؔ احکام کی تعمیل، سُنہری اصُول کی پَیروی اور دُوسرے سب طریقے جن میں اِنسانی کوشش اور اہلیّت ہو بالکُل بے کار ہیں۔ "نجات" صِرف خُدا کے بیٹے پر "ایمان لانے" کے وسیلے سے ہے۔

۳ : ۱۶- جب پَولُس "ہر ایک صحیفہ" کہتا ہے تو قطعی طور پر اُس کی مُراد مکمّل پُرانے عہدنامہ کے ساتھ ساتھ نئے عہدنامہ کے اُن حِصّوں سے بھی ہے جو اُس وقت موجُود تھے۔ ۱-تیمتھیس ۵ : ۱۸ میں وُہ لُوقا کی انجیل (۷ : ۱۰) سے اِقتباس کرتا ہے۔ پطرس بھی پَولُس کے خطوط کو "صحیفے" قرار دیتا ہے (۲-پطرس ۳ : ۱۶)۔ آج ہم اِس آیت کا اِطلاق پُوری بائبل پر کرنے میں حق بجانب ہیں۔

الہام کے موضُوع پر یہ ایک نہایت اہم آیت ہے۔ یہ سِکھاتی ہے کہ صحائف یا نوشتے

"خدا کے سانس"[1] نے لکھوائے ہیں۔ ایک معجزانہ طریقہ سے خدا نے اپنا کلام انسانوں کو ابلاغ کیا اور ان سے لکھوایا تاکہ مستقلاً محفوظ رہے۔ جو کچھ انہوں نے لکھا وہ خدا کا اپنا کلام ہے جو الہامی اور بے خطا ہے۔ اگرچہ یہ بات درست ہے کہ لکھنے والے کا اپنا اور شخصی ادبی اسلوب ضائع نہیں ہوا، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ جو الفاظ اس نے استعمال کئے وہ اسے روح القدس نے دیئے تھے۔ چنانچہ ا-کرنتھیوں ۲: ۱۳ میں لکھا ہے کہ "ہم ان باتوں کو ان الفاظ میں بیان نہیں کرتے جو انسانی حکمت نے ہم کو سکھائے ہوں بلکہ ان الفاظ میں جو روح نے سکھائے ہیں۔ اور روحانی باتوں کا روحانی باتوں سے مقابلہ کرتے ہیں"۔ اگر یہ آیت کچھ سکھاتی ہے تو صرف یہ کہ ملہم مصنفین نے وہ الفاظ استعمال کئے ہیں جو روح القدس نے ان کو سکھائے۔ 'لفظی' الہام کا یہی مطلب ہے۔

بائبل مقدس کے مصنفین نے باتوں کی اپنی ذاتی تشریح نہیں کی، بلکہ وہ پیغام لکھا ہے جو خدا نے ان کو دیا "پہلے یہ جان لو کہ کتاب مقدس کی کسی نبوت کی بات کی تاویل کسی کے ذاتی اختیار پر موقوف نہیں، کیونکہ نبوت کی کوئی بات آدمی کی خواہش سے کبھی نہیں ہوئی بلکہ آدمی روح القدس کی تحریک کے سبب سے خدا کی طرف سے بولتے تھے" (۲-پطرس ۱: ۲۰، ۲۱)۔

یہ کہنا غلط ہے کہ خدا نے انفرادی مصنفین کو خیالات دے دیئے اور انہیں اجازت دے دی کہ ان کا اظہار اپنے الفاظ میں کریں۔ پاک نوشتوں میں اس حقیقت پر زور دیا گیا ہے کہ جو الفاظ "خدا" نے دئے ہیں وہ اس کے سانس' نے دئے ہیں۔

چونکہ بائبل مقدس خدا کا کلام ہے اس لئے "فائدہ مند" ہے۔ اس کا ایک ایک حصہ "فائدہ مند" ہے۔ اگرچہ انسان بعض نسب ناموں، اور بعض مشکل حصوں پر حیران ہوتے ہیں، لیکن جس ذہن کو روح القدس نے سکھایا ہو اس کو احساس ہوتا ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ میں روحانی نشوونما ہے، کیونکہ وہ خدا کے منہ سے نکلا ہے۔

بائبل "تعلیم ... کے لئے فائدہ مند ہے"۔ یہ اکثر موضوعات کے لئے خدا کے ذہن کو پیش کرتی ہے مثلاً تثلیث فی التوحید، فرشتے، انسان، گناہ، نجات، تقدیس، کلیسیا اور آنے والے واقعات۔

پھر یہ "الزام ... کے لئے فائدہ مند ہے"۔ جب ہم بائبل مقدس کو پڑھتے ہیں تو یہ ہماری زندگی کی ان باتوں کی نشاندہی کرتی ہے جو خدا کو ناپسند ہیں۔ پھر یہ غلطی کے تدارک اور آزمانے والے کو جواب دینے کے لئے بھی فائدہ مند ہے۔

علاوہ ازیں یہ "اصلاح ... کے لئے فائدہ مند ہے"۔ پاک کلام نہ صرف نشاندہی کرتا ہے

---

[1] یونانی میں لفظ theo-pneustos استعمال ہوا ہے۔ یعنی خدا کا سانس۔ اسی سے لفظ theopneusty بمعنی الہام مشتق ہے۔

کہ غلطی کیا اور کہاں ہے بلکہ وُہ راستہ بھی بتاتا ہے جس سے اِس کی دُرستی ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر پاک نوِشتے صِرف یہی نہیں کہتے کہ "چوری کرنے والا پھر چوری نہ کرے" بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ "بلکہ اچھّا پیشہ اختیار کر کے ہاتھوں سے محنت کرے تاکہ محتاج کو دینے کے لئے اُس کے پاس کُچھ ہو" (اِفسیوں ۴:۲۸)۔ آیت کے پہلے حِصّے کو "اِلزام" سمجھا جا سکتا ہے جبکہ دُوسرا حِصّہ "اِصلاح" ہے۔

اور پھر بائبل "راست بازی میں تربیّت کے لئے فائدہ مند ہے"۔ خُدا کا فضل ہم کو دینداری کی زِندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتا ہے، جبکہ خُدا کا کلام تفصیل سے اُن باتوں کا بیان کرتا ہے جن سے دینداری کی زِندگی تشکیل پاتی ہے۔

۳:۱۷- تاکہ خُدا کے کلام کے وسیلے سے "مردِ خُدا کامل بنے" یعنی پُختہ ہو جائے "اور ہر ایک نیک کام کے لئے بالکُل تیار ہو جائے" اور یہی نجات کا مقصد ہے (اِفسیوں ۲:۸--۱۰)۔ یہ اُن جدید نظریات کے بالکُل اُلٹ ہے جن کے مُطابق تعلیمی ڈِگریوں کے وسیلے سے تیار ہُوا جاتا ہے۔ لینسکی لِکھتا ہے کہ

> اِس لحاظ سے پاک نوِشتے بالکُل بے مثال ہیں۔ کوئی دُوسری کتاب، لائبریری یا دُنیا کی کوئی اَور چیز کھوئے ہُوئے گنہگار کو نجات پانے کی سمجھ نہیں دے سکتی۔ کوئی اَور نوِشتہ یا تحریر خواہ اَور باتوں کے لحاظ سے کِتنا ہی فائدہ مند کیوں نہ ہو، لیکن چونکہ وُہ خُدا کے الہام سے نہیں ہوتا اِس لئے اِس مقصد کے لئے فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔ وُہ ہمیں نجات بخش سچائیوں کی تعلیم نہیں دے سکتا۔ نہ اُن جُھوٹوں اور فریبوں کی تردید کر سکتا ہے جو اِن سچائیوں کا اِنکار کرتے ہیں۔ نہ گُنہگار یا گرے ہُوئے مسیحی کو بحال کر سکتا ہے۔ نہ اصلی راست بازی کی تعلیم دے سکتا ہے۔ نہ اِس بارے میں تربیّت دے سکتا ہے اور نہ اِصلاح کر سکتا ہے۔

۴:۱- اَب پَولُس تیمتھیُس کو آخری اور سنجیدہ حُکم دے رہا ہے اور یہ کام وہ "خُدا اور مسیح یسُوع کو... گواہ کر کے" کرتا ہے۔ ساری خِدمت اِسی احساس کے ساتھ کرنی چاہئے کہ خُدا جو سب کُچھ دیکھتا ہے وُہ اِس خدمت کو بھی دیکھ رہا ہے۔

خُداوند یسُوع ہی وُہ ہستی ہے جو "زِندوں اور مُردوں کی عدالت کرے گا"۔ لیکن کوئی خاص اور مقررہ وقت نہیں بتایا گیا۔ ہماری وفادار خِدمت کا مُحرّک مسیح کا "ظہُور اور بادشاہی" ہو۔ پاک نوِشتوں سے ہم جانتے ہیں کہ مسیح کی دُوسری آمد وہ وقت نہیں جب وُہ زِندوں اور مُردوں کی عدالت کرے گا۔ مکاشفہ ۲۰:۵ کے مُطابق غیر نجات یافتہ مُردوں کی عدالت مسیح کی

ہزار سالہ بادشاہی کے بعد ہوگی ۔

ایمان دار کی خِدمت کا اَجر مسیح کے تختِ عدالت کے وقت دِیا جائے گا ۔ لیکن اِس اجر کا اِظہار "مسیح کے ظہُور اور بادشاہی" کے موقع پر ہوگا ۔ معلُوم ہوتا ہے کہ ایمان داروں کے اَجر کا تعلق ہزار سالہ بادشاہی کے دَوران حکُومت یا نظم و نسق سے ہے ۔ مثال کے طور پر جو دیانت دار رہے وُہ دس دس شہروں پر حاکم ہونگے (لُوقا ۱۹ : ۱۷) ۔

۴ : ۲ - اِس وقت خُدا اپنے خادِموں کو دیکھتا ہے اور مستقبل میں اُن کو اَجر دے گا ۔ اِس بات کے پیشِ نظر تیمتھیُس کو "کلام کی منادی" کرنے کی "تاکید" کی گئی ہے ۔ اُس کو یہ خدمت اِس اِحساس کے ساتھ کرنی چاہیئے کہ یہ کام فوری اور ضرُوری کرنے کا ہے ۔ اِس لئے اُسے ہر موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے ۔ پَولُس کہتا ہے کہ "تُو ... وقت اور بے وقت مُستعِد رہ" ۔ منادی کا "وقت" تو ہر وقت ہوتا ہے اگرچہ بعض اوقات لوگ اِسے "بے وقت" ہی سمجھتے ہیں ۔ تیمتھیُس خُدا کا خادم ہے ۔ چنانچہ اُس کا فرض ہے کہ کلام کو "سمجھا دے" یعنی اِسے ثابت کر دے اور اعتراضات کا جواب دے ۔ پھر جو باتیں جھُوٹی ہیں اُسے اُن پر "ملامت" کرنی ہوگی ۔ گُنہگاروں کو "نصیحت" کرنی ہوگی ۔ اُن کی حوصلہ افزائی کرنی ہوگی کہ ایمان لائیں ۔ اور مُقدّسین کو بھی "نصیحت" کرنی ہوگی کہ خُداوند میں قائم رہیں ۔ اِس سارے کام میں اُس کو "ہر طرح کے تحمّل" کے ساتھ صحیح عقیدہ کی "تعلیم" دینا ہوگی ۔

۴ : ۳ - آیات ۳ - ۶ میں پَولُس دو زبردست وجُوہات بیان کرتا ہے جِن کی بِنا پر اُس نے تیمتھیُس کو یہ ذمہ داری سونپی ہے ۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ صحیح "تعلیم" سے رُوگردانی عام ہو جائے گی ۔ دُوسری وجہ یہ ہے کہ پَولُس کے اِنتقال کا وقت قریب ہے ۔

پَولُس جانتا ہے کہ وُہ وقت آ رہا ہے کہ لوگ صحت بخش تعلیم کو سُننا گوارا نہیں کریں گے اور سرکشی کر کے اُن لوگوں سے دُور بھاگیں گے جو خُدا کے کلام کی سچائی کی تعلیم دیتے ہیں ۔ اُن کے "کانوں" میں مَن پسند تعلیم کے لئے "کھُجلی" ہونے لگے گی ۔ وُہ نئی اور دِلفریب تعلیم سُننے کی خواہش رکھیں گے ۔ اِس مقصد سے وُہ ایسے "اُستاد" اِکٹھے کر لیں گے جو اُن کو وُہ باتیں سُنائیں گے جو وُہ سُننا چاہیں گے ۔

۴ : ۴ - پسندیدہ اور مَن پسند تعلیم سُننے کے لئے لوگ "اپنے کانوں کو حق کی طرف سے پھیر" لیں گے اور افسانوی اور دیو مالائی "کہانیوں پر مُتوجّہ ہوں گے" ۔ کیسا افسوسناک اور گھاٹے کا مبادلہ ہے کہ "کہانیوں" پر سچّائی کو قُربان کر دیا جائے ! لیکن جو صحیح تعلیم سُننے سے اِنکار

کرتے ہیں اُن کو ایسا ذلیل اور ناکارہ بدلہ ہی تو ملے گا۔

۴: ۵- "مگر تُو سب باتوں میں ہوشیار رہ"۔ مُراد ہے صحیح العَقل رہ۔ تیمتھیُس کو اپنے کام میں سنجیدہ، پرہیزگار اور متوازن رہنا چاہئے۔ اُس کو "دُکھ" اُٹھانے سے گُریز نہیں کرنا چاہئے بلکہ مسیح کی خدمت کی خاطر ہر مشکل کا سامنا کرنے کو تیار رہنا چاہئے۔

"بشارت کا کام"۔ اِس اصطلاح کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ تیمتھیُس واقعی "مُبشّر" تھا اور یہاں پَولُس اُس سے کہہ رہا ہے کہ اپنی خدمت جاری رکھے۔ دُوسرے عُلما کہتے ہیں کہ تیمتھیُس کو "بشارت کا کام" کرنے کی نعمت حاصل نہ تھی۔ وُہ چرواہا یا اُستاد تھا، لیکن اِس بات کو موقع ملنے پر بشارت دینے کی راہ میں رُکاوٹ نہیں بننا چاہئے۔ معلُوم ہوتا ہے کہ دراصل تیمتھیُس ایک "مُبشّر" تھا۔ اور پَولُس نے اُس کی حوصلہ افزائی کرنے کو یہ لکھا ہے تاکہ وُہ مُبشّر کی ساری خوبیاں بروئے کار لائے۔

اُس کو ہر لحاظ سے "اپنی خدمت کو پُورا" کرنا چاہئے۔ اور اپنی بہترین صلاحیتوں کو اِس خدمت کے تقاضوں کے لئے وقف کرنا چاہئے۔

۴: ۶- پَولُس یہ سنجیدہ اور نازک ذمّہ داری تیمتھیُس کے سپُرد کر رہا ہے۔ اِس کی دُوسری وجہ یہ ہے کہ پَولُس کے اِنتقال کا وقت قریب آ رہا تھا۔ وُہ کہتا ہے کہ "مَیں قربان ہو رہا ہُوں" یعنی وُہ قُربانی کے طور پر خُداوند کے حضُور اُنڈیلا جانے کو تھا۔ وُہ شہادت میں اپنے خُون کے بہائے جانے کو قُربانی کے اُوپر مَے اُنڈیلنے کی قُربانی یعنی تپاون سے تشبیہ دیتا ہے (خرُوج ۲۹: ۴۰؛ گنتی ۱۵: ۱- ۱۰)۔ اِس سے پہلے فلپّیوں ۲: ۱۷ میں اپنی مَوت کو تپاون کے مُشابہ ٹھہرایا تھا۔ اُس کی ساری زندگی خُدا کو ایک زندہ قُربانی کے طور پر پیش کی گئی تھی۔ اَب اُس کی مَوت اُس مَے کے اُنڈیلنے کے مشابہ ہے جو رسمی قُربانی کا آخری عمل ہوتی تھی اور جس سے قُربانی پُوری ہوتی تھی۔

"میرے کُوچ کا وقت آ پہنچا ہے"۔ یہاں اِستعمال ہونے والا یونانی لفظ analusis (لغوی معنی کھول کر ڈھیلا کرنا۔ اِسی سے انگریزی لفظ analysis بمعنی تجزیہ مشتق ہے) جس کو پَولُس نے "کُوچ" کے مفہُوم میں اِستعمال کیا ہے کم سے کم چار تصویریں پیش کرتا ہے:

① یہ مَلّاحوں کی زُبان کا لفظ ہے، معنی جہاز کو لنگرگاہ سے کھولنا۔ ② یہ ہل چلانے والوں یعنی کِسانوں کی زُبان کا لفظ ہے، معنی دِن بھر کی محنت کے بعد تھکے ہُوئے بیلوں کو جُوئے سے کھولنا۔ ③ یہ مُسافروں کی اِصطلاح ہے، معنی کُوچ کرنے سے پہلے خیموں کو اُکھاڑنا۔ ④ یہ فلسفیوں

کی اصطلاح ہے، معنی کسی مسئلے کا حل (تجزیہ)۔ یہاں بھی ہمیں نظر آتا ہے کہ پولُس کی زبان کتنی پُرمعنی ہوتی تھی۔

۴: ۷۔ پہلی نظر میں لگتا ہے کہ اِس آیت میں پولُس فخر کا اظہار کر رہا ہے، مگر ایسی کوئی بات نہیں۔ خیال یہ نہیں کہ وُہ "اچھّی کُشتی" لڑ چکا ہے بلکہ یہ کہ وُہ "اچھّی کُشتی" لڑتا رہا ہے اور ابھی تک لڑ رہا ہے، یعنی ایمان کی کُشتی لڑنے میں مصروف ہے۔

جب پولُس یہ سطور لکھ رہا تھا تو اُسے احساس ہو رہا تھا کہ یہ محنت طلب "دَوڑ" تقریباً ختم ہے۔ وُہ مجوّزہ راستے پر دَوڑتا رہا تھا اور اب اُسے منزل (خطِ اختتام) نظر آ رہی تھی۔

پھر پولُس نے "ایمان کو محفوظ رکھا تھا"۔ یہاں اِس کا مطلب صرف یہی نہیں کہ خود پولُس نے مسیحی "ایمان" کی سچائیوں پر یقین قائم رکھا اور اُن کی فرمانبرداری کرتا رہا، بلکہ یہ بھی کہ مختار کی حیثیت سے اُس نے ایمان کی حفاظت کی جو اُس کے سپُرد ہوُا تھا اور اُس کی اصل پاکیزگی اور خالص حالت میں دُوسروں کو بھی پہنچایا۔

۴: ۸۔ یہاں پولُس رسُول اِس اعتماد اور یقین کا اظہار کرتا ہے کہ جس "راست بازی" کو وُہ اپنی خدمت میں اُجاگر اور نمایاں کرتا رہا۔ سچّا اور مُنصِف خداوند مسیح اپنے تختِ عدالت پر اُس کا اجر دیگا۔ یہاں خُداوند کو "عادِل مُنصِف" کہا گیا ہے۔ مگر تصوّر کسی مُجرموں کی عدالت کے جج کا نہیں، بلکہ اُس مُنصِف کا ہے جو ورزشی مُقابلوں کا فیصلہ کرتے ہیں۔ زمینی مُنصِفوں کے برعکس اِس مُنصِف یعنی مسیح خُداوند کو ہر بات کا پُورا علم ہے۔ وُہ ہر بات جانتا ہے۔ وُہ اشخاص کا لحاظ نہیں کرے گا۔ وُہ اعمال کے ساتھ ساتھ نیّت کو بھی پرکھے گا۔ اُس کے فیصلے بالکل راست ہوں گے، کسی رُو رعایت یا طرفداری کے بغیر ہوں گے۔

"راست بازی کا۔۔۔ تاج"۔ یہاں تاج دراصل وُہ سہرا ہے جو خُداوند اُن ایمان داروں کو دے گا جنہوں نے اپنی خدمت میں "راست بازی" دِکھائی۔ بے شک یہ سہرا خُداوند "اُن سب کو بھی" دے گا "جو اُس کے ظہور کے آرزومند" ہیں۔ اگر کوئی شخص دِل کی گہرائی سے مسیح کی آمد کا "آرزومند" ہے، اور اِس واقعہ کی روشنی میں زندگی گزارتا ہے تو پھر اُس کی زندگی "راست بازی" کی زندگی ہوگی اور اُسے اِس کے مُطابق اجر مِلے گا۔ یہاں یہ حقیقت پھر سے یاد دِلائی گئی ہے کہ اگر مسیح کی دُوسری آمد پر سچّا ایمان ہو اور اِس کی آرزو بھی ہو تو اُس سے اِنسان کی زندگی کی تقدیس ہوتی ہے۔

۴- پولس کے اپنے حالات کا بیان اور سلام (۲۲-۹:۴)

۹:۴- پولس جو اب بوڑھا ہو چکا ہے، خداوند میں اپنے نوجوان بھائی کی رفاقت کا آرزومند ہے۔ اس لئے اسے تاکید سے کہتا ہے کہ "میرے پاس جلد آنے کی کوشش کر"۔ یاد رکھئے کہ پولس روم میں قید ہے۔ اسے اپنی تنہائی کا شدت سے احساس ہو رہا ہے۔

۱۰:۴- مسیحی خدمت کا ایک تلخ ترین تجربہ یہ ہے کہ پرانے ساتھی ساتھ چھوڑ جائیں۔ "دیماس" پولس کا ایک ہم خدمت تھا۔ لیکن اب پولس قید میں تھا۔ مسیحیوں کو ظلم و ستم کا شکار بنایا جا رہا تھا۔ اور سیاسی آب و ہوا مسیحیوں کے خلاف تھی۔ خداوند کے ظہور کو پسند کرنے کی بجائے "دیماس" نے "موجودہ جہان کو پسند کر لیا اور پولس کو چھوڑ کر تھسلنیکے کو چلا گیا"۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دیماس نے مسیحی ایمان کا انکار کیا اور برگشتہ ہو گیا۔ اور نہ یہ مطلب ہے کہ وہ سچا ایمان دار نہیں تھا۔ شاید وہ اپنے ذاتی تحفظ کے ڈر سے پیچھے ہٹ گیا۔

اس کے ساتھ ہی رسول بتاتا ہے کہ "کریسکینس گلتیہ کو اور ططس دلمتیہ کو" چلا گیا۔ پولس ان پر الزام نہیں لگا رہا۔ ممکن ہے یہ افراد مسیحی خدمت کے لئے ان جگہوں پر گئے ہوں۔ بائبل میں "کریسکینس" (جس کے نام کا مطلب ہے 'بڑھنا') کا اور کہیں ذکر نہیں۔ اور ہمیں اس کے متعلق اور کچھ معلوم نہیں۔ اس سے سارے ایمانداروں کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے۔ خواہ ان کی حیثیت کیسی بھی کم درجے کی ہو، خداوند کے لئے کیا ہوا معمولی سا کام بھی نظروں میں رہتا ہے اور اس کا اجر دیا جائے گا۔

۱۱:۴- پیارا طبیب "لوقا" واحد شخص تھا جس نے روم میں قید کے دوران پولس سے رابطہ قائم رکھا۔ اس عظیم مردِ خدا کی پیشہ ورانہ مہارت اور روحانی حوصلہ افزائی پولس کے لئے کیسی اہمیت رکھتی ہو گی!

ہم کو اس آیت کے آخری حصے کے لئے کتنا شکر گزار ہونا چاہئے! یہ ہم سب کے لئے جو خداوند کی خدمت میں ناکام رہے ہیں حوصلہ افزائی کا باعث ہے کہ وہ ہمیں اپنی خدمت کا ایک اور موقع دے گا۔ "مرقس" پہلے بشارتی دورہ میں پولس اور برنباس کے ساتھ گیا تھا، مگر انہیں پرگہ میں چھوڑ کر گھر واپس آ گیا تھا۔ جب دوسرے بشارتی دورہ پر روانہ ہونے کا موقع آیا تو پولس مرقس کو ساتھ لے جانا نہیں چاہتا تھا کیونکہ پہلی دفعہ وہ ساتھ چھوڑ گیا تھا۔ جب برنباس نے ضد کی کہ مرقس بھی ساتھ چلے تو مسئلہ یوں حل کیا گیا کہ پولس سیلاس کو ساتھ لے کر شام اور کلکیہ کو

چلا گیا اور برنباس اور مرقس قبرص کو روانہ ہو گئے۔ بعد میں پولس اور مرقس میں مفاہمت ہو گئی اور یہاں رسول خاص طور پر اُس کے بارے میں کہتا ہے کہ "مرقس ... میرے کام کا ہے"۔

۴: ۱۲- جو علما یقین رکھتے ہیں کہ جب پولس نے یہ خط لکھا اُس وقت تیمتھیس اِفسس میں تھا، وُہ یہ خیال بھی پیش کرتے ہیں کہ پولس نے "تخِکس" کو اِس لئے "اِفسس بھیج دیا" تھا کہ جب تیمتھیس وہاں سے غیر حاضر ہو تو وُہ اُس کی جگہ لے۔ اُن کے مطابق یہاں پولس کا مطلب یہ ہے کہ "مَیں تخکس کو اِفسس جانے پر مامور کر رہا ہُوں"۔

۴: ۱۳- جس "چوغہ" کا یہاں ذِکر ہے وُہ اوپر پہننے کا لبادہ بھی ہو سکتا ہے اور کتابیں رکھنے کا تھیلا بھی۔ عام طور سے اِس کا مفہُوم لبادہ ہی سمجھا جاتا ہے۔

"کتابیں" اور "طومار"[1] میں فرق پر اِتفاقِ رائے نہیں ہے۔ کیا یہ پاک صحائف کے حصص تھے؟ کیا پولس کے کچھ خطوط تھے؟ کیا وُہ دستاویزات تھیں جن کو مقدمہ اور پیشی کے دَوران استعمال کرنا تھا؟ کیا پاپائرس یا چرمی کاغذ کے سادہ ٹکڑے تھے جن کو وُہ اپنی تحریروں کے لئے اِستعمال کرنا چاہتا تھا؟ حتمی فیصلہ کرنا ممکن نہیں۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ پولس رسول قید کے دَوران بھی کچھ لکھنے اور کچھ پڑھنے میں مصروف رہنا چاہتا تھا۔

بائبل کی بظاہر اِس غیر اہم آیت سے متعلق ایک سچی کہانی بتائی جاتی ہے۔ کسی نے جے۔ این۔ ڈاربی سے پُوچھا کہ اگر یہ آیت بائبل مُقدس میں نہ ہوتی تو ہمیں کیا نقصان ہوتا؟ کیا یہ آیت عالمی قدر و قیمت نہیں رکھتی؟ اگر پولس یہ نہ لکھتا تو کونسی بات رہ جاتی؟ ڈاربی نے فوراً جواب دِیا: "میرا تو ضرور کچھ نقصان ہو جاتا، کیونکہ یہی آیت ہے جس نے مجھے اپنا کُتب خانہ (لائبریری) بیچنے سے بچا لیا۔ یقین کرو کہ ایک ایک لفظ رُوح القُدس کی طرف سے ہے اور ابد تک کام کا ہے"۔

۴: ۱۴- "سِکندر ٹھٹھیرا[2]" غالباً وہی شخص ہے جس کا ذِکر پولس نے ۱-تیمتھیس ۱: ۲۰ میں کیا تھا کہ اُس نے اپنے اِیمان کا جہاز غرق کر لیا تھا۔ بہر حال اُس نے پولس رسول سے "بہت بُرائیاں کی تھیں"۔ ہم اِن بُرائیوں کے بارے میں صرف خیال آرائیاں ہی کر سکتے ہیں۔ اِس آیت کو مابعد کی آیات سے مِلائیں تو اغلب معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے رسول کے خِلاف گواہی دی تھی اور اُس پر جھوٹے اِلزام لگائے تھے۔ رسول کو یقین ہے کہ "خُداوند اُسے اُس کے کاموں کے موافق بدلہ دے گا"۔

---

[1] یہ قیمتی مسودے غالباً بائبل کی کتابیں تھیں یا شاید تفسیریں۔

[2] ہندی زبان کے اِس لفظ کا مطلب ہے پیتل تانبے وغیرہ کے برتن بنانے والا۔

۱۵:۴ - یہ آیت پیش بینی کرتی ہے کہ تیمتھیس روم آ رہا ہے اور اُسے خبردار کرتی ہے کہ "اُس (سکندر ٹھٹھیرے) سے تو بھی خبردار رہ" مُبادا اُس شریر آدمی کے ہاتھوں دُکھ پائے اور نقصان اُٹھائے۔ یہ کوئی ناممکن بات نہیں کہ سکندر نے پولس کی "باتوں کی بڑی مخالفت کی" یعنی عام لوگوں کے سامنے اُس کی گواہی کی مخالفت کی۔

۱۶:۴ - پولس اب تک غالباً گزرے چند دِنوں کے واقعات کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ "پہلی جوابدہی" کا مطلب ہے وہ پہلا موقع[1] جب اُسے اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دِیا گیا تھا۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اِس موقع پر کِسی نے اُس شجاع اور دلیر رسول کا "ساتھ نہ دیا"، یعنی کِسی نے کھڑے ہو کر اُس کے حق میں گواہی نہ دِی۔ اِسی رسول کی تحریروں نے مابعد کی صدیوں کو قیمتی خزانے عطا کئے ہیں۔ کوئی اُس کا دِفاع کرنے کو تیار نہ تھا۔ لیکن پولس کے دِل میں کِسی کے بارے میں کوئی تلخی نہیں۔ اپنے منجی کی طرح وہ بھی دُعا مانگتا ہے کہ "کاشکہ اُنہیں اِس کا حِساب نہ دینا پڑے۔"

۱۷:۴ - اِنسانوں نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا، لیکن "خداوند" اُس کا "مددگار" رہا۔ صرف یہی نہیں بلکہ پیشی کے موقع پر اُس کو خوشخبری کی منادی کرنے کے لئے اِلٰہی طاقت اور توفیق بھی عطا ہوئی۔ پیغام بے روک ٹوک پھیلتا رہا اور ایک غیر قوم بھری عدالت نے نجات کا پیغام سُنا۔ سٹوک اِس پر یوں حیرت کا اِظہار کرتا ہے :-

> "سب غیر قومیں ــــــ اِن الفاظ میں رومیوں کی کیسی کیسی سربرآوردہ
> اور ممتاز ہستیاں شامل ہیں ــــــ اُس روز اُنہوں نے خُدا کا وہ پیغام سُنا
> جو کُل بنی نوع اِنسان کے لئے ہے۔ سب نے سُنا کہ مصلوب اور سرفراز مسیح ہی
> واحِد نجات دہندہ ہے۔ کیسا زبردست خیال ہے ــ تصوّر اِس زبردست
> منظر کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ یہ تاریخ کا ایک عظیم لمحہ تھا۔

اِس آیت میں لفظ "طاقت بخشی" کوئی عام لفظ نہیں ہے۔ نئے عہد نامہ میں یہ لفظ صِرف آٹھ ۸ دفعہ استعمال ہوا ہے۔ اعمال ۲۲:۹ میں پولس کی عام خدمت کے آغاز کے موقع پر ــ "ساؤل کو اور بھی قوّت حاصِل ہوتی گئی۔" اور یہاں پھر اِستعمال ہوا ہے، مگر اُس کی خدمت کے اِختتام پر ــ یہ ایک پُرتاثیر یاد دِہانی ہے کہ خداوند اپنے خادِم کی زِندگی بھر اُسے قائم رکھنے والی

---

[1] غالباً وہ پیشی ہے جو پولس کی پہلی قید کے اِختتام پر ہوئی تھی۔

قوّت اور طاقت بخشتا ہے۔

"مَیں شیر کے مُنہ سے چھُڑایا گیا"۔ اِن الفاظ کا مطلب ہے کہ پَولُس کو کچھ وقت عارضی طور پر دیا گیا۔ اُس کے مُقدّمہ میں عارضی تاخیر ہُوئی، اور پھر جاری رہا۔ کوششیں کی جاتی رہی ہیں کہ اِس "شیر" کی شناخت کی جائے۔ کِسی نے اِسے نیرو قرار دیا۔ کِسی نے ابلیس اور بعض نے کہا کہ لُغوی مَعنوں میں جنگلی جانور ہے۔ لیکن بہتر ہوگا کہ ہم اِس کا عام مفہُوم ہی سمجھیں یعنی بڑا خطرہ۔

۴:۱۸- "خُداوند مجھے ہر ایک بُرے کام سے چھُڑائے گا"۔ پَولُس کا یہ مطلب نہیں کہ خُداوند مُجھے قتل کی سزا سے ہمیشہ کے لئے چھُڑائے گا۔ وُہ جانتا تھا کہ مَوت کا وقت قریب آرہا ہے (آیت ۶)۔ پھر اِن الفاظ سے اُس کا کیا مطلب ہے؟ بلاشُبہ مطلب یہ ہے کہ خُداوند اُسے ہر ایسے کام سے بچائے رکھے گا جو اِن آخری ایّام میں اُس کی گواہی پر داغ کا باعث ہو۔ خُداوند اُس کو برگشتہ ہونے، اپنے نام کا اِنکار کرنے، بُزدِلی اور ہر قسم کی اخلاقی کمزوری سے بچائے رکھّے گا۔

اِتنا ہی نہیں پَولُس کو یقین تھا کہ خُداوند اُس کو "اپنی آسمانی بادشاہی میں صحیح سلامت پُہنچا دے گا"۔ یہاں "آسمانی بادشاہی" کا مطلب اِس زمین پر مسیح کی ہزار سالہ بادشاہی نہیں، بلکہ خُود آسمان ہے جہاں خُداوند کی حکومت اور حاکمیّت کو کامل طور پر مانا اور تسلیم کیا جاتا ہے۔

یہاں رسُول کا دِل شُکر گزُاری سے چھلک اُٹھتا ہے اور وہ "تمجید" کو "ابدالآباد" کے لئے خُدا سے منسُوب کرتا ہے۔ "ابدالآباد" کا لغوی مطلب ہے "زمانوں کے زمانے تک"۔ یُونانی زبان میں یہ الفاظ 'ابدیت' کا مفہُوم ادا کرنے کے لئے زبردست ترین الفاظ ہیں۔ حقیقت میں 'ابدیت' میں کوئی 'زمانے' نہیں ہوں گے۔ لیکن چونکہ انسانی ذہن "بے وقتی" کا تصوُّر کرنے سے قاصِر ہے اِس لئے "زمانوں" کی اِصطلاحیں اِستعمال کرنے پر مجبور ہے۔

۴:۱۹- اب پَولُس ایک شادی شُدہ جوڑے کو سلام بھیجتا ہے جو خُوشخبری کے پھیلانے میں اُس کے ساتھ اکثر کام کرتے رہے تھے۔ "پرِسکہ" (یا پرِسکلہ) "اور اکوِلہ" سے پَولُس کی پہلی مُلاقات کُرِنتھس میں ہُوئی تھی۔ پھر وُہ اُس کے ساتھ سفر کرکے اِفسُس میں آئے تھے۔ اُنہوں نے کُچھ عرصہ رُوم میں بھی گزارا تھا (رومیوں ۱۶:۳) اور پَولُس کی طرح خیمہ دوزی اُن کا پیشہ تھا۔

اِس سے پہلے اُنیسِفرُس کا ذِکر ۱:۱۶ میں آیا تھا جس نے اکثر پَولُس رسُول کو تازہ دم کیا اور اُس کی قَید سے شرمندہ نہیں تھا۔

۴:۲۰- "اِراستُس" غالباً وہی شخص ہے جو "کُرِنتھس" شہر کا خزانچی تھا (رومیوں ۱۶:۲۳)۔

اِس سے پہلے "ترفمس" کا ذکر اعمال ۲۰: ۴ اور ۲۱: ۲۹ میں آیا ہے۔ وُہ اِفسس میں ایمان لایا تھا اور پَولُس کے ساتھ یروشلیم گیا تھا۔ وہاں کے یہودیوں کا خیال تھا کہ پَولُس اُسے ہیکل کے اندر لے گیا تھا۔ یہاں ہم پڑھتے ہیں کہ پَولُس نے اُس کو "میلیتُس میں بیمار چھوڑا"۔ یہ بات بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ پَولُس رسُول کو شِفا دینے کی قُدرت حاصِل تھی، مگر وُہ اِسے ہمیشہ اِستعمال نہیں کرتا تھا۔ وُہ شِفا دینے کے مُعجزہ کو کبھی اپنی آسانی اور سہولت کے لئے استعمال نہیں کرتا تھا، بلکہ بے ایمان یہودیوں کے سامنے انجیل کی خوشخبری کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے اِستعمال کرتا تھا۔

۴: ۲۱۔ پَولُس تیمتھیُس پر زور دیتا ہے کہ "جاڑوں سے پہلے میرے پاس آجانے کی کوشش کر"۔ جاڑوں میں سفر کرنا مُشکل یا ناممکن ہوتا تھا۔ رُوم میں اُس کے قیدی دوست کو اُس کی موجودگی کی ضرورت تھی۔ وُہ اُس کا اِنتظار کر رہا تھا۔ جب وُہ تیمتھیُس کو اپنے پاس آنے کی بار بار تاکید (دیکھئے ۱: ۳، ۴ اور ۴: ۹) کرتا ہے تو ہمارے دِل پر گہرا اثر ہوتا ہے۔

اِس کے بعد "یُوبُولُس اور پُودینس اور لِینُس اور کلودِیہ اور اَور سب بھائیوں" کی طرف سے تیمتھیُس کو سلام لکھا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے یہ نام غیر اہم معلوم ہوتے ہوں، مگر بہت مُؤثر یاددہانی کراتے ہیں۔ راجرز کہتا ہے کہ "مسیحی خدمت کی ایک خُوشی اور خاص اِعزاز یہ ہے کہ دوستیاں پیدا ہوتی ہیں اور بھائی چارے کو فروغ حاصِل ہوتا ہے"۔

۴: ۲۲۔ اور اَب پَولُس اپنے اِس آخری خط کو بند کرتا ہے۔ اب وُہ خاص تیمتھیُس سے مخاطب ہوکر کہتا ہے "خُداوند تیری رُوح کے ساتھ رہے"۔ اِس کے بعد وُہ اُن سب کو مُخاطب کرتا ہے جو تیمتھیُس کے ساتھ تھے جب اُسے خط مِلا اور کہتا ہے "تُم پر فضل ہوتا رہے"۔

اب وُہ اپنا قلم رکھ دیتا ہے۔ خط ختم ہوگیا ہے۔ اُس کی خِدمت ختم ہوگئی ہے۔ لیکن اُس کی زندگی اور خِدمت کی مہک اور خوشبُو آج تک ہمارے ساتھ ہے۔ اور وُہ دِن آتا ہے کہ ہم اُس سے مُلاقات کریں گے اور کلیسیا اور خوشخبری کے عظیم موضُوعات پر گفتگو کریں گے۔

طِطُس کے نام خط

تعارُف

"یہ خط اگرچہ چھوٹا سا ہے مگر اِس میں مسیحی تعلیم کا لُب لباب مَوجُود ہے۔ یہ نہایت اُستادانہ انداز میں قلم بند کِیا گیا ہے کیونکہ اِس میں وہ سب کُچھ سمو دیا گیا ہے جو مسیحی عرفان اور زِندگی کے لئے درکار ہے۔"

مارٹن لُوتھر

۱۔ مُستند کُتُب میں خاص مقام

تقریباً دو۲ ہزار سال پیشتر ایک گمنام سے جزیرہ پر ایک غیر معرُوف مُبشِّر کے نام ایک عُمر رسیدہ مُبشِّر نے یہ تین۳ چھوٹے چھوٹے ابواب لِکھے۔ آج اِکیسویں صدی کی دہلیز پر "روشن دماغ" مسیحیوں کے لئے اِس میں کیا کشش ہو سکتی ہے؟ اگر یہ "صِرف" پَولُس کے الفاظ ہوتے (بہُت سے "آزاد خیال" تو اِتنی رعایت دینے پر بھی تیار نہیں) تو یہ صِرف کلیسیا کی تاریخ کے شیدائیوں کے لئے اور اِبتدائی دَور کے مسیحی تصوُّرات کے عُلما کے لئے باعثِ دِلچسپی ہوتے۔

لیکن یہ وہ باتیں ہیں "جو رُوحُ القُدس نے سِکھائیں"۔ اِس لئے یہ باتیں ہمیں وہ تعلیم دیتی ہیں جو کوئی "اَور کتاب" نہیں دے سکتی۔ اِس خط میں "بزرگوں" (ایلڈروں) کے موضُوع پر وہ باتیں درج ہیں جن سے تیمتھیُس کے پہلے خط کی تعلیمات کی تصدیق اور حمایت ہوتی ہے۔ یہ تکرار فالتو نہیں ہے، بلکہ یہ صرف اِس بات پر زور دیتی ہے کہ خُدا چاہتا ہے کہ میرے لوگ بعض اصُولوں کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔

طِطُس ۲: ۱۱-۱۴ غالباً اِس خط کا سب سے گراں قدر حِصّہ ہے جو نہایت خوبصورت متوازن اُسلوب میں قلم بند کیا گیا ہے اور فضل کے عقیدہ کو ایک نیا حُسن عطا کرتا ہے۔

۲۔ مُصنِّف

طِطُس کا خط کِس کی تصنیف ہے؟ اِس سِلسلے میں پاسبانی خطوط کا تعارُف مُلاحظہ کریں۔

۳- سنِ تصنیف

ططس کے خط کے موضوعات اور الفاظ کی موزونیت اور بندش تیمتھیس کے نام پہلے خط کے ساتھ مماثلت رکھتے ہیں اس لئے اکثر راسخ الاعتقاد عُلما یقین رکھتے ہیں کہ یہ خط اُن ہی دِنوں یا تیمتھیس کے نام پہلے خط کے تھوڑے عرصہ بعد لکھا گیا۔ بہر حال زمانۂ تحریر کے لحاظ سے یہ خط تیمتھیس کے نام دونوں خطوط کے بیچ میں آتا ہے ۲- تیمتھیس کے بعد نہیں۔ قطعی تاریخ کا تعین تو ممکن نہیں البتہ ؁۶۴ء اور ؁۶۶ء کا درمیانی عرصہ زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ مزید برآں یہ خط غالباً مکِدُنیہ سے لکھا گیا۔

۴- موضوع

دیگر دونوں پاسبانی خطوط کے ساتھ مشترکہ موضوعات (پاسبانی خطوط کا تعارف دیکھئے) کے علاوہ ططس کا خط ایک نفیس اور مختصر خاکہ پیش کرتا ہے کہ ایماندار کو کس طرح دینداری اور نیک اعمال کے ساتھ فضل کے عقیدہ کو آراستہ کرنا چاہیئے۔ آج کل بہت سے ایسے لوگ ہیں جو فضل کے عقیدہ پر بہت خوش معلوم ہوتے ہیں، لیکن اِس کو دینداری اور نیک اعمال کے ساتھ ظاہر کرنے میں دلچسپی نہیں لیتے۔ یہ رویہ غلط ہے۔ یہ لوگ فضل کے عقیدہ کو درستی سے نہیں سمجھتے۔

پولس اِس موضوع کا ایک مکمل خاکہ پیش کرتا ہے۔ "یہ بات سچ ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تُو اِن باتوں کا یقینی طور پر دعویٰ کرے تاکہ جنہوں نے خدا کا یقین کیا ہے وہ اچھے کاموں میں لگے رہنے کا خیال رکھیں" (۳:۸ب)۔

خاکہ

۱۔ سلام	۱:۱-۴
۲۔ کلیسیا میں بزرگوں (ایلڈروں) کا مقام	۱:۵-۹
۳۔ کلیسیا میں پائی جانے والی غلطی	۱:۱۰-۱۶
۴۔ کلیسیا کے لئے لائحۂ عمل	۲:۱-۱۵
۵۔ کلیسیا کے لئے نصیحت	۳:۱-۱۱
۶۔ اِختتام	۳:۱۲-۱۵

تفسیر

۱۔ سلام (۱:۱-۴)

۱:۱۔ پَولُس "خُدا کا بندہ" (غُلام) بھی تھا اور "یسُوع مسیح کا رسُول" بھی۔ پہلی تصویر میں وُہ اعلیٰ ترین مالِک (باری تعالیٰ) کا غُلام اور دُوسری میں آقائے مُعظّم (خُداوند) کا ایلچی نظر آتا ہے۔ "بندہ" یا غُلام بننا اُس نے خُود دِل وجان سے قبُول کیا تھا۔ "رسُول" ہونے کا تقرر خُدا کی طرف سے ہُوا تھا۔

اُس کی خِدمت کے مقاصِد تھے کہ "خُدا کے برگزیدوں کے ایمان" کو بڑھائے اور "حق کی پہچان" کو فروغ دے۔ اُن کے "اِیمان" کو بڑھانے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ اوّل۔ اُن کو ایمان لانے پر قائل کرنا۔ دوم۔ نجات کے بعد ایمان میں آگے بڑھنے میں اُن کی راہنمائی کرنا۔ "حق کی پہچان" کو فروغ دینا دُوسرے پہلو کی حمایت کرتا ہے۔ اِس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ رسُول کے سامنے دو بنیادی مقاصد تھے۔ (۱) بشارت — "برگزیدوں کے ایمان" کو بڑھانا۔ (۲) تعلیم و تربیت — اُن کی "حق کی پہچان" کو فروغ دینا۔ یہاں ہم کو متّی ۲۸: ۲۰ کی بازگشت سُنائی دیتی ہے یعنی ساری قوموں میں انجیل کی منادی کرنا اور تعلیم دینا کہ اُن ساری باتوں پر عمل کریں جن کا حُکم مسیح نے دِیا ہے۔ وُہ کِسی مَعذرت کے بغیر زور دے کر کہتا ہے کہ میری ذمّہ داری "خُدا کے برگزیدوں کے ایمان" کو بڑھانا ہے۔ اور یہ کہنے میں وُہ ہمیں برگزیدگی کے عقیدے پر غور کرنے پر مجبُور کرتا ہے۔ اِس عقیدہ کے بارے میں بُہت سی غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ اِس پر دُوسرے عقیدوں کی نِسبت زیادہ بحث و تمحیص ہوتی ہے اور علمیّت کو صَرف کیا جاتا ہے۔ مُختصراً یہ کہ یہ عقیدہ سکھاتا ہے کہ خُدا نے بِنائے عالَم سے پیشتر بعض کو مسیح میں چُن لیا (برگزیدہ کیا)۔ اِس برگزیدگی[1] کا حتمی مقصد یہ ہے کہ وُہ خدا کے سامنے پاک اور بےداغ ہوں (اِفسیوں ۱:۴)۔

یہ بتانے کے بعد کہ میری رسالت کا تعلق "خُدا کے برگزیدوں کے ایمان" اور اُن کی طرف سے

---

[1] اِس موضوع پر تفصیلی بحث کے لئے اِفسیوں باب ۱ اور رومیوں باب ۹ کا بغور مُطالعہ کریں۔

"حق کی پہچان" کے ساتھ ہے۔ پَولُس کہتا ہے کہ یہ "حق ... دینداری کے مُوافق ہے"۔ مُراد یہ ہے کہ مسیحی ایمان حقیقی پاکیزگی سے مُطابقت رکھتا ہے اور عملی "دینداری" کے لئے انسان کی راہنمائی کرتا ہے۔ ایمان کی صحت زِندگی کی پاکیزگی کا تقاضا کرتی ہے۔ کِتنے افسوس کی بات ہے اگر کسی مُبشّر یا مناد کے بارے میں کہا جائے کہ "جب وُہ پلپٹ پر ہوتا ہے تو لوگ چاہتے ہیں کہ وہاں سے کبھی نیچے نہ اُترے۔ اور جب پلپٹ سے دُور ہوتا ہے وُہ چاہتے ہیں کہ کبھی اُس پر نہ چڑھے"[1]۔

۱:۲۔ انجیل کے لئے پَولُس کا تقرر ایک تیسرے اہم پہلُو کا حامل ہے۔ اِس کا تعلق (۱) بشارت ——— خُدا کے برگزیدوں کا ایمان بڑھانے ——— زمانۂ ماضی (۲) تعلیم وتربیّت ——— اُن کی حق کی پہچان کو فروغ دینے ——— زمانۂ حال ——— سے ہے۔ اِس کے علاوہ تعلق (۳) اُمید ——— "ہمیشہ کی زندگی کی اُمید" ——— زمانۂ مُستقبل ——— سے بھی ہے۔

نیا عہد نامہ "ہمیشہ کی زندگی" کا بیان اِس طرح کرتا ہے کہ زمانۂ حال میں یہ ہماری ملکیت بھی ہے اور زمانۂ مُستقبل میں اُمید بھی — لفظ "اُمیّد" میں بے یقینی کا عُنصر مُضمر نہیں۔ جس لمحہ ہم مسیح کو نجات دہندہ قُبول کر لیتے ہیں، ہمیشہ کی زندگی اُس لمحہ ہماری ہو جاتی ہے اور یہ زمانۂ حال میں ملکیت ہے (یوحنا ۵: ۲۴) اور ہم مسیح کے فِدیہ کے کام کے سارے فائدوں کے وارث بن جاتے ہیں۔ لیکن ہم فی الحال اِن سب سے عملی طور پر لُطف اندوز نہیں ہو سکتے۔ یہ مرحلہ تو ابدی وطن میں پہنچنے پر ہی آئے گا۔ ہم "اُمیّد" اِس مفہوم میں رکھتے ہیں کہ "ابدی زِندگی" کی آخری شکل کے مُنتظِر ہیں، جب ہم کو جلالی بدن ملیں گے اور گناہ، بیماری، غم، دُکھ اور موت سے ہمیشہ کے لئے مکمّل طور پر آزاد ہوں گے (فلپیوں ۳: ۲۰، ۲۱؛ طِطُس ۳: ۷)۔

یہ "اُمیّد" یقینی ہے کیونکہ اِس کا "وعدہ ازل سے خُدا نے کیا ہے" اور "خُدا" کے وعدہ سے یقینی کوئی بات ہو نہیں سکتی کیونکہ "خُدا ... جھوٹ نہیں بول سکتا"۔ نہ وُہ فریب دیتا ہے، نہ اُس کو فریب دِیا جا سکتا ہے۔ اُس کی بات پر یقین کرنے میں کوئی خطرہ، کوئی خدشہ نہیں ہوتا۔ دراَصل اِس سے زیادہ معقُول کوئی بات نہیں کہ مخلُوق اپنے خالق کا یقین کرے۔

خُدا نے ہمیشہ کی زِندگی کا وعدہ "ازل سے" یعنی 'وقت' یا 'زمان' کے آغاز سے پہلے کیا تھا۔ اِس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ اوّل، خُدا نے گزرے 'ازل' میں فیصلہ کر دیا کہ جتنے خُداوند یسوع پر ایمان لائیں گے اُن کو ہمیشہ کی زِندگی دے گا۔ اور اُس نے جو فیصلہ کیا وہ ایسے ہی تھا جیسے وعدہ ہوتا۔ دوم،

---

[1] مُراد یہ ہے کہ اُس کا وعظ اور تعلیم نہایت اعلیٰ لیکن کردار اور عمل بالکل غیر پسندیدہ ہوتا ہے۔

کہ نجات کی تمام برکتیں مسیحِ موعُود کے اُس وعدہ میں شامل تھیں جو پیدائش ۳: ۱۵ میں درج ہے۔

۱: ۳۔ "مُناسب وقتوں پر" خُدا نے ابدی زِندگی کے اُس جلالی پروگرام کا عِلم دیا جو اُس نے گزشتہ زمانوں میں بنایا تھا۔ اُس نے پُرانے عہدنامہ میں اُسے پُورے طور پر ظاہر نہیں کیا تھا۔ اُس وقت ایمان داروں کو موت کے بعد کی زِندگی کا بالکل دُھندلا سا تصوّر تھا۔ لیکن مُنجّی کی آمد سے یہ دُھندلاپن اور ابہام جاتا رہا۔ اُس نے "زِندگی اور بقا کو اِس خوشخبری کے وسیلہ سے روشن کر دیا" (۲۔تیمتھیُس ۱: ۱۰) ۔ اور پَولُس اور دُوسرے رسُولوں نے اپنے "مُنجّی خُدا کے حُکم کے مُطابق" اِس خوشخبری کی نشرواشاعت کی، یعنی ارشادِ اعظم کی تعمیل کی۔

۱: ۴۔ یہ خط پَولُس کے "ایمان کی شرکت کے رُو سے سچّے فرزند طِطُس کے نام" ہے۔ مگر یہ طِطُس ہے کون؟

پَولُس کے تین خطوط میں اُس کے مُتعلق تھوڑے بُہت حوالے پائے جاتے ہیں۔ ہمیں اِن ہی حوالوں کی مدد سے طِطُس کی سوانحِ حیات مُرتّب کرنی پڑے گی۔ وہ اپنی پیدائش کے اعتبار سے یُونانی تھا (گلتیوں ۲: ۳)۔ غالباً وہ پَولُس کی خِدمت کے باعث نئے سِرے سے پیدا ہُوا تھا (طِطُس ۱: ۴)۔ اُن دِنوں اِس بات پر بڑی بحث بلکہ لڑائی چل رہی تھی کہ حقیقی خوشخبری کیا ہے۔ ایک طرف پَولُس اور وہ سب تھے جو تعلیم دیتے تھے کہ نجات ایمان کے وسیلے فضل سے ہے، اور اِس کے لئے اور کُچھ درکار نہیں۔ دُوسری طرف یہودیت نواز تھے۔ وہ اِصرار کرتے تھے کہ خُدا کی بادشاہی میں اوّل درجے کی شہریت حاصِل کرنے کے لئے ختنہ (اور شریعت کی پابندی) لازِم ہے۔ اِس تنازُع میں طِطُس معیارِ اِمتحان بن گیا۔ پَولُس اور برنباس اُسے یروشلیم لے گئے (گلتیوں ۲: ۱) تاکہ وہاں رسُولوں اور بزرگوں سے صلاح مشورہ کریں۔ اِس کونسل نے فیصلہ دیا کہ نجات پانے کے سِلسلے میں طِطُس جیسے غیرقوم شخص کو یہودی قواعد وضوابط اور رسُومات کی پابندی کرنا لازم نہیں (اعمال ۱۵: ۱۱)۔ غیرقوم والوں کو یہودی بننے کی ضرُورت نہیں اور یہودیوں کو غیرقوم بننے کی ضرُورت نہیں، بلکہ جب یہودی اور غیرقوم والے یسُوع پر ایمان لاتے ہیں تو دونوں نئے مخلوق بن جاتے ہیں۔

اِس کے بعد سے طِطُس پَولُس کا بہت ہی انمول مُعاون بن گیا اور کرنتھس اور کریتے میں مسائل پر قابُو پانے میں بہُت ہی اہم کردار ادا کیا۔ رسُول نے پہلے اُس کو اِفسُس سے کرنتھس بھیجا۔ غالباً مقصد یہ تھا کہ وہاں کی جماعت میں تعلیم (عقیدہ) اور اِخلاقی بگاڑ کو درست کرے۔ جب بعد میں طِطُس مکدُنیہ میں پَولُس کے پاس واپس آیا تو پَولُس کو یہ سُن کر بے حد خوشی ہوئی کہ اہلِ کرنتھس نے اُس

کی رسُولی ملامت کا مثبت جواب دیا ہے (۲-کرنتھیوں ۲: ۱۲، ۱۳؛ ۷: ۵-۷، ۱۳-۱۶)۔ ممکن ہے کہ اِسی لئے پَولُس نے طِطُس کو دوبارہ کرِنتھس بھیجا تاکہ یروشلیم کے غریب مُقدّسین کے لئے چندہ جمع کرنے میں جلدی کرائے (۲-کرنتھیوں ۸: ۶، ۱۶، ۱۷؛ ۱۲: ۱۸)۔ پَولُس اُس کے متعلق یُوں کہتا ہے "وُہ میرا شریک اور تُمہارے واسطے میرا ہم خِدمت ہے" (۲-کرنتھیوں ۸: ۲۳)۔ ہمیں حتمی علم نہیں کہ کب پَولُس کریتے میں طِطُس کے ساتھ تھا۔ لیکن عام یقین کیا جاتا ہے کہ پَولُس کی رُوم میں پہلی قید کے بعد تھا۔

طِطُس کا آخری ذِکر ۲ تیمتھیُس ۴: ۱۰ میں آتا ہے۔ پَولُس کی دُوسری قید کے دَوران کچھ عرصہ تک طِطُس اُس کے پاس تھا، مگر پھر پَولُس بیان کرتا ہے کہ وُہ دلمتیہ کو چلا گیا۔ آج کل یہ عِلاقہ البانیہ اور یوگوسلاویہ کا کُچھ حِصّہ ہے۔ ہوسکتا ہے پَولُس نے اُسے وہاں بھیجا ہو، لیکن بیان کرتے ہُوئے پَولُس کا لہجہ ایک تنہا شخص کا سا ہے جِس کا ساتھ چھوڑ دیا گیا ہو۔

رسُول طِطُس کو "ایمان کی شرکت کے رُو سے سچا فرزند" کہتا ہے۔ مُراد یہ بھی ہوسکتی ہے کہ طِطُس کے ایمان لانے میں پَولُس ایک وسیلہ تھا۔ لیکن یہ ضرُوری نہیں، پَولُس تیمتھیُس کو بھی "ایمان کے لِحاظ سے میرا سچا فرزند" کہہ کر مخاطب کرتا ہے (۱-تیمتھیس ۱: ۲)۔ مگر یہ بھی ممکن ہے کہ جب پَولُس تیمتھیُس سے پہلی دفعہ مِلا تو وُہ پہلے مسیحی تھا (اعمال ۱۶: ۱)۔ چنانچہ اِن الفاظ کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اِن نوجوانوں میں بھی وُہی رُوحانی خصُوصیات تھیں جو پَولُس میں تھیں، اور مسیحی خِدمت میں یہی فرزندیت کا بندھن ہے۔

اپنے نوجوان نائب کے لئے پَولُس "فضل اور اِطمینان" کی دُعا مانگتا ہے۔ زیرِ نظر سیاق و سباق میں "فضل" کا مطلب زندگی اور خِدمت کے لئے قُوّت ہے۔ "اِطمینان" کا مطلب ہے ناموافق حالات کے باوجُود فکرمندی، گھبراہٹ سے آزادی۔ یہ "خُدا باپ اور ہمارے مُنجّی مسیح یسُوع" دونوں سے مشترکہ طور پر مِلتے ہیں۔ باپ اور بیٹے کو "فضل اور اطمینان" کے سرچشمہ کے طور پر اکٹھے کرکے خُدا کا رُوح اُن کی برابری کا اِظہار کرتا ہے۔

۲- کلیسیا میں بزرگوں (ایلڈروں) کا مقام (۱: ۵-۹)

۱: ۵- جب پَولُس کریتے سے روانہ ہُوا تو کُچھ "باتیں" ابھی "باقی" تھیں جن کو "دُرست" کرنے کی ضرُورت تھی۔ جھُوٹے اُستاد تھے جن کو خاموش کرنا تھا۔ اور جماعتوں میں مُسلّمہ رُوحانی راہنماؤں کی ضرورت تھی۔ پَولُس نے طِطُس کو وہاں اِس لئے چھوڑا کہ اِن معاملات کو طے کرے۔

ہمیں عِلم نہیں کہ مسیحی ایمان کریتے میں پہلے پہل کیسے پُہنچا۔ گمُان کیا جاتا ہے کہ جو کریتی پنتکُست کے دِن (اعمال ۲: ۱۱) یروشلیم میں تھے وُہ خوشخبری ساتھ لے کر واپس آئے اور بعد میں مقامی کلیسیائیں قائم ہُوئیں۔

ہم یہ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ پولُس کب کریتے میں طِطُس کے ساتھ تھا۔ اِتنا جانتے ہیں کہ جب پولُس قیدی کی حیثیت سے بحری جہاز میں رُوم جا رہا تھا تو وُہ جہاز کریتے میں رُکا (اعمال ۲۷: ۱۲)۔ لیکن حالات ایسے تھے کہ وُہ مقامی کلیسیاؤں میں خِدمت نہیں کر سکتا تھا۔ چونکہ اعمال کی کتاب پولُس کے کریتے میں ہونے کے بارے میں اور کُچھ بیان نہیں کرتی اِس لئے عام طور سے مانا جاتا ہے کہ وُہ رُوم میں اپنی پہلی قید کے بعد کریتے گیا تھا۔ اگر ہم بائبل کے بیانات میں سے سُراغ لگائیں تو پولُس کی مختلِف تحریروں سے ذیل کا "سفرنامہ" سامنے آتا ہے:

پہلے پولُس آسیہ (آج کا مغربی تُرکی) جاتے ہوئے اطالیہ سے جہاز پر کریتے کے لئے روانہ ہُوا۔ اُس نے طِطُس کو کریتے میں چھوڑا (طِطُس ۱: ۵) اور وُہ خود اِفسُس چلا گیا جو آسیہ کا دارالحکومت تھا۔ اِفسُس میں اُس نے تیمتھیُس کو اپنا نمائندہ مقرر کیا اور یہ ذمّہ داری سونپی کہ وہ پھیلنے والی غلط تعلیم کو درُست کرے (۱۔ تیمتھیُس ۱: ۳، ۴)۔ پھر وُہ جہاز میں بحیرۂ اخضر کو عُبور کر کے مکدُنیہ آیا، کیونکہ جب وُہ قید میں تھا اُسی وقت سے اُس کی خواہش تھی کہ آزاد ہوتے ہی فلپّی جائے (فلپّیوں ۱: ۲۶)۔ بعد ازاں وُہ یُونان میں سے سفر کر کے نیکُپلِس آیا۔ اُس کا اِرادہ تھا کہ جاڑا وہیں بسر کرے اور اُسے اُمید تھی کہ طِطُس بھی مُجھ سے یہیں آ مِلے گا (طِطُس ۳: ۱۲)۔

ہومر کے مُطابق اُس کے زمانے میں کریتے میں نوے[۹۰] اور سو[۱۰۰] کے درمیان شہر تھے۔ اور ظاہر ہوتا ہے کہ کئی مقامات پر کلیسیائیں قائم ہو چکی تھیں اور ہر کلیسیا میں ضرورت تھی کہ بزُرگوں (ایلڈروں) کو مامُور کیا جائے۔

بزُرگ (ایلڈر، نگہبان)

نئے عہدنامہ کی اِصطلاح میں بزرگ بالغ اور پُختہ مسیحی ہوتے تھے۔ اُن کا کِردار مضبُوط اور بے الزام ہوتا تھا اور وُہ مقامی کلیسیا میں رُوحانی قیادت فراہم کرتے تھے۔ "بزرگ" کا لفظ کِسی شخص کی روحانی پختگی کا مفہوم رکھتا ہے۔ یہ یُونانی لفظ پریسبوتروس presbuteros

کا ترجمہ ہے اور انگریزی زُبان کی وساطت سے "پریسبٹر" کی شکل میں ہم تک پُہنچا ہے۔ بُزرگوں کے حوالے سے یُونانی لفظ 'ایپی سکوپس' episkopos کا ترجمہ نگہبان کیا گیا ہے جو اُن کی کلیسیائی ذمّہ داریوں کا بیان کرتا ہے کہ وُہ خُدا کے گلّے کے نائب چرواہے ہیں۔

"بزرگ" اور "نگہبان" کے القاب عموماً ایک ہی عُہدہ یا منصب کا بیان کرتے ہیں۔ اِس کی وجُوہات مندرجہ ذیل ہیں۔ اعمال ۲۰: ۱۷ میں "افسس سے 'کلیسیا کے بزرگوں' کو بُلایا"۔ آیت ۲۸ میں وُہ اُن کو "نگہبان" کہتا ہے۔ اِسی طرح ۱-پطرس ۵: ۱ اور ۲ میں پطرس بھی اِن القاب کو ایک دُوسرے کے مُتبادل کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ ۱-تیمتھیُس کے باب ۳ میں "نگہبان" اور طِطُس کے پہلے باب میں "بزرگوں" کی 'اہلیّت' کی جو خصُوصیات ہیں وُہ حقیقت میں ایک ہی ہیں۔

جدید دَور اور زُبان میں 'بشپ' (لفظی ترجمہ نگہبان) کا مطلب وُہ پیشوائے کلیسیا ہے جو کِسی ایک ڈایوسِیس میں مُتعدد کلیسیاؤں کا نِگران ہوتا ہے۔ لیکن نئے عہدنامہ میں اِس لفظ کا کبھی بھی یہ مطلب و مفہُوم نہیں ہُوا۔ پاک کلام کے مُطابق بہُت سی کلیسیاؤں پر ایک نگہبان نہیں، بلکہ ایک کلیسیا میں کئی نگہبان ہوتے تھے۔

اِسی طرح لفظ "بُزرگ" کو بھی آج کل کے "پاسٹر" کے ساتھ نہیں مِلانا چاہیے، جوکہ بنیادی طور پر ایک مقامی کلیسیا میں منادی کرنے، تعلیم دینے اور سیکرامنٹ ادا کرنے کا ذمّہ دار ہوتا ہے۔ یہ بات عام طور پر تسلیم کی جاتی ہے کہ ابتدائی کلیسیا میں ایسا کوئی عُہدہ نہیں ہوتا تھا۔ ابتدائی جماعتیں مُقدسین، بزرگوں (نگہبانوں) اور خادموں یعنی ڈیکنوں پر مُشتمل ہوتی تھیں (فلپیوں ۱: ۱) اور بس۔ پادریوں کا نظام دُوسری صدی عِیسوی میں نمودار ہُوا۔

نئے عہدنامہ کے مفہُوم میں چرواہا (پاسٹر)، وُہ شخص ہے جِس کو جی اُٹھے اور آسمان پر گئے مسیح نے خاص نعمت سے نوازا ہو۔ اُس کا مقصد خِدمت کے کام کے لئے مُقدّسوں کو تیار کرنا ہوتا ہے (افسیوں ۴: ۱۱، ۱۲)۔ کئی لحاظ سے چرواہوں اور بزرگوں کا کام ایک سا ہے۔ دونوں کے ذِمّے خُدا کے گلّے کی نگہداشت کرنا اور اُسے 'چَرانا' ہے۔ لیکن دونوں کو کبھی خلط ملط نہیں کرنا چاہیئے۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ چرواہے کی ذِمّہ داری جگہ جگہ گھوم پھر کر خِدمت کرنا تھا جبکہ 'بُزرگ' ایک ہی مقامی کلیسیا سے مُنسلِک ہوتا تھا۔

بُزرگوں کی ذمّہ داریوں کا بیان خاصی تفصیل سے دِیا گیا ہے:

۱- وُہ خُداوند کی کلیسیا کی چوپانی اور نگہداشت کرتے تھے (اعمال ۲۰: ۲۸؛ ۱-تیمتھیُس ۳: ۵؛

۱- پطرس (۵: ۲)۔

۲- وُہ کلیسیا کو اندرُونی اور بیرُونی حملوں سے بچانے کے لئے ہوشیار رہتے تھے (اعمال ۲۰: ۲۹-۳۱)۔

۳- وُہ راہنمائی کرتے اور کلیسیا پر اختیار رکھتے تھے۔ لیکن ہدایت اور راہنمائی کے وسیلے سے کام کرتے تھے، ہانکتے نہیں تھے (۱-تھسلنیکیوں ۵: ۱۲؛ ۱-تیمتھیس ۵: ۱۷؛ عبرانیوں ۱۳: ۷، ۱۷؛ ۱-پطرس ۵: ۳)۔

۴- وُہ کلام کی منادی کرتے، صحیح عقائد کی تعلیم دیتے، اور اعتراض کرنے والوں کو جواب دیتے تھے (۱-تیمتھیس ۵: ۱۷، طِطُس ۱: ۹-۱۱)۔

۵- وُہ اخلاقی اور عقائد سے متعلق مُعاملات پر ثالث کے فرائض سرانجام دیتے اور فیصلے صادر کرتے تھے (اعمال ۱۵: ۵، ۶؛ ۱۶: ۴)۔

۶- وُہ اپنی زندگی سے گلّے کو نمُونہ پیش کرتے تھے (عبرانیوں ۱۳: ۷؛ ۱-پطرس ۵: ۳)۔

۷- اگر کوئی ایماندار کوئی غلطی یا قصُور کرتا تو اُسے بحال کرنے کی کوشش کرتے تھے (گلتیوں ۶: ۱)۔

۸- وُہ مقامی جماعت میں رُوحوں کی نگہداشت کرتے تھے۔ وُہ سمجھتے تھے کہ ہمیں اِن کا حساب دینا ہوگا (عبرانیوں ۱۳: ۱۷)۔

۹- وُہ دُعا، اور خاص طور پر بیماروں کے لئے دُعا کی خدمت بروئے کار لاتے تھے (یعقوب ۵: ۱۴، ۱۵)۔

۱۰- وُہ غریب مُقدّسین کی دیکھ بھال کرتے تھے (اعمال ۱۱: ۳۰)۔

۱۱- جن افراد کو خُدا نے خصُوصی نعمتیں دے کر کسی کام کے لئے بُلایا ہو یہ بزرگ اُن کی تعریف اور سفارش کرنے میں شریک ہوتے تھے (۱-تیمتھیس ۴: ۱۴)۔

یہ بات تو واضح ہے کہ اِن بزرگوں کو رسُول اور اُن کے نمائندے مُقرر کرتے تھے (اعمال ۱۴: ۲۳؛ طِطُس ۱: ۵)۔ تاہم اِس کا مطلب یہ نہیں کہ رسُولوں اور اُن کے نمائندوں کو بزرگ 'بنانے' کا اختیار حاصل تھا۔ بزرگ بننے کے لئے ضرُوری تھا کہ خُدا کی طرف سے توفیق اور انسانوں کی طرف سے رضامندی دونوں موجُود ہوں۔ صِرف رُوح القُدس ہی کسی شخص کو بزرگ یا نگہبان بنا سکتا ہے (اعمال ۲۰: ۲۸)۔ مگر انسان کے لئے اِس خدمت کے لئے آرزو کرنا ضرور ہے (۱-تیمتھیس ۳: ۱)۔ ضرُور ہے کہ خُدا کے کام کے ساتھ اِنسان کا کام شامل ہو۔

جب رسُولی ایام میں مقامی کلیسیائیں پہلے پہل قائم ہوئیں تو اُن میں بزرگ نہیں ہوتے تھے۔ سارے ایمان دار زیرِ تربیّت ہوتے تھے (تعلیم پاتے تھے)۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا تو خُداوند نے چیدہ چیدہ افراد کو اس اہم خِدمت کے لئے تیار کیا۔ چونکہ ابھی نیا عہدنامہ تحریری صُورت میں دستیاب نہیں تھا، اِس لئے عام مسیحیوں کو بزرگوں کی اہلیّت کی خصُوصیات اور ذِمّہ داریوں کا علم نہیں تھا۔ صِرف رسُول اور اُن کے مُعاونین اِن سے واقِف تھے۔ اِسی علم کی بُنیاد پر وُہ اُن افراد کو چُنتے تھے جو خُدا کے معیار پر پُورے اُترتے تھے اور پھر اُن کو علانیہ اِس خِدمت کے لئے نامزد کرتے تھے۔

آج پُورا نیا عہدنامہ ہمارے پاس ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ایک بزرگ کیا اور کیسا ہوتا ہے اور اُسے کیا ذِمّہ داریاں پُوری کرنی ہوتی ہیں۔ جب ہم ایسے اہل اشخاص کو دیکھتے ہیں جو سرگرمی سے نگرانی کا کام کرتے ہیں تو ہم اُن کو پہچان لیتے ہیں، اُن کو تسلیم کرتے ہیں (۱- تھسلنیکیوں ۵: ۱۲) اور اُن کا حُکم مانتے ہیں (عبرانیوں ۱۳: ۱۷)۔ سُوال یہ نہیں کہ ہم نے اُن کو "چُنا" ہے، بلکہ اُن افراد کو تسلیم کرنے کا سُوال ہے جِن کو 'خدا' نے اِس کام کے لئے برپا کیا ہے۔

بزرگوں کی اہلیّت کی خصُوصیات کا بیان ۱- تیمتھیُس ۳: ۱-۷ میں اور یہاں طِطُس کے خط میں درج ہے۔ بعض اوقات لوگ کہتے ہیں کہ اگر اہلیّت کی یہی خصُوصیات ہیں تو آج کوئی بزرگ (ایلڈر) نہیں ہیں۔ یہ تصوّر پاک نوِشتوں کے اِختیار کو کمتر کر دیتا ہے، کیونکہ اِس میں یہ بات مُضمر ہے کہ جو کُچھ یہ نوِشتے کہتے ہیں اِن کا مطلب وُہ نہیں ہے۔ حالانکہ جو معیار پاک کلام نے مقرر کئے ہیں وُہ نہ تو غیر معقول ہیں اور نہ ناممکنُ الحصُول ہیں۔ جب ہم بائبل مُقدّس کو حد سے زیادہ مثالی قرار دیتے ہیں تو دراصل اپنی رُوحانی پست حالی کا اظہار کرتے ہیں۔

۱: ۶- بزرگ وُہ اشخاص ہوں جو "بے اِلزام" ہوں، یعنی اُن کے کردار اور دیانتداری پر کوئی حرف نہ ہو۔ اُن پر غلط تعلیم و عقائد کی حمایت یا کردار میں بے قاعدگی کا اِلزام نہ ہو۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ وُہ بے گُناہ ہوتے ہیں، بلکہ یہ کہ اگر اُن سے کوئی غلطی ہو بھی جائے تو وُہ فوراً خُدا کے حضُور اقرار کر کے اِس کی اِصلاح کر لیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی مُتعلقہ شخص (اشخاص) سے مُعافی مانگتے اور اگر ضرورت ہو تو اُس کی تلافی کرتے ہیں۔

اہلیّت کی دُوسری شرط یہ ہے کہ وُہ "ایک ایک بیوی کے شوہر ہوں"۔ اِس جُملے کے کم سے کم سات مختلف مفاہیم بیان کئے گئے ہیں: ۱- وُہ شخص شادی شدہ ہو۔ ۲- وُہ طلاق یافتہ نہ ہو۔

۳۔ اگر طلاق ہُوئی ہے تو دوبارہ شادی نہ کی ہو۔ ۴۔ پہلی بیوی کی وفات کے بعد دُوسری شادی نہ کی ہو۔ ۵۔ اُس کی ایک سے زیادہ بیویاں نہ ہوں۔ ۶۔ اُس کی کوئی داشتہ یا ایسی عَورت نہ ہو جس کو بطور بیوی رکھا ہو۔ ۷۔ عمُومی معنوں میں وفادار شوہر اور اعلیٰ اخلاق کا نمونہ ہو۔

اگر "ایک ایک بیوی کے شوہر ہوں" کا مطلب ہے کہ "بزرگ" شادی شُدہ ہو تو پھر دلیل آتی ہے کہ اُس کے بچّے بھی ہوں، کیونکہ یہی آیت بیان کرتی ہے کہ "اُن کے بچّے ایمان دار ۔۔۔ ہوں"۔ یہ بات یقینی ہے کہ بہتر ہے کہ "بزرگ" 'خاندان والا' ہو۔ اِس طرح وُہ کلیسیا میں خاندانی مُعاملات کو زیادہ سمجھداری سے سُلجھا سکتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ آیت کسی غیر شادی شُدہ شخص کو "بزرگ" بننے سے روکتی ہے۔

غالباً اِس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وُہ کسی بھی حالت میں طلاق یافتہ نہ ہو، کیونکہ خُداوند کی تعلیم ہے کہ کم سے کم ایک بات ایسی ہے جس میں طلاق دینا جائز ہے[1] (متّی ۵: ۳۲؛ ۱۹: ۹)۔

اِس کا یہ مطلب بھی نہیں ہو سکتا کہ طلاق کے بعد کسی بھی حالت میں دوبارہ شادی کی قطعی ممانعت ہے۔ مثال کے طور پر ہو سکتا ہے کہ کوئی ایمان دار بالکل بے قصُور ہو، اور اُس کی غیر ایمان دار بیوی اُس کو طلاق دے دے اور وُہ دُوسری شادی کر لے۔ اِس صُورتِ حال میں وُہ مسیحی ذمّہ دار نہیں ہے۔ چونکہ پہلی شادی طلاق کے باعث اور بے ایمان شریکِ حیات کی دُوسری شادی کے باعث ٹُوٹ گئی، اِس لئے وہ مسیحی دوبارہ شادی کرنے کو آزاد ہوگا۔

پھر یہ تشریح بھی کی جاتی ہے کہ اگر پہلی بیوی مَر جائے اور آدمی دُوسری شادی کر لے تو اُس کی بزرگ کے طور پر خِدمت کرنے کی اہلیّت ختم ہو جاتی ہے۔ اِس کی نفی ۱۔کرنتھیوں ۷: ۳۹ میں درج اصُول سے ہو جاتی ہے کہ "جب تک عَورت کا شوہر جیتا ہے وُہ اُس کی پابند ہے۔ پر جب اُس کا شوہر مَر جائے تو جس سے چاہے بیاہ کر سکتی ہے، مگر صِرف خُداوند میں"۔

اور اِس میں کسی شک کی گُنجائش ہی نہیں کہ "ایک ایک بیوی کے شوہر ہوں"۔ اِس کا مطلب یہ بھی ہے کہ بزرگ کی ایک سے زیادہ بیویاں نہ ہوں اور نہ کوئی داشتہ ہو۔ مختصر یہ کہ اُس کی ازدواجی زِندگی گلّے کے لئے نمونہ ہو۔

علاوہ ازیں، "اُن کے بچّے ایمان دار اور بد چلنی اور سرکشی کے اِلزام سے پاک ہوں"۔ ہم میں سے

---

[1] بہت سے لوگ یقین رکھتے ہیں کہ بے شک بعض اوقات طلاق جائز ہے، لیکن کلیسیا کے عُہدہ دار کو طلاق یافتہ نہیں ہونا چاہیئے۔

اکثر یہ تسلیم نہیں کرتے کہ بائبل والدین کو ذمّہ دار ٹھہراتی ہے کہ اَولاد کیسی نکلتی ہے (امثال ۲۲:۶) ۔ جب خاندان کی تعلیم و تربیّت خُدا کے کلام کے مُطابق ہوتی ہے اور اُسے کلام کے احکام کے مُطابق چلایا جاتا ہے تو "بچّے" بھی عام طور پر والدین کے دِیندارانہ نمُونہ پر چلتے ہیں ۔ اگرچہ باپ اپنے بچّوں کی نجات کا فیصلہ نہیں کر سکتا، لیکن وُہ مُثبت انداز سے خدا کے کلام کی تعلیم دے کر، محبّت کے ساتھ تربیّت اور تادیب کر کے اور اپنی زِندگی میں ریاکاری اور بے اصُولیوں سے بچ کر خُداوند کی راہ ضرُور تیار کر سکتا ہے ۔

اگر بچّے والدین کے اِختیار کو نہ مانتے ہوں، فضُول خرچ اور سرکش ہوں، تو پاک نوشتے باپ کو ذِمّہ دار ٹھہراتے ہیں ۔ اُس نے لاڈ پیار اور روک ٹوک میں غفلت سے اُن کو بگاڑ دیا ۔ اگر وُہ اپنے خاندان کا خاطر خواہ بندوبست نہیں کر سکتا، اپنے خاندان سے حُکم نہیں منوا سکتا، تو وُہ مناسب بزرگ بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہاں بھی اِنہی اصُولوں کا اِطلاق ہوتا ہے (۱۔تیمتھیس ۳:۵) ۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ "بچّوں کے ایمان دار" ہونے کی شرط کیا اُسی وقت تک لاگو ہوتی ہے جب تک بچّے گھر میں والدین کے اختیار کے ماتحت ہوں، یا اُن پر بھی لاگو ہوتی ہے جو گھر سے باہر یا الگ رہتے ہوں ۔ ہم پہلی بات کی حمایت کرتے ہیں ۔ البتہ یہ بھی یاد رکھیں کہ گھر کی تربیّت اِنسان کے کردار کی تشکیل اور تعیّن میں سب سے اہم حِصّہ ادا کرتی ہے ۔

۱:۷ ۔ "نگہبان" ... "خدا کا مُختار" ہوتا ہے ۔ جس جماعت کی وُہ نگرانی اور نگہبانی کرتا ہے وُہ "اُس کی اپنی" نہیں ہوتی ۔ وُہ نائب ہوتا ہے کہ خدا کی جماعت میں خدا کے مُعاملات کا بندوبست کرے ۔ دُوسری دفعہ اِس بات پر زور دیا گیا ہے کہ وُہ "بے اِلزام" ہو ۔ بلاشُبہ یہ تکرار اس کی اہمیّت کو ظاہر کرتی ہے ۔ کوئی شک باقی نہ رہے کہ اُس شخص کو ہر قسم کے اِلزام سے بالاتر ہونا چاہئے ۔ اخلاقی طور سے بھی اور دینی تعلیم میں بھی ——— وُہ "خُود رائے نہ ہو" ۔ اگر وُہ اڑیل ہے اور اِس اِمکان کو نہیں مانتا کہ جو مجھ سے اِختلافِ رائے رکھتے ہیں وُہ بھی دُرست ہو سکتے ہیں، اگر وُہ مخالفت کے سامنے بے صبر اور بے لوچ رہتا ہے تو رُوحانی لیڈر بننے کا اہل نہیں ۔ بزرگ کو ثالث اور میانہ رَو ہونا چاہئے ۔ اُسے اپنی رائے کو لاکلام سمجھنے والا شاہِ خُود مختار نہیں ہونا چاہئے ۔

پھر نگہبان (بزرگ) "غُصّہ ور" نہ ہو ۔ اگر وُہ تیز اور متلوّن مزاج ہے تو اُسے خُود کو لگام دینا سیکھنا چاہئے ۔ اگر گرم مزاج ہے تو خُود پر قابُو رکھے ۔

وُہ "نشہ میں غُل مچانے والا" نہ ہو ۔ بعض تہذیبوں میں شراب نوشی کو بُرا نہیں سمجھا جاتا، بلکہ روزمرّہ کے لوازِمات کا حِصّہ سمجھی جاتی ہے ۔ لیکن یاد رکھیں کہ بائبل ساری تہذیبوں کے لئے لکھی گئی ہے ۔ جن مُلکوں

میں شراب عام مشرُوبات کی طرح اِستعمال ہوتی ہے وہاں خطرہ ہے کہ اِسے حد سے زیادہ پی لیا جائے اور اِنسان آپے سے باہر ہو جائے۔ یہ بات اِسی ضبطِ نفس کے پیشِ نظر لکھی گئی ہے۔

بائبل مُقدّس شراب کے اِستعمال اور غلط اِستعمال میں اِمتیاز کرتی ہے۔ یسوع نے قانا میں شادی کے موقع پر پانی کو مَے میں تبدیل کیا (یُوحنّا ۲: ۱-۱۱)۔ ایک لحاظ سے شراب کو اعتدال کے ساتھ مشرُوب کے طور پر استعمال کرنے کی اِجازت ہو سکتی ہے۔ پَولُس نے تیمتھیُس سے کہا کہ اِسے دَوا کے طور پر اِستعمال کیا کرے (۱-تیمتھیُس ۵: ۲۳ اور امثال ۳۱: ۶ بھی دیکھئے)۔ امثال کی کتاب (۲۰: ۱؛ ۲۳: ۲۹-۳۵) میں شراب اور دیگر نشہ آور مشروبات کے غلط اِستعمال کی مذمّت کی گئی ہے۔ اگرچہ پاک کلام میں شراب سے مکمّل پرہیز طلب نہیں کیا گیا، مگر ایک صُورتِ حال میں اِس سے باز رہنے کو کہا گیا ہے، یعنی جب شراب نوشی سے کِسی کمزور بھائی کو ٹھوکر لگے (رومیوں ۱۴: ۲۱)۔ اِسی وجہ سے اکثر ممالک میں ایمان دار مسیحی شراب نوشی سے مکمّل پرہیز کرتے ہیں۔

جہاں تک بزرگ یا نگہبان کا تعلق ہے، سوال مکمّل پرہیز کا نہیں، بلکہ حد سے زیادہ پینے کا ہے جس کے باعث شوروغُل پیدا ہوتا ہے (ہمارے اپنے یعنی پاکستانی مُعاشرہ میں مکمّل پرہیز یا مکمّل پابندی ہونی چاہئے۔ مُترجم)۔

عِلاوہ ازیں وُہ "مار پیٹ کرنے والا" نہ ہو۔ دُوسروں کو مار پیٹ کر اپنی بات منوانے والا نہ ہو۔

پھر وُہ "ناجائز نفع کا لالچی" نہ ہو۔ دَولت کا بُھوکا کبھی سیر نہیں ہوتا، بلکہ اِس کے حصُول کے لئے ہر جائز و ناجائز طریقہ اپنا لیتا ہے۔ ایک سچّا بزرگ پَولُس کے ہمزبان ہو کر کہہ سکتا ہے کہ "مَیں نے کِسی کی چاندی یا سونے یا کپڑے کا لالچ نہیں کیا" (اعمال ۲۰: ۲۳)۔

۱: ۸۔ مُثبت پہلُو پر بزرگ یا نگہبان کو "مُسافر پرور" ہونا چاہئے۔ اُس کا گھر اجنبیوں کے لئے ہمیشہ کھلا ہو، جن کو ذاتی مسائل اور مُشکلات کا سامنا ہو، بے حوصلہ اور مظلُوم افراد کے لئے بھی اُس کے دروازے کُھلے رہنے چاہئیں۔ اُس کا گھر خوشگوار مسیحی رفاقت کی جگہ ہو جہاں ہر مہمان کا اِستقبال یُوں کیا جائے جیسے وُہ خُداوند ہے۔

پھر اُس کو "خیر دوست" ہونا چاہئے، یعنی وُہ اچھّے لوگوں اور اچھّے کاموں کا دوست ہو۔ اُس کی گفتگُو، حرکات و سکنات اور اُس کے میل ملاقات سے ظاہر ہو کہ وُہ ہر اُس بات سے دُور اور الگ ہے جو تاریک، قابلِ اِعتراض یا غلط ہو۔

مزید برآں بزرگ "مُتقی" ہو، یعنی وُہ مُحتاط، دُور اندیش اور اپنے آپ پر قابُو رکھنے والا

ہو۔ یہی لفظ طِطُس ۲: ۲، ۵، ۶ میں اور اِسی کا مُترادِف لفظ "پرہیزگاری" اِستعمال ہُوا ہے، جہاں مفہوم صاحبِ تمیز اور نفس کی تہذیب کرنے والا ہے۔

دُوسروں کے ساتھ برتاؤ اور معاملات میں بزرگ کو "مُنصِف مزاج" اور خُدا کے ساتھ تعلق میں "پاک" ہونا چاہئے۔ اور جہاں تک اپنی ذات کا تعلق ہے اُسے "ضبط کرنے والا" ہونا چاہئے۔ اِسی بات کا ذکر پولُس نے گلتیوں ۵: ۲۲، ۲۳ میں بھی کیا ہے کہ "رُوح کا پھل ... پرہیزگاری ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ مسیح کی فرمانبرداری کرنے کے لئے یہ شخص ہر شہوت اور ہر خواہش یا بھُوک کو قابو میں رکھتا ہے۔ اِس کی توفیق اور طاقت صرف رُوح القدس سے مِلتی ہے اِس لئے ایمان دار کو اُس کے ساتھ تعاوُن کرنا اور اُس کی تربیت میں رہنا چاہئے۔

۱: ۹۔ بزرگ کو تعلیم میں بھی صحیح العقیدہ ہونا چاہئے۔ خُداوند یسُوع اور رسُولوں نے رُوحانی لحاظ سے صحت افزا تعلیم دی ہے جو کہ ہمارے لئے نئے عہدنامہ میں محفوظ ہے۔ بزرگ کو اِس تعلیم کو مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہئے۔ صِرف اِسی صُورت میں وہ مُقدّسین کو صحیح تعلیم کی متوازن خوراک دے سکے گا اور ان لوگوں کے مُنہ بند کر سکے گا جو سچائی کی مخالفت کرتے ہیں۔

یہ مقامی جماعت میں رُوحانی قیادت کی اہلیّت کی شرائط ہیں۔ غور کریں کہ اُن کی جسمانی جوانمردی، تعلیمی کامیابیوں، مُعاشرتی حیثیت اور کاروباری تیز فہمی کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا۔ گلیاں صاف کرنے والا کوئی کُبڑا، کوئی سادہ مزاج اَن پڑھ شخص بھی اپنے رُوحانی قد کاٹھ کے باعث بُزرگ بننے کا اہل ہو سکتا ہے۔ بسا اوقات کہا جاتا ہے کہ جو شخص کاروبار میں کامیاب ہو وہ کلیسیائی قیادت کے لئے بھی موزوں ہوتا ہے، مگر یہ دلیل درُست نہیں ہے۔

ایک اَور نکتہ بھی قابلِ ذکر ہے۔ دیندار بُزرگ کی جو تصویر سامنے آئی ہے وہ ایسا شخص نہیں ہوتا جو مقرّرین کا بندوبست کرتا، چندوں اور مالیات کا حِساب کتاب کرتا، عمارتوں کی مرمّت کے ٹھیکوں کے پیچھے بھاگتا پھرتا ہو حقیقی اور اصلی بزرگ کلیسیا کی رُوحانی زندگی کا بے حد خیال رکھتا ہے۔ اُنہیں تعلیم دیتا، سِکھاتا، نصیحتیں کرتا، اُن کی اصلاح کرتا اور ضرورت پڑنے پر اُن کو ملامت بھی کرتا ہے۔

۳۔ کلیسیا میں پائی جانے والی غلطی (۱: ۱۰-۱۶)

۱: ۱۰۔ اِبتدائی دَور کی کلیسیا میں "رُوح کی آزادی" تھی، یعنی لوگوں کو آزادی تھی کہ جس طرح رُوح

ہدایت کرے اُس طرح میٹنگوں میں حِصّہ لیں۔ ۱-کرنتھیوں ۱۴:۲۶ میں پَولُس رسُول ایک ایسی ہی آزاد عبادت کا ذِکر کرتا ہے: "پس اے بھائیو! کیا کرنا چاہیئے؟ جب تم جمع ہوتے ہو تو ہر ایک کے دِل میں مزمُور یا تعلیم یا مکاشفہ یا بیگانہ زبان یا ترجمہ ہوتا ہے۔ سب کچھ رُوحانی ترقی کے لئے ہونا چاہیئے"۔ جب رُوح القدُس کلیسیا کے مختلف ممبران کی معرفت اِس طرح بولنے میں آزاد ہو تو یہ ایک مثالی صُورتِ حال ہوتی ہے۔ لیکن اِنسانی فِطرت سے تو آپ واقِف ہیں۔ جہاں کہیں ایسی آزادی ہوتی ہے تو ہمیشہ ہی ایسے آدمی بھی موجُود ہوتے ہیں جو اِس کا غلط اِستعمال کرنے کو دوڑے آتے ہیں۔ وُہ غلط تعلیم، بلاوجہ کیڑے نِکالنے، بے ربط باتیں اور بے ضبط کام کرنے کا ایک لامتناہی سِلسِلہ شروع کر دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ رُوح سے خالی ہوتا ہے۔

یہ باتیں کریتی کلیسیا میں بھی پَیدا ہو چُکی تھیں۔ پَولُس کو احساس تھا کہ غلط کاموں کو روکنے اور رُوح کی آزادی کو قائم رکھنے اور ہر بات پر کنٹرول رکھنے کے لئے مضبُوط رُوحانی قیادت کی اشد ضرُورت ہے۔ اُس کو یہ بھی احساس تھا کہ بزرگوں کے تقرر میں بڑی احتیاط درکار ہے، تاکہ ایسے افراد چُنے جائیں جو پُورے طور پر اہل ہوں۔ چنانچہ یہاں وُہ اُن شرائط کا بیان کرتا ہے جو کلیسیاؤں میں بزرگوں کو مقرر کرتے وقت سامنے رکھنی چاہئیں، اور جِن پر پُورا عمل درآمد کرنا چاہیئے۔

رسُولوں کے اِختیار پر اِعتراض کرنے، اُن کی مخالِفت کرنے، اور اُن کی تعلیم کا اِنکار کرنے کو "بہت سے" "سرکش لوگ" اُس کلیسیا میں پَیدا ہو گئے تھے۔ وُہ "بیہُودہ گو اور دغاباز" بھی تھے۔ اُن کی باتوں سے کوئی رُوحانی فائدہ نہیں ہوتا تھا، بلکہ لوگوں کو سچّائی سے بھٹکا کر غلطیوں میں ڈال دیتے تھے۔

اِن میں سب سے زیادہ تکلیف اور مسائِل پَیدا کرنے والے وُہ تھے جو "مختونوں میں سے" تھے، یعنی یہُودی اُستاد تھے جو مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتے تھے، مگر اِصرار یہ کرتے تھے کہ مسیحیوں کو ضرور ختنہ کرانا اور رسمی شریعت کی پابندی کرنی چاہیئے۔ اِس سے اِس بات کا اِنکار ہوتا تھا کہ مسیح کا کام (صلیبی موت اور قیامت اور کفّارہ وغیرہ) نجات کے لئے کافی و وافی ہے۔

۱:۱۱- ایسے افراد کو لگام ڈالنا ضرُوری ہوتا ہے۔ اُن کو سیکھنا چاہیئے کہ خُدا کی جماعت کوئی جمہُوریت نہیں اور اظہارِ رائے کی بھی حدُود ہوتی ہیں۔ یہ لوگ "گھر کے گھر تباہ کر" رہے تھے بلکہ پُوری کلیسیا کو "تباہ" کر رہے تھے۔ کیا اِس کا مطلب ہے کہ وُہ پسِ پردہ رہ کر اپنی منحُوس اور ضرر رساں تعلیم کی اشاعت کرتے تھے، یعنی گھروں میں جا جا کر زہر پھیلا رہے تھے؟ نئے نئے فرقوں میں یہ طریقہ بہت مقبُول ہوتا ہے (۲-تیمتھیس ۳:۶)۔ اُن کی نیت بھی شک سے بالا نہ تھی۔

صاف نظر آتا ہے کہ اُن کا مقصد پیسے بٹورنا ہے۔ وہ خِدمت کو "نفع" بخش کاروبار بنائے ہوئے تھے۔ اُن کا پیغام اِنسان کے شریعت پرست یا رسم پرست رُجحان کو اچھا لگتا ہے۔ وہ اِس یقین کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں کہ اِنسان کی زِندگی خواہ بگڑی ہوئی اور گندی ہی ہو، وہ مذہبی رسمیں ادا کر کے خُدا کی نظر میں مقبول ٹھہر سکتا ہے۔ جن باتوں کی تعلیم دینے کا اُن کو حق نہیں تھا اُنہی کو وہ "ناجائز نفع" کمانے کا ذریعہ بنائے ہوئے تھے۔

۱:۱۲۔ یہاں پَولُس طِطُس کو یاد دِلاتا ہے کہ اُس کا واسطہ کس قِسم کے لوگوں کے ساتھ ہے۔ پَولُس بڑی تُند اور تیکھی زبان اِستعمال کرتا ہے۔ یہ باتیں جھُوٹے اُستادوں پر خصُوصاً صادِق آتی ہیں۔ لیکن یہاں عمُومی انداز میں "کریتی" لوگوں کے لئے کہی گئی ہیں۔ پَولُس یہاں اَیپی مینائڈِس کا حوالہ دیتا ہے۔ وہ "کریتی" تھا اور کوئی ۶۰۰ ق م میں ہوا ہے۔ اُس نے کہا ہے کہ "کریتی ہمیشہ جھُوٹے، مُوذی جانور، احدی کھاؤ ہوتے ہیں"۔ معلُوم ہوتا ہے کہ ہر قوم کے اپنے اپنے خصائص ہوتے ہیں۔ لیکن شاید ہی کوئی قوم بُرے خصائص میں کریتیوں کا مقابلہ کر سکتی ہو۔ وہ جھُوٹ بولنے کے ایسے عادی تھے کہ جھُوٹ بولے بغیر رہ نہیں سکتے تھے۔ وہ تُند خُو جانوروں کی مانند تھے جو زِندہ ہی وحشیانہ اور بُری خواہشوں کو پُورا کرنے کے لئے رہتے ہیں۔ وہ کوئی کام یا محنت نہیں کرنا چاہتے، صِرف کھانے پینے سے غرض رکھتے ہیں۔ اُن کی زِندگی کا مرکز پیٹ ہوتا ہے، عبادت گاہ کی طرف مُنہ بھی نہیں کرتے۔

۱:۱۳۔ پَولُس رسُول کریتیوں کے کِردار کے مذکورہ خاکے کی تصدیق کرتا ہے۔ طِطُس کو جس خام مال سے واسطہ پڑا تھا وہ قطعاً ہونہار نہیں تھا۔ وہ کسی بھی مُبشّر یا مشنری کا دِل توڑنے کو کافی تھا۔ مگر پَولُس اُن لوگوں کو بالکُل ہی ناکارہ اور ناقابلِ اصلاح قرار نہیں دیتا۔ نہ طِطُس کو لِکھتا ہے کہ اُن کو بالکُل چھوڑ دے، بلکہ اُسے مشورہ دیتا ہے کہ "اُنہیں سخت ملامت کیا کر تاکہ اُن کا ایمان دُرست ہو جائے"۔ ہو سکتا ہے کہ کِسی دِن یہ لوگ نہ صِرف نمُونے کے ایمان دار بن جائیں، بلکہ مقامی کلیسیا میں دیندار بزرگ بھی ثابت ہوں۔ کلام کا یہ حِصّہ اُن مسیحی کارِندوں اور خادِموں کی بے اِنتہا حوصلہ افزائی کرتا ہے جن کو مشکِلات کا (اور کون سا میدان مشکِلات سے خالی ہوتا ہے!) سامنا ہوتا ہے۔ لوگوں کی بدعملی، ہٹ دھرمی اور سُنی اَن سُنی کرنے کی عادت سے آگے ہمیشہ یہ رویا ہوتی ہے کہ وہ نیک دِل، پاک دِل اور پھلدار مُقدّسین بن جائیں گے۔

۱:۱۴۔ جھُوٹے اُستادوں کو سختی سے ملامت کرنے کے ساتھ ساتھ طِطُس کو یہ ذمّہ داری بھی سونپی گئی کہ اُن کو خبردار کر دے کہ "وہ یہُودیوں کی کہانیوں اور اُن آدمیوں کے حُکموں پر توجّہ نہ کریں جو حق سے گُمراہ ہوتے ہیں"۔ یہُودیت نواز لوگ ایک ایسی دُنیا میں رہتے تھے جہاں مذہبی کہانیوں

اور پاک یا ناپاک کھانوں کے بارے میں احکام، دِنوں کو ماننے اور رسمی ناپاکیوں سے بچنے وغیرہ کے گرد ہی زِندگی گھومتی ہے۔ ایسی ہی باتیں ہیں جن کے متعلق پَولُس نے کلسّیوں ۲: ۲۳ میں بھی لکھا ہے کہ "اِن باتوں میں اپنی ایجاد کی ہُوئی عبادت اور خاکساری اور جسمانی ریاضت کے اعتبار سے حِکمت کی صُورت تو ہے مگر جسمانی خواہشوں کے روکنے میں اِن سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا"۔

۱: ۱۵۔ اِس کے بعد پَولُس نے جو بات کہی ہے اُس کی اتنی غلط تاویلیں اور تشریحیں کی گئی ہیں کہ اُس پر ذرا تفصیل سے بات کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "پاک لوگوں کے لئے سب چیزیں پاک ہیں مگر گناہ آلودہ اور بے ایمان لوگوں کے لئے کچھ بھی پاک نہیں بلکہ اُن کی عقل اور دِل دونوں گناہ آلودہ ہیں"۔

"پاک لوگوں کے لئے سب چیزیں پاک ہیں"۔ اگر ہم اس مقولے کو سیاق و سباق سے الگ کر لیں اور سمجھیں کہ یہ ایک ایسی 'مُطلق' سچائی کا بیان ہے جس کا اطلاق زِندگی کے ہر شعبہ پر ہوتا ہے تو ہمیں بڑی مشکل پیش آئے گی۔ سب چیزیں تو اُن کے لئے بھی پاک نہیں ہیں جن کے دِل و دماغ پاک ہیں۔ لیکن لوگوں نے اِس آیت کو استعمال کر کے گندے رسالوں، میگزینوں، گناہ پر اُبھارنے والی فلموں، بلکہ خود بداخلاقی کو بھی جائز قرار دے رکھا ہے۔ یہی رویّہ ہے جس کو پطرس رسول صحیفوں کو کھینچنا تاننا قرار دیتا ہے جس سے لوگ "اپنے لئے ہلاکت پیدا کر لیتے ہیں" (۲-پطرس ۳: ۱۶)۔

یہ نکتہ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ اِس آیت کا اُن باتوں سے قطعاً کوئی تعلق نہیں جو اپنی ذات میں گناہ آلودہ ہیں اور بائبل جن کی مذمّت کرتی ہے۔ اِس تمثیلی مقولے کو سیاق و سباق کے مطابق ہی سمجھنا چاہئے۔ پَولُس یہاں اخلاقی مُعاملات پر بحث نہیں کر رہا، بلکہ اُن باتوں پر جو اخلاقی لحاظ سے غیر طرف دار ہوتی ہیں، یعنی وہ باتیں جو شریعت کے ماتحت زِندگی بسر کرنے والے یہودی کے لئے رسمی طور پر ناپاک ہیں، لیکن فضل کے ماتحت زِندگی بسر کرنے والے کے لئے بالکل پاک ہیں۔ سیدھی اور واضح مثال خاص خاص کھانوں کی ہے۔ پُرانے عہدنامہ میں خُدا کے لوگوں کو بعض کھانوں کی ممانعت تھی۔ لیکن خُداوند یسوع نے اِس ساری بات کو یہ کہہ کر بدل دیا کہ کوئی چیز باہر سے آدمی میں داخل ہو کر اُسے ناپاک نہیں کر سکتی" (مرقس ۷: ۱۵)۔ اور یہ کہہ کر "اُس نے تمام کھانے کی چیزوں کو پاک ٹھہرایا" (مرقس ۷: ۱۹)۔ پَولُس اِسی سچّائی کو دُہراتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ "کھانا ہمیں خُدا سے نہیں ملائے گا۔ اگر نہ کھائیں تو ہمارا کچھ نقصان نہیں اور اگر کھائیں تو کچھ نفع نہیں" (۱-کرنتھیوں ۸: ۸)۔ "پاک لوگوں کے لئے سب چیزیں پاک ہیں"۔ اِس سے پَولُس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ نئے سرے سے پیدا ہُوئے

ہیں اُن کے لئے کھانے کی سب چیزیں پاک ہیں۔ "لیکن گناہ آلودہ اور بے ایمان لوگوں کے لئے کچھ بھی پاک نہیں"۔ جو کچھ انسان کھاتا ہے وہ اُسے ناپاک نہیں کرتا، بلکہ جو کچھ اُس کے دِل سے باہر نکلتا ہے وہ اُسے ناپاک کرتا ہے (مرقس ۷: ۲۰- ۲۳)۔ اگر اِنسان کی باطنی زِندگی ناپاک ہو، اگر وہ خداوند یسوع مسیح پر ایمان نہ لایا ہو، تو اُس کے لئے کچھ بھی پاک نہیں۔ کھانے پینے کے اصُولوں کی پابندی اُس کے لئے کچھ نہیں کرے گی۔ اُس کی سب سے بڑی ضرُورت تو یہ ہے کہ مسیح پر ایمان لائے۔ نجات کو مُفت بخشش کے طور پر قبول کرے، نہ کہ شریعت پرستی اور رسُومات کی پابندی سے نجات کمانے یا اعمال سے نجات حاصِل کرنے کی کوشش میں لگا رہے۔ دراصل گناہ آلودہ لوگوں کی عقل اور دل دونوں ہی بگڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اُن کے ذہنی قواء اور اخلاقی عمل ناپاک ہوتے ہیں۔ سُوال خارجی رسمی ناپاکی اور آلودگی کا نہیں بلکہ باطنی بگاڑ اور گناہ آلودگی کا ہے۔

۱:۱۶۔ صاف نظر آرہا ہے کہ پولُس جھوٹے اُستادوں یعنی یہُودیت نواز افراد کی بات کر رہا ہے۔ اُن کے متعلق وہ کہتا ہے کہ "وہ خُدا کی پہچان کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر اپنے کاموں سے اُس کا اِنکار کرتے ہیں"۔ وہ بہروپ تو بھرتے ہیں مسیحی ایمان داروں کا مگر اُن کے عمل اُن کے دعوؤں سے مُطابقت نہیں رکھتے۔ پولُس رسُول اُن کو بہت تیکھے انداز میں لتاڑتا ہے۔ وہ اُن کو برملا "مکروہ اور نافرمان" قرار دیتا اور کہتا ہے کہ وہ "کِسی نیک کام کے قابل نہیں"۔ اُن کے شخصی کردار سے گھن آتی تھی۔ خُدا کی نظروں میں اُن کی رُوداد نہایت سخت اور کثیف نافرمانی کی رُوداد تھی۔ جہاں تک خُدا یا اِنسانوں کے ساتھ نیک اعمال کا تعلق ہے، وہ بالکل بے کار اور نِکمّے اِنسان تھے۔ کیا پولُس کے لئے مناسب تھا کہ مسیحی محبّت کی حدُود میں رہتے ہُوئے اُن کے لئے ایسی سخت زبان اِستعمال کرے؟ جواب پُرزور 'ہاں' ہے۔ محبّت گناہ کو نظر انداز نہیں کرتی۔ یہ لوگ خوشخبری کو بگاڑ رہے تھے، خُداوند یسوع کی ذات اور کام کو بدنام کر رہے تھے اور اِنسانوں کی رُوحوں کو بہکا رہے تھے۔ ایسے فریب کاروں کو برداشت کرنا بھی گناہ ہے۔

۴۔ کلیسیا کے لئے لائحہ عمل (۲: ۱- ۱۵)

۲:۱۔ اُن جھوٹے اُستادوں کی زندگیاں بائبل کے مُطابق نہیں تھیں بلکہ سراسر بدنامی کا باعث تھیں۔ وہ اپنے چال چلن سے ایمان کی عظیم سچّائیوں کا اِنکار کرتے تھے۔ کون ہے جو مسیحی گواہی کو پہنچنے

والے اُس نقصان کا اندازہ لگا سکے جو اَیسے افراد سے پہنچتا ہے جو تقدُّس کے دعوے کرتے مگر زندگی جھوٹ میں گزارتے ہیں۔ جو کام طِطُس سے (اور خداوند کے سارے سچّے خادِموں کے) سپُرد کیا گیا یہ ہے کہ "تُو وہ باتیں بیان کر جو صحیح تعلیم کے مناسب ہیں" - کہ اُس خوفناک خلیج کو پُر کر دے جو خُدا کے لوگوں کے ہونٹوں اور زِندگیوں کے درمیان پائی جاتی تھی۔ دراصل اِس خط کا مرکزی نکتہ یہی ہے —— نیک اعمال کے وسیلہ سے صحیح تعلیم کا عملی مظاہرہ —— اگلی آیات عملی نمونہ پیش کرتی ہیں کہ نیک اعمال کیا ہوتے ہیں۔

۲:۲۔ پہلے پولُس رسُول "بُوڑھے مَردوں" کی بات کرتا ہے۔ وہ "پرہیزگار" ہوں۔ زِندگی کے ہر شعبہ میں اور کِردار میں بُری باتوں سے بچنے والا شخص "پرہیزگار" ہوتا ہے۔ پھر وہ "سنجیدہ" اور ذی وقار ہوں۔ لیکن مطلب یہ نہیں کہ مُنہ لٹکائے پھرتے ہوں۔ لوگوں کو اپنے مسائِل ہی کافی ہیں۔ بُوڑھے مَرد "مُتّقی" ہوں یعنی زِندگی اور چال چلن میں متوازن اور دُور اندیش ہوں۔ مزید برآں اُن کا "ایمان ... صحیح ہو"۔ بعض لوگ بُوڑھے ہو کر سخت یعنی بے حِس، تلخ اور عَیب جُو بن جاتے ہیں۔ لیکن جِن کا ایمان صحیح ہوتا ہے وہ شکرگزار اور رجائی ہوتے ہیں۔ اُن کی صُحبت فیض رساں ہوتی ہے۔ پھر اُن کی "محبّت ... صحیح ہو"۔ محبّت اپنے آپ کو اہمیّت نہیں دیتی، دُوسروں کا خیال رکھتی ہے۔ محبّت کا اِظہار اِیثار اور قربانی سے ہوتا ہے۔ عِلاوہ ازیں اُن کا "صبر صحیح ہو"۔ عُمر کے ساتھ اِنسان کمزور اور معذُور ہو جاتا ہے۔ کئی دفعہ اِن کمزوریوں اور معذُوریوں کو برداشت کرنا بے حد مشکل لگتا ہے۔ لیکن جِن کا "صبر صحیح" ہوتا ہے وہ اِن آزمائشوں کو اِستقلال اور ثابت قدمی سے برداشت کرتے ہیں۔

۲:۳۔ اِس کے بعد رسُول "بُوڑھی عورتوں" کے بارے میں بات کرتا ہے کہ اُن کی بھی "وضع مُقدّسوں کی سی ہو"۔ خُدا ایسی متلوّن مزاج عورتوں سے بچائے جن کے خیالات اوچھے اور بیہُودہ باتوں پر مرکوز رہتے ہیں۔ وہ "تہمت لگانے والی ... نہ ہوں"۔ یہاں پولُس نے جو لفظ اِستعمال کیا ہے وہ یُونانی میں اِبلیس کے لئے آتا ہے۔ یہ بہُت موزُوں لفظ ہے۔ یہ اپنے ماخذ اور معنی کے لحاظ سے شیطانی لفظ ہے۔ وہ "مَے پینے کی دِلدادہ نہ ہوں۔ کسی کھانے، مشرُوب یا دَوا کی عادت کی غُلام نہ ہوں۔ اگرچہ اُن کو کلیسیا میں تعلیم دینے کی خدمت تو سپُرد نہیں کی جاتی، مگر بوڑھی عورتوں کی ذمّہ داری ہے کہ گھروں میں تعلیم دیں۔ ایسی خِدمت نہایت فائدہ مند ہوتی ہے۔

۲:۴۔ بُوڑھی عورتوں کی ذمّہ داری کی خاص افادیت یہ ہے کہ "جوان عورتوں کو سکھائیں"۔ اُنہوں نے برسوں بائبل مُقدّس کا مُطالعہ کیا ہے اور عملی تجربہ رکھتی ہیں۔ اِس لئے اُن کو اِس لائق ہونا چاہئے کہ

زندگی کی راہوں میں نئے نئے قدم رکھنے والی عورتوں کو قیمتی اور مفید مشورے دے سکیں، ورنہ ہر نئی نسل کو مُشکل طریقے ہی سے سب کچھ سیکھنا پڑے گا۔ وہ بھی ماضی کی غلطیوں کو دُہرائیں گی۔ اگر سکھانے کی ذمہ داری "بُوڑھی عورتوں" کے کندھوں پر رکھی گئی ہے تو ہر عقل مند نوجوان عمر رسیدہ اور خُدا پرست بُوڑھیوں سے روابط بڑھائے گا اور اُن کی نصیحتوں اور اِصلاح خیز باتوں سے مستفید ہوگا۔

"جوان عورتوں" کو سکھانے کی ضرُورت ہے کہ "اپنے شوہروں کو پیار کریں"۔ اِس جُملے میں بہت وسیع معنی پوشیدہ ہیں۔ ایک عورت لاتعداد طریقوں سے دِکھا سکتی ہے کہ مَیں اپنے شوہر کو پیار کرتی ہُوں۔ مثلاً گھر میں شوہر کی سربراہی کو تسلیم کرنا، گھر کو آراستہ اور ترتیب سے رکھنا، اپنے شخصی بناؤ سنگھار کا خیال رکھنا، اپنے وسائل کے مُطابق خرچ چلانا، اگر کوئی غلطی یا فروگزاشت ہو جائے تو فوری طور پر اُس کا اِقرار اور ازالہ کرنا، اور بڑی فراخدلی سے مُعاف کرنا، ایک دُوسرے سے افہام و تفہیم کی راہیں کُھلی رکھنا، دُوسروں کے سامنے شوہر پر نکتہ چینی کرنے، اُسے ٹوکنے اور اُس کی تردید کرنے سے باز رہنا، اور جب حالات ناساز گار ہوں شوہر کی مدد اور مُعاونت کرنا۔

جوان عورتوں کو یہ بھی سِکھایا جائے کہ اپنے "بچّوں کو پیار کریں"۔ اُن کے ساتھ مِل کر کلام پڑھیں اور دُعا مانگیں۔ جب وہ سکُول سے یا کھیل کے میدان سے واپس آئیں تو مائیں گھر پر موجود ہوں، اُن کی مُنصفانہ اور سختی سے تربیّت کریں، اُن کو دُنیا داری اور جہنم سے بچائیں اور خُداوند کی خِدمت کے لئے تیار کریں۔

۵:۲۔ اُن کو یہ بھی سِکھایا جائے کہ "متّقی ... ہوں" یعنی اُن کو سمجھ ہو کہ کیا باتیں مناسب اور موزُوں ہیں اور مسیحیوں کو زیب دیتی ہیں۔ ہر قسم کی اِنتہا پسندی اور بے اِعتدالی سے بچیں۔ پھر وہ "پاک دامن ... ہوں"۔ اپنے شوہروں کی وفادار ہوں، اور خیال، قول اور فعل میں ہر قسم کی ناپاکی سے بچیں۔ مزید براں "گھر کا کاروبار کرنے والی ... ہوں"۔ اُن کو احساس ہو کہ یہ خُدا کی طرف سے سپُرد کی گئی خِدمت ہے، اور اِسے خُدا کے جلال کے لئے کرنا چاہئے۔ کُچھ بڑی عُمر کی عورتوں کو گھر کے اندر خُداوند کی خِدمت اور عزّت و تعظیم کا وسیلہ بننا چاہئے۔ اُن کو خُدا نے بیوی اور ماں بننے کا شرف بخشا ہے۔ اُن کو صنعتی اور کاروباری شعبہ میں مُلازمتوں کے پیچھے نہیں بھاگنا چاہئے۔ اور کسی صُورت میں گھر اور خاندان کی ذمہ داریوں کو پسِ پُشت نہیں ڈالنا چاہئے۔ جوان عورتوں کو سکھایا جائے کہ "مہربان ... ہوں"۔ دُوسروں کی خاطر جئیں، مہمان نواز، فیاض۔ اور شفیق ہوں۔ اپنی ذات میں گم نہ رہیں، اور صرف اپنے آپ کو اہمیّت نہ دیں۔ لازم ہے کہ وہ "اپنے اپنے شوہر کے تابع رہیں"۔ اُن کو گھر اور خاندان کا "سر" مانیں۔ اگر بیوی خاوند سے

زیادہ لائق ہو، قدرت نے اُسے زیادہ صلاحیتوں سے نوازا ہو، تو شوہر پہ دھونس اور رُعب جمانے کی بجائے لازم ہے کہ اُس کی حوصلہ افزائی کرے اور گھر کی قیادت کرنے میں اُس کی راہنمائی اور مدد کرے۔ اِسی طرح کلیسیا میں خِدمت کرنے میں بھی اُس کی مُعاون ثابت ہو۔ عورت پہ آزمائش آسکتی ہے کہ شوہر پر رُعب جھاڑے۔ مگر چاہیئے کہ اِس آزمائش کا مُقابلہ کرے اور شوہر کی تعریف کرے۔ مندرجہ بالا ساری باتیں اِس لئے ضروری ہیں "تاکہ خدا کا کلام بدنام نہ ہو"۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پَولُس رسُول اِس پُورے خط میں زور دے رہا ہے کہ خُداوند کے لوگوں کی ناموافق زِندگیوں سے خداوند کا کلام بدنام ہوتا ہے۔ اِس لئے وُہ بار بار تاکید کرتا ہے کہ ایمان داروں کی زِندگیاں کلام کے مُطابق ہوں۔

۶:۲ - پَولُس نے طِطُس کو یہ ترغیب نہیں دی کہ وُہ جوان عورتوں کو تعلیم دے۔ بڑی دُور اندیشی کے ساتھ اِس خِدمت کو وُہ "بُوڑھی عورتوں" (آیت ۳) کے سپرد کرتا ہے۔ لیکن جب "جوان آدمیوں" کا ذکر آتا ہے تو پَولُس طِطُس کو حُکم دیتا ہے کہ "جوان آدمیوں کو بھی اِسی طرح نصیحت کر"۔ اور خاص تاکید یہ ہے کہ وُہ "مُتّقی بنیں"، یعنی خُود پر ضبط رکھیں۔ یہاں "ضبطِ نفس" نہایت موزُوں لفظ ہے۔ چُونکہ جوان جوش وخروش، ولولہ اور جذبہ سے بھرے ہوتے ہیں، اُن کے قویٰ بے چین ہوتے ہیں اِس لئے وُہ ہر کام حد سے زیادہ جوش سے کرنا چاہتے ہیں۔ لِہٰذا ضرُورت ہوتی ہے کہ زِندگی کے ہر شعبہ میں توازُن اور ضبط رکھنا سیکھیں۔

۸،۷:۲ - پَولُس طِطُس کو بھی ایک خاص نصیحت کرتا ہے۔ طِطُس کو کلیسیاؤں میں عام خِدمت سپرد ہوئی تھی، اِس لئے اُس کو اپنا خاص دھیان رکھنے کی ضرُورت تھی۔ لِہٰذا پَولُس تاکید کے ساتھ کہتا ہے کہ "سب باتوں میں اپنے آپ کو نیک کاموں کا نمونہ بنا"۔ یعنی اُس کی تعلیم اور اُس کی عادات و اطوار اور مزاج میں گہری ہم آہنگی ہونی چاہیئے۔ اِس لئے لازم ہے کہ طِطُس کی "تعلیم میں صفائی اور سنجیدگی اور ایسی صحت کلامی پائی جائے جو ملامت کے لائق نہ ہو"۔ "تعلیم میں صفائی" سے مُراد ہے کہ اُس کی تعلیم اُس ایمان کے عین مُطابق ہو جو مُقدّسوں کو ہمیشہ کے لئے ایک ہی بار سونپا گیا ہے۔ "اور سنجیدگی" سے پَولُس کا مطلب ہے کہ تعلیم پُروقار اور معقُول انداز میں دی جائے۔ "صحت کلامی" کا تعلق تعلیم دینے والے کی شخصیّت سے ہوتا ہے کہ وُہ کسی صُورت میں سچّائی کے راستے سے نہیں ہٹتا۔ کوئی مخالِف اُس پر حرف گیری یا "ملامت" نہیں کر سکتا۔ اُس میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جس کو پکڑا جا سکے یا جِس پہ اعتراض کیا جا سکے۔ اُس کی تعلیم ضِمنی اور اضافی مسائِل سے پاک، اور عقیدہ کی مُوشگافیوں، خیالی باتوں، پریشان خیالی وغیرہ سے بالکل خالی ہوتی ہے۔ اِس قسم کی خِدمت

کی کوئی مزاحمت نہیں کی جا سکتی۔ جو لوگ ایسی صحیح تعلیم کی مخالفت کرتے ہیں بالآخر اُن کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے، کیونکہ اُن کو ایماندار کے زرّہ بکتر میں کہیں کوئی شگاف یا دَرز نہیں مِلتی۔ کوئی دلیل بھی پاکیزہ زِندگی سے بڑھ کر مؤثر نہیں ہوتی!

9:2۔ اب نوکروں (غلاموں) کے لئے خاص ہدایات دی جاتی ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ بائبل کئی ایسی رسُوم و رواج کا حوالہ دیتی ہے جنہیں وُہ اچھا نہیں سمجھتی۔ مثلاً پُرانے عہدنامہ میں کئی بزرگانِ سَلف کا بیان درج ہے کہ وُہ ایک سے زائد بیویاں رکھتے تھے، حالانکہ خُدا کا کبھی اِرادہ نہیں تھا کہ اُس کے لوگ کثرتِ ازدواج کی رسم اپنائیں۔ خُدا نے غُلامی کی بے اِنصافیوں اور مظالم کی کبھی منظُوری نہیں دی یعنی کبھی اِن پر پسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔ وُہ دِن آتا ہے کہ وُہ مالِکوں سے حِساب لے گا، تاہم نیا عہدنامہ یہ تعلیم بھی نہیں دیتا کہ زبردست انقلاب یا بغاوت کے ذریعہ سے غُلامی کے رواج کا تختہ اُلٹ دیا جائے۔ بلکہ غُلامی کے غلط استعمال کی مذمّت کرتا ہے، اور تعلیم دیتا ہے کہ انجیل کی قُوّت سے اِس کی بُرائیوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ تارِیخ گواہ ہے کہ جہاں کہیں خُدا کا کلام پھیلا اور اِس کی تعلیم عام ہُوئی وہاں سے غُلامی کی بُرائیاں جاتی رہیں۔

دریں اثنا جہاں کہیں بھی غُلامی کا رواج ابھی تک ہے وہاں کِسی غُلام کو مسیحیت کی بہترین برکتوں سے محرُوم نہیں رکھا جاتا۔ غُلام بھی مسیح کی تبدیل کر دینے والی قدُرت کا گواہ بن سکتا اور خُدا اور مُنجّی کی تعلیم سے آراستہ ہو سکتا ہے۔ نئے عہدنامہ میں قَوموں کے حاکموں کی نسبت غُلاموں یا نوکروں کے لئے زیادہ جگہ وقف کی گئی ہے! اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کو خُدا کی بادشاہی میں کِتنی اہمیّت حاصِل ہے۔ مسیحی "نوکروں" (لغوی معنی — غُلاموں) کو لازم ہے کہ "اپنے مالِکوں کے تابع رہیں"۔ البتہ اگر کِسی صُورت میں خُداوند کی نافرمانی ہوتی ہو تو یہ شرط لازم نہیں رہے گی۔ تب وُہ اپنے مالِکوں کا حُکم ماننے سے اِنکار کریں اور صبر و اِستقلال کے ساتھ نتائج برداشت کریں۔ عام حالات میں وُہ کام کی مِقدار اور مِعیار دونوں میں مالِکوں کو "خُوش رکھیں"۔ یہ ساری خِدمت اِس طرح کریں جَیسے خُداوند کے لئے کرتے ہیں اور وُہی اِس کا پُورا اَجر دے گا۔ وُہ گُستاخ نہ ہوں اور اپنے مالِکوں کے "حُکم سے کچھ انکار نہ کریں"۔ مسیحیت کے ابتدائی دَور میں بُہت سے غُلاموں (نوکروں) کو شرف حاصِل ہُوا کہ وُہ اپنے مالکوں کو خُداوند یسوع کے پاس لانے کا وسیلہ بنے۔ اِس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اُن میں اور بُت پرست نوکروں میں بڑا فرق ہوتا تھا۔

10:2۔ سب سے بڑا فرق یہ تھا کہ مسیحی غُلام (نوکر) دُوسرے غُلاموں کی طرح "چوری چالاکی"

نہیں کرتے تھے۔ مسیحی اخلاقیات اُن کو سختی سے دیانت داری کا پابند رکھتی تھی۔ چنانچہ کیا تعجب کہ نیلامی میں مسیحی غلام زیادہ قیمت پاتے تھے! مختصر یہ کہ اُن کو سِکھایا جاتا تھا کہ پُوری "دیانت داری ... ظاہر کریں" تاکہ پُورے طور پر قابلِ اعتماد ہوں اور "اُن سے ہر بات میں ہمارے مُنجی خُدا کی تعلیم کو رَونق ہو"۔ جو نصیحتیں اُس زمانے میں مسیحی غلاموں (نوکروں) کو دی گئیں وُہ آج مسیحی ملازموں کے لئے بھی موزُوں ہیں۔

۱۱:۲ - اگلی چار آیات ہماری نجات کی ایک چھوٹی سی خوبصورت تصویر پیش کرتی ہیں۔ مگر اِس اَدبی موتی کی تعریف کرتے ہُوئے ہمیں یہ نہیں بھول جانا چاہئے کہ یہ کس سیاق وسباق میں جڑا ہُوا ہے۔ پولُس زور دے رہا ہے کہ خُدا کے گھرانے کے ایک ایک فرد کو ایسے کردار کا حامِل ہونا چاہئے جو کلام کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔ اب وُہ بیان کرتا ہے کہ ہماری نجات کا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ بالکل خالِص اور پاک زِندگیاں پیدا ہوں۔ "کیونکہ خُدا کا وُہ فضل ظاہر ہُوا ہے جو سب آدمیوں کی نجات کا باعث ہے"۔ یہاں "خُدا کا فضل" "خُدا کا بیٹا" کے مُترادف ہے۔ خُدا کا فضل اُس وقت "ظاہر ہوا" جب خُداوند یسوع ہمارے کُرۂ ارض پر آیا، اور خصُوصاً اُس وقت جب اُس نے اپنے آپ کو ہمارے گُناہوں کے بدلے حوالے کر دیا۔ وُہ "سب آدمیوں کی نجات" کے لئے ظاہر ہُوا۔ اُس کا عِوضی کام "سب" کی نجات کے لئے کافی اور وافی ہے۔ مُعافی کی دعوت تو "سب" کو دی گئی ہے، لیکن نجات صِرف وُہی پاتے ہیں جو یسوع کو اپنا خُداوند اور نجات دہندہ قبول کرتے ہیں۔ یہاں یا بائبل میں کسی جگہ بھی یہ اشارہ نہیں مِلتا کہ بالآخر ہر شخص نجات پالے گا۔ عالمگیر نجات اِبلیس کا ایک جھُوٹ ہے۔

۱۲:۲ - جو فضل ہم کو نجات دیتا ہے وُہ ہمیں پاکیزگی کے مکتب میں تربیّت بھی دیتا ہے۔ اِس مکتب میں دو باتیں ہیں جن کو ترک کرنا ہمیں سیکھنا ہوگا۔ اِن میں اوّل تو ہے "بے دِینی"۔ جس کا مطلب ہے دِین سے بیگانہ ہونا۔ دُوسرے نمبر پر "دُنیوی خواہشوں" کو رکھا گیا ہے۔ اِن میں صِرف جنسی گُناہ ہی نہیں بلکہ دَولت کی ہوس، دُوسروں پر غلبہ رکھنا، عیش وعشرت، شہرت اور ایسی ہی دُوسری باتیں بھی "دُنیوی خواہشوں" میں شامل ہیں۔

مثبت طرف پر بھی فضل ہمیں کئی باتیں سِکھاتا ہے مثلاً ہم "پرہیزگاری اور راست بازی" کی زِندگی گزاریں۔ یہ تو ہوگا دُوسرے اِنسانوں کے ساتھ ہمارا روّیہ۔ جہاں تک خُدا کے ساتھ تعلق کا ذِکر ہے ہم "دینداری" کی زِندگی یعنی ایسی زِندگی گزاریں جو اُس کی حضُوری کے پاک نُور سے مُنوّر ہو۔ یہ خصُوصیات ہیں جو "موجُودہ جہان" میں ہمارے کردار میں نمایاں ہونی چاہئیں، جہاں ہمارے اِرد گرد کی ساری چیزیں مِٹ جائیں گی۔ یہ تو ہماری مُسافرت کی جگہ ہے مُستقل وطن نہیں۔

۲:۱۳ - ہمیں اِس دُنیا میں اجنبیوں یا مُسافروں کی طرح رہنا چاہیئے - اِس مقصد کے لئے ایک "مُبارک اُمید" ہمیں تحریک دیتی ہے اور اُمید یہ ہے کہ ہمارے "بزُرگ خُدا اور مُنجّی یسوع مسیح کے جلال" کا ظہُور ہونے والا ہے - کیا یہ ظہور دراصل 'فضائی استقبال' ہے جب خُداوند یسوع پُورے جلال کے ساتھ کلیسیا پر ظاہر ہوگا اور اُسے آسمان پر لے جائے گا (۱-تھسلنیکیوں ۴: ۱۳-۱۸)؟ یا مُراد مسیح کا بادشاہی کرنے کے لئے آنا ہے جب وُہ جلال کے ساتھ دُنیا پر ظاہر ہوگا، اپنے دشمنوں کو شکست دے گا اور اپنی بادشاہی قائم کرے گا (مکاشفہ ۱۹: ۱۱-۱۶)؟ بنیادی طور پر ہم مانتے ہیں کہ پولُس پہلے واقعہ یعنی فضائی اِستقبال کا ذِکر کر رہا ہے کہ مسیح اپنی دُلہن یعنی کلیسیا کو لینے آئے گا - مگر خواہ وُہ دُلہا کی صُورت میں آئے خواہ بادشاہ کی حیثیت سے ایمان داروں کو چاہیئے کہ تیار رہیں اور اُس کے "جلال کے ظاہر ہونے کے منتظر رہیں" -

۲:۱۴ - جب ہم اُس کی دُوسری آمد کا انتظار کرتے ہیں تو اُس کی پہلی آمد اور اپنے آپ کو قُربان کرنے کے مقصد کو نہیں بھُولتے - اُس نے اپنے آپ کو "دے دیا" تاکہ ہم کو گُناہ کے قصُور اور سزا سے بچائے - علاوہ ازیں اِس لئے بھی کہ "ہمیں ہر طرح کی بیدینی سے چھُڑا لے" - اگر گُناہ کی سزا تو منسُوخ ہو جاتی، لیکن گناہ کا اختیار ہماری زِندگیوں میں باقی رہتا تو یہ ادھُوری نجات ہوتی - مزید برآں مقصد یہ بھی تھا کہ ہمیں "پاک کر کے اپنی خاص مِلکیت" بنا لے - ہم کوئی عجیب یا انوکھے لوگ نہیں بن گئے، بلکہ اب سے ہم نہ اپنے ہیں اور نہ دُنیا کے، بلکہ ایک "خاص" مفہُوم میں مسیح کے ہیں - اُس نے اپنے آپ کو اِس لئے "دے دیا" تاکہ ہم "نیک کاموں میں سرگرم" ہوں - ہم کو سرگرمی کے ساتھ اُس کے نام اور جلال کی خاطر مہربانی اور نیکی کے کام کرنے چاہئیں - جب ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ کھیلوں، سیاست اور کاروبار کے لئے کیسے سرگرم ہوتے ہیں تو ہمیں نیک کاموں کے لئے تحریک ہونی چاہیئے -

۲:۱۵ - یہ "باتیں" ہیں جن کی تعلیم دینے اور سکھانے پر طِطُس کو مامُور کیا گیا، یعنی وُہ باتیں جن کا تذکرہ اُوپر کی سطُور میں ہُوا ہے اور خاص طور پر جن کا تعلق مُنجّی کے دُکھوں سے ہے - طِطُس کو یہ فرض سونپا جاتا ہے کہ مُقدّسوں کو "نصیحت" کرے، یعنی عملی دینداری میں اُن کی ہمّت افزائی کرے اور اُن افراد کو "ملامت" کرے جو اپنی زبان یا زِندگی سے رسُولوں کی تعلیم کی تردید کرتے ہیں - اُس کو "پُورے اِختیار کے ساتھ" اور رُوح القُدس کی دلیری کے ساتھ ایک زور دار خدمت کو جاری رکھنا ہے - طِطُس کو اپنی جوانی کے باعث کوئی خدشہ نہیں ہونا چاہیئے - نہ اُس کو اِس بات پر پریشان ہونا چاہیئے کہ میں غیر قوم پس منظر سے تعلق رکھتا ہُوں - نہ اُسے کسی فطری کمزوری یا خامی کے بارے میں سوچ کر ہچکچانا چاہیئے -

وُہ خُدا کا کلام سُناتا ہے اور اسی سے سارا فرق پڑتا ہے۔

۵۔ کلیسیا کے لئے نصیحت (۱۱-۱:۳)

۳: ۱۔ طِطُس کو کریتے کی کلیسیاؤں کو یاد دِلانا تھا کہ حکومت کے حوالے سے اُن کی کیا ذِمّہ داریاں ہیں۔ مسیحی تصوّر یہ ہے کہ ساری حکُومتیں خُدا کی طرف سے ہیں (رومیوں ۱:۱۳)۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی حکُومت بالکل غیر مسیحی ہو، یا مسیحیت کے سخت خِلاف ہو، مگر کِسی بھی حکومت کا ہونا، نہ ہونے سے بہتر ہے۔ حکُومت نہ ہو تو بَدنظمی ہی بدنظمی ہوگی اور لوگ ایسے حالات میں زیادہ دیر تک زِندہ نہیں رہ سکتے۔ اگر کوئی حکمران شخصی طور پر خُدا کو نہ بھی جانتا ہو پھر بھی وُہ اپنے منصب کے لحاظ سے "خُدا کا ممسُوح" ہوتا ہے اور اِسی لحاظ سے اُس کی عِزّت ہونی چاہیئے۔ مسیحیوں کا فرض ہے کہ "حاکموں اور اِختیار والوں کے تابع رہیں"۔ لیکن اگر کوئی حکُومت خُدا کے مقرر کردہ اپنے حلقے کو چھوڑ دے اور کِسی مسیحی کو خُدا کی نافرمانی کرنے کا حُکم دے تو ایمان دار کو اعمال ۲۹:۵ کے اصُول کے مُطابق ایسے حاکم کا حُکم ماننے سے انکار کر دینا چاہیئے۔ وُہ اصُول یہ ہے کہ "آدمیوں کے حُکم کی نسبت خُدا کا حُکم ماننا زیادہ فرض ہے۔" اگر اِس پر اُسے سزا دی جائے تو اُس کو اپنے خُداوند کی طرح اُسے فروتنی سے برداشت کرنا چاہیئے۔ اُسے حکُومت کے خِلاف کِسی سازش یا بغاوت میں شامِل نہیں ہونا چاہیئے، نہ تشدد کے ذریعہ اُس کا تختہ اُلٹنے کی کوشِش کرنی چاہیئے۔

مسیحی اور یہ دُنیا

ایمان داروں کو ٹریفک قوانین سمیت سارے قانون ماننے چاہئیں، اور اپنے ٹیکس اور دِیگر واجبات حکُومت کو ادا کرنے چاہئیں۔ عمُومی لحاظ سے اُن کو قانون کے پابند، مؤدّب اور فرمانبردار شہری ہونا چاہیئے۔ البتہ تین شعُبے ہیں جِن میں ذمّہ داری کے سلسلے میں مسیحیوں میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔ اور یہ ہیں ووٹ ڈالنے، مُنتخب عہدہ حاصِل کرنے اور مسلح افواج کے ساتھ جنگ میں جانے کے شعُبے۔

پہلے دو شعُبوں کے تعلق سے بائبل میں مندرجۂ ذیل راہنما اصُول دِئے گئے ہیں:

۱۔ مسیحی دُنیا میں ہیں، لیکن دُنیا کے نہیں ہیں (یوحنّا ۱۶،۱۴:۱۷)۔

۲۔ دُنیا کا سارا نظام اُس شریر کے کنٹرول میں ہے اور خُدا نے اُس کی مذمّت کی ہے، اُس کو ردّ کر دیا ہے (۱۔یوحنّا ۱۹:۵ب؛ ۱۷:۲؛ یوحنّا ۳۱:۱۲)۔

۳۔ مسیحی کا فرض اِس لاعلاج دُنیا کی اصلاح کرنا نہیں، بلکہ یہ کوشِش کرنا ہے کہ لوگ اِس کی غلامی سے

نکل کر نجات پائیں۔

۴۔ اگرچہ مسیحی کا دُنیا کے کسی نہ کسی مُلک کا شہری ہونا ناگزیر ہے، مگر اُس کی اصلی اور بُنیادی شہریت آسمان کی ہے۔ یہاں تک کہ اُسے خُود کو یہاں اجنبی اور مُسافر سمجھنا چاہیئے (فلپیوں ۳: ۲۰؛ ۱-پطرس ۲: ۱۱)۔

۵۔ جنگی ڈیوٹی پر کسی سپاہی کو خود کو اس دُنیا کے مُعاملات میں نہیں اُلجھانا چاہیئے تاکہ وُہ اپنے بھرتی کرنے والے کو ناراض نہ کرے (۲-تیمتھیس ۲: ۴)۔

۶۔ خُداوند یسوع نے کہا تھا کہ "میری بادشاہی اِس دُنیا کی نہیں" (یُوحنّا ۱۸: ۳۶)۔ ہم اُس کے سفیر ہیں اِس لئے ہمیں اِس دُنیا میں اُس کی سچائی کی نمائندگی کرنی چاہیئے۔

۷۔ سیاست اپنی نوعیت کے باعث ہی بگڑنے کا رُجحان رکھتی ہے۔ مسیحیوں کو بُدی سے الگ رہنا چاہیئے (۲-کرنتھیوں ۶: ۱۷، ۱۸)۔

۸۔ ووٹنگ کے موقع پر خیال کیا جاتا ہے کہ ایک مسیحی ایمان دار، دیانت دار اور راست باز آدمی کو ووٹ دے گا، مگر کبھی کبھی خُدا کی مرضی ہوتی ہے کہ کوئی پست ترین آدمی سرفراز ہو (دانی ایل ۴: ۱۷)۔ ایسے مُعاملات میں ہم خُدا کی مرضی کس طرح معلُوم کر سکتے اور پُوری کر سکتے ہیں۔

اگلا سُوال یہ ہے کہ کیا کسی مسیحی کو حکومت کے حُکم پر جنگ پر جانا چاہیئے؟ دونوں طرف بڑی مضبُوط دلیلیں موجُود ہیں، مگر مجھے معلُوم ہوتا ہے شہادت کا پلڑا جنگ میں شمولیت نہ کرنے کے حق میں بھاری ہے۔ مذکورۂ بالا اصُول اسی بات کے حق میں ہیں۔ لیکن کُچھ اَور اصُول بھی ہیں (۱) ہمارے خُداوند نے کہا کہ "اگر میری بادشاہی دُنیا کی ہوتی تو میرے خادم لڑتے" (یُوحنّا ۱۸: ۳۶)۔ اور اُس نے یہ بھی فرمایا کہ "جو تلوار کھینچتے ہیں وُہ سب تلوار سے ہلاک کئے جائیں گے"۔ (متّی ۲۶: ۵۲)۔ اِنسانی جان لینے کا سارا تصوّر ہی اُس شخصیّت کی تعلیم کے خِلاف ہے جس نے کہا کہ "اپنے دُشمنوں سے محبّت رکھو" (متّی ۵: ۴۴)۔

جو لوگ ہتھیار اُٹھانے کے خِلاف ہیں، اگر وُہ ایسے مُلک میں رہتے ہیں جہاں اجازت ہے کہ وُہ صاف دِلی سے اِعتراض کر سکتے ہیں اور جنگ میں حصّہ لینے سے انکار کر سکتے ہیں تو اُن کو شُکر گزار ہونا چاہیئے۔

اِس کے برعکس بہُت سے ایسے مسیحی بھی ہیں جنہوں نے بڑی عزّت اور وقار کے ساتھ جنگوں میں حصّہ لیا۔ وُہ دیکھتے ہیں کہ نئے عہد نامہ کے صُوبیدار (مثلاً کرنیلیس اور یُولیس) بھی بڑی دِلپسند

روشنی میں پیش کیے ہیں۔ اور 'مسیحی جنگ' کا بیان کرنے کے لئے فوجی زندگی سے اصطلاحات اور تراکیب استعمال کی گئی ہیں (مثلاً اِفسیوں ۶ : ۱۰-۱۷)۔ اگر فوجی خدمات سرانجام دینا اپنی ذات میں 'غلط' تھا، تو یہ سمجھنا مشکل ہے کہ پولس ہم کو "مسیح کے اچھے سپاہی" بننے کی تلقین کیوں کرتا ہے۔ اِنسان کا اپنا نظریہ کچھ بھی ہو اُسے اِختلاف کرنے والوں کے نظریہ کی مذمت نہیں کرنی چاہئے۔ اِختلافِ رائے کی گنجائش موجود ہے۔

مسیح کے شاگرد کا ایک اَور فرض بھی ہے کہ "ہر نیک کام کے لئے مستعد" رہے۔ سارے کام تو 'عزت دار' نہیں ہوتے۔ موجودہ دَور کی اکثر و بیشتر اِشتہار بازی جھوٹ پر اُستوار ہے۔ بعض کاروباری ادارے وہ چیزیں بیچتے ہیں جو اِنسان کی رُوحانی، جسمانی اور ذہنی صحت کے لئے ضرر رساں ہوتی ہیں۔ دانائی اِسی میں ہے کہ ایسے سب کاموں اور پیشوں سے باز رہیں۔

۳ : ۲- مسیحیوں پر لازم ہے کہ "کسی کی بدگوئی نہ کریں"۔ بائبل میں دیگر مقامات پر حاکم کو بُرا کہنے سے منع کیا گیا ہے (خروج ۲۲ : ۲۸؛ اعمال ۲۳ : ۵)۔ تمام مسیحیوں کو یہ حکم یاد رکھنا چاہئے کیونکہ سیاسی مہم اور ظلم و ستم کے دِنوں میں اِس کو بھول جانا کوئی مشکل نہیں۔ مگر یہاں اِس حکم اور آئین کو اَور وسیع کر دیا گیا ہے اور کسی کا بھی مذاق اُڑانے، تحقیر کرنے، بدنام کرنے، بےعزت کرنے اور بُرا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ "کسی کی بدگوئی نہ کریں"۔ اگر مسیحی اِس سادہ سے حکم کی پابندی کریں اور "بدگوئی" کرنے سے باز رہیں تو کتنے غم و غصے سے بچاؤ رہے گا۔

ہم کو صلح پسند ہونا چاہئے۔ "تکراری نہ ہوں"۔ لڑائی جھگڑے سے پرہیز کریں۔ تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ ڈاکٹر آئرن سائیڈ کے وعظ کے بعد کئی دفعہ ہؤا کہ کوئی شخص اُن کے وعظ کے حوالے سے کسی غیر اہم مسئلے پر بحث و تکرار کرنے کی کوشش کرتا۔ وہ ہمیشہ یہی جواب دیتے تھے کہ "پیارے بھائی، جب ہم آسمان پر پہنچیں گے تو ہم میں سے ایک غلط ثابت ہوگا۔ اور شاید وہ مَیں ہی ہوں گا"۔ اِس طرح تکرار کا خاتمہ ہو جاتا۔

ہم کو "نرم مزاج" ہونا چاہئے۔ اِس خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے ممکن نہیں کہ خداوند یسوع یاد نہ آئے۔ وہ نرم مزاج، خوش اطوار، مہربان، صلح جو اور صلح کرانے والا تھا۔ اور وہ "سب آدمیوں کے ساتھ کمال حلیمی سے پیش" آتا تھا۔ بہت مناسب بات ہے کہ خوش خلقی اور خوش اطواری کی تربیت مسیحی خوبی کے طور پر دی جانی چاہئے۔ اساسی طور پر اِس کا مطلب ہے حلیمی کے ساتھ دوسروں کے بارے میں سوچنا، دوسروں کو اوّلیت دینا، اور اچھی باتیں کہنا اور اچھے کام کرنا۔ خوش خلقی یہ ہے کہ اپنی نہیں بلکہ

دُوسروں کی خِدمت کی جائے، ہر موقع پر آگے بڑھ کر اُن کی مدد کی جائے، اور اگر کوئی مہربانی کرے تو اِس کو فوری طور پر تسلیم کیا جائے اور شُکر گزار رہا جائے۔ خُوش اطواری میں کوئی اکھڑپن، کُھردراپن، گنوارپن یا شوخی گُستاخی نہیں ہوتی۔

۳:۳۔ زوردار اخلاقی نصیحتوں کے درمیان پَولُس رسُول ایک دفعہ پھر ہماری نجات کے بارے میں ایک اعلیٰ اور لطیف بات کہتا ہے۔ وُہ زور دیتا ہے کہ نجات کا مقصد یہ ہے کہ ہماری زِندگیاں نیک اعمال کا نمونہ ہوں۔ خیال کا سِلسلہ یُوں چلتا ہے کہ (۱) نجات سے پہلے ہماری حالت۔ آیت ۳۔ (۲) ہماری نجات کی نوعیت۔ آیت ۴۔۷ (۳) نجات کا عملی نتیجہ۔ آیت ۸۔ نجات سے پہلے کی ہماری تصویر خُدا کے حضُور پسندیدہ تصویر نہیں ہے۔ ہم دعویٰ کرتے تھے کہ ہمیں سب سُوالوں کے جواب آتے ہیں، مگر دراصل ہم "نادان" تھے۔ رُوحانی سچّائیوں کو سمجھنے کے اہل نہ تھے۔ اور اپنے چال چلن اور انتخاب میں بے وقُوف تھے۔ ہم "نافرمان" تھے۔ نہ صِرف خُدا کے بلکہ والدین کے اور دُوسرے اِختیار رکھنے والوں کے بھی۔ ہم "فریب کھانے والے" تھے۔ آسانی سے ابلیس کے اور اپنی بگڑی ہُوئی عقل کے فریب میں آجاتے تھے۔ ہمیشہ سیدھی راہ کو کھو دیتے تھے اور اِدھر اُدھر بھٹکتے پھرتے تھے۔ ہر طرف سے راستہ بند مِلتا تھا۔ ہم "رنگ برنگ کی خواہشوں اور عیش و عشرت کے بندے (غُلام) تھے"۔ ہماری عادات گندی تھیں۔ ہمارے خیالات کثیف تھے۔ ہم ہر طرح کا گُناہ کرنے پر مائل رہتے تھے۔ ہماری زِندگی دُوسروں کے خِلاف "بدخواہی اور حسد" کے ایک نہ ختم ہونے والے چکّر میں پھنسی ہُوئی تھی۔ ہم خُود غرض تھے۔ محبّت کے لائق نہیں تھے۔ ہم خُود بھی بُرے حال میں تھے اور دُوسروں کا بھی بُرا حال کرتے تھے۔ ہم "نفرت کے لائق تھے اور آپس میں کینہ رکھتے تھے"۔ یہ لڑنے جھگڑنے والے پڑوسیوں، ساتھی عملے کے ساتھ آمادۂ جنگ رہنے والوں، ایک دُوسرے کا گلا کاٹنے والے کاروباری حریفوں اور خاندانوں میں پھُوٹ ڈالنے والے لوگوں کی زِندگیوں پر ایک رواں تبصرہ ہے۔

۳:۴۔ اِنسان کی گِری ہُوئی اور خباثت سے بھری ہُوئی تصوِیر کے ساتھ ساتھ ہمیں پاک نوشتوں کا ایک عظیم "مگر" نظر آتا ہے۔ ہمیں اِس قِسم کے حُرُوفِ عطف کے بے حد شُکر گُزار ہونا چاہئے جو خُدا کی حیرت انگیز مُداخلت کا بیان کرتے ہیں۔ اگر خُدا مداخلت نہ کرے تو اِنسان تو اپنی ہلاکت اور بربادی پر تُلا ہُوا ہے۔ کِسی نے کہا ہے کہ یہ اِنسان کی جہنم کو جانے والی شاہراہ میں رکاوٹیں ہیں۔

"مگر جب ہمارے مُنجّی خُدا کی مہربانی اور اِنسان کے ساتھ اُس کی اُلفت ظاہر ہُوئی"۔ یہ بات اُس وقت ہُوئی جب کوئی دو ہزار سال پیشتر خُداوند یسُوع دُنیا پر ظاہر ہُوا۔ دُوسرے مفہوم میں "خُدا کی

مہربانی اور ... اُلفت" ہم پر اُس وقت ظاہر ہُوئی جب ہم نے نجات کو قبول کیا تھا۔ خُدا کی اِن ہی صفات کا ظہُور اِس صُورت میں ہوُا کہ اُس نے بیٹے کو بھیج دیا کہ وُہ کُل دُنیا کے باغی گنہگاروں کی خاطر اپنی جان دے۔

جس لفظ کا ترجمہ "انسان کے ساتھ اُس کی اُلفت" کیا گیا ہے اُسی یُونانی لفظ سے وُہ لفظ مشتق ہے جِس کا مطلب "خِدمتِ خلق" یعنی اِنسان سے عملی ہمدردی کرنا ہے۔ اِس میں محبّت، مہربانی اور ترس کے معنی شامل ہیں۔ "ہمارے مُنجّی خُدا" کا لقب "خُدا" باپ کو ظاہر کرتا ہے۔ وُہ اِس مفہوم میں "ہمارا منجی" ہے کہ اُس نے اپنے بیٹے کو دُنیا میں بھیجا تاکہ ہمارے گُناہ کا کفّارہ ہو۔ خُداوند یسوؔع کو بھی "خُدا... ہمارا مُنجّی" کہا گیا ہے (۲: ۱۳) اِس لئے کہ اُس نے وُہ سزا ادا کر دی (ہماری جگہ برداشت کی) جو ہماری مُعافی کے لئے ضرُوری تھی۔

۳: ۵- اُس نے ہم کو ہمارے سارے گُناہوں —— ماضی، حال اور مستقبل کے سارے گناہوں کے قصُور اور سزا سے "نجات دی"۔ جب منجّی مُوا تو ہمارے سارے گُناہ ابھی مُستقبل کے گُناہ تھے۔ اُس کی مَوت نے اِن سب کو ڈھانک دیا (کفّارہ = ڈھانکنا)۔ لیکن خُوشخبری کی ایک سادہ اور بالکُل صاف سچّائی کو سمجھنا اِنسان کے لئے سب سے مُشکِل ہے، یا اِسے قبُول کرنا بہت مُشکِل ہے۔ اور وُہ سچائی یہ ہے کہ نجات کی بُنیاد "راست بازی کے کاموں" پر "نہیں" ہے، یعنی نجات نیک اعمال سے نہیں مِلتی، نہ اِنسان مسیحی زِندگی گزارنے سے مسیحی بنتا ہے۔ "نیک" لوگ آسمان پر نہیں جاتے۔ بائبل مُقدّس پورے تسلسل کے ساتھ گواہی دیتی ہے کہ اِنسان نہ تو نجات کما سکتا ہے نہ نجات کا اہل اور حقدار ہے (اِفسیوں ۲: ۹؛ رومیوں ۳: ۲۰؛ ۴: ۴، ۵؛ ۹: ۱۶؛ ۱۱: ۶؛ گلتیوں ۲: ۱۶؛ ۳: ۱۱)۔ اِنسان نیک اعمال کے وسیلے سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا۔ اُس کے سارے نیک کام خُدا کی نظر میں گندی دھجّیوں کی مانند ہیں (یسعیاہ ۶۴: ۶)۔ وُہ مسیحی زِندگی بسر کرنے کے باعث مسیحی نہیں بن سکتا۔ اِس کی سیدھی سی وجہ یہ ہے کہ اِنسان میں یہ طاقت ہی نہیں کہ مسیحی زِندگی بسر کر سکے۔ نیک لوگ آسمان پر نہیں جاتے، بلکہ وُہ گنہگار جاتے ہیں جن کو خُدا کے فضل نے نجات بخشی ہے۔

نیک اعمال سے نجات نہیں ملتی البتہ نیک اعمال نجات کا نتیجہ ہیں۔ جہاں حقیقی نجات ہوگی وہاں نیک اعمال بھی ہوں گے۔ چنانچہ لِکھا ہے کہ "خُدا نے ہم کو نجات دی مگر راست بازی کے کاموں کے سبب سے نہیں جو ہم نے خُود کئے بلکہ اپنی رحمت کے مُطابق"۔ نجات "رحمت" کا کام ہے —— اِنصاف کا نہیں۔ عدل کا تقاضا تو یہ ہے کہ جو سزا واجب ہو چُکی ہے وُہ دی جائے، لیکن "رحمت" وُہ راست طریقہ مُہیّا کرتی ہے جِس سے سزا ٹل گئی ہے۔

خدا نے ہم کو "نئی پیدائش کے غسل" سے نجات دی ہے - تبدیلی یا ایمان لانا دراصل ایک نئی پیدائش ہے، نیا مخلوق (۲-کرنتھیوں ۱۷:۵) بننا ہے - یہاں اِس "نئی خلقت" کو ایک غسل کی صورت میں پیش کیا گیا ہے - خداوند یسوع نے بھی یہی استعارہ اِستعمال کیا تھا جب شاگردوں کو سکھایا تھا کہ نئی پیدائش کا غسل ایک ہی ہے جبکہ ناپاکی سے صفائی کے لئے بار بار دھونا پڑتا ہے (یوحنا ۱۰:۱۳) - اِس نئی پیدائش کے غسل کا بپتسمہ کے ساتھ کچھ تعلق نہیں - بپتسمہ اِس غسل کی علامت نہیں ہے، بلکہ مسیح کے ساتھ مرنے اور دفن ہونے کو ظاہر کرتا ہے (رومیوں ۴:۶) -

ہماری نئی پیدائش کو "روح القدس کے ہمیں نیا بنانے" بھی کہا گیا ہے - خدا کا روح ایک حیرت ناک تبدیلی لاتا ہے - پُرانی انسانیت پر نیا لباس نہیں پہناتا، بلکہ پُرانے لباس میں نئی اِنسانیت ڈال دیتا ہے - نئی پیدائش کے وقت روح القدس سرگرم عمل ہوتا ہے، جبکہ خدا کا کلام آلۂ کار ہوتا ہے -

۶:۳ - خدا نے روح القدس کو "ہم پر افراط سے نازل کیا" ہر ایمان دار کے نئے سرے سے پیدا ہونے کے لمحے ہی سے روح القدس اُس کے اندر سکونت کرتا ہے - اور جس نئی پیدائش کا اوپر ذکر ہوا روح اُسے پیدا کرنے کے لئے کافی ہے - روح القدس "ہمارے منجی یسوع مسیح کی معرفت" دیا جاتا ہے - جس طرح فرعون کے دربار کی افراط یعقوب کو یوسف کے بیٹوں کے وسیلہ سے پہنچی، اُسی طرح خدا کی برکات جن میں اُس کے پاک روح کی بے بیان برکت بھی شامل ہے ہم تک خداوند یسوع کی معرفت یا وسیلے سے پہنچتی ہیں - یسوع ہمارا "یوسف" ہے -

ہماری نجات کے تعلق سے مبارک تثلیث کے تینوں اقانیم کا ذکر کیا گیا ہے - خدا باپ (آیت ۴)، روح القدس (آیت ۵) اور خدا بیٹا (آیت ۶) -

۷:۳ - ہماری نئی پیدائش کا فوری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ "ہم اُس کے فضل سے راستباز ٹھہر کر ہمیشہ کی زندگی کی اُمید کے مطابق وارث" بن جاتے ہیں - اُس مخلصی کے وسیلہ سے جو مسیح یسوع میں ہے، خدا حیرت ناک فضل سے ہمیں راستباز محسوب کرتا ہے اور ہم اُن ساری چیزوں کے "وارث" بن جاتے ہیں جو اُس نے اپنے محبت رکھنے والوں کے لئے تیار کی ہیں - ہر وہ بات جو ابدیت میں 'مسیح کے ساتھ' اور 'مسیح کی مانند' ہونے میں شامل ہے وہ ہماری "اُمید" ہے -

۸:۳ - جب پولُس کہتا ہے کہ "یہ بات سچ ہے" تو کیا اِس کا تعلق گزشتہ حصے سے ہے یا آئندہ حصے سے؟ اُس کی دلیل کا زور اِس بات پر معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ہم اِتنی بڑی نجات کے وسیلے سے اتنی زیادہ باتوں سے بچ گئے اِس لئے لازم ہے کہ ہم ایسی زندگی بسر کریں جو اس اعلیٰ

بلاہٹ کے مطابق ہو۔

پولس چاہتا ہے کہ ططس "ان باتوں کا یقینی طور سے دعویٰ کرے"۔ یہ وہی باتیں ہیں جن کا تذکرہ آیات ۷:۱ میں ہوا ہے۔ ططس کو تاکید کی جا رہی ہے کہ کرے کہ ایمان داروں پر زور دے کہ "وہ اچھے کاموں میں لگے رہیں"۔ اگرچہ "اچھے کاموں" سے مراد باعزت پیشے یا کاروبار بھی ہو سکتا ہے، لیکن وسیع تر معنوں میں "نیک اعمال" بھی درست ہے۔ وہ تعلیم جو ایسے کردار اور چال چلن پر زور دیتی ہے جو انسان کے مسیحی دعوؤں کے مطابق ہو "فائدہ مند" ہوتی ہے۔ ساری تعلیم کا اطلاق شخصی اور عملی ہونا چاہئے۔

۹:۳۔ بلاشبہ ہمیشہ ایسے پھندے اور جال موجود ہوتے ہیں جن سے مسیحی خدمت کے دوران بچتے رہنا ہے۔ پولس کے زمانے میں حرام اور حلال کھانوں، سبت کے بارے میں ضوابط اور پاک دنوں کے منانے پر "بیوقوفی کی حجتیں" ہوتی رہتی تھیں۔ انسانوں اور فرشتوں دونوں کے "نسب ناموں" پر بحثیں ہوتی تھیں۔ شریعت کے اوپر بہت سے پیچیدہ قواعد و ضوابط ٹھونس دیئے گئے تھے۔ لوگ اِن پر بڑبڑاتے اور شکوے کرتے تھے۔ پولس بڑی ناپسندیدگی کے ساتھ اِن کو "لاحاصل اور بے فائدہ" قرار دیتا ہے۔

ضرورت ہے کہ آج کے دور میں بھی خداوند کے خادم پولس کی نصیحت پر کان دھریں اور مندرجہ ذیل باتوں سے باز رہیں:

روحانی حقائق کی بجائے طریقۂ کار پر زیادہ توجہ دینا۔ مثلاً یہ قدیم بحث کہ عشائے ربانی کے لئے خمیر سے تیار کی گئی شراب استعمال کی جائے یا انگور کا شیرہ، روٹی خمیری ہو یا بے خمیری، پیالہ مشترک ہو یا سب کے لئے الگ الگ، گویا یہ بائبل مقدس کے نہایت اہم سوال یا مسئلے ہیں۔ لفظوں کے معنی و مطالب کے سلسلے میں بال کی کھال اتارنا، کسی ایک سچائی، یا سچائی کے کسی ایک پہلو پر زور دیتے رہنا اور پوری بات کو نظر انداز کر دینا۔ پاک نوشتوں کے مجازی معنوں پر اتنا زور دینا کہ وہ مضحکہ خیز معلوم ہونے لگیں، کلام کے راستہ سے ہٹ کر سیاسی پگڈنڈیوں اور اِدھر اُدھر کی باتوں کے خلاف مسیحی مہموں پر زور صرف کرنا۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ دنیا تباہ اور ہلاک ہو رہی ہے اور خادمانِ دین "لاحاصل" باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہیں!

۱۰:۳۔ "جو شخص" اِن معمولی باتوں میں کمال حاصل کر لیتا ہے وہ تفرقے پیدا کرنے والا "بدعتی" ہوتا ہے۔ وہ ساری زندگی ایک ہی راگ الاپتا رہتا ہے۔ بہت جلد اپنے گرد ایک ایسا گروہ جمع کر لیتا ہے جو منفی نقطۂ نظر کا حامل ہوتا اور دوسروں کو دور بھگا دیتا ہے۔ وہ اپنے بیہودہ عقیدہ یا تعلیم

کو چھوڑنے کی بجائے جماعت میں پھوٹ اور تفرقہ ڈالنے کو ترجیح دیتا ہے۔ کسی بھی کلیسیا کو ایسی نامعقولیت کو برداشت نہیں کرنا چاہئے۔ اگر ایک یا دو دفعہ خبردار کرنے کے باوجود وہ باز آنے سے اِنکار کرے تو اُس کو مقامی کلیسیا کی رفاقت سے خارج کر دینا چاہئے اور مسیحیوں کو اُس کے ساتھ سماجی روابط رکھنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔ اُمید ہے کہ اِس طرح کے اخراج اور بائیکاٹ سے وہ توبہ کی طرف مائل ہوگا اور خدا کے کلام کو زیادہ متوازن طور پر استعمال کرے گا۔

۳:۱۱۔ مُبادا کوئی شخص یہ سوچے کہ اِس قسم کا شخص کلیسیا کے لئے بڑا خطرہ نہیں ہوتا اِس لئے پولُس رسول اُس کو خوب لتاڑتا ہے اور کہتا ہے کہ "ایسا شخص برگشتہ ہو گیا ہے اور اپنے آپ کو مجرم ٹھہرا کر گناہ کرتا رہتا ہے"۔ اِس کا برتاؤ اور کِردار مسیحیت کا ترجمان نہیں بلکہ مسیحیت پر بہتان ہوتا ہے۔ وہ ایک فِرقہ یا پارٹی بنا کر گناہ کرتا رہتا ہے"۔ وہ "اپنے آپ کو" اِس طرح "مجرم ٹھہراتا" ہے کہ ذمہ دار مسیحیوں کے خبردار کرنے کے باوجود اپنی شرارت سے چمٹا رہتا ہے۔

۶۔ اِختتام (۳:۱۲-۱۵)۔

۳:۱۲۔ خط کے اِختتام پر طِطُس کو کچھ ہدایات دی گئی ہیں۔ پولُس کا ارادہ اور پروگرام تھا کہ طِطُس کو فارِغ کرنے کے لئے "اِرتماس یا تخِکُس" کو کریتے بھیجتا۔ ہم تخِکُس کو پہلے بھی مِل چکے ہیں (اعمال ۲۰:۴؛ اِفسیوں ۶:۲۱؛ کلسّیوں ۴:۷)، مگر "اِرتماس" سے ہماری کوئی واقفیت نہیں۔ ۲-تیمتھیس ۴:۱۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ "تخِکُس" کو کریتے کی بجائے اِفسس بھیج دیا گیا۔ اِس لئے "اِرتماس" ہی رہ گیا جو کریتے میں طِطُس کی جگہ لے سکتا تھا۔ وہ جونہی پہنچتا طِطُس کو "نیکپُلِس" کے لئے روانہ ہونا تھا۔ پولُس نے "وہیں جاڑا کاٹنے کا قصد" کر رکھا تھا۔ اُس زمانے میں "نیکپُلِس" نام کے کم سے کم سات شہر تھے۔ لیکن بیشتر مفسّرین اتفاق کرتے ہیں کہ طِطُس نے مغربی یونان میں ایپرس کے عِلاقے میں واقع اِس نام کے شہر کا اِنتخاب کیا تھا۔

۳:۱۳۔ طِطُس کے پاس مُلاقاتی آنے کو تھے۔ "زیناس عالِمِ شرع اور اپلّوس"۔ غالباً یہی افراد پولُس سے طِطُس کے لئے خط لائے تھے۔ اُس زمانے میں دو طرح کے "عالِمِ شرع" ہوتے تھے۔ ایک فقیہ جو مذہبی قوانین کی تشریح و تاویل کرتے تھے۔ دوسرے وکیل (ایڈووکیٹ) جو دیوانی مقدمات لڑتے تھے۔ ہمیں خود فیصلہ کرنا ہوگا کہ "زیناس" کس زُمرہ میں آتا ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ پہلی قِسم کا "عالِمِ شرع" تھا۔ اور خیال کرتا ہوں کہ اُسے اِس لئے بُلایا گیا تھا کہ موسیٰ کی شریعت کے بارے میں جھگڑوں (آیت ۹)

کے سلسلے میں ططس کی مدد کرے۔ اگر وُہ دیوانی وکیل تھا تو بہت دیانت دار تھا۔ نئے عہد نامہ میں صرف ایک اور "اپلوس" کا ذکر آیا ہے۔ دیکھئے اعمال ۱۸: ۲۴-۲۸ اور کرنتھیوں کا پہلا خط۔ شاید یہ وُہی شخص ہو۔ پولس نے ططس سے کہا کہ اِن دونوں "کو کوشش کر کے روانہ کر دے"، یعنی جلدی بھیج دے۔ ساتھ ہی اُن کی مہمان نوازی کرنے کی ہدایت بھی کی کہ کریتے میں اُن کے قیام کے دوران اور بعد ازاں سفر میں "اُن کو کسی چیز کی حاجت نہ رہے"۔

۳: ۱۴۔ "ہمارے لوگوں" سے پولس کی مُراد کریتے کے مسیحی ہیں۔ ططس کو ہدایت کی گئی ہے کہ اُن کو بھی مہمان نوازی کرنا سِکھائے تاکہ وُہ بھی بیماروں اور مُصیبت زدوں کی خبر گیری کریں، اور حاجتمندوں کی ضرُوریات فیاضی کے ساتھ پُوری کریں۔ صرف اپنی حاجتوں اور ضرُورتوں کو پُورا کرنے کی خاطر کام اور محنت نہ کریں، بلکہ اُن کے سامنے واضح مسیحی رویا ہو کہ جو اپنے سے کم خُوش نصیب ہیں اُن کی مدد کے لئے بھی کمائیں (دیکھئے اِفسیوں ۴: ۲۸ب)۔ یہ رویّہ اُن کو خُود غرضی کی بدنصیبی اور بے پھل اور بے کار زِندگی کے المیہ سے بچائے گا۔

۳: ۱۵۔ آخری یا اختتامی سَلام کو غیر ضروری اور غیر اہم نہیں سمجھنا چاہئے۔ وُہ ممالک جہاں مسیحیوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے، جہاں اُن کو حقیر سمجھا اور ظُلم و سِتم کا نشانہ بنایا جاتا ہے، اُن کے لئے یہ اَلفاظ بہت وسیع محبّت، دوستی اور حوصلہ مندی کا پیغام ثابت ہوتے ہیں۔ جتنے افراد بھی پولس رسُول کے ساتھ تھے وُہ "سب" ططس کو سلام بھیجتے ہیں۔ اور ططس سے درخواست کی گئی ہے کہ "جو ایمان کی رُو سے ہمیں عزیز رکھتے ہیں" اُن سب کو ہمارا سلام پہنچا دے۔ اور بالآخر رسُول اُسی موضوع پر خط کو ختم کرتا ہے جو اُس کی زِندگی میں جاری و ساری تھا، یعنی خُداوند کا "فضل"

فلیمون کے نام خط

تعارف

”خطوط نویسی کے فن کا ایک چھوٹا سا شاہکار“۔ ارنسٹ رینان

”ہم سب (خداوند کے) انیسمس ہیں“۔ مارٹن لُوتھر

۱۔ مُستند کتابوں میں بے مثال مقام

بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ پَولُس کے اِس چھوٹے سے خط کے بغیر بھی ہمارا گزارا بخوبی ہو سکتا تھا۔ مگر وُہ بالکل غلطی پر ہوں گے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ عالمگیر سطح پر مانا جاتا ہے کہ یہ پَولُس رسُول کا مُستند شخصی خط ہے جو سیدھا اُس کے دِل سے نکلا ہے۔

یہ چھوٹا سا مراسلہ خُوش خُلقی اور فراست کے ساتھ ساتھ مزاح کی آمیزش ––– اور پَولُس کے محبّت بھرے دِل کا عُمدہ نمُونہ ہے۔ اگرچہ اِس خط میں براہِ راست عقیدے کی تعلیم نہیں دی گئی، تو بھی یہ ”قصُور کو کسی اَور کو منسوب کرنے“ کے عقیدے کی بہت اچھی مثال ہے، کیونکہ پَولُس حکم دیتا ہے کہ ”اگر اُس نے تیرا کُچھ نقصان کیا ہے ... تو اُسے میرے نام لکھ لے“۔ جس طرح اُنیسمس کے قرض یا اُدھار کو پَولُس ”کے کھاتے“ میں ڈال دیا گیا اور پَولُس کی ادا کرنے کی اہلیت کا اطلاق انیسمس کی بیچارگی اور تہی دستی پر ہوا اُسی طرح ہمارے گُناہ خداوند کے نام ”منسوب“ ہوتے ہیں یا اُس کے کھاتے میں ڈال دیئے جاتے ہیں اور خداوند کی نجات دینے کی اہلیت اِسے اپنے ہی کھاتے میں درج کر لیتی ہے۔ چنانچہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ نامور مُصلح مارٹن لُوتھر لکھتا ہے:

> یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ مُقدّس پَولُس نے کِس طرح اپنے آپ کو بیچارے انیسمس کی جگہ پیش کر دیا۔ اور پُورے زور کے ساتھ اُس کے مالک سے اُس کی سِفارش کی اور اُس کا مُعاملہ پیش کیا، گویا وُہ خُود انیسمس ہے اور خُود فلیمون کو نقصان پہنچایا ہے۔ جس طرح یسُوع نے خُدا کے سامنے ہمارے لئے کِیا اُسی طرح مُقدّس پَولُس نے فلیمون کے سامنے انیسمس کے لئے کِیا۔ ... میرے خیال میں ہم سب اُس (خُداوند) کے انیسمس ہیں۔

۲۔ مُصنِّف

سوائے منفی تنقید کرنے والوں کے سب مانتے ہیں کہ فلیمون کے نام اِس خَط کا مُصنِّف پَولُس رسُول ہے۔

چونکہ فلیمون کے نام خط نہایت مختصر اور بالکُل شخصی خط ہے، اِس لئے حیرت کی کوئی بات نہیں کہ قدیم تحریروں میں اِس سے زیادہ اقتباسات نہیں ہیں ۔

خارجی شہادت

اِغناطِیئُوس، طرطُلیان اور اورِغین کی تحریروں میں فلیمون سے اِقتباس یا اِس کی طرف اِشارے مِلتے ہیں۔ یُوسیبئیس کہتا ہے کہ یہ اُن کتابوں میں سے ہے جِن کو تمام مسیحی قبول کرتے اور (مُستند) مانتے ہیں۔ مرقیون نے اِسے اپنی "فہرستِ کُتبِ مسلمہ" میں شامِل کیا اور مرتوری فہرست بھی اِسے تسلیم کرتی ہے ۔

داخلی شہادت

اِس مُختصر سے خط میں بھی پَولُس رسُول اپنا ذِکر تین دفعہ (آیات ۱، ۹، ۱۹) اپنا نام لے کر کرتا ہے۔ آیات ۲، ۲۳، ۲۴ کلسّیوں ۴: ۱۰۔ ۱۷ کے ساتھ گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ اِس طرح یہ دونوں خط ایک دُوسرے کی سَند کی حمایت کرتے ہیں۔ یُوں داخلی شہادت خارجی شہادت کے ساتھ متفق ہے ۔

۳۔ سِنِ تصنیف

یہ خط اُنہی دِنوں بھیجا گیا جب کلسّیوں کا خط (تقریباً ۶۰ء)، یعنی خُداوند کے صعُود کے تقریباً تیس برس بعد۔

۴۔ پَس منظر اور موضُوع

اِس خط کے پیچھے جو کہانی ہے ہمیں اُس کے مُختلف ٹکڑے کُچھ تو اِس خط کے مُندرجات سے اور کُچھ کلسّیوں کے نام پَولُس کے خط سے اکٹھے کر کے جوڑنے پڑتے ہیں۔ لگتا ہے کہ فلیمون کُلسّے کا رہائشی تھا (کلسّیوں ۴: ۱۷ کا مُقابلہ فلیمون آیت ۲ سے کریں)۔ وہ پَولُس رسُول کے وسیلے سے ایمان لایا تھا

(آیت ۱۹) ۔ فلیمون کا ایک غُلام انیسمس اُس کے پاس سے بھاگ گیا تھا (آیات ۱۵، ۱۶) ۔ یہ اشارہ بھی مِلتا ہے کہ انیسمس اپنے مالِک کی کُچھ چیزیں بھی اُٹھا لے گیا تھا (آیت ۱۸) ۔

یہ بھگوڑا غُلام اُنہی دِنوں رَوم پہنچا جب پَولُس وہاں قید میں تھا (آیت ۹) ۔ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ پَولُس اُس وقت قیدخانہ میں تھا یا اُسے اِتنی آزادی مِل چُکی تھی کہ اپنے کرائے کے مکان میں رہے (اعمال ۲۸ : ۳۰) ۔ واقعات کا ایک عجیب سِلسلہ ہے جن میں اِس پُرہجُوم اور مصرُوف دارالحکومت میں انیسمس کی مُلاقات پَولُس سے ہوگئی اور وُہ پَولُس کی خِدمت کے وسیلے سے مسیح کے قدموں میں آ گیا (آیت ۱۰) ۔ دِن گُزرتے گئے اور اُن کے درمیان محبّت کا بندھن اُستوار ہوگیا (آیت ۱۲) یہاں تک کہ انیسمس رسُول کے لئے بھی بہُت قیمتی مددگار ثابت ہُوا (آیت ۱۳) ۔ مگر دونوں اِس بات پر مُتفق ہوئے کہ مُناسب یہی ہے کہ انیسمس اپنے مالِک فلیمون کے پاس واپس جائے اور گُزشتہ غلطیوں کا ازالہ کرے۔ چنانچہ پَولُس نے فلیمون کو یہ خط لِکھا۔ انیسمس کے لئے سفارشی اِلتجا کی اور مضبُوط دلائِل دیں کہ فلیمون اُس کو بحال کرے (آیت ۱۷) ۔ یہی دِن تھے جب پَولُس نے کُلسّیوں کی کلیسیا کو بھی خط لکھا ۔ اُس نے تخِکُس کو مُقرر کیا کہ قاصِد کے فرائِض سرانجام دے اور اُسی کے ساتھ انیسمس کو کُلسّے واپس بھیجا (کُلسّیوں ۴ : ۷-۹) ۔ یہ پَولُس کے تمام خطُوط میں سے سب سے شخصی خط ہے۔ تیمتھیُس اور طِطُس کے نام خطُوط بھی افراد کو لِکھے گئے۔ مگر اُن میں جماعت یا کلیسیا کے مُعاملات اور رسومات کا بیان ہے، شخصی باتیں بہُت کم ہیں ۔

خاکہ

۱- سلام آیات ۱-۳

۲- پَولُس کی شکرگزاری اور فلیمون کے لئے دُعا آیات ۴-۷

۳- انیسمس کے لئے پَولُس کی عُذرداری آیات ۸-۲۰

۴- اِختتامی کلمات آیات ۲۱-۲۵

تفسیر

۱۔ سلام (آیات ۱-۳)

آیت ۱۔ "پولُس" اپنا تعارُف ایک رسُول کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک "قیدی" کی حیثیت سے کراتا ہے۔ وُہ اپنا اِختیار بھی اِستعمال کر سکتا تھا مگر وُہ التماس کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ وُہ "مسیح یسُوع کا قیدی ہے"۔ وُہ ایک مِنٹ کے لئے بھی رومؔ کا قیدی ہونے کی ذِلّت قبول کرنے کو تیار نہیں! وُہ رومؔ کے بادشاہ سے آگے شہنشاہوں کے شہنشاہ پر نظریں لگائے ہُوئے ہے۔ "تیمتھیُس" اُس کے پاس تھا اِس لئے وُہ اُس وفادار شاگِرد کو بھی اپنے ساتھ مِلا لیتا ہے۔ مگر صاف نظر آ رہا ہے کہ یہ خط پَولُس کی طرف سے ہے۔

اِس خط کا بڑا مکتُوبِ الیہ "فلیمون" ہے۔ اُس کے نام کا مطلب ہے "اُلفت کرنے والا"۔ لگتا ہے کہ وُہ اِسم بامسمیٰ تھا کیونکہ پَولُس اُس کو "اپنے عزیز اور ہمخدمت" کے طور پر بیان کرتا ہے۔

آیت ۲۔ چونکہ "افیہ" ایک زنانہ نام ہے اِس لئے زیادہ تر عُلما کا خیال ہے کہ وُہ فلیمون کی بیوی تھی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ خط کا کچھ حِصّہ اُسے بھی مخاطب کرتا ہے۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیحیت عورتوں کو بُلند مقام دیتی ہے۔ آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ مسیحیت غلاموں کو بھی اعلیٰ درجہ دیتی ہے۔ بیشتر مُفسّروں نے "ارخپُّس" کو فلیمون کا بیٹا مانا ہے۔ پَولُس اُس کو "ہم سپاہ" کے طور پر عِزّت دیتا ہے۔ ہم نگاہِ تصوّر سے دیکھ سکتے ہیں کہ وُہ خُداوند یسُوع کا ایک جاں نثار سپاہی تھا، اور پاکیزہ جوش کی آگ اُس کے دِل میں بھڑکتی رہتی تھی۔ کلُسّیوں کے خط میں بھی پَولُس رسُول اُس کی طرف خاص توجہ دِلاتا ہے کہ "ارخپُّس سے کہنا کہ جو خِدمت خُداوند میں تیرے سپُرد ہوئی ہے، اُسے ہوشیاری کے ساتھ انجام دے" (کلُسّیوں ۴: ۱۷)۔

اگر فلیمون، افیہ اور ارخپُّس ہمارے سامنے نئے عہدنامہ کے ایک مسیحی خاندان کی تصویر پیش کرتے ہیں تو "گھر کی کلیسیا" کے الفاظ نئے عہدنامہ کی "کلیسیا" کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ اِن الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فلیمون کا "گھر" وہاں کے ایمان داروں کے باہم فراہم ہونے کی جگہ تھا۔

وہیں اِکٹھے ہوکر وُہ عبادت، دُعا اور مُطالعۂ بائبل کیا کرتے تھے۔ وُہیں سے نِکل کر وُہ مسیح کی گواہی دینے کے لئے ایک ایسی دُنیا میں آگے بڑھتے تھے جو کبھی اُن کے پیغام کو قبول نہیں کرتی، مگر اُسے بُھلا بھی نہیں سکتی۔ جب وُہ فلیمون کے گھر میں جمع ہوتے تو تمام ایمان دار مسیح یسوع میں ایک ہوتے — امیر اور غریب، مرد اور عورت، مالِک اور غُلام ——— سب کے سب خُدا کے خاندان کے پُورے ارکین کے طور پر اکٹھے ہوتے تھے، یعنی سب کا درجہ یکساں ہوتا تھا۔ اور جب وُہ روزمرّہ کے کام کاج کی دُنیا میں واپس آتے تو سماجی اور مُعاشرتی اِمتیازات دوبارہ کارفرما ہوجاتے تھے۔ لیکن مثال کے طور پر خُداوند کی میز پر وُہ سب کے سب پاک کاہنوں کی سطح پر ہوتے تھے۔ فلیمون کو اُنیسمس پر کوئی فوقیت نہیں ہوتی تھی۔

آیت ۳۔ پولُس کے اِس مخصُوص سلام میں اُن کے لئے جن سے اُسے محبّت تھی اعلیٰ سے اعلیٰ برکات کی خواہش کا اِظہار ہے۔ "فضل" میں وُہ تمام برکتیں اور مہربانیاں شامِل ہیں جن کے ہم حقدار نہیں لیکن خُدا اُن کی بارِش ہم پر کرتا رہتا ہے۔ یہاں "اطمینان" سے مُراد وُہ رُوحانی سلیم الطّبعی اور تسلّی ہے جو اُن لوگوں کا وِرثہ ہے جو اُس کے فضل کو جان گئے ہیں۔ یہ دونوں برکتیں "ہمارے باپ خُدا اور خُداوند یسوع مسیح کی طرف سے" حاصِل ہوتی ہیں۔ یہ نکتہ بہُت ہی اہم اور پُرمعنی ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ خُداوند یسوع مسیح "فضل اور اطمینان" عنایت کرنے والے "خُدا" باپ کے برابر ہے۔ اگر وُہ حقیقت میں کامِل خُدا نہ ہوتا تو اُس کو ایسی عِزّت و تعظیم دینا کُفر ہوتا۔

۲۔ پولُس کی شُکرگُزاری اور فلیمون کے لئے دُعا (آیات ۴-۷)

آیت ۴، ۵۔ پولُس رسُول جب بھی فلیمون کے لئے دُعا مانگتا اِس شریف بھائی کے لئے "خُدا کا شُکر" کرتا تھا۔ ہم ہر لحاظ سے سمجھ سکتے ہیں کہ وُہ خُدا کے فضل کی فتح کی دِلپسند یادگار تھا۔ وُہ ایسا آدمی تھا جس کو آپ اپنا دوست اور بھائی بنا کر خُوش ہوں۔ بعض مفسّرین کا خیال ہے کہ اِن اِفتتاحی آیات میں پولُس کُچھ سیاست بازی کر رہا ہے تاکہ فلیمون کے دِل کو نرم کرے تاکہ وُہ اُنیسمس کو دوبارہ قبُول کرے۔ مگر اِس طرح ہم رسُول کی نیّت پر شک کرتے ہیں اور اِلہامی متن کو داغ دار کرتے ہیں۔ اگر پولُس اپنی بات میں مخلص نہ ہوتا تو کبھی کُچھ نہ کہتا۔

فلیمون کے کردار میں دوؔ خصُوصیات تھیں جن پر پولُس بہُت خُوش تھا، یعنی اُس کی "محبّت ...

اور ایمان"۔ اُس کو "سب مُقدّسوں کے ساتھ"... "محبّت" تھی۔ اور وُہ "خُداوند یسوع پر"... "ایمان" رکھتا تھا۔ مسیح پر اُس کے ایمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کے اندر خُدا کی زِندگی کی جڑیں ہیں۔ اور "سب مُقدّسوں کے ساتھ" محبّت سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس میں پھل بھی ہے۔ اُس کا ایمان پھلدار تھا۔

اِفسیوں ۱: ۱۵، ۱۶ اور کلُسّیوں ۱: ۳، ۴ میں بھی پولُس اُن مُقدّسوں کے لئے بھی اِسی طرح شُکر ادا کرتا ہے جن کو وُہ خطُوط لکھے گئے تھے۔ البتہ وہاں وُہ ایمان کو محبّت سے پہلے رکھتا ہے۔ یہاں اُس نے محبّت کو ایمان سے پہلے رکھا ہے۔

پولُس کی ترتیب میں ایک دِلچسپ پہلُو ہے۔ وُہ "محبّت" کا لفظ پہلے لاتا ہے اور پھر کہتا ہے "اور ایمان کا حال سُن کر"۔ بعد میں کہتا ہے "جو سب مُقدّسوں کے ساتھ ہے"۔ اِس طرح وُہ تسلسل کو توڑ دیتا ہے۔ ہم قوسین کا اِستعمال کرتے ہُوئے یُوں بھی لِکھ سکتے ہیں: "مَیں تیری اُس محبّت کا (اور ایمان کا حال جو خُداوند یسوع پر ہے) جو سب مُقدّسوں کے ساتھ ہے..."۔ "محبّت" کا مفعُول "سب مُقدّسوں" ہے اور "ایمان" کا مفعُول "خُداوند یسوع" ہے۔ لیکن پولُس "محبّت" والے جُملے کو "ایمان" والے کے اُوپر لپیٹ دیتا ہے۔ گویا وُہ فلیمون کو خبردار کر رہا ہے کہ بُہت جلد تُمہیں موقع مِلنے والا ہے کہ اپنے غلام اُنیسمُس کے ساتھ محبّت کا اظہار کر کے اپنے ایمان کی حقیقت کو ثابت کر سکو۔ اِس طرح "سب مُقدّسوں کے ساتھ" میں لفظ "سب" پر خاص زور نظر آتا ہے۔

آیت ۶۔ گُزشتہ دو آیات میں فلیمون کے لئے پولُس کی شُکرگُزاری ادا کی گئی ہے۔ زیرِنظر آیت اُس کے لئے رسُول کی دُعا کی نوعیّت کو ظاہر کرتی ہے۔ فلیمون دُوسروں کے ساتھ عملی مہربانی سے پیش آتا تھا۔ "ایمان کی شراکت" کا یہی مطلب ہے۔ ہم صِرف مسیح کی منادی کر کے ہی دُوسروں کو اپنے ایمان میں شریک نہیں کر سکتے بلکہ بھُوکوں کو کھانا کھِلا کر، ننگوں کو کپڑے پہنا کر، غمزدوں کو تسلّی دے کر مُصیبت زدوں کی مدد کر کے بھی کر سکتے ہیں ـــــ بلکہ بھاگے ہُوئے غلام کو مُعاف کر کے بھی دُوسروں کو اِس ایمان میں شریک کر سکتے ہیں۔ چنانچہ پولُس دُعا مانگتا ہے کہ فلیمون کی اپنے ہم جِنسوں کے ساتھ محبّت اور ہمدردی کے باعث دُوسرے لوگ جان اور مان لیں کہ اُس کے سارے نیک کاموں کا سرچشمہ "مسیح یسوع" ہے۔ جس زِندگی سے مسیح کی محبّت ظاہر ہو اُس میں بڑی قوّت اور تاثیر ہوتی ہے۔ کسی کتاب میں محبّت کے بارے میں پڑھنا ایک بات ہے، لیکن اِس کلام کے کِسی اِنسانی زِندگی میں مجسّم ہونے کی بات ہی کُچھ اَور ہے۔ اُس کی قوّت اور اثر کا اندازہ لگانا مُشکل ہے۔

آیت ۷۔ فلیمون کی فیاضی اور اِیثار پیشہ محبّت کی خبریں کُلسّے سے رُوم پہنچیں تو مسیح کے

قیدی کو "بہت خوشی اور تسلی ہوئی"۔ پولُس کا بہت بڑا اعزاز تھا کہ وہ فلیمون کو خداوند کے پاس لایا۔ مگر اب یہ کتنا بڑا اجر ہے کہ خبر ملتی ہے کہ اُس کے ایمان کا فرزند خداوند میں کیسے آگے کو قدم مار رہا ہے۔ یہ کیسی حوصلہ افزا بات ہے کہ فلیمون کے سبب سے "مقدسوں کے دِل تازہ ہوئے ہیں"۔ چنانچہ پولُس بجا طور پر اُس کو عزیز "بھائی" کہتا ہے۔ نہ کوئی اپنے لئے جیتا ہے، نہ کوئی اپنے لئے مرتا ہے۔ ہماری حرکات وسکنات دُوسروں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ہم اپنے اثر کی حدود ناپ نہیں سکتے۔ اثر اچھا ہو یا بُرا اِس کے اثرات بہت وسیع ہیں۔

۳۔ انیسمُس کے لئے پولُس کی عُذر داری (آیات ۸-۲۰)

آیت ۸۔ اب پولُس خط کے خاص مقصد کی طرف آتا ہے۔ وُہ انیسمُس کے لئے اِلتجا اور سفارش کرنے کو ہے۔ لیکن اِس موضوع پر کیسے آئے؟ رسُول کی حیثیت سے وُہ بجا طور پر فلیمون سے کہہ سکتا تھا کہ "اے بھائی، ایمان دار ہونے کے باعث تیرا فرض ہے کہ اُس بھاگے ہوئے غلام کو مُعاف کر کے بحال کرے۔ اور مَیں تجھے یہی کرنے کو کہہ رہا ہُوں"۔ پولُس اُسے یہ کرنے کا حُکم دے سکتا تھا۔ اور بے شک فلیمون تعمیل بھی کرتا۔ لیکن اِس مُعاملے میں یہ کھوکھلی فتح ہوتی۔

آیت ۹۔ اگر رسُول فلیمون کا دِل نہ جیت لیتا تو انیسمُس کو بڑی سرد مہری سے قبول کیا جاتا صِرف محبّت کی تحریک سے پیدا ہونے والی فرمانبرداری ہی گھر میں اِس غُلام کی حیثیت کو قابِلِ برداشت بنا سکتی تھی۔ یہ الفاظ لکھتے ہوئے پولُس کو شاید مُنجّی کے الفاظ یاد آ رہے تھے: "اگر تُم مجھ سے محبّت رکھتے ہو تو میرے حُکموں پر عمل کرو گے" (یُوحنّا ۱۴: ۱۵)۔ چنانچہ وُہ "محبّت کی راہ سے اِلتماس" کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ کیا فلیمون کی محبّت سمُندر پار اُس جگہ تک پہنچے گی جہاں مسیح کا ایک "بُوڑھا" ایلچی خُداوند یسوع کی خاطر قید میں ہے؟ کیا فلیمون دو۲ باتوں کا لحاظ کرے گا کہ پولُس "بُوڑھا" ہے اور اَب "قیدی بھی" ہے؟ ہمیں معلوم نہیں کہ رسُول اُس وقت کتنا بُوڑھا تھا۔ اندازے ترپن ۵۳ سے تریسٹھ ۶۳ سال تک ہیں۔ شاید آج کل کے زمانے میں اِتنی عُمر کو "بُوڑھا" نہ سمجھا جاتا ہو لیکن جِس جاں نثاری سے اُس نے مسیح کی خِدمت کی شاید وُہ قبل از وقت بُوڑھا ہو گیا تھا۔ اور اب وُہ "مسیح یسوع" کی خاطر "قیدی" تھا۔ اِس بات کا ذِکر کر کے وُہ ہمدردی حاصِل نہیں کرنا چاہتا بلکہ اُمید کرتا ہے کہ فیصلہ کرتے وقت فلیمون اِن عناصر کو سامنے رکھے گا، اِن کو اہمیت دے گا۔

آیت ۱۰۔ اصل زبان میں 'انیسمس' کا نام آیت کے آخر میں آتا ہے یعنی "میں التماس کرتا ہوں" اپنے ایک فرزند کے لئے "جو قید کی حالت میں مجھ سے پیدا ہوا، انیسمس"۔ جب تک فلیمون اپنے بھگوڑے غلام کے نام تک پہنچے گا، وہ پورے طور سے ہتھیار ڈال چکا ہوگا۔ ذرا غور کریں کہ اُسے کتنا تعجّب ہوگا کہ وہ "بدمعاش" اب بالکل بدل گیا ہے۔ اور اِس سے بھی زیادہ تعجّب یہ کہ اُسے ایک قیدی یعنی پولُس مسیح کے پاس لایا ہے۔

مسیحی زندگی کی ایک خوشی یہ ہے کہ ہم خدا کو حیرت ناک اور معجزانہ طریقوں سے کام کرتے دیکھتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو ایسے حالات میں ظاہر کرتا ہے اِن کو اتفاق یا حادثہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پہلے پولُس فلیمون کو خداوند کے پاس لایا تھا۔ اِس کے کچھ عرصہ بعد رسول کو گرفتار کر کے پیشی کے لئے روم لے جایا گیا۔ پھر فلیمون کا غلام بھاگ گیا اور روم جا پہنچا۔ کِسی نہ کِسی طرح اُس کی ملاقات پولُس سے ہوئی اور پولُس اُس کو بھی خداوند کے پاس لے آیا۔ وہ غلام مسیح پر ایمان لایا۔ آقا اور غلام دونوں ایک ہی مبشّر کے وسیلے سے نئے سرے سے پیدا ہوئے، مگر بے حد دُور دُور جگہوں پر اور بالکل مختلف حالات میں —— کیا اِسے اِتفاق کہیں گے؟

آیت ۱۱۔ انیسمس نام کا مطلب ہے "فائدہ مند" یا "کام کا"۔ لیکن جب وہ بھاگ گیا تو فلیمون اُس کو 'بے کار' یا 'بدمعاش' کہتا ہوگا۔ اور پولُس بھی کہہ رہا ہے کہ "ہاں، جہاں تک تیرا تعلق ہے وہ بے فائدہ یا بے کار تھا، مگر اب تیرے اور میرے دونوں کے کام کا ہے"۔ یہ غلام جو اب فلیمون کے پاس واپس آ رہا ہے اُس غلام سے بدرجہا بہتر ہے جو بھاگ گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ نئے عہدنامہ کے زمانے میں منڈی میں مسیحی غلام دوسرے غلاموں کی نسبت زیادہ قیمت پاتے تھے۔ آج بھی ایسا ہونا چاہئے کہ مسیحی ملازمین غیر مسیحی ملازمین کی نسبت زیادہ کارآمد ہوں۔

آیت ۱۲۔ اِس خط میں غلامی کے بارے میں نئے عہدنامہ کا رویّہ سامنے آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پولُس نہ تو غلامی کی مذمت کرتا نہ اِس کی ممانعت کرتا ہے، بلکہ وہ انیسمس کو اپنے مالک کے پاس واپس بھیجتا ہے۔ لیکن غلامی سے تعلق رکھنے والے غلط کاموں یا رویّوں کی مذمت اور ممانعت نئے عہدنامہ میں ہر جگہ کی گئی ہے۔ میکلیرین لکھتا ہے کہ

> نیا عہدنامہ کسی سماجی یا سیاسی نظام میں براہِ راست مداخلت نہیں کرتا، بلکہ ایسے اُصول پیش کرتا ہے جو اِن پر گہرے طور سے اثر انداز ہوتے ہیں۔ نیا عہدنامہ چاہتا ہے کہ یہ اُصول ذہنوں میں سرایت کر جائیں

سماجی بُرائیوں کے قلع قمع کے لئے بائبل زبردستی انقلاب کا طریقہ نہیں اپناتی۔ اِنسان کی "غیر اِنسانیت"

یا سنگدلی کی وجہ تو اُس کی گُناہ آلُودہ فطرت ہے۔ انجیل تو اصل وجہ یعنی جڑ کو کاٹتی ہے، اور مسیح یسوع میں نیا مخلُوق بننے کی دعوت دیتی ہے۔

یہ بات قابلِ تصوّر ہے کہ اِس زمانے میں اُس غلام کی زِندگی بہتر ہو جِس کا مالِک مہربان ہو، بہ نِسبت اُس کے جو خود مُختار ہو۔ یہی ایمان داروں کا حال ہے جو خُداوند یسوع کے غلام ہیں، کیونکہ وہ کامِل آزادی کے مزے لُوٹتے ہیں۔ انیسمس کو "واپس بھیجا" تو پولُس نے اُس کے ساتھ کوئی بے انصافی نہیں کی تھی۔ غلام اور مالک دونوں ایمان دار تھے۔ اب فلیمون کا فرض ہے کہ اُس کے ساتھ مہربانی سے پیش آئے۔ اور انیسمس سے توقع ہے کہ وُہ مسیحی دیانت داری اور وفاداری سے خِدمت کرے۔ رسُول کو فلیمون سے جو گہری محبت تھی اُس کا اظہار اِن الفاظ سے ہوتا ہے کہ "اپنے کلیجے کے ٹکڑے"۔ پولُس کو محسُوس ہو رہا ہے جیسے مَیں اپنے آپ کا ایک حِصّہ دے رہا ہُوں۔

غور کریں کہ ازالہ کرنے یا تلافی کرنے کا اہم اصُول بیان کیا گیا ہے۔ اب جبکہ اُنیسمس نجات یافتہ ہے کیا ضرُوری تھا کہ وُہ اپنے سابق مالِک کے پاس واپس جائے؟ جواب یقیناً "ہاں" ہے۔ نجات گُناہ کی سزا اور طاقت کو ہٹا دیتی ہے لیکن قرض کو منسُوخ 'نہیں' کرتی۔ نَو ایمان یا نَو مسیحی سے توقع کی جاتی ہے کہ وُہ حتیٰ المقدُور پچھلے قرض اور حساب بیباق کرے گا اور جہاں تک ممکن ہے اپنی غلطیوں کا ازالہ کرے گا۔ اب انیسمس کا فرض ہے کہ اپنے مالِک کی خِدمت میں دوبارہ حاضر ہو اور اگر کُچھ رقم چُرائی تھی تو اُسے واپس کرے۔

آیت ۱۳۔ رسُول کی ذاتی ترجیح تو یہ تھی کہ انیسمس کو روم میں "اپنے ہی پاس" رکھتا۔ یہ تو مُرید غلام پولُس اور انجیل کے لئے کئی کام کر سکتا تھا۔ فلیمون کے لئے بھی یہ موقع ہوتا کہ اِس طرح مدد مہیّا کر کے رسُول کی "خِدمت" کرتا۔ لیکن فلیمون کو خبر کئے بغیر اور اُس کی اجازت کے بغیر ایسا کرنا غلط بات تھی۔

آیت ۱۴۔ پولُس کو گوارا نہیں تھا کہ فلیمون کی رضامندی کے بغیر اُس کے غلام انیسمس کو روم میں رکھ کر اُس سے خِدمت کرواتا۔ یہ تو زبردستی ہوتی۔ وُہ انیسمس کے مُعاملے میں فلیمون کی "مرضی کے بغیر" کُچھ بھی کرنے پر آمادہ نہیں تھا۔ اگر یہ خدمت "لاچاری" یعنی مجبُوری سے ہوتی تو اِس کی ساری خوبصُورتی ختم ہو کر رہ جاتی۔ پولُس چاہتا ہے کہ میری خِدمت ہو تو محبت اور "خُوشی" کے ساتھ ہو۔

آیت ۱۵۔ موجُود یا پیش آمدہ بُرے حالات سے نظریں اُوپر اُٹھا کر آگے دیکھنا کہ خُدا اِس طرح کام کرتا ہے کہ سب چیزیں مِل مِلا کر اُس سے محبت رکھنے والوں کے لئے بھلائی پیدا کرتی ہیں (رومیوں ۸: ۲۸) رُوحانی پختگی کی علامت ہے۔ جب انیسمس بھاگا تو فلیمون کو ضرُور تلخی، غُصّہ اور مالی نقصان کا احساس ہُوا ہو گا۔ اب پولُس کالے بادلوں میں قوسِ قزح دِکھاتا ہے۔ انیسمس کلکتے میں خاندان کے

لئے کچھ دیر کے لئے کھو گیا تاکہ اب "ہمیشہ" کے لئے اُن کو واپس مل جائے۔ یہ بات اُن مسیحیوں کے لئے تسلّی کا باعث ہونی چاہیئے جن کے دوست اور عزیز و اقارب ایمان کی حالت میں مر جاتے ہیں۔ یہ جُدائی عارضی ہے۔ دوبارہ میل ابدی ہوگا۔

آیت ۱۶۔ صرف یہی نہیں کہ فلیمون کو انیسمُس واپس مل رہا ہے، بلکہ پہلے سے کہیں بہتر حالت میں واپس مل رہا ہے۔ اب اُن کے درمیان مالک اور غُلام کا روایتی تعلق نہیں ہوگا۔ اب انیسمُس "غُلام سے بہتر" شخص ہے، کیونکہ اب وُہ "خُداوند میں ۔۔۔ نہایت عزیز" "بھائی" ہے۔ اب سے ڈر اور خوف کی تحریک کی جگہ "محبّت" کی تحریک لے لے گی۔ پَولُس اُس کی رفاقت سے ایسے ہی لُطف اندوز ہوتا رہا جیسے "عزیز بھائی" کی رفاقت ہوتی ہے۔ مگر اب وُہ اُسے رومؔ میں اپنے پاس مزید نہیں رکھنا چاہتا۔ رسُول کا نُقصان فلیمون کا فائِدہ ہوگا۔ اب وُہ انیسمُس کو "جسم میں بھی اور خُداوند میں بھی" بھائی جانے گا۔ جو شخص پہلے غُلام تھا اب "جسم میں" پَولُس کے اِعتماد کو صحیح ثابت کرے گا، کیونکہ جسمانی لحاظ سے جاں نثاری کے ساتھ خِدمت کرے گا اور "خُداوند میں" وُہ ایمان دار کی حیثیت سے رفاقت مُہیا کرے گا۔

آیت ۱۷۔ رسُول کی درخواست اِس لحاظ سے چونکا دینے والی ہے کہ اِس میں دلیری بھی ہے اور نرمی اور ملائمت بھی۔ وُہ فلیمون سے کہتا ہے کہ "اُسے اِس طرح قبول کرنا جس طرح مُجھے"۔ اُس کی پُوری بات پر غور کریں کہ "پس اگر تُو مُجھے شریک جانتا ہے تو اُسے اِس طرح قبول کرنا جس طرح مُجھے"۔ یہ الفاظ ہمیں اپنے منجّی کی یاد دِلاتے ہیں کہ "جو تُم کو قبول کرتا ہے وُہ مُجھے قبول کرتا ہے۔ اور جو مُجھے قبول کرتا ہے وہ میرے بھیجنے والے کو قبول کرتا ہے" (متی ۱۰: ۴۰)۔ اور "چونکہ تُم نے میرے اِن سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ سلوک کیا اِس لئے میرے ہی ساتھ کیا" (متی ۲۵: ۴۰)۔ عِلاوہ ازیں یہ بھی یاد دلاتے ہیں کہ خُدا نے ہمیں اپنے بیٹے کی ذات میں قبول کیا اور ہم خُدا کو ایسے ہی قریبی اور پیارے ہیں جیسے مسیح ہے۔

اگر فلیمون پَولُس رسُول کو "شریک جانتا" تھا، یعنی جس کے ساتھ اُس کی رفاقت تھی تو رسُول اُس سے عرض کرتا ہے کہ انیسمُس کو بھی اِسی بُنیاد پر قبُول کرے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ خاندان میں انیسمُس کے ساتھ ایک مُستقِل مہمان کا سا سلُوک روا رکھا جائے اور کام کاج کرنا اُس کا فرض یا ذِمّہ داری نہ رہے۔ اُس کی گھر میں اب بھی حیثیت خادِم یا نوکر (غُلام) کی ہوگی، مگر ایسا شخص جو خُداوند مسیح کی مِلکیت ہے اور اِس لئے ایمان میں بھائی ہے۔

آیت ۱۸۔ رسُول یہ نہیں کہتا کہ انیسمُس نے فلیمون کا کُچھ چوری کیا تھا، لیکن اِس آیت سے ایسا اِمکان ضرور نظر آتا ہے۔ پَولُس اُس نقصان کو پُورا کرنے کو تیار ہے جو انیسمُس کی وجہ سے فلیمون کو

ہُوا ہوگا۔ اُس کو احساس ہے کہ تلافی ہونی چاہئے۔ اُنیسمُس کے ایمان لانے سے اُس کے وُہ قرض منسُوخ نہیں ہُوئے جو انسان کی طرف سے اُس پر واجبُ الادا تھے۔ اِس لئے پَولُس فلیموؔن سے کہتا ہے کہ "تو اُسے میرے نام لِکھ لے"۔

جب ہم یہ پڑھتے ہیں تو ہمیں ضرُور یاد آتا ہے کہ گنہگاروں کی حیثیّت میں ہم پر کِتنا بڑا اور بھاری قرض تھا، اور کِس طرح کلوریؔ پر وُہ سب کا سب خُداوند یسُوؔع کے نام لِکھ دیا گیا۔ جب وُہ ہمارے عِوضی کے طور پر مَرا تو اُس نے وُہ سارا قرض بیباق کر دیا۔ یہاں ہمیں یہ بھی یاد آتا ہے کہ خُداوند ہمارے وکیل/ مددگار کے طور پر بھی کام کرتا ہے۔ جب بھائیوں پر اِلزام لگانے والا یعنی شیطان اُن تمام گُناہوں کا اِلزام لگاتا ہے جو ہم نے کئے ہیں تو ہمارا مبارک خداوند کہتا ہے: "اُنہیں میرے نام لِکھ دو"۔ اِس کتاب میں میل مِلاپ کے عقیدے کی وضاحت ہوتی ہے۔ اُنیسمُس اپنے مالِک فلیموؔن سے جُدا اور بیگانہ ہو گیا تھا، کیونکہ اُس نے قصُور کیا تھا۔ پَولُس کی خِدمت کے وسیلے سے (کوئی وجہ نہیں کہ ہم اِس بات کو نہ مانیں) اُن کا درمیانی فاصلہ یعنی جُدائی اور "دُشمنی" دُور ہو گئی۔ غلام کا اپنے مالِک سے میل مِلاپ ہو گیا۔ اِسی طرح ہم اپنے گُناہ کے باعث خُدا سے جُدا اور بیگانہ ہو گئے تھے، مگر مسیح کی مَوت اور قیامت کے وسیلے سے دُشمنی کی وجہ دُور ہو گئی اور ایمان داروں کا خُدا کے ساتھ میل مِلاپ ہو گیا ہے۔

آیت ۱۹۔ عام طور سے پَولُس اپنے خطوط کِسی دُوسرے سے لِکھواتا تھا، یعنی وُہ بولتا جاتا اور دُوسرا شخص لِکھتا جاتا تھا۔ صِرف اختتامی سُطُور "اپنے ہاتھ سے" لِکھتا تھا۔ ہم یقین سے تو نہیں کہہ سکتے کہ پَولُس نے یہ پُورا خط اپنے ہاتھ سے لِکھا۔ لیکن اِس مرحلے پر یقیناً اُس نے خُود قلم پکڑا اور اپنی مخصُوص لِکھائی سے یہ وعدہ لِکھا کہ اُنیسمُس کا قرض مَیں "خُود ادا کروں گا"۔ اِس کے باوجُود کہ فلیموؔن خُود پَولُس کا بڑا مقروض تھا۔ پَولُس اُس کو خُداوند کے قدموں میں لایا تھا۔ وُہ اپنی رُوحانی زِندگی کے لئے رسُول کا مقروض تھا۔ کیونکہ پَولُس وسیلہ بنا کہ فلیموؔن مسیح پر ایمان لائے۔ لیکن پَولُس اُسے یہ قرض ادا کرنے پر مجبُور نہیں کرنا چاہتا۔

آیت ۲۰۔ بُوڑھا پَولُس فلیموؔن کو "اَے بھائی!" کہہ کر مخاطب کرتے ہُوئے اُس سے صِرف خُداوند میں کُچھ مانگتا ہے اور وُہ ہے "خُداوند میں خوشی" یعنی مسیح میں کُچھ تازگی۔ وُہ اِلتماس کرتا ہے کہ اُنیسمُس کو شفقت اور مہربانی کے ساتھ قبول کیا جائے، کہ اُسے مُعاف کر کے خاندان میں خِدمت کرنے پر دوبارہ بحال کیا جائے اور وُہ بھی غلام کی نہیں بلکہ خُدا کے خاندان میں بھائی کی حیثیت میں۔

۴- اختتامی کلمات (آیات ۲۱-۲۵)

آیت ۲۱- رسُول کو "یقین" ہے کہ فلیمون اُس کی درخواست سے "بھی زیادہ کرے گا"۔ خُود اُس کو مسیح نے بخشش کے طور پر مُعاف کیا تھا، اور یقیناً وُہ انیسمُس کے لئے اِس سے کم نہیں کرے گا۔ یہاں ہم کو اِفسیوں ۴: ۳۲ کی واضح صراحت نظر آتی ہے کہ "ایک دُوسرے پر مہربان اور نرم دِل ہو اور جِس طرح خُدا نے مسیح میں تمہارے قصُور مُعاف کئے ہیں تم بھی ایک دُوسرے کے قصُور مُعاف کرو"۔

آیت ۲۲- لیکن پَولُس کو کیسے خبر ہو گی کہ فلیمون نے انیسمُس کے ساتھ کیسا سلُوک کیا ہے؟ اُسے اُمید تھی کہ مَیں کُلسّے جاؤں گا اور فلیمون کا مہمان ہُوں گا۔ اُسے اُمید تھی کہ مسیحیوں کی "دُعاؤں" کے جواب میں رومؔ کے سرکاری اہلکار اور مقتدر افراد اُسے رہا کر دیں گے۔ اِس لئے وُہ فلیمون سے کہتا ہے کہ "میرے لئے ٹھہرنے کی جگہ تیار کر"۔ شاید انیسمُس کو پہلا کام جو دیا جائے گا یہی ہو گا کہ "ہمارے بھائی پَولُس کے لئے مہمان خانہ تیار کرو"۔ ہمیں معلُوم نہیں کہ پَولُس کبھی کُلسّے پہنچا یا نہیں۔ ہم صِرف یہی فرض کر سکتے ہیں کہ "ٹھہرنے کی جگہ" یعنی مہمان خانہ اُس کے لئے تیار تھا۔ اور گھرانے کے تمام افراد اُس کی مُلاقات کے مُشتاق تھے کیونکہ اُن کے دِل محبّت کے بندھنوں سے بندھے ہُوئے تھے۔

آیت ۲۳- "اِپفراس" ہی غالباً وُہ شخص تھا جِس نے کُلسّے میں کلیسیا کا پَودا لگایا تھا (کُلسّیوں ۱: ۷، ۸؛ ۴: ۱۲، ۱۳)۔ اب وُہ رومؔ میں پَولُس کے "ساتھ قید" تھا۔ وُہ بھی فلیمون کو سلام بھیجتا ہے۔

آیت ۲۴- اِس وقت "مرقُس اور اَرِسترخُس اور دیماس اور لُوقا" پَولُس رسُول کے ساتھ تھے۔ کُلسیوں ۴: ۱۰، ۱۴ میں بھی اِن ناموں کا ذِکر ہے۔ اور کُلسیوں باب ۴ میں 'یسوع جو یُوستس' کہلاتا تھا کا ذِکر ہے، مگر کسی وجہ سے یہاں اُس کا نام موجُود نہیں۔ "مرقُس" دُوسری اِنجیل کا مُصنّف ہے۔ شرُوع میں ناکامی کے بعد وُہ خداوند کا وفادار خادِم ثابت ہُوا (۲- تیمتھیُس ۴: ۱۱ بمقابلہ اَعمال ۱۳: ۱۳؛ ۱۵: ۳۶-۳۹)۔ "اَرِسترخُس" ایمان دار تھا اور تھسلنیکے کا رہنے والا تھا۔ وُہ کئی دَوروں میں پَولُس کے ساتھ تھا۔ رومؔ کے سفر میں بھی وُہ اُس کے ہمراہ تھا۔ کُلسیوں ۴: ۱۰ میں رسُول اُس کے بارے میں بتاتا ہے کہ وُہ "میرے ساتھ قید ہے"۔ "دیماس" وُہ شخص ہے جِس نے بعد میں پَولُس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ وُہ اِس جہان کی محبّت میں پڑ گیا تھا (۲- تیمتھیُس ۴: ۱۰)۔ پیارا طبیب "لُوقا" آخر تک وفادار ساتھی، رفیق اور مددگار ثابت ہُوا (۲- تیمتھیُس ۴: ۱۱)۔

آیت ۲۵- خط کا اختتام پَولُس کے مخصُوص سلام پر ہوتا ہے۔ "ہمارے خُداوند یسوع مسیح کا فضل

تمہاری رُوح پر ہوتا رہے"۔ زِندگی میں اِس سے بڑی برکت نہیں ہوسکتی کہ اِنسان کی زِندگی کے لمحہ لمحہ پر مُنجیؔ کا فضل اور مہربانی ہو، حالانکہ ہم کسی طور بھی اِس کے حق دار نہیں۔ دِل کی اِس سے بڑی آرزُو کیا ہوسکتی ہے کہ مَیں خداوند کی ذات اور اُس کے کام سے لُطف اندوز ہوتا رہوں اور ہمیشہ اُس کے ساتھ ساتھ چلتا رہوں۔

پَولُس نے قلم ایک طرف رکھ دِیا اور خط تخِکُس کے حوالے کیا کہ فلیمونؔ کو پہنچا دے۔ یہ خط محبّت اور خُوش خُلقی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اِس کے اُصُولوں کا اِطلاق آج کی خطُوط نوِیسی پر ویسے ہی ہوتا ہے جیسے کہ اُس وقت جب وُہ لکھا گیا۔

تفسیرُ الکتاب عام اِیمان داروں کے لئے تحریر کی گئی ہے جس میں سادگی سے پاک کلام کے گہرے بھیدوں سے پردہ اُٹھایا گیا ہے۔ اس پیش کش میں نئے عہد نامے کی نہایت اِحتیاط کے ساتھ آیت بہ آیت تشریح کی گئی ہے۔ سادگی اور سلاست کے باوجود کلامِ مقدّس کے متنازُع مسائل سے پہلو تہی نہیں کی گئی، بلکہ مُصنّف نے اِن پر بھی تبصرہ کیا ہے اور اپنی رائے کے ساتھ ساتھ دیگر مفسّرین کے خیالات بھی دَرج کئے ہیں۔ عِلم الٰہیات کے ضمن میں مُصنّف نے اِعتدال پسندی کا دامن نہیں چھوڑا جو اِس کتاب کی ایک اَور خُوبی ہے۔ چنانچہ یہ تفسیر بائبل مقدس کے باضابطہ شخصی مطالعہ کے لئے ازحد مفید ثابت ہوگی۔